Regd. No L. 1872 January 1943 Established 1908



مصنوعاتِ حضرت علامہ راشد الخیریؒ کی تصانیف

تاریخ و سیرت

- آمنہ کا لال
- سیدہ کا لال
- الزہرا
- نوبت پنج روزہ یا وداعِ ظفر
- ۱۰۰ برس خاتون
- امین کا دم واپسیں
- دلی کی آخری بہار
- نزم رفتگان، بانصو
- داستانِ پارینہ

مذہبی مضامین

- اسلام اور اس
- عروسِ حقی
- دعا میں
- دالی لفنے
- زیورِ اسلام

سیاسی صحافی بیاسی مضامین

- شہید مغرب
- یادگار دمدی
- عالم نسواں
- سیاحتِ ہند

مضامین کے متفرق مجموعے

- عروسِ مشرق
- گوہری میں سل
- مسلمان عورت کے حقوق
- بازار
- بلبل میاں
- ساجن موتی
- شادی کا انتخاب
- نوجیہ ہستی
- بے فکری کا آخری دن
- چمنستانِ مغرب
- بکھری ہوئی پتیاں

اصلاحی معاشرتی ناول

- حیاتِ صالحہ
- ستائی ہوئی نشاط بیگم
- صبحِ زندگی
- شامِ زندگی
- شبِ زندگی دو حصے
- نوحۂ زندگی
- طوفانِ حیات
- جوہرِ قدامت

اسلامی تاریخ بطرز ناول

- ماہ عجم
- عروسِ کربلا
- یاسمینِ شام
- محبوبۂ خداوند
- تیغِ کمال
- شہنشاہ کا فیصلہ
- منظر الہیں
- شاہین و دراج
- دُرِّ شہوار

ڈرامے یا افسانے

- نانی عشو
- دلی کی حنی
- داداں کا بچگڑ

نظموں کے مجموعے

- رودادِ قفس
- گرفتارِ قفس

ادبِ لطیف و انشا

- قلبِ حزیں
- لڑکیوں کی انشا
- سسکی ہوئی بستیاں

لڑکیوں کا نصاب بذیر طبع

اصلاحی معاشرتی افسانے

- بنت الوقت
- سرابِ مغرب
- فسانۂ سعید
- حوالے نقد
- تندہ شیطانی
- ماں باپ کی دو عورتوں کے ہاتھ
- ضدی ملکہ شہزادہ یل
- سیوتی
- ستونتی
- سوکن کا جلاپا
- موت
- تفسیرِ عصمت
- انگوٹھی کا راز
- منازلِ ترقی
- بچہ کا کرتہ
- دنیا کی سرگزشت
- چہار عالم

مختصر افسانوں کے مجموعے

- جوہرِ عصمت
- سیلابِ اشک
- طوفانِ اشک
- قطراتِ اشک
- خدائی راج
- نسوانی زندگی
- گلدستۂ عید
- گوہرِ مقصود
- گردابِ حیات
- بساطِ حیات
- حور اور انسان
- نشیب و فراز

کھانے پکانے کی مستند کتابیں

- عصمتی دسترخوان
- منتخب کھانے
- عصمتی ہندوستان
- ناشتہ
- بچوں کے کھانے
- بیماروں کے کھانے
- مالیہ کے کھانے

دیگر تصانیف محترمہ آمنہ نازلی

- دولت مرتا یا دہانیاں کھانے
- تحریکی نظمیں
- عقل کی باتیں
- ہنسی کی باتیں

تصانیف منشی پریم چند

- دودھ کی قیمت (افسانے)
- روحانی شادی (ڈراما)

تصانیف رازق الخیری

- وداعِ ماتم
- عصمت کی کہانی

تصانیف مولانا سیماب اکبرآبادی

- زنانہ بیت
- آفتابِ زندگی
- شبابِ زندگی

تصانیف صاحبزادہ ولی اللہ

- تصویرِ لڑکیوں کی وہ باتیں
- افسانے

کچھ اور زنانہ کتابیں

- پردہ و تعلیم مذہبی و سیاسی
- انگلینڈ اور لڑکی
- خلیل سواں اسید مضامین

دستکاری کی بہترین کتب

- عصمتی کروشیا
- عصمتی کشیدہ
- گلزارِ وشاں
- گلدستۂ کشیدہ
- گلشنِ زہرہ
- گلستانِ خیالی سوئی کا کام
- گلستانِ خیالی
- موتیوں کا کام
- سلمہ ستارہ کا کام
- اونی کام سلائیوں سے
- گوٹہ کناری کا کام
- جالی کا کام
- تارکشی کا کام
- گلدستۂ تارکشی
- کراس سٹیچ ورک
- جوہرِ نسواں دستکاری
- نسیم سوزن کاری
- خوشبو کی دستکاریاں
- لکڑی کا باریک کام
- وصلی کا کام

عورتوں کی خاص کتابیں

- زینت خانہ (۲ حصے)
- سلیقہ خانہ

نامور خواتین کے افسانے و ناول

- انوری بیگم
- جانباز
- غیرت کی پتلی
- شہیدِ وفا
- چاند رات
- قیصر وزنہ

کچھ اور تہذیبی کتابیں

- صنعت و حرفت
- تندرستی ہزار نعمت
- بچوں کی تربیت
- آئینۂ سوفر
- بہنے کی چھپائی

تصانیف محترمہ خاتون اکرم مرحومہ

- جمالِ ہمنشیں
- گلستانِ خاتون و افسانے
- پیکرِ وفا
- کچھڑی بیتی

تصانیف محترمہ صغرا ہمایوں مرزا

- مشیر نسواں یا زہرہ
- سرگزشت ہاجرہ
- تحریر النسا
- موہنی

تصانیف محترمہ بلقیس بیگم

- خانہ داری کے قوانین
- معید نسواں

تصانیف محترمہ حجاب امتیاز

- ادب زریں
- مفسداتِ موت

تصانیف محترمہ سردار جہاں بیگم

- پھول کیاری یا افسانے و نظمیں
- سونا اور سیو (دو کہانیاں)

زنانہ افسانے و گیت

- افسانۂ حرم
- داستانِ باغیاں
- دیہاتی گیت

زنانہ نظمیں

- شمعِ خاموش
- آئینۂ جمال

بچوں کے لیے

[illegible]

عصمت بک ڈپو دہلی

رسالہ عصمت دہلی

جلد ۷۰ نمبر ۱	جنوری ۱۹۴۳ سنہ عیسوی	پینتیسواں ۳۵ سال

فہرست مضامین

صفحہ	صاحب مضمون	مضمون	صفحہ	صاحب مضمون	مضمون
۱۷	مولانا محوی صدیقی	[illegible] (نظم)	۲	ایڈیٹر	چند باتیں
۱۷	ممتاز ضیاء صاحبہ منشی فاضل	[illegible]	۳	مرزا عثمان اشرف صاحب گورگانی	تقریظ بر دعوت عزیز
۱۸	مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب	[illegible] (افسانہ)	۴	حضرت علامہ راشد الخیری رحمۃ اللہ علیہ	شادی یا بربادی
۲۵	مسعودہ عباسی صاحبہ	بیا اور اس کا گھونسلا	۵	سید حسن صاحب شارق ایم۔ اے	جنگ و امن
۲۶	گ ن صاحبہ	ہندوستانی اور جاپان	۶	آمنہ نازلی صاحبہ دبیر فاضل	بھانجی (ڈراما)
۲۷	م۔ح صاحبہ [illegible]	[illegible]	۸	محمد محبوب صدیقی صاحب بی اے	روح سے خطاب (نظم)
۲۹	جمیلہ بیگم صاحبہ	[illegible]	۸	کملا چٹرجی صاحبہ	بڈھی بیراگی
۳۱	نجمہ رحمت اللہ صاحبہ بی اے	[illegible] (افسانہ)	۹	لالہ تلوک چند صاحب محروم	جنگ عالمگیر (نظم)
۳۳	[illegible] سلیمہ صاحبہ بی۔ اے	داد تخیل (نظم)	۹	محمودہ خاتون صاحبہ	ڈاکہ
۳۳		منشی دیا نرائن نگم	۱۰	ظفر جہاں بیگم صاحبہ	برائیوں کی جڑ
۳۴	سلطانہ بیگم صاحبہ	نرسنگ	۱۱	ایس۔ بی طاہرہ صاحبہ	ضدی بچے
۳۵	مولوی محمد ظفر صاحب ایم۔ اے	خانہ داری	۱۲	محمد احمد صاحب سبزواری ایم اے	ہوائی حملے
۳۷	مولوی محمد ظفر صاحب ایم۔ اے	[illegible]	۱۵	صفیہ شمیم صاحبہ	آرزوئے دل (نظم)
۳۹	متفرق	بزم عصمت	۱۶	اختر شیرانی صاحب	نعت (نظم)
۳۹	مرزا عثمان اشرف صاحب گورگانی	۱۹۴۳ء کے [illegible]	۱۶	صغرا صاحبہ [illegible]	تعلیم و تربیت
۴۱	[illegible]	[illegible]			

چندہ سالانہ پیشگی۔ مع محصول ڈاک چار روپے ممالک غیر سے دس شلنگ
قسم خاص۔ اعلیٰ کاغذ کا ایڈیشن [illegible] روپے سالانہ [illegible] ممالک غیر سے ایک پونڈ

(یہ رسالہ [illegible] ایڈیٹر و پرنٹر و پبلشر محبوب المطابع دہلی میں چھپ کر دفتر عصمت کوچہ چیلاں سے شائع ہوا)

چند باتیں

سنہ ۱۹۴۲ء عصمت کی زندگی کا نہایت خطرناک سال تھا
دو دفعہ پہلے بھی عصمت کی زندگی خطرے میں پڑ چکی ہے۔ سنہ ۱۹۱۶ء کی
[illegible] زندگی کے بعد رسالہ کا جاری رہنا حیرت انگیز تھا۔ سنہ ۱۹۲۴ء
میں جب محترمہ خاتون اکرم نہایت [illegible] رخصت ہوگئیں اور خاکسار
[illegible] سات [illegible] کام نہ کر سکا تو کسے امید تھی کہ عصمت
کا مستقبل ماضی کی یاد دل سے بھلا دے گا۔ سنہ ۱۹۴۲ء
ان دونوں موقعوں سے زیادہ خطرناک تھا۔ ان وجوہ
سے کہ مرکزی اور صوبجاتی حکومت سے، والیان ریاست
سے، دولت مند متمول مگر شہرت پسند افراد
سے، محکمہائے تعلیم سے، اشتہارات اور فلم
کمپنیوں سے، [illegible] اور ہر قسم کی کتابوں کی فروخت
سے، پروپیگنڈے اور فنڈوں سے، غرض اخبارات
و رسائل کی آمدنی کے جو جو ذرائع ہیں۔ عصمت ان
سب سے قطعی محروم ہے۔ اور اس کی آمدنی ہے صرف
خریداروں کا سالانہ مقررہ چندہ۔

سنہ ۱۹۴۲ء میں جب اور اشیاء سے قطع نظر کرکے کاغذ
کی گرانی کی کیفیت رہی کہ سوا دو روپیہ رم کا کاغذ ۳۵ اور ۴۰
روپے میں خریدنا پڑا۔ تو رسالہ کا چندہ چھ روپیہ سے بڑھا
کر اگر دس روپیہ کر دیا جاتا۔ جب بھی رسالہ نقصان سے
نہ بچ سکتا تھا۔ عصمت اگر تجارتی پرچہ ہوتا تو یقیناً ہزاروں
روپیہ کے اس نقصان سے محفوظ رہ سکتا تھا۔ جو اس
سال بھی اٹھانا پڑا لیکن عصمت کی روایات میں عصمت کی
وضعداری تھی۔ عصمت کی آن میں فرق آجانا۔ سنہ ۱۹۴۲ء
کی خوفناک گرانی سے عصمت کی شان جاتی رہی لیکن خدا کا
شکر ہے اس کی آن ابھی باقی ہے۔

سنہ ۱۹۴۳ء کا آغاز جن حالات میں ہو رہا ہے۔ وہ بہت
نازک ہیں جو حالات آج ہیں کل ان سے بدتر [illegible]
[illegible] ہو جانے کا اندیشہ رہے لیکن ہم سب بھی اللہ تعالیٰ کے کرم
سے مایوس نہیں۔ مصائب سے گھبرا کر یا تکالیف سے
اکتا کر پست ہمت ہو جانا اسلامی عقائد کے خلاف
ہے۔ خدمت کے لئے استقامت شرط اور استقلال
سب سے پہلی چیز ہے۔ ہمارا کام ہے خدا کی مدد کے
بھروسہ پر اپنی کوششوں کو جاری رکھنا۔ نتیجہ کا فکر
ہم سے زیادہ اس کو ہوگا۔ جس کے بندوں کی بہتری
کی نیت سے یہ ناچیز پرچہ پینتیس ۳۵ سال سے اپنی
دھن میں منہمک ہے۔

صفحہ ۴ کا بقیہ

اس قسم کے واقعات اکثر پیش آتے رہتے ہیں۔ اور میں اس کو
اچھی طرح جانتی ہوں کہ والدین لڑکی کے دشمن نہیں ہوتے
اور انجام بھی دیکھتے سنتے رہتے ہیں۔ لیکن باوجود اس علم کے پھر
اس غلطی کے خود مرتکب ہوتے۔ اس کا سبب بھی یہی ہے
کہ وہ کنوارپنے سے گھبرا جاتے ہیں۔ خدانخواستہ بیٹیوں کے
مصارف وغیرہ سے نہیں بلکہ ان کو دیکھ دیکھ کے خون خشک
ہوا جاتا ہے کہ عمر گذر رہی ہے اور کوئی بر نصیب نہیں ہوتا۔ اول
تو پیام نصیب ہی نہیں اور اگر بھولا بھٹکا آ بھی گیا تو وہ اس قسم
کا ہوتا ہے کہ یا تو دو دو بیبیاں بڈھے پھونس ہیں یا پہلی بیوی
ور بچے موجود ہیں۔ مجبوراً ان ہی پیاموں میں سے کسی نہ کسی کا
انتخاب کرنا پڑتا ہے۔ مگر سوال یہ بھی ہوتا ہے کہ کیوں یہ انتخاب
کیا جائے۔ اور اس پر غور نہ کیا جائے کہ آخر اس درد کا علاج
کیا ہے۔ پہلے اس کے اسباب پر غور کریں اور پھر علاج پر
بعض کی رائے میں اس کی وجہ پردہ کی سختی ہے اور وہ اس
قدر کہ کسی کو خبر بھی نہیں ہوتی کہ اس گھر میں لڑکی کا وجود ہے
یہ رائے کیسی ہے؟ اس سے بحث نہیں لیکن اس تکلیف کا اصلی
سبب معلوم ہونا چاہیئے۔ تاکہ لڑکیاں اس مصیبت سے چھٹکارا
پائیں۔

(شادی کا انتخاب)

تقریظ [illegible]

جناب مرزا عثمان اشرف گورگانی

نوٹ: اس مجاہد نقرے کے ہر ایک فقرہ سے عدد سنہ ۱۹۴۳ء برآمد ہوتے ہیں۔
سنہ یک ہزار نو سو چالیس اور تین کا حضرت کی تاریخ آیا ہے۔

(۱) دلکش رسالہ عصمت سنتیس سال سے (۲) باجہرہ رنگین و فیروزہ جبین برابر شائع ہو رہا ہے۔ (۳) حرمت و اعزاز مستورات کے واسطے۔ (۴) نیک ترین و مشہور دوران رسالہ ہے۔ (۵) شریف و معمول نسب ہندوستانی بیگمات کی۔ (۶) نیز اردو علم ادب کی جو گو ہر بار خدمات (۷) ہندوستان کے اس مشہور و مبارک رسالے نے کی ہیں۔ (۸) فی الحقیقہ وہ ہر ایک شخص پر باہر و ہویدا ہیں۔ (۹) گرامی قدر رسالہ عصمت کی بدولت۔ (۱۰) لاکھوں لڑکیاں جیسی سب اچھی مائیں اچھی بہنیں۔ (۱۱) اور بلا گمان اچھی کامل بیویاں بن گئیں (۱۲) سنہ انیس سو بیس میں عالی جناب [illegible] (۱۳) اور نیز ہندو مسلم رسالجات کے واسطے۔ (۱۴) بے حد نزولِ بلا انگیز بے حد [illegible] زدہ و [illegible] منحوس سال گزرا ہے۔ (۱۵) بسبب بدحالی گرانی کوہ لکاں اخبارات۔ (۱۶) نیز رسالوں نے یک اندازہ حد تک برداشت کیا (۱۷) جب تک نذر بعض جنس بیبر ہندوستان میں دستیاب نہ ہو سکا۔ (۱۸) اور دانش اس گورنمنٹ نکشیہ نے بھی۔ (۱۹) جز و کل بالکل ہی انتظام نہ فرمایا۔ (۲۰) تو بہمت عصمت بھی چپ ہو کر رہ گیا۔ (۲۱) فی الحال یہی وجہ تھی کہ گزشتہ تمام سال۔ (۲۲) ہمارا حبیب مجلس رسالہ گھٹیا بیبر پر شائع ہوا (۲۳) جس میں موزوں و لائق عورتوں اور لائق مردوں کے۔ (۲۴) عالی درجہ کارآمد و بلند معیار مضامین۔ (۲۵) نتیجہ خیز و سبق آموز و علم فزا افسانے۔ (۲۶) عمدہ عمدہ و دلچسپ اور بزم افروز نظمیں۔ (۲۷) بساطِ انبساط جدید معلومات اور گھر داری کی باتیں۔ (۲۸) نہایت ہی روح فزا مفید و کارآمد نسخے۔ (۲۹) باہتمام رسالہ کی زیب و زینت ہوتے رہے (۳۰) ناظرین کو اس گراں بہا رسالے سے۔ (۳۱) فی الفصل نفع بھی حاصل ہوتی ہے۔ (۳۲) اور بلاشک و شبہ عالم افروز نصیحتیں بھی۔ (۳۳) رسالہ نے بصدق و صفا عورتوں کی صحیح رہنمائی کی (۳۴) گلگونہ سیاسیات و ملکی تعصبات۔ (۳۵) اور نیز ہندو مسلم اندوہناک مناقشات سے بالکل الگ رہا۔ (۳۶) بڑے بڑے ہندو و مسلم اہلِ فراست مردوں۔ (۳۷) اور قابل و لائق و شایان خواتین کا۔ (۳۸) رسالہ کے اولی العزم نامہ نگاروں میں اضافہ ہوا۔ (۳۹) کثیر تنخواہ نامہ نگاروں کو انعام بھی ملے۔ (۴۰) عصمت بہرہ بہت مبسوط محنت سے۔ (۴۱) باجہد تمام ترتیب دیا جاتا ہے۔ (۴۲) مولانا راشد کی روح کی تاب و تابِ برکت۔ (۴۳) اور مولانا رازق کی ان تھک و جاں فزا کوششوں کا۔ (۴۴) بدرجہ نتیجہ ہے کہ عصمت آج تک۔ (۴۵) بپابندی صحیح تاریخ مقررہ (۴۶) با خوش اسلوبی و زیبائی شائع ہو رہا ہے۔ (۴۷) آخر میں مخصوص دعا ہے کہ۔ (۴۸) اللہ تعالیٰ اس رسالہ کی مشکلات کو عموماً (۴۹) اور مالک و مدیر کے جسمانی مشکلات کو۔ (۵۰) [illegible] خصوصاً جلد تر آسان کرے۔ (۵۱) اور اس موقر رسالہ عصمت کو۔ (۵۲) عرصہ دراز تک خوش و خرم برابر جاری رکھے ✦

شادی یا بربادی

از حضرت علامہ راشد الخیری رحمۃ اللہ علیہ

لڑکیوں کی شادی میں جو دقت آجکل والدین کو پیش آ رہی ہے۔ وہ ہر لڑکی والے کے پیش نظر ہے۔ شاید ہی کوئی خوش نصیب ماں باپ ہوں گے جن کو اس کوفت نے پریشان نہ کیا ہو۔ لڑکیاں گھر میں بیٹھی بوڑھی ہو رہی ہیں اور بر نصیب نہیں ہوتا۔ اس کے اسباب کیا ہیں؟ میں اس وقت ان پر بحث کرنا نہیں چاہتی۔ پہلے تو بر تنی کا انسداد تھا نہ سد ہوتے ہی آپس میں نسبتیں اور منگنیاں ہو جاتی تھیں۔ اب وہ طریقے قابل اعتراض ہیں۔ اور جب تک دونوں اس قابل نہ ہو جائیں کہ ان کی عادتوں کا اچھی طرح اندازہ ہو سکے نسبت کرنا لغویت سمجھی جاتی ہے۔ میں اس ناچیز مضمون میں اس پر کوئی بحث کرنے کی ضرورت خیال نہیں کرتی میرے سامنے وہ بدنصیب لڑکیاں ہیں۔ جو زیادہ عمر تک شادی نہ ہونے کی وجہ سے ماں باپ کو وبال ہو جاتی ہیں۔ اور وہ مجبور ہوتے ہیں کہ آنکھیں بند کر کے اندھا دھند لڑکیوں کو جھونک دیتے ہیں۔ اور یہ خیال نہیں کرتے کہ اس کا انجام کیا ہوگا اور یہ شادی درحقیقت شادی ہے یا بربادی۔ میرا روئے سخن اس وقت ان لڑکیوں کی طرف ہے۔ جو پچاس پچاس۔ ساٹھ ساٹھ برس کے بڈھوں سے بیاہی جا رہی ہیں۔ اور ماں باپ خوش ہیں کہ ان کے فرض سے سبکدوش ہو گئے۔ لیکن اس خوشی کی تہ میں جو مصیبت پوشیدہ ہوتی ہے۔ اس کی طرف بھول کر بھی رخ نہیں کرتے۔ اس عاقبت اندیشی کے کھلے ہوئے یہ معنی ہیں کہ لڑکی ماں باپ پر وبال تھی اور وہ اس کے کوارپنے سے اس قدر بیزار ہو گئے تھے کہ سترہ اٹھارہ برس کی لڑکی کے واسطے جس نے ابھی دنیا میں پوری طرح قدم بھی نہ رکھا تھا ساٹھ برس کے بڈھے کو جو اپنی دنیا ختم کر چکا تھا نعمت سمجھا اور سر سے پھینک دیا۔ اس شادی کا جو انجام ہوگا وہ ظاہر ہے کہ بدبخت لڑکی دو چار سال ہی بعد بیوگی کے قبضہ میں پہنچے گی اور عقلمند ماں باپ کی بیوقوفی کا تمغہ ایک آدھ بچہ اس کی گود میں ہوگا کہ وہ کسی اور جگہ گھنٹہ آدھ گھنٹہ کو بھی نہ جا سکے۔ اور نامراد شوہر کے بعد زندگی پوری مصیبت ہو جائے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ اس عرصہ میں ماں باپ بھی مر جائیں گے۔ اب فرمائیے کہ اس لڑکی کی آئندہ زندگی کے بسر کرنے کا کیا سلسلہ ہوگا۔ کیا اس کے معنی یہ نہیں ہو سکتے کہ سنگدل ماں باپ نے صرف اس لئے کہ جوان زندگی برباد ہو جائے۔ غریب لڑکی کو جان بوجھ کر مصیبت میں ڈالا۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ والدین کا فرض لڑکی کی شادی کر دینا ہے۔ یا یہ بھی ہے کہ شادی ایسی جگہ کی جائے کہ آئندہ زندگی خوشگوار گذرے۔ چودہ پندرہ یا اٹھارہ بیس کی لڑکی کو ساٹھ برس کے بڈھے سے بیاہ دینا ظاہر ہے کہ فرض ہی ادا کر دینا ہے۔ زندگی جیسی خوشگوار گذرے گی۔ ظاہر ہے ابھی تھوڑے روز ہوئے کہ مجھے ایک اسی قسم کی شادی دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ دولھا میاں پنشنر ڈپٹی تھے ایک بیوی اور بچے موجود تھے۔ اور دوسرے نکاح کی وجہ یہ تھی کہ پہلی بیوی ہمیشہ بیمار رہتی ہیں۔ اس بیماری کی شکایت نہایت ہی تعجب انگیز ہے۔ پچاس برس کی عورت سولہ سترہ بچوں کی ماں اس عمر میں بیمار نہ رہتی تو کیا جوانوں کی طرح تندرست اور چونچال رہتی مگر شوہر صاحب تو تندرست کے خواستگار تھے۔ بیمار کے طلبگار کیوں ہوتے؟

نکاح جس لڑکی سے ہوا وہ سترہ برس سے زیادہ عمر کی نہ ہوگی۔ مگر والدین اس قدر خوش تھے کہ گویا دنیا بھر کی دولت ہاتھ لگ گئی۔ چڑھاوا کوئی دو ہزار روپیہ کا ہوگا۔ مگر بیوقوف ماں اس قدر خوش تھی کہ دیکھنے والوں کو ہنسی آئے۔ اس کے سامنے ہرگز یہ نہ تھا کہ بڈھے داماد چند روز کے مہمان ہیں۔ اور یہ جو کچھ میں کر رہی ہوں وہ دراصل اپنی پیاری لڑکی کی بربادی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ابھی تھوڑے ہی روز ہوئے ہیں کہ بڈھے دولھا میاں کو مرگی کا دورہ شروع ہو گیا (باقی صفحہ ۴ کالم ۲ پر دیکھئے)

جنگ و امن

[illegible] نے حال ہی میں کہ جامعۂ لندن کے ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص جنگ کو ہماری تہذیب کا حصہ سمجھتا ہے [illegible] ہے۔ اس کے بارے میں یقین کر لینا چاہئے کہ وہ انسانی [illegible] ہے۔ جنگ انسانی زندگی کا ایک جزو [illegible] ہنگامی یا غیر معمولی سمجھنا نادانی ہے۔ ابتدائے آفرینش سے آج تک انسانی گروہ ہمیشہ ایک دوسرے سے دست و گریباں [illegible] کی شدت اور ہلاکت آفرینی کا پیمانہ کبھی اتنا بڑھا ہوا نہ تھا اور اس شدت سے رونما نہیں ہوئی [illegible] یہ خیال بیہودہ ہے۔ ہم جنگ کے فطری ہونے سے انکار نہیں کرنا چاہئے بلکہ اسے ناگزیر تسلیم کر کے وہ ذرائع سوچنے چاہئیں جن سے یہ خونناک جذبہ بجائے انسان کی تباہی و بربادی کا سبب بننے کے اس کے لئے ایک کارآمد شے ثابت ہو۔ [illegible] ماہرین سائنس اور ماہرین نفسیات کی یہ لمناک غلطی ہے کہ وہ جنگجوئی اور امن کوشی کی خالص علمی مباحث کو سیاسی ہتھکنڈوں میں الجھا کر غلط بحث کر دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

بے شک امن ایک اچھی چیز ہے لیکن امن پسندی و عافیت کوشی کی تعریف کیا ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ سرمایہ دار اور فوجی حکومت سے [illegible] کا شکار کی جائیں و مظلوم و لاغر ہاتھ پاؤں ہلائے بغیر رضا و رغبت [illegible] سب کچھ لٹتے دیکھ کر بھی چپ بیٹھے رہیں۔ [illegible] مجبوروں اور سامراجیوں کی [illegible] کھسوٹ کا سبب غلاموں کی سادہ لوحی نہیں، جرم ان کا نہیں ہے۔ جو خاموشی سے [illegible] لوٹنے کا راستہ بند کرتے ہیں۔ [illegible] کا ہے جس نے مردے جیسی بے عملی اور بے حسی کو امن پسندی سمجھ کر رکھا ہے۔ جب تک دنیا سے ریاست و امارت، سرمایہ داری اور نسلی و عسکری برتری کے زہریلے جراثیم فنا نہ ہوں گے [illegible] ختم نہ ہوں گے۔ اور جوں جوں سائنس کے آلات حرب ترقی کریں گے اس پر خود غلط تہذیب کی خودکشی کرنے کے امکانات [illegible] ہے کہ ہم ان امکانات کے دفعیہ کے واسطے ابھی سے کوشش کرنے لگیں۔ [illegible] خالص علم حیوانیات کے نقطۂ نظر سے [illegible] فطرت میں [illegible] اور مقابلہ کا جذبہ بنی نوع انسان میں ضروری ہے۔ لیکن ہم ان کو کسی جذبے کی [illegible] مقصد کے لئے کر سکتے ہیں۔ [illegible] پر غور کریں تو ہمیں یقین کرنا پڑے گا کہ امن و عافیت البتہ [illegible] کے موقع بہم پہنچاتا ہے۔ [illegible] اور رہائی سیفٹی کے کام محدود [illegible] کافی مواد [illegible] ہیں۔

جنگ کو [illegible] ہے۔ جنگ سے جو خلقی محاسن قوموں میں پیدا ہوتے ہیں وہ ہرگز ہرگز [illegible] عقل کی [illegible] نہیں ہوتے۔ جو یونانی خوبیاں [illegible] ہمارے افراد میں تربیت دیتا ہے۔ وہ ہمارے مدرسے [illegible] ہیں۔ [illegible] کے اخلاق [illegible] عیش پرستی میں لگ جاتا ہے اسے جنگ کا [illegible] دھو کر صاف کر دیتا ہے۔ بس سوال یہ باقی رہتا ہے کہ جنگ کا موجب بجائے قوم مخالفہ کے خود سماجی امراض ہونے چاہئیں۔ یہ بات ہمیں فراموش نہ کرنی چاہئیے کہ جس [illegible] ہیں وہ سب جنگ کی پیداوار ہیں۔ یعنی جنگ جیسے بجائے جنگ کے [illegible] کا لقب دینا زیادہ موزوں ہے۔ اور اگر ہماری آپس کی حرص و آز میں کمی نہ ہوئی اور ہم بچوں کی طرح [illegible] کھلونوں پر آپس میں سر پھوڑتے رہے تو یہ عالمگیر خونخوار [illegible] کر کے دم لے گی۔ [illegible] ختم ہو کر [illegible] قائم ہو جائے گی۔ جمہوریت پسندوں کا فرض ہے کہ وہ [illegible] کا دفعیہ کریں +

مترجمہ سید بن حسن شارق۔ ایم اے دہلوی

بھانجی

افراد :- (۱) رشید :۔ ایک سرکاری دفتر کا انچارج (۲) شاہدہ۔ رشید کی بیوی (۳) سلمہ، اختر۔ شاہدہ کے بچے
(۴) اسپتال کی نرس۔ (۵) صبیحہ۔ شاہدہ کی مری ہوئی بہن کی جوان لڑکی۔

پہلا منظر :۔ (رشید کا مکان)

شاہدہ اپنڈی سائٹس کے سخت دورے کے بعد نقاہت سے آنکھیں بند کئے پڑی ہے صبیحہ اور رشید کمرہ میں داخل ہوتے ہیں

رشید۔ (ذرا بلند آواز سے) "بیگم! لو ذرا آنکھیں کھولو۔ دیکھو تمہاری خواہش کے مطابق میں نے پرسوں ہی ارجنٹ تار دیدیا تھا۔ تمہاری صبیحہ حاضر ہیں۔"

شاہدہ۔ (آنکھ کھول کر) "تم آگئیں صبیحہ ... مجھے تمہارا بڑا انتظار تھا"

صبیحہ "کیسا مزاج ہے خالا جان۔ میں تو آپ کا تار ملتے ہی روانہ ہوگئی تھی"

شاہدہ۔ "صبیحہ میری زندگی کی کوئی امید نہیں ہے ڈاکٹروں کی متفقہ رائے ہے کہ سوائے آپریشن کے کوئی علاج نہیں ہو سکتا۔"

صبیحہ۔ "آپ اس قدر پریشان کیوں ہوتی ہیں خالہ جان .. اللہ نے چاہا تو آپ بہت جلد صحت یاب ہو جائیں گی۔"

شاہدہ۔ "صبیحہ پیاری بیٹی! پرسوں میں اسپتال میں داخل ہو جاؤنگی تمہارے بلانے کا مقصد یہ ہے کہ تم اپنے دونوں بہن بھائیوں کی دیکھ بھال کروگی، میں اگر بچ گئی تو آجاؤنگی۔ ورنہ تم ان دونوں کو اپنے ساتھ لے جانا۔

صبیحہ۔ "خالا جان خدا کیلئے ایسی باتیں نہ کیجئے انشاء اللہ آپ ضرور تندرست ہو جائینگی، اختر اور سلمہ میرے ہی بہن بھائی ہیں ان کا ہر کام اپنے ہاتھ سے کروں گی۔"

شاہدہ (بھرائی ہوئی آواز میں) "پیاری صبیحہ! میری مردہ بہن کی نشانی مجھے تم پر پورا بھروسہ ہے۔ .. میری بچی آگے آؤ میرے سینہ پر اپنا سر رکھ دو" (شاہدہ صبیحہ کو سینہ سے لگا کر رونے لگتی ہے)۔

رشید۔ "بیگم اگر تم رو رو کر دل بھاری کروگی تو میں صبیحہ کو واپس بھیجدونگا میں نے تو ان کو اس لئے بلایا ہے کہ تمہارا دل بہلے اور تمہارے کاموں میں یہ مددگار ثابت ہوں نہ اس لئے کہ تم اپنی جان کو الٹا روگ لگالو۔" صبیحہ سے "لو بی صبیحہ اب تم اپنی خالہ سے باتیں کرو یہ تو خواہ مخواہ اپنا دل بھاری کرتی ہیں۔ اس میں گھبرانے کی کیا بات ہے۔"

دوسرا منظر :۔ (تین دن بعد)

رشید۔ تم نے اپنی خالہ جان کا ضروری سامان سب ٹھیک ٹھاک کردیا ہوگا۔ اب ایسا کرو کہ جو جو چیزیں ساتھ جانے کی ہیں اُن سب کو ایک جگہ اکٹھا کردو۔ تاکہ دوبارہ آنے کی ضرورت نہ پڑے۔"

صبیحہ۔ خالو جان آپ اطمینان رکھئے میں نے سب چیزیں درست کردی ہیں اور بغلی کمرہ میں سب ایک جگہ رکھدی ہیں آپ بھی ایک نظر ڈال لیجئے

رشید "نہیں نہیں دیکھکر کیا کرونگا تم ماشاء اللہ خود ہی بہت ہوشیار لڑکی ہو"

صبیحہ۔ خالو جان آپ تو خواہ مخواہ مجھے شرمندہ کرتے ہیں اس میں سلیقہ اور ہوشیاری کی کیا بات ہے۔

رشید۔ "تو تم برا مان گئیں اچھا بھئی سلیقہ مند نہیں چلو پھوہڑ سہی۔"

صبیحہ۔ (ٹھنک کر) خالہ جان دیکھئے خالو جان کو منع کر دیجئے ورنہ میں رو دونگی

شاہدہ۔ (رشید سے) ارے بھئی کیوں اس نگوڑی بچی کے پیچھے پڑ گئے ہو تم نے سواری کا بھی انتظام کر لیا۔"

رشید۔ بیگم صاحب "تانگہ آئے ہوئے تو دس منٹ سے زیادہ ہوگئے۔ بس آپ کے سوار ہونے کی دیر ہے۔"

شاہدہ۔ (گھبرائی ہوئی آواز میں) اچھا ابھی چلتی ہوں۔ تم سامان رکھواؤ" صبیحہ سے "بیٹی تم دونوں بہن بھائیوں کو لے آؤ میں ان کو سینہ سے لگالوں"

رشید۔ بیگم بچوں کو نہ بلاؤ وہ انا کے پاس کھیل رہے ہیں تم ان کو چمٹاؤ گی روؤگی وہ بھی سہم جائیں گے اور تم بھی ہلکان ہو جاؤ گی۔"

شاہدہ۔ "نہیں مجھے میرے بچوں سے مل لینے دو۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ ان کی امی ایسے زبردست آپریشن کے بعد واپس بھی آسکے گی کہ نہیں"

رشید۔ "بیگم ضد نہ کرو۔ اچھا لو میں نے کواڑ کھول دیئے ہیں وہ دیکھو دونوں کھیل رہے ہیں بس یہیں سے دیکھ لو۔"

شاہدہ۔ (روتے ہوئے) "میرے لاڈلوں میرے کلیجہ کی ٹھنڈک میری آنکھوں کے تاروں تمہاری امی جا رہی ہے .. میرے پیار لعل تمہاری امی موت کے منہ میں جا رہی ہے۔ .. میرے معصوم پھولوں! تم اللہ میاں سے دعا کرنا کہ وہ تمہاری امی کو پھر تم سے ملائے۔" (صبیحہ سے)

"اچھا صبیحہ خدا تم سب کا حافظ اور نگہبان ہے۔ پیاری صبیحہ اپنے بھائی بہن کی دیکھ بھال اور اپنے خالو جان کا ہر کام اپنے ہاتھ سے کرنا تم ماشاء اللہ سمجھدار ہو مجھے امید ہے کہ تم ایک اچھی بیٹی ثابت ہوگی۔"

رشید۔ بیگم تم کسی بات کی فکر نہ کرو صبیحہ سب کچھ کر لیں گی۔ خانہ داری کے معاملات میں یہ آخر تمہاری ہی بھانجی ہیں، اچھا اب فوراً چلنا چاہیئے۔ ورنہ دیر ہو جائے گی (شاہدہ اپنے شوہر کا ہاتھ تھامے تانگہ میں بیٹھ جاتی ہیں)

تیسرا منظر۔ (ایک ہفتہ بعد)

رشید۔ "صبیحہ آج تمہاری خالہ جان کا آپریشن کامیاب رہا لیکن صبیحہ ان کے چہرہ پر مردنی سی چھائی ہوئی تھی۔ ۔۔ وہ بے ہوش تھیں اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کے تمام جسم پر زرد رنگ پھیر دیا گیا ہے۔ مجھ سے اُن کی یہ حالت نہیں دیکھی گئی تھوڑی دیر بیٹھ کر باہر آ گیا اور بڑی دیر تک رو رو کر دل کی بھڑاس نکالی۔"

صبیحہ۔ خالو جان آپ نے تو عورتوں کو بھی مات کیا بھلا رونے دھونے کی کیا بات تھی، اسپتالوں میں جا کر دیکھئے ہزاروں اللہ کے بندے ایسے ملیں گے کہ کسی کی ٹانگ کٹی ہے کسی کا ہاتھ نذارد ہے اور کسی کے پیٹ میں اس سرے سے اس سرے تک ٹانکے لگے ہوئے ہیں وہ بیچارے بھی آخر انسان ہی ہیں۔"

رشید۔ تمہارا کہنا ٹھیک ہے صبیحہ لیکن تم ہی سوچو ان کو ایسی شکستہ حالت میں دیکھ کر میں کس طرح ضبط کر سکتا تھا۔"

صبیحہ۔ "خدا جانے کاٹ کر اچھا ہو گئے آتش ہے بس گرم پانی رکھا ہے۔ منہ ہاتھ دھو کر چائے پی لیجئے میں بھی صبح سے نہار منہ ہوں۔"

رشید۔ "اچھا ہاں صبیحہ اسکول تم نے چائے کیوں نہیں پی؟"

صبیحہ۔ "آپ جانتے تو ہیں کہ جب سے خالہ جان گئی ہیں آپ کے ہی ساتھ ناشتہ کرتی ہوں، بھلا آپ تو نہار منہ ہوں اور میں مزے میں چائے ٹھونس لوں یہ تو مجھ سے نہیں ہو سکتا تھا۔"

رشید۔ "اچھا چلو میں تمہارے ساتھ چائے میں شریک ہو جاؤں گا۔"

صبیحہ۔ "شریک کی بھی ایک کہی، میں نے صبح سے دو گھنٹہ محنت کر کے آپ کے واسطے کیک اور سنڈوچ خود بنا رکھے ہیں اور آپ فرماتے ہیں کہ شریک ہو جاؤں گا لیجئے یہ سنڈوچ چکھ کر دیکھئے کتنا لذیذ ہے۔"

رشید۔ "اچھا تمہاری خوشی۔ ہاں صبیحہ اختر کہاں ہیں میں نے آج صبح سے ان کو دیکھا ہی نہیں۔"

صبیحہ۔ "آپ دیکھ کر ہی کیا کریں گے بچے ہیں کھیل کود رہے ہیں۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ سے آ کر لپٹ جائیں۔"

رشید۔ "نہیں میں کب کہتا ہوں کہ وہ مجھ سے لپٹے رہیں ہاں اس وقت ان کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ اس میں کچھ برائی ہے کیا۔"

صبیحہ۔ "آپ تو ذرا ذرا سی بات میں ننھا ہونے لگتے ہیں ابھی باہر چل کر دیکھ لیجئے دونوں انا کے پاس کھیل رہے ہیں اور ہاں تو کیا رہ گیا کیا آپ دفتر نہیں جائیں گے۔"

رشید۔ "نہیں آج تو نہیں جاؤں گا اور اگر گیا تو کام بھی نہ ہو سکے گا البتہ شام کو تمہاری خالہ کے پاس جانا ہے۔"

صبیحہ۔ "آپ تو نا سمجھوں کی سی باتیں کرتے ہیں میرے خیال میں آپ کو اتنی جلدی جلدی انکے پاس نہیں جانا چاہیئے ورنہ وہ آپکو دیکھکر اور متاثر ہونگی"

رشید۔ "اچھا صبیحہ تمہاری صلاح ہو میرا دل تو کچھ کام نہیں کرتا کہ کیا کروں اور کیا نہ کروں۔"

صبیحہ۔ "یہی تو کہتی ہوں کہ آپ اپنے دماغ کو زیادہ پریشان مت کیجئے۔ اچھا اب آپ کوچ پر آرام سے لیٹ جایئے میں۔ آپ کو غالب کی غزل سناتی ہوں۔ شاید آپ کا دل بہل جائے (گاتی ہے) نکتہ چیں ہے غم دل اسکو سنائے نہ بنے۔

رشید۔ "صبیحہ تمہاری آواز کتنی سریلی ہے اور یہ طرز تو اس قدر دلکش ہے کہ انسان کچھ دیر کے لئے اپنے سارے رنج و غم بھول جاتا ہے۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم اتنا اچھا گا سکتی ہو۔"

صبیحہ۔ "آپ مجھے یونہی بناتے رہتے ہیں یہ بھی کوئی گانا تھا جس پر آپنے تعریفوں کے پل باندھ دیئے۔"

رشید۔ "تمہاری نگاہ میں کچھ نہ ہو لیکن میں ایسے درد بھرے [illegible] کبھی نہیں بھول سکتا۔"

چوتھا منظر۔ ہسپتال کا [illegible]

شاہدہ۔ (نرس سے نہایت نحیف آواز میں [illegible] ہوش میں آ گئی تھیں)

نرس۔ "[illegible] رشید [illegible] نہیں جانتی [illegible] ایک ہفتہ ہوا جب آپکا آپریشن [illegible] اس دن آپکے شوہر آئے تھے انہوں نے [illegible] تھا۔"

شاہدہ۔ "اس کے بعد؟"

نرس۔ "اس کے بعد ہمارے خیال میں کوئی نہیں آیا۔"

شاہدہ۔ "تم سچ کہتی ہو نرس۔ کیا پھر کوئی نہیں آیا؟"

نرس۔ "ممکن ہے شام کے ٹائم میں کوئی آیا ہو لیکن ہمیں نہیں معلوم کیونکہ شام کے پانچ بجے [illegible] ڈیوٹی بدل جاتی ہے۔"

شاہدہ۔ "دیکھو نرس [illegible] میں کسی کی آہٹ ہوئی ہے۔"

نرس۔ "[illegible] آپکے شوہر [illegible] بہت ہی [illegible]۔"

رشید۔ "کہئے بیگم صاحب مزاج کیسا ہے میں تو جب بھی آیا تم کو سوتا ہوا دیکھا۔ کچھ دیر بیٹھ کر چلا جاتا تھا۔"

شاہدہ۔ "مجھے تو بالکل ہوش نہ تھا لیکن آج نرس کہہ رہی تھی کہ پہلے سے

اچھی ہوں تم بچوں کو بھی نہیں لائے، رشید! وہ تو مجھے بہت یاد کرتے ہونگے؟"

رشید: "بچوں کا یہاں کیا موقع تھا تم کو دیکھ کر اور سہتے۔ دونوں صبیحہ سے چمٹے رہتے ہیں ان کی دیکھ بھال میں وہ بہت محنت کر رہی ہیں۔"

شاہدہ: "ہاں صبیحہ بہت اچھی لڑکی ہے۔ آپ شام کو تو آئینگے نا؟ دونو بچوں کو اور صبیحہ کو ضرور لیتے آئیے میں تکیہ سے لگ کر بیٹھ جاؤں گی۔ وہ سہمیں گے نہیں بلکہ مجھے دیکھ کر خوش ہونگے۔"

رشید: "پھر وہی مرغ کی ایک ٹانگ، ارے بھئی بچے تم کو دیکھ کر ڈر گئے اور صبیحہ تمہارے پاس آئیگی تو پھر گھر پر کون رہے گا اور شام کو تو میں بھی نہیں آسکتا آج دفتر میں اتنا کام ہے کہ شاید نو دس بجے تک فرصت مل سکے اچھا اب مجھے چلنا چاہیئے دفتر کو دیر ہو جائے گی۔ خدا حافظ۔"

پانچواں منظر۔ (رشید کا مکان)

رشید: "خاموش کیوں بیٹھی ہو صبیحہ، دیکھو میں ایک گھنٹہ پہلے ہی آگیا ... اور آج شام کو تمہارے ساتھ سینما کا وعدہ بھی ہو چکا ہے۔"

صبیحہ: "نہیں خاموش تو نہیں ہوں البتہ یہ سوچ رہی تھی کہ آج شام کو آپ کے ساتھ کون سی ساڑھی باندھ کر جاؤں گی۔"

رشید: "یہ بھی کوئی سوچنے کی بات تھی۔ ارے بھئی کنجیاں تو تمہارے پاس ہیں وہ بڑا بکس کھول لو اس میں شاید پندرہ بیس ساڑھیاں نہایت اعلیٰ درجہ کی رکھی ہیں ان میں جو جو تم کو پسند آئیں نکال لو اور پہن لو"

صبیحہ: "نہیں وہ تو خالہ جان کی ہیں۔ اگر ان کو معلوم ہو گیا تو وہ میری ہزاروں فضیحتیاں کر ڈالیں گی۔"

رشید: "تم تو بہت بھولی بھولی باتیں کرتی ہو صبیحہ تم سے کہتا ہوں کہ تم چاہو تو سب لے لو۔ میرے سامنے کوئی کچھ کہہ سکتا ہے۔"

صبیحہ: "یہ تو میں جانتی ہوں کہ سب ساڑھیاں آپ ہی کی لائی ہوئی ہیں لیکن گھر کی ملکہ کے بغیر اجازت میں کس طرح اس بکس کو چھو سکتی ہوں۔"

رشید: "پیاری صبیحہ! ایسی باتیں نہ کرو ... ... مجھے دکھ ہوتا ہے اگر کوئی میرے دل سے پوچھے تو گھر کی ملکہ بننے کا حق تمہارے سوا کس کو ہو سکتا ہے۔"

صبیحہ: (روتے ہوئے بھرائی ہوئی آواز میں) "کیا آپ یہ سچ کہہ رہے ہیں۔ کیا سچ مچ یہ آپ کے دل کی آواز ہے، سچ بتائیے اِبتائیے۔"

رشید: "میری جان سے زیادہ عزیز صبیحہ کیا تم کو اب بھی کچھ گمان ہے، تمہارے سر کی قسم یہی فیصلہ ہے اور اٹل ہے۔"

(آمنہ نازلی)

رُوح سے خطاب

(انگلستان کے شہرہ آفاق ڈرامہ نگار ولیم شیکسپیر
ایک سانیٹ کا لفظی ترجمہ)

مری اس خاک میں پنہاں، جو ہے مرکز گناہوں کا
مٹائے دیتا ہے تجھ کو اثر غمناک جھونکوں کا
تجھے گھیرے پڑے ہیں نفس کے باغی علمبردار
رنگے ہیں عیش میں لیکن یہ بیرونی در و دیوار
ادا کرتی ہے اُس گھر کے لئے اتنی بڑی قیمت!!
بنے گا واسطے کیڑوں کے جو بس حاصل قسمت!!!
بڑھا کر زندگی کو اپنی کر تخریب آب و گل
خرید الطافِ روحانی بجائے ہستی باطل
کہ مٹ کر جسم خاکی ہو تری دولت میں افزونی
فروغ باطنی لازم ہے اور تخفیفِ بیرونی
مٹے گا جسم خاکی موت ہوگی جب غذا تیری
بنے گی زندگی پھر محرم رازِ بقا تیری

محمد مرغوب صدیقی بی۔ اے

بُڈھا بیراگی

دولت ہیچ ہے۔ محبت ہنس کر ٹال دینے کی چیز۔ شہرت ایک خواب ہے۔ جو پو پھٹتے ہی غائب ہو جاتا ہے۔

(۲)

کوئی دعا اگر کرنے کے قابل ہے۔ اور جس کے لئے میرے ہونٹ جنبش کر سکتے ہیں۔ وہ صرف یہ ہے کہ آرزو مند دل سے نجات ملے۔ اور آزادی حاصل ہو۔

(۳)

جوں جوں میں اپنے انجام سے قریب ہوتا جاتا ہوں۔ میری آرزو صرف اسی خواہش پر مرکوز ہوتی ہے کہ موت ہو یا حیات مگر روح آزاد۔ اور قوتِ تحمل سے مالامال ہو

(املی برونٹے)

کملا چٹرجی

بولے چارہ نہیں تھا۔ ایسے وقتوں میں اللہ تعالیٰ نے جھوٹ کو جائز رکھ دیا ہے۔ مثلاً جان بچانے کے لئے وقتی طور پر جھوٹ بولنا جائز ہے یا اگر دو آدمیوں میں کسی بات پر نزاع ہو اور تیسرا شخص جھوٹ بول کر ان میں صلح کرانے میں کامیاب ہو سکے تو اسے اس سے دریغ نہ کرنا چاہیئے۔ رمضان میں اگر کسی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکیں تو ماہ مبارک کا احترام کریں۔ اور علانیہ روزہ نہ رکھنے کا اظہار نہ کیا جائے۔ بلکہ حتی الامکان روزے داروں کی سی صورت بنائے رکھیں۔ یہ ریاکاری نہیں بلکہ شرمساری ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ ایک کی تقلید دوسروں کو روزہ خوری کے گناہ کی طرف راغب نہ کرے

نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی کمزوریوں پر نظر کرتے ہوئے ایسی صورتوں میں جہاں بغیر جھوٹ بولے انسان مصیبت سے نہ نکل سکتا ہو اس مذموم فعل کو جائز کر دیا ہے باقی ہر موقع پر اس سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے کیونکہ اسی پردہ میں انسان اپنے تمام گناہوں کو چھپاتا ہے۔

اب ہمارے لئے راستہ بالکل صاف ہے مگر معلوم نہیں کیوں خاص طور سے انسان کو اس چیز سے اس قدر الفت ہے کہ بالکل بلا وجہ بھی اس کا استعمال صبح سے شام تک معلوم نہیں کتنی بار ہو جاتا ہے۔ ایک بہن اپنا لحاف روئی بھرنے کے لئے دھنئے کو دے رہی ہیں۔ دل میں خیال یہ ہے کہ اگر رات کو اسکے گھر رہ گیا تو اوس میں کھکر (تاکہ لحاف سیل کر بھاری ہو جائے اور وزن میں بڑھ جائے) لے آئے گا اور اتنی روئی خود نکال لے گا۔ اس لئے فرماتی ہیں کہ "یہ لحاف میرے ایک پردیسی عزیز کا ہے جو آج شام کی گاڑی سے واپس جا رہے ہیں لہذا شام سے پہلے پہلے لحاف آجانا چاہیئے"۔ منہیاری سے چوڑیاں خرید رہی ہیں وہ دام زیادہ مانگتی ہے خریدار بیوی فرماتی ہیں "واہ میری فلاں سہیلی تو فلاں دن اس قیمت پر خرید چکی ہیں"۔ حالانکہ ان دونو موقعوں پر جھوٹ بولنے کی قطعی ضرورت نہ تھی بلکہ سیدھی طرح یہ کہنا چاہیئے تھا کہ "اگر شام تک لحاف دے سکتے ہو تو لے جاؤ ورنہ ہم دوسرے آدمی کو دیدیں" یا "چوڑیاں ہم تو اس قیمت پر لیں گے اگر تمہاری مرضی ہو تو دو ورنہ اپنا راستہ لو"۔ خدا تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ اس گناہ سے جو دراصل تمام گناہوں کی جڑ ہے ہمیشہ دور رہیں۔ اور ایسی ذرا ذرا سی باتوں میں ایمان فروشی کے گناہ کے مرتکب نہ ہوں۔ آمین!

ظفر جہاں بیگم

ضِدّی بچّے

ہم جو کام انجام دیتے ہیں۔ وہ بہت بڑی حد تک ہماری صحت کے مطابق تکمیل کو پہنچتا ہے لیکن بچوں کے معاملے میں ہم یہ بہت کم سوچتے ہیں کہ بچے کی ضد کی وجہ کوئی جسمانی تکلیف ہو سکتی ہے۔

ضدی بچوں کی عادتیں درست کرنے کے لئے تھپڑ کنے مارنے سے کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا۔ جب بچہ ضدی اور ناخوش نظر آئے تو کسی ماہر ڈاکٹر کے مشورہ سے علاج کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ کیونکہ بچہ کی صحت کا ہر طرح خیال رکھنے سے بچے کی ضد اور شرارتوں کا سبب معلوم ہو جائے گا۔

اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ بعض بچے بظاہر اچھے بھلے تندرست دکھائی دیتے ہیں۔ مگر درحقیقت وہ کسی نہ کسی مرض میں مبتلا ہوتے ہیں۔ مثلاً بعض بچوں کو برہمی مزاج کا دورہ پڑتا ہے بعض کو قبض کی شکایت ہوتی ہے۔ اور بعض دماغی امراض میں مبتلا ہوتے ہیں اسی طرح اور کئی قسم کے امراض ہو سکتے ہیں جو وقت پر باقاعدہ علاج اور احتیاط کرنے سے رفع ہو جاتے ہیں۔

ایسے علیل بچوں کو قابو میں رکھنا دشوار امر ضرور ہے کیونکہ ایسی بیماریوں کو بچے بہت کم محسوس کرتے ہیں۔ اور کھیلنے کودنے پر مستعد رہتے ہیں ایسے بچوں کے علاج میں خاص احتیاط کرنی پڑتی ہے کیونکہ ایک طویل مدت تک علاج کی ضرورت ہوتی ہے۔

بعض بچوں میں پیدائشی نقص بھی ہوتے ہیں ایک لڑکی دیکھنے میں بالکل تندرست تھی۔ مگر اس کی ماں کو یہ شکایت تھی کہ "میں پکارتی رہ جاتی ہوں مگر لڑکی بات تک نہیں سنتی"۔ لڑکی جب سکول جانے لگی تو یہ راز کھلا کہ لڑکی کانوں سے بہری تھی، جو دور سے آواز نہ سن سکتی تھی۔ دوسری وجوہ جو اکثر نامعلوم طور پر بچوں میں ضد کی عادت پیدا کرتی ہیں۔ اس میں بہت حد تک تربیت کا نقص ہی ہو سکتا ہے۔ جس طرح بچے کی ہر ناجائز ضد کو پورا کر دینے سے بچہ خود سر اور حریص ہو جائیگا۔ اسی طرح جائز ضد کو ٹھکرا دینے سے بچہ نڈر اور جھگڑالو بن جائیگا۔ خواہ مخواہ کی روک تھام سے بھی بچے میں ضد کی عادت پیدا ہو جاتی ہے۔

(باقی صفحہ ۴۳ کالم ۲ پر دیکھئے)

ہوائی حملے

جون ۴۲ء کے عصمت میں "بموں سے حفاظت کے طریقے" پر ایک مضمون شائع ہوا تھا اور خیال تھا کہ اس سلسلہ میں دو چار مضمون اور لکھے جائیں مگر اس کے بعد بارش کا موسم آگیا اور اس زمانے میں جغرافی حالات کی بنا پر ہندوستان پر ہوائی حملوں کے خطروں کے امکانات کم ہوگئے۔ لہذا یہ خیال عملی صورت اختیار نہ کرسکا۔ مگر اب جبکہ بارش ختم ہوکر موسم سرما شروع ہوچکا ہے۔ اور لڑائی کے عام حالات میں بھی بڑی تبدیلی ہوگئی ہے۔ مصر میں محوریوں کی شکست فاش اور شمالی افریقہ پر امریکی اور برطانوی اقتدار سے بحیرۂ روم کی سیاست بالکل بدل گئی ہے، اس سے محوریوں کو بڑا سخت دھکا پہنچا ہے، دوسری طرف گوڈل کنال اور اس کے ملحقہ سمندری علاقوں میں جاپان کو متواتر بحری نقصانات برداشت کرنا پڑے ہیں۔ پھر ہندوستان سے برما پر حملہ کرنے کی تجویز بھی زیر غور ہے۔ اور برما کے ہوائی اڈوں، بندرگاہوں، گوداموں اور کارخانوں پر اتحادی برابر حملے کرکے نقصان پہنچا رہے ہیں، لہذا اس کے بھی امکانات زیادہ ہیں کہ جاپان ہی ہندوستان پر ہوائی حملے شروع کردے، لہذا اس وقت چند ضروری اور اہم باتوں کا تذکرہ بے محل نہیں، ہوائی حملے سے بچاؤ اور حفاظت کے طریقے اے، آر، پی کہلاتے ہیں۔ آجکل جن کی تنظیم ہندوستان کے تمام بڑے شہروں اور قصبوں میں ہوچکی ہے، یا ہو رہی ہے، اس میں مختلف قسم کی پارٹیاں ہوتی ہیں۔ مثلاً آگ بجھانے والے، خبریں لے جانے والے، ملبہ اٹھانے والے، زخمیوں کو نکالنے والے، ابتدائی طبی امداد کرنے والے، زخمیوں کو چائے، پانی، سوڈا اور دوا کھلانے پلانے والے وغیرہ وغیرہ۔ ان میں آگ بجھانا بہت ہی اہم کام ہے۔ اور اسی لئے آجکل ہر جگہ یہ مقولہ زبان زد خاص و عام ہے کہ "آگ بجھانے کے طریقوں سے واقفیت ہر شہری کا اولین فرض ہے۔"

اے، آر، پی کا مقصد اشتراک واتحاد کے ساتھ شہری آبادی کی مدافعت کرنا ہے۔ دراصل یہ اپنی مدد آپ کرنے کے مصداق ہے۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہی ہے کہ جب عام حالات میں ہمارے پڑوسی کے مکان میں آگ لگ جاتی ہے تو سارے محلے والے نسلی، مذہبی، سیاسی اور معاشی امتیازات چھوڑ کر آگ بجھانے میں مصروف ہوجاتے ہیں۔ یہاں یہ اعتراض ہوسکتا ہے۔ کہ جب خطرہ کے وقت مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کرنا انسانی فطرت کا تقاضہ ہے تو اس کے لئے قبل از وقت تیاری کی کیا ضرورت ہے، خدانخواستہ جب ایسا وقت آئے گا تو خود ہی اس کا انتظام ہوجائے گا؟ بظاہر اعتراض بہت ہی معقول معلوم ہوتا ہے۔ مگر حقیقتاً ایسا نہیں ہے۔ اور جو لوگ اس قسم کے اعتراضات کرتے ہیں وہ اپنے نفس کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ اور اپنے محلے، پڑوس اور شہر کے نقصان کے درپے ہیں۔ موجودہ لڑائی جن ڈھنگوں پر لڑی جا رہی ہے اور اس میں جو نت نئی تبدیلیاں آئے دن ہوتی رہتی ہیں۔ ان سے ہم قطعی ناواقف ہیں، اور یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم ان سے واقف بھی ہونا نہیں چاہتے، مثلاً ہم نے یہی سنا اور دیکھا تھا کہ تمام آگیں پانی سے بجھائی جاسکتی ہیں، مگر اب معلوم ہوا کہ ہر آگ کو پانی سے بجھانا صحیح نہیں، وہ آگ جس میں روغن، تیل وغیرہ کے اجزا ملے ہوں، وہ پانی سے بجھنے کے بجائے اور زیادہ بھڑکتی ہے اس پر پانی کا استعمال بہت ہی خطرناک ہوتا ہے۔ اس طرح کی متعدد دوسری چیزیں ہیں، جن کو جاننے اور سمجھنے کے بعد ہی واقفیت ہوسکتی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہر کام کیلئے ایک تنظیم کی ضرورت ہے۔ بلا تنظیم کے بجائے فائدے کے نقصان ہوتا ہے یا پورا پورا فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا، کیا ہماری روزمرہ زندگی میں ایسے واقعات پیش نہیں آتے جن سے تنظیم نہ ہونے کی خرابیاں ظاہر ہوتی ہیں، مثلاً کسی گھر میں آگ لگی ہے، سارے محلے میں چیخ پکار مچ رہی ہے، لوگ بالٹیوں اور پیپوں کے لئے دوڑ رہے ہیں، کسی گھر میں بالٹی میں رنگ گھلا رکھا ہے، پیپے میں آٹا بھرا ہوا ہے، کہیں بالٹی میں کنڈہ نہیں ہے،

کہیں پیپے میں سوراخ ہے، لوگ نلوں اور کنوؤں پر دوڑ رہے ہیں۔ آدھا پانی گر رہا ہے، بھاگتے میں پانی چھلک رہا ہے ایک کی دوسرے سے ٹکر ہوگئی اور سارا پانی گر گیا، کہیں گھبراہٹ میں دو چار آدمیوں نے بھرے ہوئے مٹکے اٹھالئے، وہ انہیں لئے چلے آرہے ہیں، پرانا مٹکا وزن سے ٹوٹ جاتا ہے۔ سارا پانی زمین پر بہہ جاتا ہے۔ اور یہ کھڑے منہ دیکھتے رہتے ہیں، اگر پہلے سے اس آفت ناگہانی کی تنظیم کر لی جاتی تو یہ پریشانیاں لاحق نہ ہوتیں، اسی لئے ہوائی حملوں سے مدافعت کے لئے پہلے سے تیاریاں کی جارہی ہیں۔ اور اس میں اکثر مقامات پر عورتیں بھی مردوں کے دوش بدوش کام کر رہی ہیں، بعض مقامات پر پردہ نشین خواتین نے اپنی جماعتیں الگ بنالی ہیں۔ جیسا کہ حیدرآباد میں ہوا ہے، لیکن جہاں اس قسم کا انتظام نہیں وہاں عورتوں کو ذاتی طور پر اپنی تنظیم کر لینا چاہیئے۔ اور موٹے موٹے اصول ذہن نشین کر لینا چاہئیں۔ تاکہ وقت بے وقت جبکہ مرد گھر پر نہ ہوں وہ اپنے گھر یا پڑوس میں کام کرسکیں۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلی چیز تو یاد رکھنے کے قابل یہ ہے کہ خطرے کے وقت اپنے ہوش و حواس قائم رکھنا چاہئیں بلاوجہ ڈر، خوف اور دہشت کو دل میں جگہ نہ دینا چاہیئے۔ ڈرنے سے خطرہ تو ہرگز نہیں ٹلتا مگر نقصانات زیادہ ہو جاتے ہیں، بم بظاہر ایک خطرناک چیز معلوم ہوتی ہے لیکن یورپ کے جن شہروں پر برسوں سے مسلسل بمباری ہو رہی ہے، وہاں کے لوگ اب ان کے اس قدر عادی ہوگئے ہیں کہ حملے کے وقت وہاں کی عورتیں اور بچے بھی برابر اپنے کام میں لگے رہتے ہیں، بلکہ بعض وقت تو یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ دشمن کے طیارے کب آئے اور کب بم گرا کر واپس چلے گئے، دوسری بات یہ ہے کہ بم کے سیدھے نشانے سے بچت کی کوئی صورت ممکن نہیں، بچاؤ کی جتنی بھی ترکیبیں ہیں وہ سب اس صورت کے علاوہ ہیں، تیسرے یہ کہ خطرے کے وقت گھر کے اندر رہنا چاہیئے۔ اعداد و شمار سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ کھلے میدانوں، سڑکوں اور بازاروں کے مقابلے میں گھروں میں سب سے کم جانی نقصان ہوتا ہے، اگر کہیں کوئی بم گرا اور پھٹا نہیں تو اس کو چھیڑنا نہیں چاہیئے بلکہ اس مکان یا علاقہ کو آدمیوں سے خالی کرالینا چاہیئے، اور بم کی اطلاع پولیس یا اے، آر، پی کی چوکی میں کر دینی چاہیئے۔ اگر کہیں کوئی عجیب سی چیز مثلاً ڈبا، ٹکڑا، تکیہ، گولی یا سفوف گرے تو نہ تو اس کے قریب جانا چاہیئے اور نہ اس کو چھونا چاہیئے کیونکہ بعض اوقات ایسی بے تکی چیزیں بڑی خطرناک ہوتی ہیں اور ان کے زہریلے اثرات سے ہلاکت تک واقع ہو جاتی ہے۔ پناہ لینے اور آگ بجھانے کے معمولی اصولوں سے واقف ہو جانا چاہیئے۔

پناہ گاہ۔ پہلے سے اپنے مکان کے ایک حصہ کو بطور تحفظ گاہ منتخب کر لیجئے، مناسب یہ ہے کہ مکان کسی کارخانے، گودام ہوائی اڈے، اسٹیشن یا اسی قسم کے کسی دوسرے اہم فوجی مقام کے قریب نہ ہو، کیونکہ یہاں خطرہ کا امکان زیادہ ہے پناہ گاہ کے لئے کبھی اوپر کی منزل منتخب نہ کی جائے، بلکہ سب سے نیچی منزل کا انتخاب کیا جائے۔ اگر مکان میں کوئی تہ خانہ یا سطح زمین سے نیچا حصہ ہو تو وہ بہترین پناہ گاہ ہوسکتی ہے۔ منتخب کمرہ ایسا ہو کہ اس کے چاروں طرف مکانیت ہو، نیز اس میں بہت زیادہ دروازے اور کھڑکیاں بھی نہ ہوں، مگر اتنی کم بھی نہ ہوں کہ آمد و رفت میں دقت ہونے لگے، کمرہ چھوٹا ہونا چاہیئے اور سخت زمین سے دور ہو، پختہ سڑک سے ملا ہوا کمرہ سخت زمین کے قریب ہے، سخت زمین میں گولہ زیادہ نہیں دھنستا۔ اس لئے آس پاس زیادہ نقصان کرتا ہے، کمرے کی چھت پر زیادہ وزن نہ ہو، اس کے آس پاس جلد آگ پکڑ لینے والی چیزیں۔ مثلاً لکڑی، گھاس بھوسہ، تیل، گھی اور روغن وغیرہ کا ذخیرہ نہ ہو۔ اگر کمرہ کی چھت میں لکڑی وغیرہ زیادہ ہو تو مناسب ہے کہ اس پر بجھا ہوا چونا، ۲ پونڈ معمولی نمک ایک اونس، اور پانی نصف بوتل کا مرکب تیار کرکے ایک یا دو مرتبہ پھیر دیا جائے، اس طرح لکڑی اور شہتیر وغیرہ ذرا دیر میں آگ پکڑتے ہیں۔ اگر کمرے کے دروازوں اور کھڑکیوں پر شیشے لگے ہوں تو بہتر یہی ہے کہ ان کو نکال دیا جائے ورنہ ان کی پشت پر تار کی باریک جالی، لکڑی کے پتلے تختے یا دفتی وغیرہ لگا دی جائے۔ خطرے کی اطلاع ملتے

ہی گھر کے سب لوگوں اور بچوں کو یہاں جمع ہو جانا چاہیئے۔ یہاں پہلے سے کچھ کھانے پینے کی چیزیں مثلاً بسکٹ، بھنے ہوئے چنے، کمپلیں یا دال سیو وغیرہ کا انتظام رکھنا چاہیئے۔ اور ایک گلاس اور پانی کی ایک مشکی یا صراحی بھی رہنا چاہیئے۔ کچھ کتابیں اخبار یا رسالے اور بچوں کے لئے کچھ کھیل کھلونے بھی وہاں رہنا چاہئیں، روشنی کا بھی انتظام ہونا چاہیئے۔ مناسب یہ ہے کہ ایک ٹارچ وہاں رکھی رہے۔ اس کمرے میں غیر ضروری سامان بالکل نہ رکھا جائے، البتہ بیٹھنے یا لیٹنے کے لئے تھوڑے سے فرش اور موسم کے اعتبار سے دو ایک کمبل یا رضائیوں کا بھی انتظام رہنا چاہیئے۔ کمرہ کے کسی کونے میں بچوں کے پیشاب وغیرہ کی جگہ بنائی جا سکتی ہے۔ اس کی احتیاط کرنا چاہیئے کہ دروازوں یا کھڑکیوں کے سامنے کھڑے نہ ہوں اور نہ دیوار سے کمر لگا کر کھڑا ہونا چاہیئے۔ دروازے اور کھڑکیاں ہمیشہ کھلی رکھنا چاہئیں۔

خندق۔ پناہ کی ایک اور صورت خندق کی ہے، اس کی مختلف صورتیں ہیں، مگر سب سے آسان اور کم خرچ شکل یہ ہے کہ انگریزی کے حرف ڈبلیو (W) کی شکل کا ایک گڑھا کھودا جائے جس کی گہرائی ۳ فٹ، چوڑائی ۲ فٹ اور ایک طرف کی لمبائی ۸ فٹ ہو۔ گڑھے میں سے جو مٹی نکلے، اس کو خندق کے دونوں کناروں پر ۹ انچ کا فاصلہ چھوڑ کر ۱½ فٹ اونچی تہہ میں جما دیا جائے۔ اس طرح خندق کی گہرائی ۴½ فٹ ہو جائے گی۔ اس میں ایک طرف پیشاب وغیرہ کے لئے جگہ بنائی جا سکتی ہے۔ اس خندق میں ۱۶ آدمی پناہ لے سکتے ہیں۔ خندق کسی سایہ دار جگہ میں ہو تو بہت اچھا ہے۔ اس کو اور زیادہ محفوظ بنانے کے لئے اس پر لکڑی کے تختے رکھے جا سکتے ہیں، اور ان پر مٹی ڈال کر گھاس اگائی جا سکتی ہے۔ یا ویسے ہی آٹھ دس لکڑیاں رکھ کر ان کے اوپر گھاس اور پتے وغیرہ ڈال کر اس کو نظر سے چھپایا جا سکتا ہے، مگر گھاس اور پتے خشک نہ ہونا چاہئیں، ورنہ ذرا سی چنگاری سے آگ لگ جانے کا اندیشہ ہے، خندق میں بھی کمر دیوار سے نہ لگانا چاہیئے اور اس میں دو دو آدمی آمنے سامنے منہ کر کے اکڑوں بیٹھیں، اگر خندق کھلی ہوئی ہے تو کبھی اوپر نہ دیکھنا چاہیئے، اگر اوپر کی جانب مٹی کی تہہ جمانا مقصود نہ ہو تو اس کو ۴½ فٹ گہرا کر لینا چاہیئے، مگر ایسی صورت میں دونوں سروں پر اندرونی جانب دو دو سیڑھیاں بنانا پڑیں گی، مگر نشیبی حصوں یا ندی اور دریا کے کنارے جہاں پانی یا مرطوب سطح جلد آ جاتی ہو، یا علاقہ پہاڑی ہو، وہاں اول الذکر ترکیب ہی زیادہ مفید ہے۔ اس قسم کی خندقیں بڑے صحن والے مکانوں، باغیچوں اور باغوں وغیرہ میں بنوائی جا سکتی ہیں، اور اندرونی حصوں کو لیپ کر ان کو زیادہ آرام دہ بنایا جا سکتا ہے۔ اگر آدمی کم ہیں تو خندق کو نصف یا چوتھائی بھی کیا جا سکتا ہے مردوں اور عورتوں کے لئے اس کے دو حصے بھی کئے جا سکتے ہیں +

خندق

رکاب دار پمپ

رکاب دار پمپ۔ کم عمر بچوں اور بڑے بوڑھوں کے علاوہ تمام خواتین کو اس پمپ کے استعمال سے واقف ہونا چاہیئے، یہ موٹر کے پمپ کی طرح ہوتا ہے اور تقریباً اتنی ہی محنت لیتا ہے۔ انگریزی میں اس کو "اسٹرپ پمپ" کہتے ہیں۔ اس میں ایک ہینڈل ہوتا ہے اور ایک رکاب کی طرح مڑی ہوئی سلاخ، اور اس کے سامنے ایک چھوٹی سی نلکی۔ جس میں ربڑ کی ایک لانبی نلکی لگی رہتی ہے۔ جس کی لمبائی عموماً ۳۰ فٹ ہوتی ہے۔

نلکی کے منہ پر ایک معمولی سا پرزہ لگا رہتا ہے جس میں ایک پتی ہوتی ہے، جس کے اندر دو سوراخ ہوتے ہیں، ایک بڑا اور دوسرا چھوٹا، بڑا موٹی دھار کے لئے اور چھوٹا پھوار کیلئے استعمال کیا جا سکتا ہے، کسی بالٹی یا پیپے میں پانی بھر کر اس میں یہ پمپ ڈال دیا جاتا ہے۔ رکاب باہر رہتی ہے اور اس پر پاؤں رکھا جاتا ہے، ہینڈل کھینچنے سے پانی نلکی میں آجاتا ہے، اس کو تین آدمی چلاتے ہیں، ایک نلکی کا سرا پکڑ کر آگ کے قریب جاتا ہے، اور آگ پر پانی ڈالتا ہے۔ دوسرا ہینڈل چلاتا ہے، اور تیسرا بالٹی میں پانی ڈالتا رہتا ہے نیز ہینڈل چلانے والا تھوڑی دیر کے بعد تھک جاتا ہے۔ لہٰذا تیسرا آدمی اس کی جگہ لے لیتا ہے۔ اور یہ پھر پانی کا انتظام کرتا ہے، مگر آدمی کے بدلنے میں اس بات کا خیال رکھنا پڑتا ہے کہ نہ تو پانی بند ہو اور نہ اس کی رفتار میں فرق آئے، لہٰذا قاعدہ یہ ہے کہ پہلے چلانے والا اپنا ایک ہاتھ ہٹاتا ہے۔ اور نیا آدمی اپنا ایک ہاتھ رکھ لیتا ہے، پھر پہلا آدمی رکاب پر سے اپنا پاؤں ہٹاتا ہے اور دوسرا اپنا پیر وہاں جما لیتا ہے، پھر وہ دوسرا ہاتھ بھی ہینڈل سے ہٹا لیتا ہے، اور نئے آدمی کو اب دونوں ہاتھوں سے پمپ چلانا پڑتا ہے۔ پانی پھینکنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے آگ پر پانی نہیں ڈالا جاتا بلکہ آس پاس کی چیزوں کو تر کیا جاتا ہے تاکہ آگ پھیلنے نہ پائے، پھر آگ پر پانی ڈالتے ہیں۔ بم کی صورت میں بھی یہی طریقہ اختیار کیا جاتا ہے، مگر بم پر موٹی دھار کے بجائے پھوار ڈالی جاتی ہے، (یہ تبدیلی پتی کو آہستہ سے دبانے سے بہت آسانی سے ہو جاتی ہے۔) پہلا آدمی چونکہ آگ یا بم سے قریب ہوتا ہے، لہٰذا وہ اپنے بائیں ہاتھ میں ایک ڈھال (جو خاص اسی مقصد کے لئے تیار کی گئی ہے) لے کر اس کی آڑ میں آگے بڑھتا ہے، اگر ڈھال نہ ہو تو کسی اور چیز کی آڑ لی جا سکتی ہے، بغیر آڑ کے بم کے قریب نہ جانا چاہیئے۔

آجکل یہ پمپ ہر جگہ فروخت ہو رہے ہیں، اور ان کی قیمت ۲۵ روپیہ ہے، کھاتے پیتے اور خوشحال گھروں میں اپنا ایک ذاتی پمپ ہونا ضروری ہے، یہ امن کے زمانہ میں بھی کام آسکتا ہے، اس سے چھڑکاؤ کیا جا سکتا ہے۔ پودوں کے پتوں کو دھویا جا سکتا ہے پھولوں اور پودوں کے کیڑوں کو اس میں دوا بھر کر ہلاک کیا جا سکتا ہے۔ جو عورتیں مائیں بننے والی ہیں انہیں یہ پمپ نہ چلانا چاہیئے +

محمد احمد سبزواری۔ ام۔ اے

آرزوئے دل

جہاں اخلاص کے چشمے رواں ہوں
محبت کے جہاں گلشن جواں ہوں
جہاں عیش و طرب شام و سحر ہو
جہاں کا ذرہ ذرہ نغمہ گر ہو
جہاں غم کی نہ دیوی کا گذر ہو
نئے ارض و سما شمس و قمر ہو
جہاں ہر سمت ہو گل ریز جنگل
جہاں جھومیں گلستانوں پہ بادل
جہاں آتے لرزتی ہو خزاں بھی
نہ ہو افکار کا جس جا نشاں بھی
جہاں سایہ فگن ہو ابر رحمت
جہاں مسدود ہو تخلیق نفرت
جہاں ہو سادگی میں اک نزاکت
جہاں آنکھوں میں ہو روح مروت
جہاں ذرات کے منہ میں زباں ہو
جہاں مہر و وفا ہی کا جہاں ہو
جہاں عشرت کی دیوی جلوہ گر ہو
غم فردا سے ہر دل بے خبر ہو
جہاں زر کا نہ ہو کوئی پجاری
جہاں دریا محبت کے ہوں جاری
برستے ہوں جہاں راحت کے موتی
جہاں افسردہ خاطر ہو نہ کوئی
اب ایسی سرزمیں کی آرزو ہے
اب اس رنگیں فضا کی جستجو ہے

نعت

مژدۂ رحمتِ حق ہم کو سُنایا کس نے؟
مرتبہ اُمتِ عاصی کا بڑھایا کس نے؟
بخش کر اپنی محبت کا ہمیں دردِ حسیں
دل سے ہر دردِ زمانے کا مٹایا کس نے؟
ہمّت و شوق کو ہے عرشِ بریں ایک قدم
چشمِ کونین سے یہ پردہ اُٹھایا کس نے؟
کس نے کثرت کے نشاں محو کئے سینوں سے؟
جامِ توحید۔ خدائی کو پلایا کس نے؟
کرکے سرشار ہمیں بجوئے الفت سے
دل سے زنگِ غمِ ہستی کو مٹایا کس نے؟
کرکے طے ہفت سماوات بیک جنبشِ چشم
فخرِ ہم خاک نشینوں کا بڑھایا کس نے؟
کس نے بخشی مرے نالوں کو سرفرازیٔ شوق
خاک سے اختر بیکس کو اٹھایا کس نے؟

اختر شیرانی

(باقی کالم ۲ صفحہ ھذا)

اندرونی قویٰ کی تحریک و شگفتگی نہ ہو جس قدر دل کے قوٰے کمزور ہو جاتے ہیں۔ اور کسی چیز سے نہیں ہوتے۔ ہم اپنے ہاں کے علماء کا حال بالکل یہی دیکھتے ہیں کہ ان کے روحانی قویٰ بالکل نیست و نابود ہو جاتے ہیں۔ وہ اگرچہ زندہ ہوتے ہیں۔ مگر دلی اور روحانی قویٰ کی شگفتگی کے اعتبار سے بالکل مردہ۔ پس کتابیں پڑھ لینے سے انسانیت نہیں آجاتی بلکہ وہ کتابی علم خود ان پر بوجھ ہو جاتا ہے۔

پس معلوم ہوا کہ تعلیم و تربیت لازم و ملزوم چیزیں ہیں جہاں درسگاہوں میں تعلیم کے لئے جدوجہد کی جاتی ہے۔ اچھے معلم اور اچھی کتابوں کا انتخاب عمل میں آتا ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ اس کے ساتھ تربیت کی طرف بھی توجہ دی جائے یہی دونوں چیزیں ایسی ہیں کہ ان کے حاصل ہونے کے بعد انسان صحیح معنوں میں اشرف المخلوقات ہونے کا مستحق ہو سکتا ہے۔

صغرا البتستانی لاہور

تعلیم و تربیت

قدرت نے ہر چیز میں بہت سی قوتیں ودیعت کر دی ہیں۔ انسان میں اشرف المخلوقات ہونے کی حیثیت سے چند ایسے جوہر پنہاں ہیں۔ جو دیگر اشیاء میں نہیں۔ قوتِ متخیلہ۔ قوتِ گویائی وغیرہ۔ اسی طرح انسان میں بعض اور ایسی قوتیں پنہاں ہیں۔ جو بظاہر معلوم نہیں ہوتیں۔ مگر ان کو تحریک کی ضرورت پڑتی ہے۔ یعنی اس تحریک سے وہ قوت ظاہر ہوتی ہے۔ پس اس تحریک کا نام تعلیم ہے اور اسے کسی کام کے لائق بنانا تربیت کہا جائے گا۔

اگر ہم یہ فرض کریں کہ یہ قوتیں انسان کے اندر بیج کی حیثیت سے ہیں۔ تو ان کو سینچ کر سرسبز پودا بنانے کو تعلیم دینا کہیں گے اور ان کو کسی بات کا مخزن و مجمع بنانے کو تربیت کہا جائے گا۔

دراصل انسان کو تعلیم دینا کسی بیرونی چیز کا ان میں داخل کرنا نہیں ہے۔ بلکہ اس کے اندرونی قویٰ کو حرکت دینا ہے۔ اور تربیت کرنا اس کے لئے سامان مہیا کرنا اور اس سے کام کا لینا ہے۔ جیسے جہاز تیار ہونے کے بعد اس پر بوجھ لادنا۔ اور حوض بنانے کے بعد اس میں پانی بھرنا۔ پس تعلیم پانے سے تربیت کا بھی پانا ضرور نہیں ہے خواہ تربیت کتنی ہی زیادہ ہو۔ مگر اس سے انسان کے دل سے تربیت کا بھی پانا ضرور نہیں ہے۔ خواہ تربیت کتنی ہی زیادہ ہو مگر اس سے انسان کے دل کی سوتیں نہیں کھلتیں۔ اندرونی قویٰ کو حرکت دئے بغیر تربیت تو ہو جاتی ہے۔ مگر تعلیم بالکل نہیں ہوتی اس لئے ممکن ہے کہ ایک شخص کی تربیت تو نہایت اچھی ہو مگر تعلیم کچھ نہ ہو۔

بالفرض آپ کو شاعری کا شوق ہے۔ اگر آپ کو کوئی شخص یا کوئی کتاب شعر کہنے کے قاعدے سکھائے تو گویا اس نے آپ کو علم شعر و شاعری سکھایا۔ دوسرے لفظوں میں اس نے آپ شعر کہنے کی تعلیم دی۔ جب آپ یہ سیکھ گئے تو یہ ضروری نہیں ہے کہ آپ کو کوئی شخص یہ کہے کہ تم شعر کہو۔ بلکہ آپ خود بخود اشعار کہنے لگیں گے ایسی حالت میں آپ کو تربیت۔ اور تعلیم دونوں کی ضرورت ہے۔

کسی کا قول ہے کہ کتابوں کا پڑھ لینا تو تعلیم کا نہایت ادنیٰ اور سب سے زیادہ حقیر جزو ہے۔ بلکہ اس قسم کے پڑھنے سے جس سے

(باقی صفحہ ۲۲ کالم اول پر دیکھئے)

صنعت و حرفت

ہے فروغ صنعت و حرفت سے حسنِ کائنات
ہر جگہ ہے گرم ان دونوں سے بازارِ حیات

وہ ہیں زندہ جنکے ہاتھوں میں ہے دامانِ کمال
ہے یہی اک راہ قوموں کیلئے راہِ نجات

کھولئے آنکھیں خدارا! سیکھئے ایسے ہنر
تاکہ میدانِ عمل میں زندگی بھر ہو ثبات

ہے عمل ہی ایک روشن تر دلیلِ زندگی
بزمِ گیتی میں اسی سے ملتوں کو ہے ثبات

صنعت و حرفت کا سکہ ہر طرف جاری ہے آج
ہے اسی کے قبضۂ قدرت میں ساری کائنات

کیمیا کہتے ہیں جس کو، ہے حقیقت میں یہی!
اس سے پیدا ہوتے ہیں انسان میں اعلیٰ صفات

یہ زمیں کیا چیز ہے، کیا ان پہاڑوں کی بساط
زیرِ فرمانِ ہنر ہیں قلزم و نیل و فرات

سطوتِ اسکندری ہے اسکے قدموں پر نثار
دولتِ قاروں وہی پائے جو مانے اسکی بات

سیم و زر معدن سے، دریا سے نکالے وہ گہر
آشنائے صنعت و حرفت ہے حسنِ انساں کا ہات

جسکو چاہے بخشدے تاثیر یہ اکسیر کی
خاک کا ہو ڈھیر یا پتھر ہو یا ہو کوئی دھات

اسنے باغوں کو سنوارا دشت کو گلشن کیا
اسکے ممنونِ نوازش ہر شجر ہر پھول پات

ہے ہنر ہی زیست کے ہر عقدۂ مشکل کا حل
کام چلتا ہے اسی سے دہر کا دن ہو کہ رات

دولتِ نایاب کا مخزن ہے انساں کا دماغ
عقل ہی سے اشرفِ عالم بنی ہے اسکی ذات

اسکی فطرت قدرتِ خالق کی ہے آئینہ دار
ہے اسی کا ذہنِ عالی مظہرِ حسنِ صفات

ہو تو جائے دل سے بہ آمادۂ ذوقِ عمل
غیر ممکن بھی پھر انساں کیلئے ہوں ممکنات

کاٹ دیتا ہے یہ زنجیریں تمام اوہام کی
دور کر دیتا ہے رستے سے یہ ساری مشکلات

گردنِ انساں میں یہ طوقِ غلامی ننگ ہے
نوکری کی راہ تو کٹھن ہے بھری جان [illegible]

پڑ گئے ہیں عقل پر پردے جہالت کے بہت
ہو گئی فکرِ سلیم افسوس نذرِ جہلات

اب بھی آنکھیں کھول اے دامِ جہالت کے اسیر
صنعت و حرفت کی جانب کر نگاہِ التفات

دستکاری مرد سے بڑھ کر ہے عورت کو ضرور
تاکہ برے وقت میں پائے مصائب سے نجات

صنعت و حرفت سے عزت کی ہے ممکن زندگی
مانو اے ہندوستان کی بی بیو محوی کی بات

محوی صدیقی لکھنوی

کیڑے مکوڑے

خیال کیا جاتا ہے کہ جملہ اقسام کے کیڑے مکوڑے بھی انسان ہی کے لئے پیدا کئے گئے ہیں مگر حقیقت یہ نہیں۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو خود انسان کی آفرینش سے فطرت کا بڑا مقصود یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسان ہی سے کیڑے مکوڑوں کو غذا بہم پہنچتی ہے۔ چنانچہ ان ننھے ننھے کیڑے مکوڑوں کا تعلق جس قدر ہماری ذات سے وابستہ ہے۔ وہ یقیناً حیرت انگیز ہے۔ کیڑے مکوڑے اپنی غذا ہمارے جسم اور ہمارے خون سے حاصل کرتے ہیں۔ ہم اپنے کھانے کے لئے جو چیزیں رکھتے ہیں۔ تو تھوڑے عرصہ کی غفلت سے یہ کیڑے وہ تمام غذا کھا جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ کیڑے، ہمارے مکانوں۔ ہمارے بستروں، غرضیکہ ہمارے گرد و پیش اس طرح سے جمع ہو رہے ہیں کہ ان سے جان بچانا مشکل نظر آتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ انسان بھی ان ننھے ننھے کیڑوں سے مستفید ہوتا ہے۔ ان کا جمع کیا ہوا شہد کھاتا ہے۔ ان کے موم سے تیار کئے ہوئے چھتہ کو مسمار کر کے طرح طرح کے کام میں لاتا ہے۔ ان کے بنائے ہوئے ریشم سے کپڑے پہنتا ہے لیکن پھر بھی اگر غور کیا جائے تو یہ کیڑے انسان پر زیادہ حاوی و غالب ہیں۔ مچھر رات بھر خون چوستے ہیں کھٹمل کسی کروٹ چین نہیں لینے دیتے۔ پسو رات دن کاٹتے رہتے ہیں۔ ت[illegible] اور ... ڈنک مار مار کر بد حواس کر دیتے ہیں۔

گھن کھانے والے کیڑے مکڑی کا مت... سامان حتیٰ کہ چھتوں کی کڑیاں اور تختے ... کھوکھلا کر دیتے ہیں۔ جھینگر کپڑے چاٹ چاٹ کر سوراغ ڈال دیتے ہیں۔ دیمک کتابوں کے حق میں وہ بلا ہے کہ الامان۔ چیونٹیاں ہیں وہ بھی حضرت انسان ہی کی دشمن۔ ہمیشہ اسی تاک میں

(باقی کالم ۲) رہتی ہیں۔ کہ کوئی میٹھی چیز ہاتھ لگے اور اس کو ڈھو ڈھو کر اپنے سوراخوں میں پہنچانا شروع کر دیں۔ ایک مٹھاس ہی پر کیا منحصر ہے۔ ذرا شامی کباب یا پھوریاں یا کوئی تلی ہوئی نمکین ہی چیز رات کو رکھ دیجئے۔ صبح کو انشاء اللہ شامی کباب کا صرف خول باقی رہ جائے گا۔ علاوہ ازیں ان کیڑے مکوڑوں سے جو بیماریاں پھیلتی ہیں۔ وہ انسان کے لئے سخت تکلیف دہ اور ایذا رساں ہیں۔ ایسے نقصان پہنچانے اور تکلیف دینے والے کیڑوں کے اقسام تین لاکھ کے قریب بتائی جاتی ہے۔

سیدہ ممتاز خاتون ضیا مستی فاضل

خفسانہ

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیا بات ہے کہ جتنے افسانہ نگار ہیں جب کوئی قصہ لکھنے بیٹھتے ہیں تو جھوٹ کے وہ پل باندھتے ہیں کہ خدا کی پناہ۔ اگر دوسروں کا قصہ لکھیں تو ان کو اختیار ہے۔ کہ جو جی میں آئے لکھ لیں۔ ہم پڑھ کر سمجھ جائیں گے کہ خیر جھوٹ بول رہے ہیں بولنے دو۔ لیکن جب واقعات اس طرح بیان کئے جائیں کہ گویا یہ سب خود ان پر گذرے ہیں تو یقین مانئے آگ لگ جاتی ہے۔ اوروں کو کیا کہوں خود ہمارے بھائی ابا کا یہی حال ہے جتنی کتابیں انھوں نے لکھی ہیں سب میں اللہ کے فضل سے اپنا ہی حال بیان کیا ہے اور اس طرح بیان کیا ہے۔ گویا اس کا ایک ایک حرف صحیح ہے مگر یقین مانئے کہ ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ہے جو ان پر گذرا ہو۔ گھر سے باہر نکلے نہیں مگر بورنیو کا سفرنامہ لکھ گئے ہیں۔ اور مزا یہ ہے کہ اپنے آپ کو بڑا سچا سمجھتے ہیں اور باقی سارے افسانہ نگاروں کو جھوٹا۔ ابھی کل کی بات ہے، میرے ہاتھ میں "خطرناک افسانے" تھے کہ اتنے میں بھائی ابا آئے۔ مجھے پڑھتا دیکھ کر پوچھا "کیا پڑھا جا رہا ہے" میں نے کتاب دکھائی کہنے لگے "اوہو، آپ ہیں۔ لاؤ ہم بھی تو دیکھیں کہ ان کے افسانوں نے اب کیا کروٹ لی ہے" یہ کہہ میرے ہاتھ سے کتاب چھین لی۔ مجھے برا تو بہت معلوم ہوا۔ مگر آپ جانتے ہیں کہ ہندوستانی باپ گھر کا ڈکٹیٹر ہوتا ہے۔ اس کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ خواہ وہ گلا ہی کیوں نہ گھونٹ دے۔ خیال تھا کہ کتاب لے جائیں گے اور ایک آدھ روز میں واپس کر دیں گے۔ مگر انھوں نے وہیں اکڑوں بیٹھ کر کتاب کے صفحے الٹنے شروع کئے خدا معلوم کچھ پڑھا بھی یا نہیں۔ ہاں تھوڑی دیر یونہی الٹ پلٹ کر کتاب میرے حوالہ کر دی اور کہا "اس میں جھوٹ ہی جھوٹ ہے۔ اور مزا یہ ہے کہ ان کے جھوٹ میں مزا خاک نہیں۔ ہم پر جو واقعہ گزرا ہے۔ وہ ان کے جھوٹے قصوں سے کہیں زیادہ خطرناک" ہے۔ میں نے کہا "تو سنائیے" کہنے لگے "کل سناؤں گا" میں نے کہا "نہیں ابھی سنائیے، آپ کو اتنی مہلت تھوڑی دی جائے گی کہ آپ کل تک کوئی قصہ گھڑ کر سنا دیں" یہ سن کر وہ ذرا بگڑ گئے اور کہنے لگے "تو کیا میں کوئی جھوٹے قصے لکھتا ہوں تمہیں یہ بھی خبر ہے کہ سچے قصے جھوٹے قصوں سے کہیں زیادہ زوردار ہوتے ہیں اور انسانوں پر بعض دفعہ ایسے واقعات گزر جاتے ہیں جن کے آگے آپ کے یہ جھوٹے افسانے گرد ہیں۔ تو سنو" میں اپنے پر بیتا ہوا ایک خفسانہ سناتا ہوں" میں نے کہا "خفسانہ کیا بلا ہے" کہنے لگے "اوہو۔ اتنی عمر ہوگئی اور تم کو اب تک معلوم نہیں کہ خفسانہ کیا ہوتا ہے" "افسانہ خوف" کا مخفف خفسانہ ہے۔ مگر دیکھو اگر تم نے بیچ میں میری بات کاٹی تو پھر ادھر کی دنیا ادھر کیوں نہ ہو جائے میں یہ قصہ ختم نہ کروں گا۔ مگر قصہ کہنے میں یوں مزا نہیں آتا۔ پہلے اپنے بھائی بہنوں کو بلا لو۔ ورنہ بعد میں وہ میرے سر ہونگے کہ ہمیں بھی وہ قصہ سناؤ" یہ سنکر میں نے سب کو آواز دی کہ "یہاں آؤ۔

بھائی ابا ایک قصہ کہہ رہے ہیں" میرا یہ کہنا تھا کہ سب کے سب بھاگتے ہوئے آئے اور زمین پر پھسکڑا مار کر بیٹھ گئے۔ بھائی ابا بھی ہیں آلتی پالتی مار کر ہو بیٹھے اور یوں کہنا شروع کیا "تو ہاں بھئی۔ تم کو تو معلوم ہے کہ کوئی تین سال ہوئے جب میں چھٹی لے کر تین مہینہ کیلئے دہلی گیا تھا۔ مگر دہلی سے کہاں کہاں گیا تھا، یہ شاید تمہیں معلوم نہیں۔ ہوا یہ کہ میں دہلی سے لاہور گیا۔ وہاں نواب صاحب ممدوٹ کے پاس ٹھیرا۔ خیال آیا کہ جب یہاں تک آیا ہے تو چل کشمیر کی بھی سیر کر لے پھر کون گھڑی گھڑی اتنی دور آتا ہے اور ہاں یہ کہنا تو بھول ہی گیا کہ لاہور میں حفیظ جالندھری نے ایک ہوٹل میں مجھے ایٹ ہوم دیا تھا اور وہاں بہت سے ادیبوں سے ملایا تھا تم ان سے لکھ کر پوچھ لو کہ میں صحیح کہتا ہوں یا نہیں۔ تو خیر لاہور سے روانہ ہوا۔ میں جس گاڑی میں تھا اس گاڑی میں ایک فوجی افسر موسیو لیکو آندرے بھی تھے" لفندرے نام سن کر سب ہنس پڑے۔ بھائی ابا بگڑ کر بولے "بیوقوفو! یہ کوئی ہندوستانی لفندرے تھوڑی ہے۔ یہ فرانسیسی لیکو آندرے ہیں (LECO ANDRE) دیکھو اگر اس طرح تم نے گڑبڑ کی تو قصہ ختم ہے۔ غرض پھر سب کے سب "صورت سوال" ہو کر بیٹھے اور بھائی ابا نے سلسلہ گفتگو شروع کیا "تو ہاں موسیو آندرے پہلے تو ذرا کچھ کھنچے کھنچے سے رہے اور تمہیں معلوم ہے کہ صاحب بہادر ہم کالے لوگوں سے ملتے ہوئے ذرا ہچکچاتے ہیں مگر راستہ دور کا تھا اور درجہ میں ہم صرف دو ہی آدمی تھے۔ اس لئے کوئی گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ بعد پہلے کچھ موسم کا ذکر چھڑا اس کے بعد پنجاب کی حالت پر کچھ گفتگو ہوئی۔ سیاسی معاملات پر بحث ہوئی اور جہلم پہنچتے پہنچتے ہمارا ان سے "یارانہ" ہو گیا ہم ہندوستانیوں

کی یہ عادت ہے کہ جہاں ایک دوسرے سے ذرا کھلے اور ملنے والے کے خانگی تعلقات، سفر کی ضرورت اور اسی طرح کے سینکڑوں حالات معلوم کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ میں نے بھی موسیو آندرے سے پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو کیوں جا رہے ہو۔ کہاں سے آ رہے ہو۔ تم ہو کون کس خاندان کے ہو۔ اتنا اسباب کہاں لے جا رہے ہو۔ کتنے آدمی ساتھ ہیں۔ غرض وہ تمام سوالات کر ڈالے جو ایک خفیہ پولیس کے افسر کو کسی مشتبہ شخص سے کرنے قانوناً جائز لازم اور واجب ہیں۔ انہوں نے ان سوالات کے جو جواب دیئے ان سے مجھے معلوم ہوا کہ ان کا تعلق فرانس کے ایک دولتمند خاندان سے ہے، ان کے ایک بھائی موسیو جولیان تھے وہ سیر سپاٹے کے بہت شوقین تھے، اسی سیر و سیاحت میں تبت گئے اور وہاں مر گئے یا مار ڈالے گئے، اسی کی دریافت کے لئے موسیو آندرے تبت جا رہے ہیں۔ اسی سلسلہ میں یہ بھی معلوم ہوا کہ جو لوگ موسیو جولیان کے ساتھ گئے تھے ان میں سے سوائے ایک کے اور کوئی زندہ نہ بچا، یہ بچنے والا ایک چینی "شان جو" نامی ہے اور اس کا بیان ہے کہ یہ سب کے سب خودکشی کر کے مرے ہیں لیکن وہ یہ نہیں بتا سکتا کہ ایک دفعہ ہی ان سب نے خودکشی کیوں کی، وہاں وہ یہ ضرور کہتا ہے کہ جس قلعہ میں موسیو جولیان اور ان کی پارٹی ٹھیری تھی وہ شہر "لاسا" کے راہبوں کا تھا، وہاں کا قلعہ خالی پڑا تھا مگر راہب اس قلعہ کو تھوڑے دنوں کے لئے بھی کرایہ پر دینے کے لئے راضی نہ ہوتے تھے، موسیو جولیان کی پارٹی میں کوئی تیس آدمی تھے ان میں دس تو فرانسیسی مرد تھے اور چار عورتیں اور باقی حمال تھے جو سرینگر سے انہوں نے سامان وغیرہ اٹھانے اور کام کاج کرنے کے لئے ساتھ لے لئے تھے۔ جب سیدھی انگلیوں سے گھی نہ نکل سکا۔ تو انگلیاں ذرا ٹیڑھی کرنی پڑیں یعنی زبردستی اس قلعہ پر قبضہ کر لیا گیا "شان جو" کا بیان ہے کہ قلعہ میں ایسے عجیب و غریب واقعات پیش آئے جن کو موجودہ زمانہ میں کسی طرح باور نہیں کیا جا سکتا، خیر اسی طرح وہاں رہتے کوئی دس روز گذر گئے، ایک روز رات کے وقت یہ معلوم ہوا کہ قلعہ میں قیامت آگئی ہر کمرہ سے گولیاں چلنے کی آوازیں آنے لگیں، حمال قلعہ کی دیواروں پر چڑھ چڑھ کر نیچے کودنے لگے اور آخر نتیجہ یہ ہوا کہ اتنی پارٹی میں سے سوائے شان جو کے اور کوئی نہیں بچا، صبح کو جب شان جو نے جا کر دیکھا تو یہ دیکھا کہ جتنے فرانسیسی عورت اور مرد تھے وہ سب خودکشی کر کے اور جو حمال تھے وہ قلعہ پر سے گر گر کر ٹھنڈے ہو گئے تھے۔ شان جو کا خیال ہے کہ اس قلعہ میں جن آباد ہیں اور وہ راہبوں کے دوست ہیں۔ راہبوں ہی کے بھڑکانے سے انہوں نے ایسی ایسی عجیب اور دل ہلانے والی باتیں کیں کہ موسیو جولیان اور ان کی پارٹی والے تاب لا سکے اور خودکشی کر بیٹھے۔ میں نے موسیو آندرے سے کہا "مسٹر آپ جا تو رہے ہیں اتنی دور مگر آپ ہیں اکیلے۔ جب تیس آدمیوں سے وہ قلعہ سنبھل سکا تو آپ اکیلے چنے کیا بھاڑ کو پھوڑیں گے۔ وہاں تو ایک فوج کی فوج لیجانی چاہیئے تاکہ اگر کچھ کام آجائیں تو باقی بچے بچائے لوگ اس معمہ کو حل کر سکیں، میں خود افسانہ نویس ہوں آپ کے ساتھ چلنے کو جی تو بہت چاہتا ہے مگر اس طرح قلعہ پر سے کود کر مرنے یا گولی مار کر خودکشی کرنے پر تیار نہیں ہوں" موسیو آندرے نے کہا "مسٹر تعجب ہے کہ آپ مسلمان ہو کر ایسی باتیں کرتے ہیں آپ لوگ قسمت کے قائل ہیں اور مانتے ہیں کہ وقت سے پہلے کوئی مرتا نہیں اور یہی خیالات ہیں جن کی وجہ سے آپ ایک زمانہ میں دنیا پر قبضہ کر چکے ہیں پھر حیرت ہے کہ آپ مرنے سے ڈرتے ہیں" میں نے کہا "حضرت مرنے سے کون کمبخت ڈرتا ہے۔ تکیہ پر سر رکھ کر پلنگ پر ختم ہو جانے کو میں ہر وقت تیار ہوں مگر اس کے یہ معنی تو نہیں ہیں کہ رخصت لیکر آؤں، خواہ مخواہ تبت جاؤں اور بے ضرورت ایک دو تین کہہ کے اناللہ ہو جاؤں ہاں اگر آپ کے ساتھ کوئی بڑا قافلہ ہوتا تو دوسری بات تھی، گولی چلتی کسی کے لگتی، کوئی بچ جاتا۔ قسمت کا میں بھی قائل ہوں اگر قسمت کے یہ معنی نہیں ہیں کہ کوئی بیوقوف موٹا سا ڈنڈا ہاتھ میں لیکر پوری فوج پر جا پڑے اور سمجھے کہ مرنا جینا خدا کے ہاتھ ہے۔ مرنا ہوا تو مر جائیں گے۔ جینا ہوا تو بچ جائیں گے کیا اسکے یہ سوچ لینے سے بندوقوں کے کارتوس بیکار اور توپوں کے منہ بند ہو سکتے ہیں آپ یورپ والوں نے ہمارے قسمت کے مسئلہ کو ذرا غلط سمجھا ہے حکم یہ ہے کہ پہلے تدبیر کرو اسکے بعد تقدیر پر بھروسہ رکھو۔ اور اسی لئے ارشاد ہوا ہے کہ "بر توکل زانوے اشتر بہ بند" ہاں خیر یہ تو بتایئے کہ آپ اکیلے ہیں یا آپکے ساتھ کوئی اللہ کا بندہ اور بھی ہے؟" موسیو آندرے نے کہا۔ "جناب میں ایسا بیوقوف نہیں ہوں کہ اکیلا" لاسا جاؤں اور مفت میں اپنی جان گنواؤں میرے ساتھ فرانس سے تقریباً پچاس آدمی آئے ہیں۔ اور سب کے سب فوجی ہیں، میں بھی فوج کا کرنل ہوں کشمیر سے سو حمال نئے گئے ہیں اور اس طرح ایک زبردست قافلہ بنا کر ہم سب "لاسا" جا رہے ہیں۔" میں نے کہا "اگر وہاں لڑائی ہو گئی تو پتھروں سے لڑو گے یا جنوں سے" کہنے لگے "پتھروں اور جنوں سے کیوں لڑنے لگے۔ بندوقوں اور تلواروں سے لڑیں گے مشین گنوں سے لڑینگے" میں نے کہا "مشین گن تو کیا آپ کے پاس کوئی چھری بھی نظر نہیں آتی، اب رہے آپ کے ساتھی تو جہاں تک میں نے دیکھا ہے مجھے تو اس گاڑی میں گوری چمڑی کا کوئی ایک آدمی بھی

دکھائی نہیں دیتا" موسیو آندرے نے کہا "مسٹر سیب ساتھ والے پہلے ہی روانہ ہو چکے ہیں۔ وہ اب تبت کی سرحد کے پار ہو گئے ہونگے شان چو بھی انہی کے ساتھ ہے، وہی ہمارا رہبر ہے۔ میں سرینگر سے ہوائی جہاز میں روانہ ہونگا اور کوئی تین گھنٹہ میں ان سے جا ملونگا" میں نے کہا "اگر یہ بات ہے تو میں بھی آپکے ساتھ چلوں۔ ہوائی جہاز پر سوار ہوتے ڈر تو لگتا ہے لیکن زیادہ سے زیادہ کیا ہوگا۔ یہی نا کہ کہیں ٹوٹ کر گر پڑیگا مگر یہ کیا ضرور ہے کہ اس کے ٹوٹ کر گرنے سے دوسرے بچ جائیں اور میں مر جاؤں۔ دیکھا آپ نے اسکو ہم لوگ قسمت کہتے ہیں، اپنی حفاظت کا پورا سامان کر لیتے ہیں اونٹ کی ٹانگ باندھ دیتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ آجا جیسا مقابلہ میں جسکو بیا چاہے وہی ہمالئن کہلاے۔" غرض راولپنڈی پہنچتے پہنچتے بات پکی ہو گئی۔ اسٹیشن پر پنجاب ہوٹل کا آدمی موٹر لئے موجود تھا۔ موسیو آندرے کے اصرار پر میں بھی انہیں کی موٹر میں بیٹھ کر ہوٹل گیا، رات وہاں گزاری صبح کو ہم دو نو راولپنڈی سے نکلے تو ساڑھے نو بجے کوہ مری پہنچے۔ وہاں کوئی آدھ گھنٹہ ٹھیرے، رات بارہ مولا میں بسر کی اور دوسرے دن گیارہ بجے کے قریب سرینگر میں داخل ہو گئے۔

مجھے سرینگر دیکھنے کا بہت شوق تھا مگر موسیو آندرے کو ایسی جلدی پڑی تھی کہ انہوں نے دم نہیں لینے دیا تھوڑا سا ناشتہ کر کے ہوائی جہاز کے اڈے پر پہنچے، جہاز پر سوار ہوئے اور یہ کہہ کر کہ "پڑھ جا بیٹا سولی پر رام بھلی کریگے" وہاں سے بھر ہو گئے۔ شروع شروع میں تو مجھے کچھ چکر سے آئے مگر اسکے بعد طبیعت صاف ہو گئی کشمیر کی وادی ہمارے قدموں کے نیچے تھی اور "جنت کے نظارے ہیں" کا لطف آ رہا تھا۔ اسکے بعد برفانی پہاڑوں کا خوفناک سلسلہ شروع ہوا کبھی ہم پہاڑوں سے اوپر تھے اور کبھی ہم سے پہاڑ اوپر، ایک ہمارے موسیو آندرے تھے کہ اس منظر کی تعریف کرتے کرتے تھکے جاتے تھے اور ایک میں تھا کہ اس بھیانک منظر کو گھورتے گھورتے پریشان ہوئے جاتا تھا۔ بہرحال کوئی دو گھنٹہ میں جا کر ان پہاڑوں کی بلندی کچھ کم ہوئی اور کہیں کہیں زمین کی مبارک شکل دکھائی دینے لگی، ہمارا ہوائی جہاز بھی زمین سے کچھ قریب آ گیا کچھ دور اور گئے تھے کہ چند خیموں اور چھولداریوں کی قطار دکھائی دی۔ ان پر جہاز نے دو تین چکر لگائے۔ زمین کا ایک حصہ اسکے اترنے کے لئے پہلے ہی لوگوں نے صاف کر رکھا تھا چکر کھاتا ہوا ہمارا جہاز زمین کے اس ٹکڑے پر اترا کچھ دور دوڑا اور ٹھیر گیا، لیجئے ہم تبت کی سرحد میں داخل ہو گئے۔ جہاز کی آواز سنتے ہی سب لوگ خیموں اور چھولداریوں میں سے نکل آئے۔ فوج والے لائن باندھ کر کھڑے ہو گئے اور کرنیل آندرے کو سلامی دی۔ انہوں نے سب سے میرا تعارف کرایا لنچ کا وقت ہو گیا تھا میں نے اور کرنیل صاحب نے نہا کر کپڑے بدلے اور ہم سب کھانے کے خیمہ میں گئے، ہمارا مسٹر شان چو بھی موجود تھے۔ کرنیل آندرے نے ان سے پوچھا کہ یہاں لاسا کتنی دور ہے معلوم ہوا کہ تقریباً سو میل پر ہے۔ اس سوال پر کہ آخر منزل مقصود سے اتنی دور کیوں قیام کیا گیا یہ جواب ملا کہ یہاں سے آگے پہاڑی سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ اور گو پہاڑ زیادہ اونچے نہیں ہیں لیکن ان میں کوئی ایسی ہموار جگہ نہیں ہے جہاں ہوائی جہاز اتر سکے قصہ مختصر یہاں آدھا دن اور ساری رات گزاری، بڑے خیموں اور ہوائی جہازوں کو وہیں چھوڑ دیا گیا، دوسرے دن چھولداریاں اکھیڑی گئیں باندھی گئیں۔ کچھ آدمی سامان کی حفاظت کے لئے رہ گئے اور بقیہ لوگ کھانے پینے کا سامان اور چھولداریاں سمیٹ یہاں سے نکلے، اب اس کے بعد کچھ نہ پوچھو کہ [illegible] تک کیا کیا مصیبتیں [illegible] تھی جو مشکل آسان ہوئی آٹھویں روز دن کے کوئی دو بجے تھے کہ ہمارا قافلہ پہاڑ کے اس چوٹی پر پہنچا جہاں سے لاسا صاف دکھائی دیتا تھا۔ لاسا کیا ہے ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جو پہاڑ کی چوٹی پر آباد ہے۔ گاؤں کے بیچوں بیچ ایک اونچی جگہ پر راہبوں کی خانقاہ ہے اور اس کے گرد کوئی بیس پچیس جھونپڑے۔ گاؤں سے کوئی آدھ میل فاصلہ پر ایک چھوٹا سا قلعہ ہے اور یہ وہی جگہ ہے جہاں موسیو لیکو آندرے کے بھائی اور انکے ساتھی اس دنیا سے رخصت ہوئے تھے یہاں سے چلکر ہمارے قافلہ نے قلعہ کے باہر حلقہ بنا کر چھولداریاں کھڑی کیں، اور تھوڑی دیر میں اس ویرانے میں ایک خاصہ بازار لگ گیا۔ موسیو آندرے اور انکے ساتھی چاہتے تھے کہ قلعہ میں جا کر ٹھیریں مگر میں نے منع کیا اور کہا کہ "بہتر یہ ہے کہ راہبوں کو کچھ دے دلا کر اجازت لے لیجائے، کیونکہ اس طرح زبردستی قلعہ پر قبضہ کر لینے سے سیاسی پیچیدگیاں پڑنے کا ڈر ہے۔" آخر میری بات مان لی گئی اور فیصلہ ہوا کہ میں راہبوں کے لاما سے جا کر بات چیت کروں اگر وہ راضی ہو تو فبہا نہیں تو زبردستی قلعہ پر قبضہ کر لیا جائے۔ کیونکہ قلعہ میں جائے بغیر موسیو جولیان اور انکے ساتھیوں کی موت کا سوال حل ہونا مشکل ہے۔ میں بھی اس تجویز پر رضامند ہو گیا، قرار پایا کہ اگر کوئی خانقاہ سے آئے تو میں اسکے ساتھ جا کر لاما سے ملوں اگر نہ آئے تو شان چو کو لیکر میں خود جاؤں اور قلعہ میں ایک مہینہ تک قیام کرنے کی اجازت حاصل کروں۔ اور اچھی طرح سمجھا دوں کہ اگر اجازت نہ دی گئی تو قلعہ تو قلعہ خود خانقاہ پر بھی بول کر زبردستی قبضہ کر لیا جائیگا۔ رات کو میں اور موسیو آندرے ایک چھولداری میں سوئے وہاں باتوں باتوں میں مجھے خیال آیا کہ ان حضرت سے یہ تو پوچھوں کہ آخر انکے جو [illegible] صاحب اس مصیبت میں پڑے تو کیوں پڑے، یہ سوچکر میں نے ان سے کہا کہ "مسٹر خیر یہ تو جو کچھ ہوا سو ہوا مگر یہ تو بتائیے کہ آپ کے

بھائی صاحب یہاں آئے کس ضرورت سے تھے یہ جگہ تو ایسی ہے کہ اگر کوئی مجھے یہاں کا گورنر تو کیا بادشاہ بھی بنا کر بھیجے تو میں قیامت تک نہ آؤں۔" انہوں نے کہا "دیکھئے بات یہ ہے کہ میرے بھائی کو سیر و سیاحت میں معلوم ہوا تھا کہ لاسنا کی خانقاہ کے لاما کے پاس ایک ایسا زمرد ہے جو مرتے وقت گوتم بدھ کے گلے میں تھا۔ زمرد تو ایسا قیمتی نہیں ہے لیکن بودھ کے تعلق سے اسکی قدر و قیمت بہت بڑھ گئی ہے اور امریکہ والے اسکے کروڑوں ڈالر دینے کو تیار ہیں اسی کو حاصل کرنے کیلئے بھائی صاحب یہاں آئے تھے۔ آخر [illegible] حاصل کرنے کی کوشش کی گئی۔ دو ایک دفعہ خانقاہ کی تلاشی بھی لی گئی مگر زمرد نہ ملنا تھا نہ ملا کیونکہ لاما اس کو لیکر کہیں روپوش ہو گیا تھا۔ اسکے بعد تو وہ واقعہ پیش آیا جس کو تم سن چکے ہو۔" میں نے کہا "یہ بھی خوب ہوئی، تم امریکہ اور یورپ والے بھی عجیب قماش کے آدمی ہو۔ چاہتے ہو کہ روپیہ کے زور پر دوسرے مذہب والوں کی ایسی چیزیں بھی مل جائیں، جو ان کو جان سے زیادہ عزیز ہیں۔ آج بدھ مذہب والوں کے زمرد حاصل کرنے کی فکر ہے کل کعبۃ اللہ کے سنگ اسود پر قبضہ کرنے کی فکر کرو گے، دیکھو مسٹر اگر مجھے معلوم ہوتا کہ معاملہ اس طرح پر ہے تو میں کبھی تمہارے ساتھ نہ آتا اور اب بھی کہے دیتا ہوں کہ اگر تمہارا ارادہ اس زمرد پر قبضہ کرنے کا ہے تو حضرت میرا دور سے سلام۔ آپ جانیں اور آپکا کام جانے۔" موسیو آندرے نے کہا "نہیں بھئی، میں خود ایسے جھگڑوں میں نہیں پڑتا۔ میں تو صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ میرے بھائی اور انکے ساتھیوں کی موت کیونکر واقع ہوئی، اگر اس معاملہ میں یہ خانقاہ والے بے قصور ہیں تو میرا ان سے کوئی بیر نہیں، ہاں اگر یہ معلوم ہوا کہ انہیں کے ہاتھوں میرے بھائی اور انکے ساتھی مارے گئے ہیں تو پھر اس خانقاہ اور اس کے رہنے والوں کی خیر نہیں۔" میں نے کہا "ہاں اگر یہ بات ہے تو پھر میں تمہارے ساتھ ہوں۔" دوسرے دن دوپہر تک انتظار کیا گیا کہ خانقاہ سے شاید کوئی آوے جب وہاں سے کوئی نہ آیا تو میں شان چو کے ساتھ لاسنا کی طرف روانہ ہوا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے آنے سے وہاں والے واقف ہو چکے تھے کیونکہ گاؤں کے باہر ہی ہم کو ایک راہب ملا ہمارے آنے کا سبب پوچھا اور ہمارے اس کہنے پر کہ "ہم لاما سے ملنا چاہتے ہیں" ہم کو خانقاہ میں لے گیا تھوڑی دیر انتظار کرنے کے بعد ایک دوسرا راہب ہم کو لاما کے تاریک کمرہ میں لے گیا۔ وہاں لاما نے جو چہرہ پر نقاب ڈالے ہوئے تھا ہم سے بہت نیچی آواز میں ہمارے آنے کی وجہ پوچھی میں نے بذریعہ شان چو جواب دیا کہ "ہم یہاں صرف یہ معلوم کرنے آئے ہیں کہ گزشتہ سال جو یہاں قافلہ ٹھیرا تھا اس نے خودکشی کیوں کی؟" لاما نے کہا کہ وہ لوگ کسی نیک ارادے سے نہیں آئے تھے اس لئے ان پر خدا کی طرف سے یہ مصیبت نازل ہوئی۔ ہم تارک الدنیا لوگ ہیں جو ہم کو ستائے گا وہ بھی کبھی آرام نہ پائیگا۔ آپ اپنے ساتھیوں سے کہہ دیجئے کہ وہ واپس چلے جائیں۔ ورنہ مجھے ڈر ہے کہ ان کا بھی کہیں وہی حشر نہ ہو جو پہلے قافلہ کا ہو چکا ہے۔ میں نے لاما کو ہزار یقین دلایا کہ ہمارا ارادہ اس مقدس زمرد یا ان کی کسی مذہبی چیز کو حاصل کرنے کا نہیں ہے لیکن اسکو کسی طرح یقین نہیں آیا۔ وہ یہی کہتا رہا کہ "تم ان لوگوں کے حالات سے واقف نہیں ہو۔ یہ کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں۔ پہلے زمین مانگتے ہیں اس کی منہ مانگی قیمت دیتے ہیں۔ اور پھر سارے ملک پر قبضہ کر لیتے ہیں۔" میں نے کہا "کم سے کم ہم کو قلعہ میں ٹھیرنے کی تو اجازت دیدو۔" لاما نے کہا "پہلے جو لوگ آئے تھے وہ کونسی اجازت لیکر ٹھیرے تھے جواب ان آنے والے حضرات کو اجازت کی ضرورت ہے۔ قلعہ خالی پڑا ہے شوق سے قبضہ کر لیجئے اور جب تک جی چاہے وہاں تشریف رکھئے۔" اس میں نے بہت کوشش کی کہ اجازت مل جائے لیکن وہ کسی طرح راضی نہیں ہوا۔ مجھے بھی اس کی ضد ناگوار ہوئی اور میں نے واپس آکر موسیو آندرے سے کہا کہ لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے، آپ قلعہ پر قبضہ کر لیجئے۔ اگر کوئی سیاسی جھگڑا ہوا تو میں گواہی دینے کو تیار ہوں کہ قلعہ میں ٹھیرنے کی اجازت نہ دینے میں لاما نے زیادتی کی تھی۔

اس کے بعد خالی قلعہ پر قبضہ کر لینا کونسا مشکل کام تھا۔ شام تک قلعہ میں [illegible] داخل ہو گئے۔ وہاں پہنچ کر یہ دیکھ کر بڑی حیرت [illegible] انتہا نہ رہی کہ موسیو جولیان کا سامان جیسے کا ویسا کوٹھریوں میں جما ہوا ہے اور کسی لاش یا ہتھیار کو ہاتھ تک نہیں لگایا گیا ہے۔ اندر آنے کے بعد کوٹھریاں تقسیم ہوئیں۔ دروازوں اور دمدموں کا انتظام کیا گیا۔ ہر شخص کو اس کا کام بتا دیا گیا اور اس طرح قلعہ لاسنا پر کرنیل آندرے کی حکومت قائم ہو گئی۔ جب اس انتظام سے اطمینان ہو گیا تو تمام کوٹھریوں میں سے لاشیں نکالی گئیں۔ لاشیں کیا تھیں بس پنجرے تھے۔ بعضوں کے جسم کے کپڑے گل چکے تھے بعضوں کے گل رہے تھے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ایک پستول تھا اور ہر پستول کی صرف ایک گولی چلی تھی۔ ڈاکٹر لیبان اور ڈاکٹر جین نے لاشوں کا طبی معائنہ کیا اور دونوں کی یہی رائے ہوئی کہ ان سب نے خودکشی کی ہے کیونکہ گولی کے گزرنے کا رخ صاف بتا رہا ہے کہ کنپٹی پر پستول رکھ کر خود گولی چلائی گئی ہے۔ علاوہ ازیں اگر باہر سے حملہ ہوا ہوتا تو کمروں کا سامان تتر بتر

ہوتا۔ زمین پر کشمکش کے نشان ہوتے۔ مرنیوالوں کے تڑپنے کے آثار ہوتے اور سب سے زیادہ یہ ہے کہ گولیاں سب کی کنپٹیوں ہی پر کیوں لگتیں کسی کے کہیں لگتی کسی کے کہیں۔ خیر یہ سب نے مان لیا کہ یہ خودکشی کی صورت ہے لیکن یہ سوال باقی رہ گیا کہ آخر اتنے بھلے مانسوں کو ایک دم خودکشی کرنے کا یہ شوق کیوں پیدا ہوا اور اسی سوال کو حل کرنے کی قسم ہو سیو آندرے کھا بیٹھے۔ گو میں نے بہت کچھ سمجھایا بھی کہ بھئی جانے دو اب گڑے مردے اکھیڑنے سے کیا فائدہ؟ بہرحال ساری رات ان مردوں کو دفن کرنے میں گزری صبح ہوتے ہوتے اس کام سے فارغ ہوئے، اب کرنیل صاحب کا حکم ہوا کہ قلعہ میں فرانسیسی جھنڈا بلند کیا جائے اور جھنڈے کی سلامی کے لئے فوج تین فیر کرے۔ جھنڈا اڑانے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ کیونکہ پہلے ہی سے بڑے دروازہ کے اوپر باڈا لگا ہوا تھا۔ الغرض نیلی، سفید، د سرخ پٹیوں کا جھنڈا نکالا گیا۔ ایک صاحب نے بڑی مشکل سے باڈے پر چڑھ کر "چرکی" میں رسی ڈالی۔ جھنڈے کے دو کونے اس رسی میں باندھے گئے۔ ہمارے ساتھ کے ۹ سپاہی وردیاں پہن کر بندوقیں لے اور لائن باندھ کھڑے ہوگئے۔ بگلچی نے بگل بجایا جھنڈا باڈے پر چڑھا بندوقچیوں نے بندوقوں کے فیر کئے۔ لیکن فیر کے ساتھ ہی قلعہ میں ایک آفت بپا ہوگئی۔ قلعہ کا کوئی کونہ ایسا نہ تھا جہاں سے چیخ چیخ کر رونے کی آواز نہ آتی ہو۔ ابھی یہ رونا پیٹنا ہو ہی رہا تھا کہ جھنڈا باڈے پر بھڑبھڑ کر کے جلنے لگا اور تھوڑی دیر میں فقط جلی ہوئی رسی نیچے آن پڑی فوج والوں کو دوبارہ فیر کرنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی مگر کرنیل صاحب کے حکم سے دوبارہ بگل بجا اور فیر ہوا اس مرتبہ پہلے سے زیادہ آہ و بکا کی آوازیں بلند ہوئیں بس یہ معلوم ہوتا تھا کہ قیامت آگئی ہے اور سارے مردے اللہ میاں کی دہائی دے رہے ہیں ہر طرف یہ دیکھنے کے لئے آدمی دوڑائے گئے کہ آخر یہ آوازیں آ کہاں سے رہی ہیں۔ مگر کچھ پتہ نہ چلا۔ بچارے حمالوں کی تو یہ حالت تھی کہ کاٹو تو بدن میں خون نہیں مگر "زمین سخت ہے آسمان دور ہے" والا معاملہ تھا۔ آخر جاتے تو کیونکر جاتے۔ اور کہاں جاتے۔ کرنیل صاحب تیسرا فیر بھی کروانا چاہتے تھے لیکن میرے اس کہنے کو مان گئے کہ کیوں خواہ مخواہ کارتوسوں کا نقصان کر رہے ہو ممکن ہے آئندہ ان کی ضرورت پڑے۔ غرض کوئی آدھے گھنٹہ کے بعد رونے پیٹنے کا غل و شور بھی جاتا رہا۔ اس کے بعد سب کو آرام لینے کا خیال آیا۔ اتنے دنوں کے تھکے ہوئے تھے ساری رات مردوں کے دفن کرنے اور قلعہ کا انتظام کرنے میں گزری تھی، پڑ کر ایسے سوئے کہ شام کی خبر لائے، اب کھانے کی سوجھی، حمالوں کے ساتھ آٹا تھا انہوں نے نورڈیا ٹھونکی اور دال پکا کر کھانا شروع کیا۔ لیکن ہمارے صاحب بہادروں پر ایک دوسری مصیبت آئی۔

ٹین کے بند ڈبوں میں ہر قسم کا سامان تھا۔ گوشت۔ مچھلی گھونگے۔ اطمینان تھا کہ کھانے کے وقت کھول ہیں گے کھا لینگے۔ اب جو کھانے کا وقت آیا اور گوشت کا ڈبہ کھولا گیا تو اس میں سے مرے ہوئے چوہے نکلے مچھلی کے دو ٹینوں میں سے مینڈک برآمد ہوتے اور گھونگوں کے ٹینوں میں سیپیاں نکلیں غنیمت یہ ہوا کہ دو چار ڈبے صحیح سالم اپنی اصلی حالت میں تھے اس لئے رات کا کھانا کسی نہ کسی طرح بنڑ گیا۔ لیکن ہر شخص حیران تھا کہ یا اللہ یہ کیا معاملہ ہے۔ ڈبوں کو کسی نے ہاتھ تک نہیں لگایا جس طرح آئے تھے اسی طرح بند کوٹھری میں رکھے رہے۔ پھر ان میں سے یہ عجیب و غریب چیزیں کیوں نکل رہی ہیں۔ اور سب سے بڑا سوال یہ ہے کہ آئندہ کیسے گزر ہوگی۔ ڈبوں کا ڈھیر کا ڈھیر ساتھ ہے لیکن اگر سب کی یہی حالت ہوئی تو یہ سامان کتنے دن چلے گا آخر اسی وقت ایک جنگی کونسل منعقد ہوئی اور قرار پایا کہ کل چند مسلح جوان جائیں اور گاؤں والوں سے بھیڑیں خرید کر لائیں اگر قیمت سے نہ دیں تو زبردستی چھین لائیں۔ حمالوں کو ان ڈبوں والی کارروائی کی اطلاع نہیں دی گئی کیونکہ ڈر تھا کہ یہ لوگ اگر بھاگ نکلے تو پھر سب کا اللہ ہی مالک ہے۔ خدا خدا کر کے صبح ہوئی۔ چار جوانوں کی ایک پارٹی نشان چو کے ساتھ لا استاگئی۔ قلعہ میں ہم نے یہ کیا کہ گولہ بارود مشین گن اور بندوقوں کو نہایت احتیاط سے ایک کوٹھری میں بند کر دیا۔ کھانے پکانے کی چیزیں فرانسیسی (جیف)، باورچی کے سپرد ہوئیں اس نے ایک کوٹھری میں ان کو رکھ کر باہر بڑا قفل ڈال دیا۔ باقاعدہ پہرے تقسیم ہوئے۔ غرض اسی رکھ ڈھک میں بارہ بج گئے، اتنے میں وہ لوگ بھی واپس آ گئے جو بھیڑیں لانے گئے تھے۔ یہ اپنے ساتھ پندرہ بھیڑیں لائے۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی بیان کیا کہ گاؤں والوں نے بھیڑیں دینے میں کچھ بھی چوں و چرا نہیں کی قیمت لیکر چپکے سے بھیڑیں ساتھ کر دیں اور یہ بھی کہہ دیا کہ آئندہ جس چیز کی ضرورت ہو آ کر لیجاؤ۔ مگر مال کی قیمت نقد دینی ہوگی۔ چلو کھانے پینے کی طرف سے تو اطمینان ہو گیا۔ بھیڑیں بھی باورچی صاحب کے سپرد ہوئیں اور حکم ہوا کہ روز ایک بھیڑ صبح کو اور ایک شام کو کاٹی جائے اور ہمارے کھانے سے جو گوشت بچے وہ حمالوں کو دیدیا جائے۔ رات کا کھانا انہیں ڈبوں پر چلا اس دفعہ بھی کچھ ڈبے اچھے نکلے اور کچھ خراب مگر کام چل گیا۔

صبح کو ہم میں سے کچھ سو کر اٹھے تھے، کچھ سو رہے تھے کہ باورچی خانہ کی طرف سے یک غل و شور اٹھا وہ تھوڑی ہی دیر میں باورچی صاحب پریشان حال چیختے چلاتے کانپتے لرزتے کرنل صاحب کی کوٹھری میں آئے، میں بھی وہیں سو رہا تھا اس غل شور سے میری آنکھ بھی کھل گئی فوج والے کوٹھری کے باہر آ کر جمع ہو گئے۔ باورچی صاحب کچھ کہتے تھے مگر ان کی بات خاک سمجھ میں نہیں آتی تھی، بڑی دیر کے بعد یہ سب سمجھ میں آیا کہ جو بھیڑیں کل آئی تھیں وہ سب گدھے بن گئیں اور بچی بھی اس حساب سے کہ ہر تین بھیڑ کا ایک گدھا۔ یہ ذرا ٹیڑھی خبر تھی بھیڑ گوشت تو بن سکتی ہے مگر گدھا بنتے ہوئے نہ کبھی دیکھا اور نہ سنا۔ پہلے تو کسی کو یقین نہیں آیا مگر جب باورچی خانہ کے برابر والی کوٹھری میں جا کر دیکھا تو سب کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ دریافت کرنے پر یہ بھی معلوم ہوا کہ رات کو اس کوٹھری پر قفل تھا اور اس کے باہر ہی ایک فوجی جوان پہرہ پر تھا۔ خیر جو کچھ خدا دکھائے سو لاچار دیکھنا۔ یہ کہہ کر اس کوٹھری پر پھر قفل ڈال دیا گیا۔ اور دوبارہ کونسل منعقد ہوئی بہت کچھ بحث مباحثہ کے بعد قرار پایا کہ ان گدھوں کو گاؤں والوں کو دیا جائے اور ان کے بدلے بھیڑیں لی جائیں۔ اگر اس ادلا بدلی میں کچھ نقصان بھی ہو جائے تو کچھ ہرج نہیں ہے۔ اس تصفیہ کے بعد اراکین کونسل باہر آئے دو فوجیوں کو اس کام کے لئے منتخب کیا گیا۔ کوٹھری کا دروازہ باورچی صاحب نے کھولا اور کھولتے ہی ایک چیخ ماری۔ ان کی چیخ سن کر سب ادھر بھاگے کیا دیکھتے ہیں کہ اس کوٹھری میں جا بجا اس کے گدھے مزے سے ٹہل رہے ہیں دروازہ کھلتے ہی یہ سب کے سب باہر نکلے اور اڑ گئے اب رہے گدھے تو وہ گدھے کے سینگوں کی طرح غائب تھے۔ اس واقعہ نے حمالوں کے تو کیا خود کرنل صاحب تک کے ہوش و حواس کھو دیے۔ اب رہا میں تو میری کیا پوچھتے ہو۔ ہم ہندوستانی تو ڈرنے کے لئے پیدا ہی ہوئے ہیں تھوڑی دیر بعد سب کے ذرا اوسان درست ہوئے اندر کوٹھری میں جا کر دیکھا کہ کوئی چور راستہ تو نہیں ہے۔ جہاں سے یہ الٹ پلٹ ہو رہی ہو ساری کی ساری کوٹھری بڑے بڑے مضبوط پتھروں کی تھی اور دروازہ تو کیا اس میں ایسا کوئی چھید نہیں تھا کہ جو اندر آ سکے یا باہر جا سکے آخر سب پریشان ہو کر باہر آئے اور پھر انہیں ٹین کے ڈبوں کے سامان پر دونوں وقت گزارے مگر مصیبت یہ آئی کہ حمالوں اور فوج والوں میں کھسر پھسر شروع ہوئی اور اب یہ ڈر پیدا ہو گیا کہ کہیں یہ لوگ ہم سب کو چھوڑ کر بھاگ نہ جائیں۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ بدھ کی رات تھی جو ایک دوسرا عجیب واقعہ پیش آیا آدھی رات گزری ہوگی کہ غل شور اور رونے پیٹنے کی آوازیں آنی شروع ہوئیں۔ یہ آوازیں قلعہ میں سے نہیں بلکہ لاشا کی طرف سے آ رہی تھیں۔ ہم سب اپنی اپنی کوٹھریوں میں سے باہر نکل آئے کیا دیکھتے ہیں کہ لاشا اور اس کی خانقاہیں آگ لگی ہوئی ہے اور شعلے آسمان کو جا رہے ہیں۔ اندھیری رات تھی اس لئے یہ منظر اور بھی زیادہ خوفناک ہو گیا تھا جھونپڑے زیادہ تر لکڑی اور تختوں کے تھے اس لئے تھوڑی ہی دیر میں جل کر خاک ہو گئے۔ ارادہ تو ہوا کہ چل کر ان مصیبت زدوں کی مدد کریں مگر فاصلہ زیادہ تھا اور راستہ خراب اس لئے یہ ارادہ ترک کرنا پڑا۔ اور سب افسوس کرتے ہوئے اپنے اپنے بستروں پر جا کر سو رہے۔ لاشا جانے کے ارادہ سے صبح ذرا سویرے ہی اٹھے اب جو دیکھتے ہیں تو لاشا جیسا پہلے تھا ویسے کا ویسا اپنی جگہ موجود ہے اب یہ حال ہے کہ ایک دوسرے کی شکل دیکھتا ہے اور حیران ہوتا ہے کہ یا اللہ رات کو جو کچھ سب نے دیکھا وہ خواب تھا یا نظر کا دھوکا۔ بہرحال بہت کچھ سوچنے کے بعد بھی یہ معمہ حل نہ ہوا۔ جمعرات کی رات کو ایک اور مصیبت نازل ہوئی۔ رات کے کوئی دو بجے ہوں گے کہ بادل کی گرج اور بجلی کی کڑک کا وہ زور ہوا کہ سب کی آنکھ کھل گئی تھوڑی دیر بعد یہ معلوم ہوا کہ بڑے زور سے اولے پڑ رہے ہیں۔ باہر حمالوں نے غل مچانا شروع کیا اور ساتھ ہی سب کے سب بھاگ کر ہماری کوٹھریوں میں گھس آئے اور بیان کیا کہ صحن میں پتھروں کی بارش ہو رہی ہے اس وقت تو کسی کو باہر نکلنے کی ہمت نہیں ہوئی لیکن جب یہ طوفان ختم ہوا اس وقت صحن میں نکلے مگر اندھیرے کی وجہ سے کچھ نظر نہ آیا اسی گڑبڑ میں پو پھٹ گئی کیا دیکھتے ہیں کہ قلعہ کے صحن میں اس سرے سے اس سرے تک چھوٹے چھوٹے پتھروں کی ایک موٹی تہہ جم گئی ہے۔ قلعہ میں کہیں بھی کوئی ایسی جگہ نہ تھی جہاں یہ پتھر نہ ہوں۔ اب ہم سب کے حواس باختہ ہونے لگے۔ کیونکہ اب تک جو ہوتا تھا وہ صرف تماشہ تھا اور اب باقاعدہ جنگ کا نقشہ تیار ہو گیا تھا ہر چند کہ جب اس طرح سنگباری ہو اور مارنے والا دکھائی نہ دے تو قلعہ میں گزر ہو تو کیسے ہو۔ یہ خیال بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ یہ کرتوت لاشا والوں کے ہیں کیونکہ وہ بیچارے اول تو آدھ میل دور تھے دوسرے قلعہ میں ان کے پہنچنے کی کوئی صورت بھی نہیں تھی جمعہ کے روز کوئی دس بجے حمالوں کا وفد آیا اور انہوں نے صاف کہہ دیا کہ اب ہم اس قلعہ میں نہیں رہ سکتے۔ لاشا والے جادوگر ہیں اور بھوت پریت ان کے بس میں ہیں اس لئے اب یہاں ٹھہرنا مفت میں اپنی جان کھونا ہے۔ ان کو ہزار سمجھایا مگر وہ نہیں مانے۔ آخر یہ تصفیہ ہوا کہ اگر اتوار تک یہ تماشہ موقوف نہ ہوا

تو پھر کل صبح کو قلعہ سے روانہ ہو جائیں گے۔ وہ لوگ بڑی مشکل سے اس پر راضی ہوئے مگر یہ شرط لگادی کہ رات کے وقت ہم صحن میں نہیں سوئیں گے فوج والوں کے ساتھ سوئیں گے۔ بہر حال یہ دن بھی بڑی مصیبت سے کسی نہ کسی طرح کٹ گیا۔ خیال تھا کہ آج رات کو بھی کوئی نہ کوئی شگوفہ کھلے گا مگر باہر کوئی ہلچل نہیں ہوئی۔ میں نے پہلے ہی کہا ہے کہ میں اور موسیو آندرے ایک ہی کوٹھری میں سفری پلنگوں پر سوتے تھے میں کچھ جاگ رہا تھا کچھ سو رہا تھا کہ موسیو آندرے نے کہا "مسٹر تم میرے پلنگ پر کیوں آگئے۔" تب میں نے جواب دیا "موسیو میں تو اپنے پلنگ پر ہوں آخر تمہارے پلنگ پر کیوں آنے لگا۔" انہوں نے کہا "تو پھر یہ میری کمر سے لگا کون بیٹھا ہے"۔ یہ سنکر میں اٹھ بیٹھا۔ بیٹری کی روشنی ڈالی کیا دیکھتا ہوں کہ موٹا سا ایک تکیہ موسیو آندرے کی کمر کے پیچھے رکھا ہے اس گڑبڑ میں وہ بھی اٹھ بیٹھے اب جو دیکھتے ہیں تو وہ تکیہ نہیں انکے بھائی کی لاش ہے اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا سانس نیچے رہ گیا آخر چپکے چپکے تو تین فوجیوں کو جگایا اور صحن میں تھوڑا سا گڑھا کھود کر وہ لاش دفن کردی اسکے بعد ذرا اطمینان کا سانس لیکر کوٹھری میں آئے وہاں دیکھا تو یہ دیکھا کہ ایک دوسری لاش میرے پلنگ پر موجود ہے۔ صبح ہو رہی تھی اسلئے سوائے اسکے اور کوئی ترکیب سمجھ میں نہیں آئی کہ باہر آکر کمرے کو بند کردیں اور ان بیہودہ اور خطرناک مذاق کرنیوالوں سے کہدیں کہ "لو بھئی اب تم اس کمرے کو لاشوں سے بھردو۔"

خیر خدا خدا کر کے صبح ہوئی اور چلنے کا پروگرام بنانے کیلئے موسیو آندرے کپتان ہنری لفٹنٹ مراٹ ڈاکٹر جینا ڈاکٹر لیبان اور میں ایک جگہ جمع ہوئے اور قرار پایا کہ اب یہاں سے چل دینا ہی بہتر ہے۔ یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ کپتان ہنری نے اپنے سگریٹ کیس میں سے ایک سگریٹ نکالکر سلگایا دو تین ہی کش لئے ہونگے کہ انکی حالت بدلنی شروع ہوئی۔ ہاتھ پاؤں میں تشنج ہونے لگا اور انہوں نے خود اپنا گلا گھونٹنا شروع کیا یہ دیکھکر ہم سب گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے بڑی مشکل سے انکا گلا انکے ہاتھوں سے چھڑایا لیکن انکی یہ حالت تھی کہ ذرا گرفت ڈھیلی ہوئی اور انکے ہاتھ گلے پر پہنچے کہیں آدھ گھنٹہ میں جاکر انکی حالت درست ہوئی۔ موسیو آندرے نے کہا "عزیزو اب یہاں ٹھیرنا خطرناک ہے خدا معلوم اسکے بعد کون اپنا گلا گھونٹ کر مر جائے سب سے پہلے تو یہ کرو کہ جتنے سگریٹ اس وقت ہمارے پاس ہیں سب کو جلا کر خاک کردو اسکے بعد اسباب باندھو اور اس قلعہ کو خیر باد کہو" یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ میرا خیال سٹرنی ہولر کی ایک کتاب "کورٹ پیلڈی میں موت" کی طرف گیا اور میں نے کہا "موسیو آندرے اب یہ معاملات بجائے الجھنے کے سلجھ رہے ہیں اور مجھ کو یقین ہوگیا ہے کہ ان تمام کارروائیوں میں انسانی افعال کو دخل ہے۔ جہاں تک میرا خیال ہے کپتان ہنری کے سگریٹ میں کرسلا زہر کی پتی تھی"۔ ڈاکٹر لیبان نے کہا کہ "ہاں مجھے بھی یہ رائے صحیح معلوم ہوتی ہے کوئی سات آٹھ برس کا ذکر ہے کہ جرمنی میں اسی طرح کی کئی وارداتیں ہوئی تھیں۔ کونٹ سٹرا سین کے جتنے رشتہ دار تھے وہ سب ایک ایک کر کے اسی طرح اپنا گلا گھونٹ کر مرے تھے اور سب کی جائدادیں کونٹ کے قبضہ میں آئی تھیں اس سے سارے جرمنی میں ایک ہلچل پڑگئی تھی یورپ کے تمام بڑے بڑے ڈاکٹروں نے ان مرنیوالوں کی لاشوں کا معائنہ کیا مگر کوئی زہر کا پتہ نہیں چلا پھر بھی کونٹ سٹرا سین کے متعلق اس قدر قوی شبہ تھا کہ اسکا سزا سے بچنا ذرا مشکل ہی معلوم ہوتا تھا لیکن وہ جرمنی سے بھاگ گیا اور اب خدا جانے کہاں ہے اسکے بھاگنے کے بعد کرسلا کے متعلق بھی کچھ تھوڑی بہت معلومات ہوگئی مگر ابھی تک اس پتی کو کوئی حاصل تو نہ کرسکا مگر یہ یقینی امر ہے کہ یہ پتی افریقہ میں پیدا ہوتی ہے اور وہاں کی ایک قوم زابو (ZABV) کو اس کا حال معلوم ہے اس قوم میں حرام کاری سب سے بڑا جرم ہے اور وہاں ایسے شخص کی یہ سزا ہے کہ پانی میں پیسکر یہ پتی پلائی جاتی ہے اور وہ خود اپنا گلا گھونٹ کر مر جاتا ہے۔" ڈاکٹر جینا نے کہا "ڈاکٹر کیا تم نے بھی اس پتی کے اثرات کے متعلق کچھ معلوم کیا" ڈاکٹر لیبان نے کہا "ہاں جن سگریٹوں کو پیکر کونٹ سٹرا سین کے دوست مرے تھے انکے کچھ ٹکڑے باقی بچ گئے تھے اس پتی کے متعلق جو ڈاکٹر دریافت کر رہے تھے انہوں نے یہ سگریٹ دو تین ایسے لوگوں کو پلائے جنکو عدالت سے قتل کی سزا ہوئی تھی اور ہر صورت میں یہ ہوا کہ دو تین کش لینے کے بعد پینے والے کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا سگریٹ گر گیا اس کے حلق سے بری بری آوازیں نکلنے لگیں اور اسکے ہاتھ اس طرح اکڑنے لگے گویا وہ کسی چیز کو پکڑنا چاہتا ہے رفتہ رفتہ یہ ہاتھ اسکے گلے کی طرف بڑھے اس نے اپنا گلا گھونٹنا شروع کیا اور اتنا گھونٹا کہ دم نکل گیا"۔ یہ سنکر تمام مجلس میں ایک سناٹا سا ہوگیا۔ اس خاموشی کو میں نے توڑا اور کہا "موسیو آندرے کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ کونٹ سٹرا سین اس خانقاہ میں موجود ہو اور اسی کے یہ سارے کرتوت ہوں، ہاں خوب یاد آیا آپ نے اخباروں میں پڑھا ہوگا کہ کئی سال ہوئے ایک یورپین کو لاسہ کے بڑے لاما نے لاما بنایا تھا میں سمجھتا ہوں کہ لاستا کا لاما یہ وہی کونٹ اسٹرا سین ہے کیونکہ اول تو یہ منہ پر نقاب ڈالے رہتا ہے دوسرے اسکا لہجہ بھی کچھ چینیوں کا سا نہیں ہے اور میری رائے میں وہ لاستا میں کسی باہر والے اور خاصکر یورپ والے کو اس لئے نہیں رہنے دیتا کہ بھانڈا نہ پھوٹ جائے اور گرفتار ہوکر اسے اپنے کرتوتوں کی سزا نہ بھگتنی پڑے"۔ میری اس رائے کو سب نے تسلیم کیا اور

آخر یہ فیصلہ ہوا کہ آج ہی شام کو لاستا کی خانقاہ پر حملہ بول دیا جائے۔ زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ کچھ سپاہی ہلاک ہوں گے۔ مگر روپیہ بہت آسانی سے [illegible] دیا جائیگا۔ کونسل برخاست ہوئی۔ سامان سمٹنا شروع ہوا اور سب میں یہ مشہور کر دیا گیا کہ ہم اب سیدھے ہندوستان جا رہے ہیں۔ سہ پہر کو ٹھیک ساڑھے تین بجے ہمارا قافلہ قلعہ سے نکلا۔ راستہ لاستا کے پہلو سے گیا تھا گاؤں والے ہماری روانگی دیکھنے نکل آئے تھے سیدھے جاتے جاتے یک دفعہ ہی ہماری فوج مڑی گاؤں میں گھسی اور خانقاہ پر قبضہ کر لیا۔ لاما کو ایک اندھیری کوٹھری میں سے گھسیٹ کر باہر لائے ان کی تلاشی لی گئی ان سے کونٹ شتراسیمن نکلے۔ اس کے بعد زمرد کی تلاشی ہوئی۔ ایک چھوٹا سا زمرد کونٹ شتراسیمن کے کمرے میں سے نکلا پرکھنے پر معلوم ہوا کہ یہ زمرد نہیں ہے۔ بلکہ سبز رنگ کا ایک پتھر ہے جو لاستا میں پیدا ہوتا ہے۔ مسٹر شتراسیمن نے خانقاہ کی وقعت بڑھانے کے لئے دنیا بھر میں مشہور کر دیا تھا کہ یہ زمرد مرتے وقت بودھ کے گلے میں تھا۔ جو زمرد لاما صاحب کے کمرے میں سے نکلے تھے وہ ہم نے آپس میں تقسیم کر لئے چنانچہ میری سبز رنگ جو میری رسٹ واچ ہے وہ انہی میں کا ایک زمرد ہے۔ اس کے بعد کونٹ شتراسیمن کے بارے میں فیصلہ کرنا تھا کیونکہ انہی کی بدمعاشیوں کی وجہ سے موسیو جولیان اور اس کے قافلہ والے مرے تھے۔ بعد غور کامل تجویز ہوئی کہ ان کو سگریٹ کا وہ ٹکڑا پلایا جائے جو کپتان ہنری کے پینے سے بچ رہا تھا۔ پہلے تو کونٹ صاحب نے بہت ہچر مچر کی مگر جب ان سے کہا گیا کہ اگر سگریٹ نہ پیوگے تو ابھی پھانسی پر چڑھا دیئے جاؤ گے اسوقت انہوں نے سگریٹ پیا اور اپنا گلا گھونٹ کر آپ مر گئے۔"

میں نے کہا "بھائی ابا۔ کیا وہ باتیں بھی حل ہوئیں جو قلعہ میں پیش آئی تھیں؟" کہنے لگے کیوں نہیں۔ کونٹ نے مرتے وقت سارے راز بتا دیئے یہ بالکل معمولی چیزیں تھیں ذرا [illegible] تم خود ہی حل کر لیتے۔ میں نے کہا تو آخر وہ بھی کیا بات؟" کہنے لگے یہ مجھ سے نہ پوچھو ان سے پوچھو جنہوں نے یہ خطرناک فسانے لکھے ہیں انہی سے ایسی گتھیاں سلجھ سکتی ہیں یہ کہہ کر بھائی ابا اٹھ کھڑے ہوئے اور باہر چلے گئے وہ دن اور آج کا دن ہزاروں دفعہ ان سے یہ راز معلوم کرنیکی ہم سب نے کوشش کی مگر کارگر نہ ہوئی۔ اب آپ ہی بتائیے کہ بھائی ابا نے یہ سچا واقعہ بیان کیا ہے یا وہ بھی انہیں خطرناک افسانہ نویسوں میں سے ہیں جنکی تعریف قصہ کہنے سے پہلے

بیا اور اُس کا گھونسلا

بیا چڑیا کے برابر زرد رنگ کا ایک پرندہ ہے غضب کا جفاکش عقیل اور دور اندیش ہر کام اس ہوشیاری سے کرتا ہے کہ بڑے بڑے سمجھدار انسانوں کی عقل بھی دیکھ کر دنگ رہ جاتی ہے۔ غیرت اور محبت کے جذبات بھی اس میں موجود ہیں ہم جنسوں سے محبت اور ہمدردی بھی کرتے ہیں مگر ہیں بڑا خوددار اور بلا کا غصیل ہے اگر کوئی ناخوشگوار بات سن لے یا اسکے خلاف طبیعت کوئی حرکت ہو تو بس فوراً لڑنے لگتا ہے۔ [illegible] اپنا گھونسلا محنت سے تیار کرتا ہے اگر نوچ نوچ کر برباد کر دیا جائے تو انڈے توڑ پھوڑ کر پھینک دیتا ہے حتیٰ کہ اپنے جوڑے تک کو بھی مار دینے پر تیار ہو جاتا ہے بلکہ اکثر مار بھی ڈالتا ہے۔ بیا بڑی عقلمندی اور خوبی سے نہایت آرام دہ گھونسلا بناتا ہے۔ جو لمبا اور گول اور بڑا مضبوط ہوتا ہے مادہ کو اس کی تکلیف کا بڑا احساس ہوتا ہے وہ گھونسلا بنانے میں اس کی بڑی مدد کرتی ہے اس کے بنانے کیلئے سامان لا لا کر اسے دیتی ہے اور وہ نہایت صفائی سے آہستہ آہستہ گھونسلا تیار کرتا ہے۔ بیا اپنے آشیانے میں صرف برسات کے موسم میں رہتا ہے ورنہ عام طور پر سیر و سیاحت اور دیکھ بھال میں مصروف رہتا ہے اس کی دانائی دیکھیے کہ بچوں کے لئے علیحدہ کمرہ بناتا ہے اور پھر یہی دور اندیشی کہ ان کی دلچسپی اور خوشی کے واسطے ان کے گھونسلے میں ایک جھولا سا ڈال دیتا ہے جس میں وہ سارے دن جھولتے رہتے ہیں بچوں کے پاس رات کو مادہ رہتی ہے اور نر اپنے آشیانے میں جس کو نہ اوس اور مینہ وغیرہ کا خوف نہ آندھی کا ڈر نہ طوفان کا اندیشہ گھونسلے میں دھوپ اور ہوا وغیرہ کی آمد و رفت کا خیال بھی رہتا ہے۔ غرض سرتاپا خوبصورت [illegible] معلوم ہوتا ہے یہ محض اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ اس نے اس ننھی سی جان کو اتنی سمجھ اور عقل دی ہے کہ انسان حیران رہ جاتے ہیں۔ اسکے بچے ابتدا میں بھورے رنگ کے ہوتے ہیں لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں ان کے بدن کے اوپر کا رنگ [illegible] ہو جاتا ہے بیا برسات کے موسم میں بہت زیادہ خوش رہتا ہے [illegible] سوئی میں دھاگا پرونا۔ توپ چھوڑنا اور بہت سے عجیب کرتب سیکھ جاتے ہیں۔

منہ کی صفائی اور پان

نومبر کے عصمت میں کبیرہ طلعہ صاحبہ قاسم نے "پان" کے عالمگیر رواج اور اس کے حسن و قبح پر نہایت قابلیت سے روشنی ڈالی ہے اور اسے دافع تعفن قرار دیتے ہوئے منہ کی صفائی کے لیے ناظرات عصمت کو اس کے استعمال کی رغبت دلائی ہے۔

عہد گذشتہ سے آج تک پان کے استعمال میں بہت سی جدت طرازیاں پیدا کر کے اسے جو فروغ دیا گیا ہے وہ سب کو معلوم ہے۔ چنانچہ مہمانوں کی خاطر و مدارات میں "برگ سبز است تحفہ درویش" مشہور خاص و عام ہے۔ قطع نظر ان لوگوں کے جو شوقیہ افزائش حسن اور آرائش و زیبائش کے لئے پان کھاتے ہیں۔ پان میں تمباکو کھانے والے اس کے عادی ہو جاتے ہیں، بلکہ نشہ پینے والے شوقین تو بغیر اس کے اپنے نشہ کو نامکمل ہی سمجھتے ہیں۔ بہت سے لوگ جب تک ان کے منہ میں پان نہ ہو۔ دنیا کا کوئی کام نہیں کر سکتے۔

بے شک شاہان مغلیہ اور بیگمات لکھنؤ نے اپنے حسن و سنگھار میں اضافہ کرنے کے لئے کئی اقسام کی خوشبویات اور طرح طرح کے خوش ذائقہ اجزاء سے مرکب اور مزین کر کے اسے عروج و کمال پر پہنچا دیا۔ اس طرح اسے خصوصاً ہندوستانی بیگمات کے سنگھار میں صف اول حاصل ہو گئی۔ ہندوستان میں پان کی سرخی نے ایسا رنگ پھیلایا کہ مغربی قومیں بھی اُسے اختیار کئے بغیر نہ رہ سکیں۔ چنانچہ ان کو لپ اسٹک ایجاد ہی کرنی پڑی۔ مگر باوجود ان سب خوبیوں کے جو افزائش حسن اور تمباکو کے نشہ کی تکمیل کے لئے حاصل ہیں پان کو منہ کی صفائی کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے لیکن یہ بات صرف اسی وقت تک رہ سکتی ہے جب تک کہ پان اور اس کی خوشبو منہ میں رہے۔ جیسے ہی پان ختم ہوا اس کی ساری خوبیاں بھی ختم ہو جاتی ہیں۔

منہ کی صفائی اور گندہ دہنی کے دور کرنے کے لئے پان کا استعمال مفید ہے یہ خیال صحیح نہیں۔ دراصل گندہ دہنی یا تعفن دہن کی دو وجوہ ہیں۔ ایک تو خرابی معدہ۔ دوسرے منہ اور دانتوں کی عدم صفائی۔ اگر خدانخواستہ معدہ قبض یا بدہضمی کے کسی مرض میں مبتلا ہے تو تنفس انسان کے منہ سے بدبودار ہو کر نکلتا ہے۔ اس قسم کی گندہ دہنی کا علاج معدہ کا علاج ہے نہ کہ پان کا عارضی استعمال اور اس کی خوشبویات و مرکبات۔ دانتوں کی عدم صفائی سے دانت کرم خوردہ ہو جاتے ہیں اور ان کے درمیان ایک خلا پیدا ہو جاتا ہے ایسی حالت میں منہ اور دانتوں کی صفائی کسی اچھے منجن اور مسواک کے استعمال سے کرنی چاہیئے ورنہ غذا کے ذریعے ان خلاؤں میں اٹک کر منہ میں سڑاند پیدا کر دیں گے جس سے مسوڑھے بھی متورم ہو جائیں گے اور ان میں پیپ و خون پیدا ہو کر منہ کی تعفن میں اضافہ کرنے کا باعث ہو کر مرض پائیوریا پیدا کر دیگا۔ دراصل گندہ دہنی ہی اس موذی مرض کا پیش خیمہ ہے۔

منہ، دانتوں اور معدہ کی عدم صفائی کی حالت میں پان اگر منہ کی صفائی کے لئے استعمال کیا جائے تو وہ ہرگز اس کے منافی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ پان کو گندہ دہنی یا پائیوریا کا علاج تصور کرنا غلطی میں داخل ہے۔ یہاں تک کہ اس کا کثرت سے استعمال کرنا منہ کی صفائی تو دوسری چیز رہی دانتوں تک کو غارت کر دیتا ہے۔ ایسی حالت یعنی پائیوریا پیدا ہو جانے کے بعد دونوں طرح کے علاج کرنے ضروری ہیں۔ پہلے منہ کی صفائی کے واسطے ایک ہلکا سا جلاب یا دو چار روز متواتر ملین ادویات کا استعمال کریں۔ ہلکی اور زود ہضم غذا۔ سبز ترکاریاں۔ اور فروٹ وغیرہ کھاتے رہیں۔ دیسی ادویات کے منجن اور کیکر یا نیم یا پیلو کی مسواک بھی نہایت ضروری چیز ہے۔ یہ ہر صبح نہار منہ روزانہ کچھ عرصہ تک جاری رہنی چاہیئے۔ انشاءاللہ بہت جلد آرام ہوگا۔ منہ کی حقیقی صفائی کے بعد پان کا استعمال بغرض افزائش حسن فوراً اعلیٰ نور ثابت ہوگا۔ لیکن یہ یاد رہے کہ دائرہ اعتدال سے تجاوز ہو کر نہ کھائیں۔ ورنہ پھر وہی پہلی سی صورت پیدا ہو جائے گی۔ پھر اس کا دور ہونا مشکل کیا ناممکن ہو جائیگا۔

گ۔ ن۔ کپور تھلہ

مگس بانی

(سلسلہ کے لئے اکتوبر ۴۲ء کا پرچہ دیکھئے)

ہندوستان کے مگس بان۔ ہمارے ملک میں پرانے زمانہ کے مگس بان زیادہ تر پہاڑی علاقوں میں پائے جاتے ہیں جو مکان کی دیواروں میں باہر کی طرف سے سوراخ کر کے پیچھے یعنی کمرہ کے اندر ایک مکس نما شگاف بنا دیتے ہیں پھر اس میں موسم بہار کے شروع میں شہد کا لیپ لگا دیتے ہیں اور مکس نما شگاف کو ایک لکڑی کے تختہ سے بند کر دیتے ہیں پھر ہوشیاری سے چاروں طرف نم مٹی لگا دیتے ہیں تاکہ شگاف مکمل طور پر بند اور تاریک ہو جائے۔ شہد کی خوشبو سے جنگل کی اڑتی ہوئی مونیں فریفتہ ہو کر وہاں آجاتی ہیں۔ اور اس دیوار کے شگاف میں چھتے بنا لیتی ہیں۔ مالک مکان سمجھتا ہے کہ گھر میں لکشمی آگئی۔ خیر رفتہ رفتہ مونیں قدرت کے بیشمار پھولوں سے رس لا لا کر شہد بنانا شروع کرتی ہیں۔ موسم بہار کے آخر میں جب وہ شہد خوب جمع کر لیتی ہیں تب مالک مکان ان شگافوں کو پیچھے سے کھولتا ہے اور کسی قدر دھواں دیکر مونوں کو بھگا دیتا ہے پھر شہد کے چھتے کاٹ لیتا ہے۔ اسی ترکیب سے ان مقامات پر درختوں کے کھوکھلوں یا مٹی کے برتنوں میں بھی مونیں پالی جاتی ہیں۔ اس قسم کی پرورش میدانی علاقوں میں بھی ہوتی ہے۔ جہاں شہد نکالنے کے کام میں بہت سے لوگ مشاق کہے جاتے ہیں۔ وہ درختوں پر چڑھ کر مونوں سے اپنے جسم کو محفوظ کئے ہوئے چھتے پر دھواں دکھاتے ہیں جس سے کچھ مونیں بیہوش ہو کر مر جاتی ہیں باقیہ چھتہ کو چھوڑ کر بھاگ جاتی ہیں اب چھتہ کاٹنے کے بعد وہ لوگ اپنی لاعلمی کی وجہ سے پورا چھتہ (جس میں انڈے بچے مونیں اور شہد سب موجود رہتے ہیں) ایک ساتھ نچوڑ لیتے ہیں۔ عموماً اس شہد نما مرکب کو چھاننے کے لئے جو کپڑا استعمال کیا جاتا ہے وہ بھی غلیظ ہوتا ہے یہی وہ گندہ شہد ہے جو ہمارے ملک کے بازاروں میں خالص شہد کے نام سے فروخت ہوتا ہے لیکن افسوس کہ استعمال کرنے والوں کو اس کا احساس تک نہیں ہوتا اور وہ گراں قیمت پر اس شہد کو نہایت شوق سے خرید لاتے ہیں۔ اگر … سیر یہ شہد مل جاتا ہے تو انہیں خوشی ہوتی ہے۔ جبکہ میں روزمرہ دیکھتی ہوں کہ جدید طریقہ سے نکالا ہوا صاف و شفاف شہد روپیہ ڈیڑھ روپیہ فی پونڈ یعنی دو روپیہ سے تین روپیہ فی سیر تک آسانی سے فروخت ہوتا ہے باہر کی مانگ کو چھوڑ کر … پڑی ہی ہیں کتنے معزز لوگ خود اس صنعت کو حاصل کرتے ہیں مغربی ممالک وغیرہ سے … جو شہد جنگ سے پہلے آتا تھا وہ بھی ۱۲ یا ۱۴ فی پونڈ سے کم قیمت پر نہیں دستیاب ہو سکتا تھا۔ اگر ہندوستان کے نوجوان مرد اور خواتین فن مگس بانی میں حصہ لیں تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ اپنا شہد اپنے ہی ملک میں عمدہ قیمتوں پر نہ فروخت کر سکیں۔ ساتھ ہی ساتھ اگر یہاں مگس بانوں کی تعداد روز بروز اضافہ ہوتا جائیگا۔ تو مجھے یقین ہے کہ ہندوستان کو شہد کے لئے غیر ممالک کا محتاج نہ بننا پڑیگا اور نہ ملک کی زبردست دولت اس طرح ضائع ہوگی۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ ہمارے ملک میں کم از کم ۵۰ ہزار من شہد ہر سال حاصل کیا جا سکتا ہے لیکن افسوس کہ فی الحال ہم اس کا بیسواں حصہ یعنی ۵ فیصدی بھی شہد نہیں اکٹھا کرتے۔ گذشتہ سال اپریل ۱۹۴۲ء … ڈاکٹر پروتھی نے نئی دہلی میں بسلسلہ سالانہ اجلاس آل انڈیا … دوران تقریر میں فرمایا کہ ہمارے ملک میں اتنا شہد فراہم کیا جا سکتا ہے جو ہندوستان ہی کی مانگ نہیں بلکہ دنیا کے تمام ممالک کی ضروریات کو بآسانی پورا کر سکتا ہے۔

جدید مگس بانی کے اصول سولہویں صدی تک یورپ اور امریکہ میں بھی ہندوستان کی طرح پرانی مگس بانی رائج تھی جس میں مونوں کی جانیں لینے کے بعد لوگ شہد حاصل کرتے تھے لیکن رفتہ رفتہ اس بے رحم بانو کو رفع کرنے کی کوشش کی گئی۔ اس جدوجہد میں مغرب کے مگس بانوں نے اپنی عمریں صرف کر دیں تب ان کے یہاں اس زمانہ پر اور اس سے پہلے سے مگس بانی نئے ڈھنگ پر نشوونما پا رہی ہے۔ سترھویں صدی میں یورپ کا زبردست مگس بان ہیوبر فرانسیسی پیدا ہوا جو عالم شباب میں نابینا ہو گیا اس نے اپنی ساری عمر اس فن پر چھان بین کرنے میں گزاری گو کہ اسکی آنکھیں بیکار ہو چکی تھیں لیکن وہ اپنی محبوب بیوی اور وفادار نوکر برنس کی آنکھوں سے تجربات کے نتیجے دیکھتا تھا۔ اسی نابینا مگس بان کی کامیاب کوششوں کا نتیجہ ہے کہ مگس بانی کی دنیا میں ایک نئی

روشنی آتی ہے۔ اسی لیئے یہ "فادر آف ماڈرن بی کیپنگ" کہا جاتا ہے۔ اسی طرح ڈاکٹر سی سی ملر نے امریکہ ۱۱ سال تک مسلسل اس فن میں نقصان اٹھانے کے بعد دنیا کو یہ ثابت کر کے دکھا دیا کہ فن مگس بانی بھی لوگوں کے لئے ذریعہ معاش بن سکتا ہے۔ جدید مگس بانی کو فروغ دینے میں فادر لینگسٹرتھ کی شخصیت بھی نہایت قابل قدر قرار دیجاتی ہے۔ ۱۸۵۱ء کا ذکر ہے کہ امریکہ کے انہیں فادر لینگسٹراتھ نے مونوں کے لئے ان کے قدرتی گھر سے بالکل ملتا جلتا ایک مصنوعی مکان بنایا جس میں انکے چھتے فریموں کے ساتھ اٹھا کر الگ الگ دیکھے جاسکیں۔ مگس بانی کی دنیا میں یہ ایک نہایت مفید اور حیرت انگیز ایجاد تھی، جدید مگس بانی کا سب سے بڑا اصول بھی یہی ہے کہ مونوں کو انکی قدرتی حالت میں مصنوعی مکانات کے اندر رکھا جا سکے اور ساتھ ہی ساتھ ہم ان کی عادات کے مطابق حسب خواہش معائنہ بھی کر سکیں۔ مونوں کے اس بکس نما مصنوعی مکان کو ہائیو (Hive) کہتے ہیں اب تو کئی طرز کے ہائیو رائج ہوگئے ہیں لیکن دنیا بھر میں سب سے زیادہ استعمال لینگسٹراتھ ہائیو (Langstroth Hive) کا ہوتا ہے یہ مقبول عام ہائیو اپنے موجد کے نام سے موسوم ہے۔ اس بنیادی اصول کے علاوہ مصنوعی طریقے سے خالص موم کی تہ بنانا اور اس پر ضرورت کے مطابق مونوں سے چھتہ بنوانا الگ الگ خانوں میں شہد جمع کرانا اور انڈے بچوں کی پرورش کا محدود حصوں میں انتظام کرنا نیز مشین کے ذریعہ خالص شہد نکال کر انہیں چھتوں کو بار بار استعمال کرنا، جدید مگس بانی کے چند اصول کہے جاسکتے ہیں۔

مونوں کی قسمیں

مونوں کے خاندان کا نام علم حیوانات میں اپیڈی (Apidae) ہے۔ اس خاندان میں تین قسمیں ہوتی ہیں جنکے سائنٹفک نام ایپس ڈارسٹیا ایپس فلوریا۔ اور ایپس انڈیکا ہیں یہ تینوں قسمیں شہد اکٹھا کرتی ہیں لیکن مگس بانی کے لئے صرف ایپس انڈیکا مفید کہی جاسکتی ہے اور لفظ مون سے یہی قسم مراد ہے۔ جسامت میں پہلی قسم ایپس ڈارسٹیا سب سے بڑی ہوتی ہے جسے سارنگ یا بھنور بھی کہا جاتا ہے۔ یہ کھلی ہوا اور روشنی میں رہتی ہے اپنے چھتے معتدل آب وہوا میں بناتی ہے۔ یہ چٹانوں، درختوں اور مکانوں کی چھتوں سے لٹکتے ہیں ایک کالونی (کنبہ) کا ایک چھتہ پانچ چھ فٹ لمبا اور دو فٹ چوڑا ہوتا ہے جس میں ایک سال کے اندر تقریباً ۸۰ پونڈ شہد جمع ہو جاتا ہے یہ قسم ہائیو میں نہیں رکھی جاسکتی (چونکہ کھلی جگہ اور روشنی ہی میں اسکا گذر ہے) کہا جاتا ہے کہ چھیڑنے سے انسان یا جانوروں کا میلوں پیچھا کرتی ہے اور پانی میں ڈبکی لگانے پر بھی نہیں چھوڑتی اس کے ڈنک بہت تیز اور زہریلے ہوتے ہیں اسے جالی میں رکھنے کی کوششیں ایک عرصہ سے ہو رہی ہیں۔ چونکہ دنیا میں سب سے زیادہ شہد جمع کرنیوالی یہی قسم ہے اور صرف ہندوستان میں پائی جاتی ہے، ممالک غیر سے بہت سے ماہرین اس مقصد سے کافی روپیہ خرچ کر کے آئے لیکن ناکامیاب رہے۔ ہندوستان میں بھی مسٹر ہاتین اور ڈاکٹر ملین نے متواتر اس قسم کو جالی میں قید کرنے کی تدبیریں کیں لیکن دونوں مگس بان اب تک اسے قابو میں نہ لاسکے۔

دوسری قسم ایپس فلوریا سب سے چھوٹی ہوتی ہے یہ بھی کھلے مقامات میں چھتہ بناتی ہے جیسے جھاڑی، درخت کی شاخ یا عمارت کا کونہ۔ چھتہ کی شکل ہتھیلی کی طرح ہوتی ہے۔ پہلی قسم کی طرح یہ بھی ہائیو میں نہیں رکھی جاسکتی۔ شہد بہت کم جمع کرتی ہے۔ مقدار تقریباً ۱ سے ۲ پونڈ سالانہ ہے۔ قدرتی مقامات سے اس کا شہد دواؤں کے لئے لوگ نکال لیتے ہیں۔

تیسری قسم ایپس انڈیکا۔ نہ تو زیادہ بڑی ہوتی ہے نہ چھوٹی۔ یہ کئی متوازی چھتے ایک ساتھ بناتی ہے تاریک اور محفوظ جگہوں میں چھتہ بنا کر رہتی ہے۔ مثلاً درخت کے کھوکھلے حصے، مٹی کے برتن اور دیواروں کے شگاف، اسی لئے یہ قسم ہائیو میں آسانی رکھی جاسکتی ہے۔ شہد کی اوسط [illegible] جدید طریقہ پر مگس بانی کرنے سے اور زیادہ پیداوار کی توقع کی جاسکتی ہے جیسے کوٹ [illegible] میں اوسط پیداوار [illegible] پونڈ سالانہ ہے۔ اس کے علاوہ صرف ایک ہائیو سے جو لیکوٹ اپیری میں گذشتہ سال ۸۲ پونڈ شہد نکالا گیا تھا۔ ہندوستان میں اب تک ایک ہائیو سے ایک سال کے اندر زیادہ سے زیادہ مقدار میں اتنا ہی شہد نکل سکا ہے۔

ایپس انڈیکا کے ڈنک پہلی قسم کی طرح زیادہ اثر نہیں کرتے۔ جبکہ فلوریا کا ڈنک نہایت خفیف سا ہوتا ہے۔ مگس بانی کے لئے سب سے موزوں قسم ایپس انڈیکا ہی قرار دی گئی ہے۔ جسے ہم مون کہتے ہیں۔ پہاڑی اضلاع میں اس کی جسامت بڑی، اور میدانی خطوں پر چھوٹی ہوتی ہے۔ (باقی آئندہ)

بیگم م۔ ح۔ ہاشمی

لب و لہجہ

ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے؟

انسان کو علم اللسان سے بہرہ ور کرنے کا مقصد بے پایاں ہے۔ خلاق عالم کو اپنی ہژدہ ہزار عالم کی تخلیق میں سے اس مشت خاکی کو تاج سروری سے مشرف کرنے کی غرض و غایت ہی یہ تھی کہ وہ اس کو بہترین مصرف میں لائے چنانچہ یہ غرض بڑی حد تک کامیاب ہوئی اسی نوت گفتاری کی بدولت وہ اشرف المخلوقات کہلاتا ہے عقل و فراست انسانی کا مظاہرہ کام و زبان سے سر انجام پاتا ہے۔ لیکن بعض تو اس سے فائدہ اور کامیابیاں، شہرت اور ناموری حاصل کرتے ہیں۔ اور بعض اپنی طرز گفتگو اور لب و لہجہ کی درشتگی کی وجہ سے بدنام اور قابل نفرت خیال کئے جاتے ہیں۔ مردوں کا یہ عیب تو خیر کسی طرح کھپ جاتا ہے۔ مگر عورتوں میں اس کی بری گت بنتی ہے۔ شیریں زبانی سے ہم دشمن کو بھی رام کر سکتے ہیں۔ مگر زبان سے کہی ہوئی بات کی مار دوست کو بھی دشمن بنا دیتی ہے۔ اور رفتہ رفتہ اپنی بدزبانی کی تلخی عورتوں کو سرکش اور مغرور بنا دیتی ہے۔

اس بری عادت کا انسداد بچپن میں ہو گیا تو خیر ورنہ عمر کے لحاظ سے اختیارات اور اقتدار کی وسعت کے ساتھ زبان کی تلخی بھی ترقی کرتی جاتی ہے۔ ہمیں اپنے بچوں کو اس کی صحیح تعلیم دینے کے لئے ان سے محبت اور نرمی سے گفتگو کرنے کی عادت پیدا کرنی چاہیئے بچے اپنے ماحول سے جس قدر اثر پذیر ہوتے ہیں۔ وہ سالہا سال کی تعلیم و تربیت سے حاصل نہیں کر سکتے۔ اکثر بہنیں تلخ کلامی میں کوئی خاص خوبی محسوس کرتی ہیں۔ اور اپنے ننھے معصوم بچوں سے ڈانٹ ڈپٹ سے پیش آتی ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اس کے عادی بن جاتے ہیں۔ ابتداً وہ ڈرتے ضرور ہیں۔ مگر جب دیکھتے ہیں کہ اماں جان مُردار۔ چڑیل۔ بدبخت کمینوں کے سوائے دوسرے الفاظ سے انہیں مخاطب ہی نہیں کرتیں اور ذرا ذرا سی غلطی پر گالیاں اور کوسنے دینے لگ جاتی ہیں تو وہ ابتدائی خوف وہراس بھی اُن کے دل سے دور ہو جاتا ہے اور وہ ان کو مستعمل الفاظ سمجھ کر اس کان سے سنتے اور اُس کان سے اڑا دیتے ہیں۔ اس کے بعد ہر موقعہ اور محل پر اپنے سے چھوٹوں یا ملازموں پر وہی لسانی دکھانے لگ جاتے ہیں۔ جن گھروں میں ایسی باتیں نہیں ہوتیں۔ ان کی طرز گفتگو شستہ اور لب و لہجہ نرم ہوتا ہے وہ ان کی تلخ کلامیوں کو بہت ہی بُرا سمجھتے ہیں۔ اگر اتفاق سے اس قسم کی لڑکیاں خوش مزاج اور شیریں زبان خاندان میں بیاہی جاتی ہیں۔ تو ان کے سسرال والے اس چھچھوری عادت کی وجہ سے انہیں ذلیل خیال کرنے لگتے ہیں یا اسی کے برعکس شیریں کلام نرم لہجہ میں گفتگو کرنے والی لڑکیوں کو اگر کسی تلخ گو خاندان میں بیاہ دیا جاتا ہے۔ تو ان کی زندگی دوبھر ہو جاتی ہے۔ اور وہ اس درشتگی کو خواہ وہ دوسروں کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو برداشت نہیں کر سکتیں۔ شوہر یا ساس سسرے یا نندوں اور دیوروں کے ترش فقرے اکثر تنہائی میں ان کو خون کے آنسو رلاتے ہیں۔ اور نازک دماغ پروردہ لڑکیوں کے لئے ایسے گھرانے میں گزر بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح عورتوں کی بدکلامی بھی ان کی خانگی مسرتوں کو تباہ کر ڈالتی ہے۔ شوہر اور بچوں کا دل زخمی ہو جاتا ہے۔ زبان کی چھری تیر و نشتر سے زیادہ کام کرتی ہے۔ اور نہ پڑی ہوئی عادت عمر کے ساتھ کم ہوتی ہے۔ بلکہ اس کی مثال بھی اس چھری جیسی ہوتی ہے۔ کہ جس قدر زیادہ استعمال ہوتی ہے اسی قدر اس میں تیزی پیدا ہو جاتی ہے۔ تلوار کے زخم یا برچھی کے گھاؤ سے بڑھ کر کسی کے طعن آمیز فقرے ہوا کرتے ہیں۔ کسی کی بے التفاتی سے اس قدر تکلیف نہیں ہوتی جس قدر کہ طعنہ زنی سے دلوں پر صدمہ ہوتا ہے۔

اکثر مائیں بچوں کی صغر سنی میں اس کی روک تھام نہیں کرتیں اور فرماتی ہیں کہ ابھی تو بچے ہیں۔ سمجھ دار ہونے پر آپ ہی خیال رکھنے لگ جائیں گے۔ مگر یہ نہیں سوچتیں کہ بڑے ہو کر یہی نرم و نازک پودے تن آور درخت بن جائیں گے۔ اس وقت ان کو سیدھا کرنا ناممکن ہو جائے گا۔ دور اندیش ماں باپ بچپن ہی سے ان باتوں کا خیال رکھتے ہیں۔ اور ترش روئی، تلخ کلامی۔ اور سخت لب و لہجہ کا استعمال ہرگز نہیں کرتے۔ اس لئے کہ طرز گفتگو کی خوبی سے وہ دنیا میں اپنا وقار قائم رکھ سکتی ہیں۔ مثلاً دو بہنیں ایک امیر کی صاحبزادیاں تھیں۔

پیدا ہوئی۔ ان کے لئے ایک سے ایک بیش قیمت لباس تیار ہوئے، گھر کی نوکر کی بھی ایک لڑکی ان لڑکیوں کی ہم عمر تھی بیگم کی لڑکیوں کے کپڑے دیکھ اس نے کہا کہ میں بھی اپنی ماں سے کہہ کر چھوٹی بیگم جیسا سبز جوڑہ بنواؤں گی۔ چھوٹی بیگم نے کہا چل ہٹ صورت نہ شکل بھاڑ میں سے نکل۔ تیری کالی صورت پر یہ سبز جوڑہ تو خوب رہے گا۔ بڑی صاحبزادی نے ایک شاندار قہقہہ لگایا۔ اور کہا "تو رے تیرا دماغ" ارے اتنے روپے تیری اماں کہاں سے لائے گی جو تیرے لئے ایسے کپڑے بنوائے گی۔ خبردار ہمارے کپڑوں کو ہاتھ نہ لگا میلے ہو جائینگے۔" ان کی امی کہیں کھڑی سُن رہی تھیں جھٹ سامنے آئیں اور لڑکیوں کو ملامت کے لہجہ میں بولیں "کہ ایسی باتوں کی کیا ضرورت تھی۔ تمہارے اس طرح سے کہنے سے اس غریب کا دل ٹوٹ گیا۔ جاؤ فوراً معافی مانگو۔ وہ ناسمجھ ہے اُسے کیا معلوم کہ ان کپڑوں کی کیا قیمت ہے اور اس کو تو یہ بھی نہیں معلوم کہ سانولی صورت پر سبز رنگ اچھا نہیں رہے گا تمہیں اگر خدا نے دولت اور صورت عطا کی ہے تو اس کے یہ معنی نہیں کہ اپنے سے کم حیثیت اور بدصورت لوگوں کی دل شکنی کرو۔ خدا تعالیٰ کو ایسی گفتگو ناپسند ہوتی ہے۔ اگر خدانخواستہ تمہارے آبا کے دشمن علیل ہو کر کمانے سے مجبور ہو جائیں یا کسی بیماری سے تمہاری صورت بگڑ جائے، تب تمہیں اس تلخ کلامی کی یاد کس قدر تکلیف دہ ہو گی۔ چنانچہ انہوں نے اس غریب بچی سے معافی منگوا کر ہمیشہ کے لئے اپنی لڑکیوں کو اس عیب سے پاک کر دیا۔ اس کے برعکس یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ چھوٹے چھوٹے بچے ملازموں کو ٹھوکریں لگاتے، گالیاں دیتے اور ان کی خلاف مرضی ہونے پر سخت سست کہہ کر نوچ اور کھسوٹ بھی لیتے ہیں۔ مگر والدین اس کو کوئی اہمیت نہیں دیتے بلکہ ہنس کر ٹال دیتے ہیں یا نوکروں کی شکایت پر اُلٹا اُن ہی کو ڈانٹ دیتے ہیں کہ ناسمجھی سے ایسا کیا ہے۔ کیا انہیں قتل کر دوں۔ یا گلا گھونٹ دوں۔ تو غریب نوکر اپنا دل مسوس کر رہ جاتے ہیں مگر دنیا تو مکافاتِ عمل ہے۔ جلد یا بہ دیر انہیں اپنی بداعمالیوں کی سزا مل جاتی ہے اور وہ ذرہ ذرہ مل کر رہتی ہے۔

اکثر بیویاں اپنے بچوں سے ایسی حقارت آمیز لہجہ سے تو تکار کر کے باتیں کرتی ہیں۔ کہ سننے والوں کو بھی بُرا معلوم ہوتا ہے۔ مگر وہ اس میں کچھ اپنی بلند شخصیت اور اقتدار کا مظاہرہ خیال کرتی ہیں۔ بعض بہنیں جب کسی سے ملتی ہیں تو علیک سلیک کے بعد فوراً اس طرح ہمکلام ہوتی ہیں "آہا! آج تو غریبوں کی قسمت بھی جاگ گئی۔ آپ نے اس قدر تکلیف گوارا کر کے مجھ غریب کو یاد تو کیا بھی ہم غریبوں کے لئے آپ کا آنا ہی کیا کم احسان تھا کہ بچوں کے لئے بھی اس قدر پھل اور مٹھائیاں لائیں۔" حالانکہ لانیوالی بہن اور وہ حیثیت میں برابر یا فقط انیس بیس ہی ہوں گی۔ مگر بات بات پر اپنی غریبی کا رونا روئے جائیں گی۔ اگر مجلس میں کسی حاضر جواب بہن سے پالا پڑ گیا۔ تو پھر کھری کھری سننی بھی ہیں۔ مگر انہیں کیا پرواہ ہے۔ ان کی یہ عادت تو فطرتِ ثانی بن چکی ہے۔ بُری طرزِ گفتگو بھی دل آزاری کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ اور دل آزاری دنیا میں سب سے بڑا گناہ ہے +

سخت کلامیوں کا نرم جواب اکثر اوقات جادو کا اثر پیدا کرتا ہے۔ اور عموماً اُس کا اثر دیر تک دلوں میں قائم رہتا ہے۔ بعض بیویوں کو اپنے شوہروں کے ساتھ بھی سخت کلامی کی عادت ہوتی ہے۔ وہ اچھی بات بھی بولیں گے تو یہ جھڑک کر جواب دیں گی۔ بالخصوص جب ان کی قریبی عزیز دار یا سہیلی سامنے ہوتی ہیں۔ اس وقت وہ اپنا اقتدار جتانے کے لئے شوہروں سے ذرا رعب آمیز گفتگو کرنے لگتی ہیں۔ تاکہ آنے والے پر یہ ظاہر ہو جائے کہ یہ عورت اپنے خاوند پر کس قدر حاوی ہے۔

میٹھی بولی سے دشمن بھی رام ہو جاتا ہے۔ تلخ کلامی کا نرم جواب سخت گو آدمی کو بھی خجل کر دیتا ہے۔ اور وہ اپنی اس حرکت پر نادم ہو جاتا ہے۔ دنیا میں انسان کا کام انسان ہی سے نکلتا ہے۔ مگر ترش رو آدمیوں کے ساتھ کوئی ذرا سا سلوک روا نہیں رکھ سکتا۔ کیونکہ ان کو معلوم ہے کہ لاکھ قربانیاں کی جائیں۔ مگر ایسے مزاج کے آدمی ٹکا سا جواب دے کر دل شکنی سے نہیں چوکتے۔ چنانچہ ہمیشہ انہیں لوگوں کی بے التفاتی کا شاکی رہنا پڑتا ہے۔ مگر یہ نہیں جانتے کہ ان کے اپنے سلوک طرزِ گفتگو اور لب و لہجہ کی کرختگی نے دوسروں کو بھی ان سے برگشتہ خاطر کر دیا ہے +

جمیلہ بیگم۔ کلکتہ

انتظار

در و دیوار پر خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ چاروں طرف تیز دھوپ پھیلی ہوئی تھی۔ تمازت آفتاب کی وجہ سے پرندے تک اپنے گھونسلوں میں چھپے بیٹھے تھے۔ خادمہ نے آہستہ سے اٹھ کر خواب گاہ کے دریچے کا سیاہ پردہ چھوڑ دیا اور کمرہ میں اندھیرا سا چھا گیا۔ وہ پلنگ پر بے حس و حرکت پڑی تھی۔ خادمہ نے آہستہ سے جھک کر اس کی جلتی ہوئی پیشانی پر ہاتھ رکھا مگر اس نے پھر بھی اپنے جسم کے کسی حصے کو جنبش نہ دی۔ "دوا کا وقت ہو گیا ہے بیگم صاحبہ" خادمہ نے آہستہ سے کہا۔ اس کے زرد چہرے پر ایک اداس سی مسکراہٹ ظاہر ہوئی۔ اور اس نے اپنی دلکش معصوم آنکھیں کھول دیں۔ اور کہنے لگی "اب دوا کا کیا فائدہ ہے کیا موت کو بھی دوا روک سکتی ہے" خادمہ نے اپنے بازو کے سہارے سے اس کا سر اونچا کیا اور دوا کا پیمانہ اس کے لبوں سے لگا دیا۔

شام ہو چلی تھی۔ اس نے نحیف آواز میں خادمہ کو دریچہ کا پردہ اٹھانے کے لئے کہا۔ خادمہ نے بڑھ کر پردہ اٹھا دیا۔ دور کھڑکی میں سے سرسوں کے کھیت نظر آ رہے تھے۔ پیلے پیلے پھول شام کی اداسی میں سر جھکائے کھڑے تھے۔ باہر سڑک پر شاید کوئی غریب الوطن نہایت اداس سروں میں بانسری بجا رہا تھا۔ دو گرم آنسو اس کی حسین آنکھوں سے ابل کر اس کے رخساروں پر بہنے لگے۔ اس کی زندگی کی بھی شام ہو گئی ہے۔ اسے بچپن سے لیکر اب تک کے تمام واقعات ایک ایک کر کے یاد آنے لگے۔ گذشتہ دنوں کی یاد کس قدر سنگین ہوتی ہے۔ مگر کتنی کیف آور۔

انہیں زرد کھیتوں میں وہ اور پرویز تمام دن کھیلا کرتے تھے۔ گھنٹوں رنگین تتلیوں کے پیچھے دوڑا کرتے تھے۔ ان کے بلند اور معصوم قہقہوں پر تو فرشتے بھی مسکرا دیا کرتے تھے۔ دو اور آنسو اس کی آنکھوں سے نکل کر سفید تکیے میں جذب ہو گئے۔

پرویز کتنا ہنس مکھ تھا۔ بس ہنسنے کے سوا معلوم ہوتا تھا اس کا کوئی کام ہی نہیں۔ جب یہ ریت کے ننھے بنائے ہوئے چھوٹے چھوٹے گھروں کو اپنی ٹانگ کی ایک جنبش سے مسمار کر دیتی تو وہ بجائے ناراض ہونے کے ہمیشہ ہنس دیا کرتا تھا اور یہ بھی ہنسنے لگتی۔ وہ معصوم روحیں بے خبر ہمیشہ ہنسا کرتیں۔ بچپن کے سنہرے دن گذر گئے۔ وہ اب بھی ایک دوسرے سے ساتھ اسی طرح وابستہ تھے، جیسے گذرے ہوئے دنوں میں۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ وہ ایک دوسرے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں کوئی تیسرا انہیں جدا نہیں کر سکتی۔

پھر پرویز جلد ہی کالج کے بورڈنگ ہاؤس میں چلا گیا۔ مگر ان کے پرخلوص دل ایک دوسرے کے بہت قریب تھے۔ جس گھر کے در و دیوار پر پرویز کی عدم موجودگی میں اداسی برسا کرتی تھی۔ اسی گھر پر اس کی آمد سے شادمانی کی لہریں چھا جاتی تھیں۔ وہ اس کے لئے بیشمار تحفے لایا کرتا۔ نظموں کی کتابیں قیمتی پیڈ اور لفافے، جن پر اس کے نام کا پہلا حرف لکھا ہوتا تھا۔ اور بہت سی مختلف چیزیں۔ ان تحفوں کو دیکھ کر وہ کس قدر خوش ہوا کرتی تھی۔ پھر وہ آتشدان کے قریب بیٹھ کر باتیں کیا کرتے۔ وہ کس قدر دلچسپ باتیں کرتا تھا بس ہنسے جاتا تھا اور باتیں کئے جاتا تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ وہ ہنستا جائے بولتا جائے اور یہ سنتی جائے اور جب کبھی وہ سگرٹ کا لمبا سا کش لیکر تمام دھواں اس کے منہ پر چھوڑ دیتا تھا تو وہ کتنی ناراضگی سے اس کے منہ سے سگرٹ نکال کر آتشدان میں پھینک دیا کرتی تھی مگر وہ جواب میں صرف مسکرا دیا کرتا۔ اور پھر جب یکلخت اس کی امی کی آواز سنائی دیتی "اب بارہ بجنے والے ہیں سو جاؤ"۔ تو یہ دونوں اپنے خوابوں سے چونک اٹھتے اور خدا حافظ کہہ کر اپنی اپنی خواب گاہ میں چلے جاتے۔

اس کی امی بیمار ہو گئی۔ پرویز اب خود ڈاکٹر تھا۔ مگر وہ پرویز کی ان تھک کوششوں سے بھی نہ بچ سکیں۔ انہوں نے دم توڑتے

ہوئے اس کو اور پرویز کو ہمیشہ کے لئے ایک دوسرے کا بنا دینے کے لئے کہا۔ نہ معلوم یہ آسمان کیوں کسی کو خوش نہیں دیکھ سکتا ماں کی موت کے بعد وہ خود سخت بیمار ہو گئی، مگر پرویز کی روز و شب کی تیمار داری اور دلجوئی نے اُسے ماں کی موت کا صدمہ بھی بھلا دیا۔ بعض اوقات وہ پرویز کی اس قدر گہری ہمدردی سے متاثر ہو کر کہا کرتی "پرویز تم کتنے اچھے ہو تمہاری محبت اور دلجوئی تمام عمر نہ بھول سکونگی"۔ اور وہ ایک قہقہہ لگا دیا کرتا۔ وہ ہر بات کا جواب قہقہے سے دیا کرتا تھا۔

جب بہت زیادہ خوشی ہوتی ہے تو غم آنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے وہ کیا جانتے تھے کہ ان قہقہوں کی تہ میں آنسوؤں کی جھڑیاں پوشیدہ ہیں۔ ان بے پایاں مسرتوں کے پیچھے دُکھوں کے سیاہ بادل چھپے ہوئے ہیں اور سنہری آرزوؤں کے پیچھے حسرتیں بیٹھی جھانک رہی ہیں۔

بانسری کی دلدوز صدا اب دُور ہوتی جا رہی تھی اس نے پُرنم آنکھوں سے باہر کی طرف دیکھا۔ بید کے درخت کی شاخوں سے پتیاں لرز لرز کر نیچے گر رہی تھیں، دور کھیتوں میں کوئی چرواہا ایک درد انگیز گیت گا رہا تھا۔ دریچے کے پاس ہی جنگلی گلاب کا ایک سفید پھول بے کسی کی حالت میں ایک شاخ سے لٹک رہا تھا۔ اس کی پتیاں مرجھا چکی تھیں۔ "اب تو شام ہو گئی اور وہ ابھی تک نہیں آیا"۔ اُس نے آہستہ سے کہا اور اس کی نگاہیں دروازے کی طرف اٹھ گئیں۔ نیلے ریشمی پردوں کے پاس نیلے قالین پر خادمہ دنیا و مافیہا سے بے خبر سو رہی تھی۔ چاروں ہاتھ پاؤں پھیلائے، اطمینان سے لمبے لمبے سانس لے رہی تھی۔ "اطمینانِ قلب" اس نے ایک آہ بھر کر کہا "کاش یہ مجھے بھی نصیب ہوتا"۔ اس کے خیالات پھر ماضی کی طرف گئے۔ پھر پرویز مزید تعلیم کے لئے انگلستان چلا گیا۔ پرویز کی عدم موجودگی میں ہی روپیہ کے لالچ میں اس کے باپ نے اس کی شادی دولتمند بختیار سے کر دی اور اس طرح دو ہستیوں کی آرزوئیں جل کر راکھ بن گئیں۔

اُس کی شادی کے بعد پرویز پھر کبھی یہاں نہ آیا۔ وہ خود بھی کسی کو دھوکے میں نہ رکھنا چاہتی تھی اس لئے اُس نے بختیار کو بتا دیا کہ وہ اُسے نہیں چاہتی وہ اس سے نفرت کرتی ہے اُسے ساری دنیا سے نفرت ہو گئی ہے، بختیار سے، اپنے باپ سے، دنیا کی تمام چیزوں سے گھر کے در و دیوار سے خود اپنے وجود سے نفرت تھی، بختیار کا شاندار محل اور عیش و عشرت کے سامان اسے کوئی راحت نہ دے سکتے تھے۔ بختیار کی محبت اور دلجوئی اسکے دکھوں کو نہ مٹا سکی۔ شادی کے بعد بختیار اور اس کے باپ کی ایک حادثہ کی وجہ سے اچانک موت بھی اُسے کوئی صدمہ نہ پہنچا سکی غم اور خوشی کا اُسے کوئی احساس نہ رہا تھا۔ وہ ایک بے حس اور خاموش زندگی گزار رہی تھی۔ بختیار اور اس کے باپ کے انتقال کے بعد پرویز بھی وہاں آ گیا۔ اس سے بھی ملنے سے انکار کر دیا۔ دُکھوں کے بوجھ سے اُس کے احساسات دب گئے تھے۔ اُس نے پرویز کو کہا کہ وہ اسے بھول جائے کیونکہ قدرت نے اب ان کی زندگی کے راستے ایک دوسرے سے جدا کر دیئے تھے مگر وہ خود بھول کر بھی پرویز کو نہ بھلا سکی۔

اُسے اب دکھوں میں ایک لذت سی محسوس ہونے لگی۔ آہیں بھرنے میں لطف اور آنسو بہانے میں مزا آنے لگا اس کے سوا وہ کر ہی کیا سکتی تھی۔ آہیں، آنسو، دُکھ اس کا سرمایۂ حیات بن گئے پھر وہ اُن سے الگ کیسے رہ سکتی تھی، گذشتہ بے پایاں خوشیوں نے اُسے مایوسی کے گہرے گڑھے میں دھکیل دیا۔ مسرتیں اُسکے قریب آ کر دور ہو گئیں۔ دُنیا بھی کتنی ستم ظریف ہے۔ ہمارے دکھوں میں اسکی خوشیاں پوشیدہ ہیں۔

پرویز بھی دنیا کی دلچسپیوں سے الگ تھلگ ایک خاموش اور بے کیف زندگی گزار رہا تھا۔ دونوں ایک دوسرے کے متعلق سب کچھ جانتے ہوئے ایک ہی شہر میں رہتے ہوئے کبھی ایک دوسرے سے نہ ملے، کیونکہ وہ کہتی تھی کہ قدرت نے اب انکی زندگی کے راستے الگ الگ کر دیئے ہیں۔

برآمدے میں سے اسے اپنے کتے کے بھونکنے کی آواز آئی، اس نے نحیف آواز میں اُسے بلایا۔ بڑے بڑے سفید بالوں والا ساخونی سے دُم ہلاتا پھلانگ کر اس کے پلنگ پر چڑھ گیا اور اس کے برف کی طرح سفید بازوؤں میں لپٹ گیا۔ اس نے محسوس کیا کہ اُسے آج بھی اپنے کتے سے وہی محبت ہے۔ جو آج سے چار سال پیشتر تھی۔ اس نے زور سے اُسے اپنے بازوؤں میں دبا لیا اور اپنے کانپتے ہوئے لب اس کے کانوں کے پاس رکھ دیئے۔ کتا بھی اپنی مالکہ پر جان دیتا تھا۔ انہیں زرد سرسوں کے کھیتوں میں وہ اپنی مالکہ کے ساتھ گھنٹوں کھیلا کرتا تھا

آج مدت کے بعد اپنی مالکہ کے اس پیار سے اس پر بیخودی سے طاری ہو رہی تھی اور اس نے خوشی سے اپنی آنکھیں بند کرلیں اسے کیا معلوم تھا کہ یہ آخری پیار ہے ایک دم اس نے چونک کر تتو کو نیچے اتار دیا۔ کتا تیزی سے باہر بھاگ گیا۔ [illegible] اسے بیمار ہوئے تین ماہ ہو گئے تھے وہ ایک عرصہ سے اپنے جذبات سے لڑ رہی تھی مگر آج اسے شکست ہوئی، اس نے محسوس کیا کہ زندگی کے وہ تار جو ایک مدت سے شکستہ ہو رہے تھے آج ٹوٹ جائیں گے۔ اس دنیا کو چھوڑنے سے پہلے وہ ایک دفعہ پرویز سے ملنا چاہتی تھی اسی لئے آج اس نے پرویز کو لکھ بھیجا تھا "میں بیمار ہوں۔ ایک دفعہ مجھے دیکھنے کے لئے نہ آؤ گے؟" اور وہ آج شام کو آرہا تھا۔

لیکن شام تو ہو گئی، وہ ابھی تک کیوں نہ آیا۔ وہ سوچنے لگی۔ میں اس سے بہت کچھ کہنا چاہتی ہوں۔ اور بہت کچھ سننا چاہتی ہوں۔ آج تین سال کے بعد جب پھر ہم ایک دوسرے کو دیکھیں گے تو گذشتہ پرمسرت دنوں کی یاد تازہ ہو جائے گی۔ ہم دونوں ایام گذشتہ پر آنسو بہائیں گے۔

گھڑی نے آٹھ بجائے۔ باہر اندھیرا چھا گیا۔ دور کسی نے باسر چھیڑ بانسری پر ایک درد انگیز گیت چھیڑ دیا۔

اس کے دونوں ہاتھ سینے پر پڑے تھے۔ اس نے بے کسی سے سر ہلایا اور کہا:۔ "آ بھی جاؤ پرویز! میں زیادہ انتظار نہیں کرسکتی۔"

شاخ پر سے جنگلی گلاب کے پھول کی مرجھائی ہوئی پتیاں نیچے گر پڑیں۔ اس کی آنکھیں آہستہ آہستہ بند ہو گئیں۔ اور لبوں پر ایک دائمی مسکراہٹ چھا گئی۔

باہر ایک موٹر کار کے رکنے کی آواز آئی۔ [illegible] کراٹھ بیٹھی۔ کوئی تیزی سے برآمدہ کی سیڑھیوں پر چڑھ رہا تھا۔

نجمہ رحمت اللہ بی اے لاہور

رودادِ تخیل

سامنے تو ثبت [illegible] نہ طلب کر   بن پاس نہ رہیں گریزاں نہ طلب کر
محنت سے بنا تو تجھ سے گلزار   گلزار ہے عشرت تو گلستاں نہ طلب کر
شیریں [illegible] سان کی ہے تلخی سم قاتل   اس زہر کو اے بندۂ احساں نہ طلب کر
آنکھوں سے چھلکتے ہیں گر تاب کے آنسو   عماں سے کبھی تو گوہر غلطاں نہ طلب کر
جل تجھ نو اس آگ میں جو دل سے لگی ہے   خرمن کے لئے شعلۂ رقصاں نہ طلب کر
وولولۂ شوق کی منزل سے گزر جا   منزل کے لئے جادۂ حیراں نہ طلب کر
بجلی [illegible] ہیں سر خستہ اں ہیں   حاسد کے لئے برق خراماں نہ طلب کر
کر موج فنا سے تری ساحل ہی پہ ہو جو   دولت سے امنڈتا ہوا طوفاں نہ طلب کر
تنہا ہے سبکبار تو آ بن عمل رہ   سرمایۂ اندوہ فراواں نہ طلب کر
تدبیر سے محصول سب [illegible] مل سے   تقدیر کے غم میں گل و ریحاں نہ طلب کر

ثریا سلیم بی۔ اے

بقایا صفحہ ۱۱ کھانے کی چیزیں خاص طور پر بچے کو مرغوب ہوتی ہیں احتیاط اس امر کی رکھنی چاہیے کہ بچہ کس وقت اور کونسی چیز کھانے کو دیا جائے جس میں مزاج کی موافقت اور ناموافقت کا خیال رکھا جائے غذا کے بارے میں ہر ماں خود ہی اپنے بچے کی نسبت سمجھ سکتی ہے کہ اس کا بچہ کونسی چیز زیادہ پسند کرتا ہے اور کونسی چیز اس کے لئے مفید یا غیر مفید ہو سکتی ہے کیونکہ ہر بچہ کا مزاج اور طبیعت الگ الگ ہے۔ صحیح طریقہ یہ ہے کہ اپنے بچوں کو شروع سے ان چیزوں کی طرف رغبت دلائی جائے جو وہ مفید ہونے پر بھی ناپسند کرتے ہیں لیکن بے وقت کھانے والے بچے جو سخت ایسا کرتے رہتے ہیں وہ صحیح طور پر نہ کھانے کے سبب چڑچڑے اور ضدی بن جاتے ہیں۔ بچوں کو خوش اور تندرست رکھنے کے لئے حفظان صحت کے عام اصولوں پر توجہ رکھنی چاہئیے روزمرہ کی عادتوں میں باقاعدگی ہونی چاہئیے۔ اگر اس بات کا شروع سے خیال رکھا جائے تو بچہ خود بھی خوش اور تندرست بن جائے گا۔

ایس۔ بی طاہرہ پشاور

افسوس ہے ماہ نومبر میں منشی دیا نرائن نگم اڈیٹر رسالہ زمانہ کانپور کا انتقال ہوگیا۔ انہوں نے اردو زبان اور ادب کی مسلسل چالیس سال تک جو خدمات انجام دی ہیں۔ وہ یقیناً گراں قدر اور بیش بہا ہیں۔ گذشتہ چالیس سال میں ادب نے کتنی ہی کروٹیں بدلیں لیکن جو پاکیزہ اور سنجیدہ روش رسالہ زمانہ نے شروع میں اختیار کی تھی۔ آج تک اس میں فرق نہ آیا۔ اور اس میں بھی شک نہیں کہ رسالہ زمانہ نے اردو کے متعدد مایۂ ناز ہندو مسلم ادیب و شعرا پیدا کئے۔ منشی دیا نرائن نگم غیر متعصب نیک نفس اور شریف الطبع انسان تھے۔ خدا ان کی روح کو سکون عطا فرمائے۔ اور ان کی اولاد کو اس مفید رسالہ کو جاری رکھنے کی توفیق دے۔

خارش

خارش کی شکایت بہت لوگوں کو ہوتی ہے۔ اور وہ کافی علاج کر کے تھک جاتے ہیں۔ جن بہن یا بھائی کو خارش کی شکایت ہو۔ وہ نیچے لکھا ہوا مرہم بنا کر لگائیں۔ یقیناً فائدہ ہوگا۔ خارش کیونکر پیدا ہوتی ہے۔ دراصل یہ ایک ننھا سا کیڑا ہوتا ہے۔ جو انسانی جلد کے بعض مقامات مثلاً انگلیوں کے درمیان گھائی میں یا کلائیوں کے جوڑوں پر یا مستورات کے سینے پر یا ریڑھ کی ہڈی کے سرے پر جس کو ڈھڈی کہتے ہیں۔ ان مقامات پر عام طور سے داخل ہوتا ہے۔ یہیں سے کھجلی کی ابتدا ہوتی ہے۔ بعض حالتوں میں ناف کے اردگرد کی جلد میں بھی کھجلی شروع ہو جاتی ہے۔

علاماتِ مرض جلد میں خارش ہوتی ہے۔ کھجانے سے اکثر دانے دانے اور کبھی چھالے بھی پڑ جاتے ہیں۔ اور پھنسیاں اور لال لال چکتے دکھائی دیتے ہیں۔ اگر گھر کا ایک آدمی بھی اس میں مبتلا ہو جائے۔ تو پھر جلد ہی سارا گھرانہ اس کا شکار ہو جاتا ہے۔

خارش کی بلا سے بچنے کا یہ طریقہ ہے کہ اس کے مریض کے پاس نہ بیٹھو اور نہ اس کے پلنگ پر لیٹو۔ اگر مریض کے اوڑھنے بچھونے کو کوئی اور استعمال کرے تو اس کو بھی کھجلی لگ جائے گی۔ کیونکہ یہ اثر کرنے والی بیماری ہے۔

خارش کا علاج مریض خارش کو پہلے گرم پانی اور صابن سے خوب اچھی طرح نہانا چاہیئے پھر تین حصے تہ نمک لے کر سات حصے وسیلین یا ... کے تیل میں ڈال کر حل کر کے مرہم بناؤ۔ پھر صبح اور رات کو ان حصوں پر خوب ملو جہاں کھجلی ہوتی ہے۔ تین دن تک یہ مرہم لگانا چاہیئے۔ اپنے کپڑے نہ بدلو۔ پلنگ کے بچھانے اوڑھنے کے وہی کپڑے رہنے دو۔ تین دن کے بعد گرم پانی اور صابن سے خوب نہا کر کپڑے بدل ڈالو۔ اور بستر ... اور بچھونا بدل ڈالو۔ اور اترے ہوئے کپڑے گرم پانی میں کچھ دیر تک ابال لینے کے بعد خشک کر کے استعمال کرو۔ اس طرح پر وہ موذی کرم ہلاک ہو جاتے ہیں جن کے سبب خارش ہوتی ہے۔

سلطانہ بیگم۔ جگدلپور

خانہ داری

درد دُور ورزشیں ۔ سارا دن کھڑے یا بیٹھے رہنے سے کمر میں درد ہونے لگتا ہے۔ پیٹ اور پٹھے ڈھیلے پڑتے ہیں درد ہوا کرتا ہے۔ ایسی انگیا سے جس سے سینہ اور کمر کسی رہے۔ آرام ملتا ہے مگر اصل تدبیر یہ ہے کہ پیٹ اور کمر کے پٹھوں کو مضبوط کیا جائے تاکہ وہ کھنچے اور تنے رہیں اور پیٹ کا اندرونی حصہ اپنی جگہ پر مضبوطی سے قائم رہے اور یہ بات ورزش سے میسر ہوسکتی ہے ذیل میں چار ایسی ورزشیں درج کی جاتی ہیں جو صبح کے وقت جاگ کے بستر ہی میں لیٹے لیٹے کی جاسکتی ہیں۔ اور دو ایسی ہیں جو بستر سے اٹھنے کے بعد کی جاسکتی ہیں۔

تکیہ ہٹا دیں۔ چت لیٹ جائیں اور جہاں تک ہو سکے بائیں ٹانگ آہستہ آہستہ اوپر اٹھائیں گھٹنا سیدھا رکھیں پھر آہستہ آہستہ نیچے لے آئیں۔ اس طرح چھ مرتبہ بائیں اور پھر دائیں ٹانگ سے عمل کریں اسکے بعد دونوں ٹانگیں آہستہ آہستہ اٹھائیں اور پھر آہستہ آہستہ نیچے لائیں۔ جی تو چاہے گا کہ جلدی کی جائے مگر ایسا نہ کریں دونوں ٹانگیں بھی چھ دفعہ اوپر نیچے کریں

اس کے بعد بانہیں اپنے پہلوؤں میں سیدھی پھیلا لیں، اپنا سر اور کندھے اوپر اٹھائیں حتیٰ کہ آپ بستر میں سیدھی بیٹھ جائیں پھر آہستہ سے کمر بستر پر لگا لیں پھر بانہیں ایک دوسرے پر سے نکال کے اٹھنے کا عمل کریں۔ اور تیسری ورزش کی اس طرح کوشش کریں کہ اپنے ہاتھ سر کے پیچھے باہم ملا کے اوپر کا دھڑ اٹھائیں۔ چھ چھ یہ ورزشیں کریں ہر ایک میں جسقدر آہستگی ملحوظ رکھینگے بہتر ہوگا۔

بستر سے اٹھ جانے کے بعد دو ورزشیں یہ ہیں کہ سیدھی کھڑی ہو جائیں۔ دونوں بانہیں سر سے اوپر کھڑی کرلیں اور نیچے کو جھکاتی لیجائیں اور انگوٹھوں کو چھوئیں، اس مشق کو پھر اس طرح بدلیں کہ بانہیں پہلوؤں میں لٹکا کر جھکائیں اور پہلو کے برابر کی زمین چھوئیں۔

آخری ورزش دیوار سے کمر لگا کر کی جائے گی۔ اپنے پاؤں دیوار سے چند انچ آگے کر کے دیوار سے لگ کے کھڑی ہو جائیں سرین دیوار سے خوب لگا لیں، اب بالکل ڈھیلی ہو کے نیچے کو جھک پڑیں اور آہستہ آہستہ سیدھی ہوں کہ ہر ایک ہڈی دیوار سے لگی معلوم ہو اور یہ حرکت سرین سے اوپر کی طرف لیجائیں جب کمر کندھے اور سر سب ایک سیدھ میں دیوار سے لگ جائیں اسی طرح پھر مرجھائے ہوئے پھول کی طرح نیچے کو گر جائیں۔ اگر انگوٹھے چھونے میں دقت ہو تو فٹ بال کو جھک کر چھوئیں۔ کمر سیدھی و ٹانگیں تنی رہیں۔ اس کے بعد فٹ بال کو ہٹا دیں۔ آپ کی انگلیاں آسانی سے انگوٹھوں تک پہنچ کے انہیں چھونے لگیں گی۔

ٹخنے تیز ایبت یا زیادہ وزن سے دکھنے لگتے ہیں انگوٹھے سے ٹخنہ دبایا جائے تو گڑھا پڑ جائے گا اور وہ ایک دم اصلی حالت پر آجانے کی بجائے آہستہ آہستہ بھریگا۔ اندر پانی ہے اس لئے ایسی صورت میں فوراً طبیب سے مشورہ کریں لیکن اگر شکایت معمولی طریقہ سے پھول گئے ہوں تو مالش و ورزش سے انہیں درست کیا جا سکتا ہے۔ سب سے پہلے درست جوتا پہنیں [illegible] نہ ہو اور ٹھیک ہوں اور آرام دیں اور یہ ورزشیں کریں:۔ پنجوں کے بل جس قدر اونچی ممکن ہو کھڑی ہو جائیں دردری کے بارہ گیارہ مرتبہ پھریں۔ اس کے بعد پاؤں فاصلہ سے رکھ کر اور ہاتھ کمر پر باہم پکڑ کے کھڑی ہو جائیں اور آہستہ آہستہ پنجوں کے بل ہو پھر آہستہ آہستہ واپس ایڑیوں پر کھڑی ہوں۔ تیسری ورزش یہ ہے کہ جب ضرورت پنجوں کے بل پاؤں کو گھمائیں۔

پاؤں اگر اکڑ جائیں اور دکھنے لگیں تو انہیں ملائم روئی جرابیں پہنے [illegible] میں ڈبو کر پونچھیں ٹخنے کو خود ملیں ذہن مروڑیں دبائیں۔ اگر خود یہ عمل نہ کر سکیں تو کسی سہیلی سے کرائیں۔

سنگھاری کفایت شعاری آجکل جنگ کی وجہ سے ہر چیز کا کال ہے اور جو چیز ہے بیحد مہنگی ہے۔ [illegible] اسے اس طرح استعمال کرنا چاہیئے کہ وہ زیادہ عرصہ تک چلے اور [illegible] تو اس طرح لگائیں کہ اگر کافی معلوم نہ ہو تو ذرا سا اور لگا لیا جائے یہ نہ ہو کہ ایک دم بہت سا لگا لیں [illegible] زیادہ

ہونے کی وجہ سے پونچھ دیا یا جھاڑ دیا مخملی ٹکڑے سے استعمال کریں تاکہ ڈبہ اور چہرہ تک جاتے جاتے آدھا جھڑ کے ضائع نہ ہو جائے۔

بازار سے بہترین قسم کی چیزیں لائیے۔ کیونکہ آجکل وہ زمانہ نہیں ہے کہ جو چیز نظر آئی اُسے تجربتہً استعمال کے لئے لے لی تاکہ اشیاء کے استعمال کی نوعیت میں فرق ڈالا جاتا ہے۔ آجکل تو مشہور کارخانوں کی تجربہ چیزیں خریدیں۔ اچھا پوڈر جلد پر نازک تحریر قائم کرنے کے لئے ذرا سا درکار ہوتا ہے۔ ہونٹوں کو اچھا لگانے والا لپ سٹک ہموار اور پائیدار رنگ دیتا ہے۔ خراب سوکھ کے جگہ جگہ سے جھڑ جاتا ہے یا پگھل جاتا ہے۔ گالوں کی سرخی رُوژ اچھی ہو صبح سے شام تک جبکہ بارش اور ہوا میں بخوبی قائم رہتی ہے۔ آجکل سب سے عمدہ کفایت شعاری یہی ہے کہ عمدہ قسم کی سنگھاری اشیا خریدیں جو اپنے اپنے مقام پر استعمال کے لئے موزوں تر ہوں۔

کفایت شعاری میں یہ بھی داخل ہے کہ سنگھاری اشیا روزمرہ استعمال کی جائیں گو کم لگائی جائیں۔ ایک منٹ دو منٹ ہر صبح یا ہر رات کسی معمولی سنگھاری چیز کو کام میں لانا کافی ہے۔ جیسے کولڈ کریم سے جلد کی سے صاف کر لی جائے اور چہرہ پر کوئی جلد سکڑنے والی چیز حباب سی لگا لی جائے) اس سے جلد اچھی حالت میں رہے گی۔ اور آپ کی قیمتی سنگھاری اشیا کا کم کم حصہ طلب کریگی۔ اس کے برعکس اگر حسب ضرورت محنت سے سنگھار کر لیا۔ جیسے کسی دعوت کے موقع پر جانا ہوا یا دل میں شوق پیدا ہوا۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ کئی کئی روز سنگھار نہ کرنے کی وجہ سے جلد زیادہ سنگھاری غذا طلب کریگی اور غفلت و بے پروائی کے نتائج ادا کرنے کے لئے وقت بھی زیادہ درکار ہوگا کئی کئی دن توجہ نہ کرنے سے مثال کے طور پر کھردرا پن، دھبے، کیلیں پیدا ہو جایا کرتی ہیں۔ جن کی جلد خشک رہتی ہو انہیں خاص طور سے اس کا خیال رکھنا چاہیئے۔ کریم ذرا سی بھی جلد پر ہر رات کو بکھیر دی جایا کرے تو وہ نرم رہے گی لیکن اگر اسے خشک تر ہونے دیا جائے تو اسے نرم کرنے کے لئے دگنی تگنی کریم کی ضرورت ہوگی۔ جو چیز جس کام کے لئے موزوں ہو اُسے اسی طرح استعمال کیا جائے مثلاً جلد کی عمدہ قوت بخش چیز (ٹونک) سے جلد سکڑنے کا کام نہیں لیا جا سکتا۔ گو بعض چیزیں ایسی بھی بنائی جاتی ہیں جو کئی کئی کاموں کے لئے مخصوص ہوتی ہیں۔ اُن سے وہ کام لئے جا سکتے ہیں۔

خانگی ٹوٹکے

اگر سٹو پالش (Stove polish) میں بنزین (Benzine) یا پٹرول بہت خفیف مقدار میں ملا دیا جائے تو سیاہی زیادہ دیرپا اور چمک دار ہو جائے گی۔

رنگ دار کپڑوں کو دھونے سے پہلے کچھ دیر خوب ٹھنڈے پانی میں بھگو دیں۔ اس سے دھوتے وقت رنگ پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ اور وہی آب و تاب باقی رہتی ہے۔

کسی چیز کا پیچ زنگ آلود ہو گیا ہو۔ اور کسی طرح نہ کھلتا ہو۔ تو لوہا خوب گرم کر کے کہ سرخ ہو جائے۔ تھوڑی دیر پیچ پر رکھ دیں۔ اس کے بعد فوراً پیچکش استعمال کریں۔

غسل کا پانی زیادہ خوشگوار اور قوت بخش بنایا جا سکتا ہے۔ اس میں غسل کے نمک یا خوشبودار بوٹیاں ملائی جائیں تو پانی بہت تازگی دیتا ہے۔ خود بھی ایسے مصالحے تیار کئے جا سکتے ہیں۔ ٹارٹرک ایسڈ (Tartaric acid) دس حصہ۔ کاربونیٹ آف سوڈا (Carbonate of Soda) نو حصہ۔ چاول کا آٹا چھ حصہ خوب باہم ملا کے سفوف کر لیں۔ اگر ٹکیاں بنانا چاہیں تو میتھی لیٹیڈ سپرٹ (Methylated Spirit) کے چند قطرے ملا کے ایک انچ مربع ٹکیاں کاٹ لیں۔ اگر چاہیں تو ٹکیاں بنانے سے پہلے سفوف میں کسی خوشبو کے چند قطرے ملا لیں۔ یہ مصالحہ کسی ایسے ٹین میں بند کریں جس میں ہوا نہ جا سکے۔

گرم پانی کے گلاس میں نمک کی ایک چٹکی ملا کے استعمال کرنے سے درد سر جاتا رہتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ درد شروع ہوتے ہی اس کا استعمال کیا جائے۔ روئی کے پھوئے گرم پانی میں بھگو کے سخت درد کی حالت میں کانوں کے پیچھے رکھے جائیں فوراً آرام آ جائے گا گرمی سے تھکے ڈھیلے ہوئے نسوں کو تسکین دینے کا باعث ہونگے اور درد جاتا رہیگا۔ کھانوں کے بعد گرم پانی کا ایک معمولی گلاس پینے سے دل کو تازگی حاصل ہوتی ہے جنہیں بےخوابی کی شکایت ہو یقینی طور سے گہری اور تازگی بخش نیند حاصل کرنے کا نسخہ یہ ہے کہ بستر پر لیٹتے ہی

سیر بین

جبل الطارق۔ امیر البحر روک اس چٹانی قلعہ کے برطانوی قبضہ میں آجانے کا باعث ہوا۔ وہ ۱۷۰۴ء کی گرمیوں میں، کچھ جہازوں اور فوجوں کے ساتھ گیا۔ اس وقت وہاں ہسپانویوں کا قبضہ تھا۔ اس نے اترتے ہی وہاں والوں کو ہتھیار رکھنے کا حکم دیا اُسے ترش جواب دیا گیا۔ وہ اپنے فوجی صدر مقام پر گیا۔ بندوقیں اور توپیں بھریں اور شہر کی طرف چلانا شروع کر دیں۔ تین دن کی گولہ اندازی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہسپانیوں نے ہتھیار رکھ دیئے اور بلند ترین مقام پر برطانوی جھنڈا لہرا دیا گیا۔ اس وقت انگلستان میں ملکہ این حکمران تھی۔ جب وہ اپنے ملک کو واپس ہوا اور دارالامرا کو اس کامیابی کی اطلاع دی گئی تو وہاں ناخوشی کا اظہار کیا گیا اور وہ لوگ توسیع سلطنت کے خلاف تھے۔ اس پر یہ ناراضگی ظاہر کی گئی کہ اسے چاہیئے تھا کہ فوراً یہ مقام آسٹریا کے حوالہ کرتا کیونکہ انگلستان اس وقت آسٹریا کو خوش کرنا چاہتا تھا۔ روک اکڑ تار ہا جس پر اسے یہ سزا دی گئی کہ اس کی تنخواہ آدھی کر دی گئی اور نامہ اعمال میں سیاہ لگا دیا گیا۔

شکست کا بدلہ لینے کے لئے ہسپانوی بعد میں پھر حملہ آور ہوئے۔ مگر پہاڑی کے استحکامات پہلے سے بہتر بنائے جا چکے تھے۔ اس لئے انہیں ہر دفعہ شکست ہوئی۔ پھر ۱۷۷۹ء کے موسم خزاں میں ہسپانیہ اور فرانس نے مل کے اس مقام کو انگریزوں سے چھین لینے کا بیڑا اٹھایا۔ وہ بڑی فوج لے کر حملہ آور ہوئے اور مقابلہ میں سال سات ماہ رہا۔ قلعہ میں رسد ختم ہو گئی۔ بیماری اور بھوک نے سب کو پریشان کر دیا۔ مگر ہمت قائم رہی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اپریل ۱۷۸۳ء میں دشمنوں نے محاصرہ اٹھا لیا اور صلحنامہ میں جبل الطارق کو برطانیہ کا مقبوضہ تسلیم کر لیا گیا۔

ردّی ہڈیاں آج کل جنگ کی وجہ سے ایک ہڈی بھی ضائع نہیں ہونے دی جاتی۔ کتوں کو بھی ہڈیاں لے کے انہیں زمین میں چھپانے یا دبانے کا موقع نہیں دیا جاتا۔ گھروں اور قصائیوں کی دکانوں سے ہڈیاں جمع کر کے ان سے ہوائی جہازوں کے لئے سریش اور بھک سے اڑنے والے مادوں کے لئے نائٹروگلیسرین حاصل کی جاتی ہے۔ صاف کی ہوئی ۴۸ من ہڈیوں سے ۴ ۳/۵ من چکنائی نکلتی ہے جس سے گولوں کے لئے نائٹروگلیسرین اور توپوں اور ٹینکوں کے لئے چکنا کرنے والا تیل حاصل ہوتا ہے۔ اور ۴ ۱/۵ من سریش ہوائی جہازوں، ٹینکوں، توپوں، جہازوں اور گولوں کے لئے اور ۲ ۳/۵ من ہڈی سے چار سو سوروں کے لئے ایک دن کا راتب یا ۸۹۰۰ مرغیوں کے لئے ایک دن کی خوراک اور ۱۲ ۳/۵ من ۴ تا ۱ ایکڑ زمین کے لئے عمدہ قسم کا کھاد میسر ہو جاتا ہے۔

برطانیہ میں مقامی حکام ۴۸۰۰۰۰ من سالانہ کے حساب سے ہڈیاں جمع کر رہے ہیں۔ کچی ہڈیاں کارخانوں میں بھیجی جاتی ہیں۔ جہاں پہلا کام یہ کیا جاتا ہے کہ چکنائی لگی ہوئی ہڈیاں الگ کر لی جاتی ہیں جنہیں علیحدہ پگھلایا جاتا ہے پھر انہیں کل کے ذریعہ بڑے بڑے فولادی برتنوں میں جن میں ۴۸۰۰ من مال آجاتا ہے۔ ڈال دیا جاتا ہے تاکہ ہڈیوں کی چکنائی دور کر دی جائے۔ اور وہ صاف ستھری ہو جائیں۔ چکنائی بنزین کے محلول سے علیحدہ کر لی جاتی ہے۔ جو بعد میں صاف کر کے موم بتی اور گلیسرین بنانے میں برتی جاتی ہے۔ اس کے بعد ہڈیاں ایک گھومنے والے ڈھول میں لیجائی جاتی ہیں جو انہیں رگڑ کے گوشت کے اجزا ان سے دور کر دیتا ہے۔ اسے اکٹھا کر کے جانوروں کا چارہ بنایا جاتا ہے۔ صاف کی ہوئی ہڈیوں سے سریش حاصل کیا جاتا ہے اور بچا کچا حصہ کھاد کے کام آتا ہے۔ یہ سریش گولوں کے خول اور فلیتوں وغیرہ میں استعمال کیا جاتا ہے۔ انگلستان میں ایک کارخانہ اکیلا ایک ہفتہ میں ۴۸۰ من چکنائی، ۴۸۰۰ من سریش، ۲۸ سو من جانوروں کا چارہ ۸۰۰۰ من کھاد پیدا کرتا ہے۔

فیشن ایبل ڈاکو۔ چند سال ہوئے ویسٹ منسٹر کی حوالات سے ایک چور اپنی تین سال قید کا حکم سننے کے گھنٹہ بھر بعد ایسا

فرار ہوا کہ اس کا پتہ نہیں چلا حالانکہ اس کے بھاگنے کے تین منٹ بعد ہی اس کے تعاقب میں لوگ دوڑ پڑے۔ آس پاس کا علاقہ اور بازار و گلیاں وغیرہ سب چھان ماریں مگر مفرور کا پتہ نہ چلنا تھا نہ چلا۔ وہ نہایت دلیر اور ہوشیار آدمی تھا اور مڈل سکیس میں ایک الگ تھلگ مکان میں آباد تھا۔ اس کے پڑوسیوں میں سے کسی کو بھی کبھی یہ شان گمان نہ ہوا کہ وہ ایک زبردست چور ہے۔ اور وہ ایک معمولی اینٹیں بنانے والا نہیں ہے۔

وہ ہمیشہ نہایت اچھا لباس پہنے رہتا تھا۔ اور بظاہر خوشحال معلوم ہوتا تھا۔ وہ ہر ایک سے با خلاق پیش آتا تھا اُس کے پاس اسکی ذاتی موٹر تھی، جب وہ صبح یا شام اپنی موٹر میں نکلتا تھا تو اس کی حرکات و سکنات سے یہی معلوم ہوتا کہ وہ ایک راستباز شخص ہے

پولیس نے عدالت سشن میں ثبوت پیش کیا کہ اپنے مکان میں بظاہر شریفانہ طریقہ سے رہتے ہوئے اس نے اپنی موٹر کے ذریعہ بہت سی نقب زنی کی وارداتیں کیں۔ خود ملزم نے بارہ وارداتیں تسلیم کیں جن میں اس نے ایک ہزار پونڈ سے زیادہ مالیت کی چیزیں چرائیں۔

حکم سنائے جانے کے بعد جب جیلخانہ لے جانے والی موٹر حوالات کے پاس کھڑی کی گئی تو اس کی کوٹھری خالی پائی گئی اس نے کوٹھری کے دروازہ میں لات مار کے ایک دلا توڑ دیا اس میں سے وہ برآمدہ میں آیا اور فوراً سیڑھیوں کے ذریعہ چھت پر چڑھ گیا اور ایک سوراخ کر کے پیچھے کی گلی میں اتر گیا۔ فوراً الارم کیا گیا لیکن بھاگ دوڑ کے باوجود ملزم ہاتھ نہ آیا۔

محل میں جادو بیرن ڈریش چار سال قبل واقعہ ایک پر شور و شغب معاملہ کے سلسلہ میں جس میں کئی امراپیٹ میں آ تے تھے۔ ملک سے بھاگ گیا تھا۔ اس کے خلاف گرفتاری کے وارنٹ جاری ہوئے تین سال بعد پولیس نے علاقہ واپس لے لیا۔ اس کے بعد وہ ملک میں واپس آیا لیکن گلیس محل میں الگ تھلگ رہنے لگا۔ اس نے ایک میجر کو اپنا سکرٹری مقرر کر لیا۔

کچھ عرصہ سے یہ محل لوگوں کو کچھ ایسا سنسان اور وحشت خیز معلوم ہوا کہ وہ اس کے پاس سے گزرتے ہوئے ڈرتے اگر گزرتے بھی تو سینہ پر صلیب کا نشان بنا لیتے۔ تمام دن محل میں سناٹا رہتا اور سب نیند کی آغوش میں پڑے رہتے۔ رات ہوتے ہی اس میں خوب روشنی ہو جاتی اور صبح تک چراغ جلتے رہتے۔ کچھ عرصہ بعد معلوم ہو گیا کہ بیرن اپنے سکرٹری وغیرہ کے ساتھ کوکین اور دیگر غیر معروف مشرقی نشوں میں رات گزارتا ہے۔

ایک روز سکرٹری علی الصبح چل دیا۔ اور کہتا گیا کہ بیرن کی نیند میں خلل نہ ڈالا جائے رات ہونے پر جب اس کے کمرہ سے کوئی علامت بیداری ظاہر نہ ہوئی تو دروازہ زبردستی کھولا گیا۔ وہ اپنے بستر پر مردہ پایا گیا۔ وہ آرام پڑا تھا۔ میز پر بہت سی سکرات پھیلی ہوئی تھی سکرٹری پکڑ لیا گیا۔ برابر والے محل کی تلاشی پر جو اس سکرٹری کے قبضہ میں تھا۔ کوکین۔ افیم۔ حشیش اور چند دیگر نامعلوم مشرقی مسکرات کے ڈھیر کے ڈھیر پڑے ملے۔ کاغذات سے پتہ چلا کہ بیرن نے اس میجر سکرٹری کو اپنی تہائی جائداد کا وارث قرار دیدیا تھا لیکن بعد میں اسے معلوم ہو گیا تھا کہ وہ میجر نہ تھا۔ بلکہ ایک معمولی فوجی سپاہی تھی۔

پھلجڑیاں لندن کے عجائب خانہ میں ۱۹۳۴ء میں ایک مگرمچھ سوا فٹ لمبا تھا۔ اور اس کی عمر اس وقت ۹۰ سال تھی۔

نہر سویز سے سالانہ منافع ..... ۲۵ پونڈ ہے۔

بولیویا میں آسٹو کرو سرو میں سال بھر ہر رات کو پانی جم جاتا ہے۔ لیکن دوپہر کے وقت دھوپ اس قدر تیز ہوتی ہے کہ ننگے جسم پر آبلے پڑ جانے کا اندیشہ رہتا ہے۔

شیر ببر میں محنت کی برداشت کم ہے۔ کیونکہ اس کے پھیپھڑے کمزور ہوتے ہیں یہ آدمی سے زیادہ تیز دوڑ سکتا ہے اور تیز رفتار گھوڑے کے برابر چل سکتا ہے لیکن یہ صرف تھوڑی دیر کے لئے۔ بادل زمین سے اوسطاً ایک میل کی بلندی پر ہے۔

ہاتھی کی اوسط عمر اپنی جنگلی حالت میں ۱۰۵ سال ہے۔

محمد ظفر

بزمِ عصمت

(۱) بزمِ عصمت میں صرف وہی خطوط درج کئے جاتے ہیں جن میں خریداری نمبر کا حوالہ ہو (۲) خط بہت مختصر ہو (۳) وہی استفسار نہ ہو جس کے استفسار عصمت میں پہلے شائع ہو چکے ہیں (۴) رسالہ کے انتظامی امور یا مضامین کے بارے میں کوئی بات نہ ہو۔ علیحدہ کاغذ پر روشن سیاہی سے لکھا ہوا ہو + ایڈیٹر

میں نہایت مسرت کے ساتھ لکھتی ہوں کہ میری بڑی باجی خورشید جبین، اہلیہ پروفیسر صدر الدین احمد کو اللہ تعالیٰ نے ایک پھول سی بچی عطا فرمائی جس کا نام ناہید جبین رکھا گیا ہے۔ عصمتی بہنیں دعا کریں کہ احکم الحاکمین اس کلی کو شگفتہ و شاداب رکھے۔ دوسری خوشی کی خبر یہ ہے کہ میری چھوٹی آپا اختر جبین کی شادی خانہ آبادی بحسن و خوبی انجام پائی۔ میرے دولھا بھائی سید علی اشرف بی اے آنرس شیریں سخن اور خوش مزاج ہیں دعا کیجئے کہ اس جوڑے کی کشتِ مراد ہمیشہ سرسبز رہے۔ دو روپیہ نادار فنڈ کے لئے بھیج رہی ہوں۔ صفورہ خاتون بھاگلپوری

عصمتی بہنیں یہ سنکر ضرور خوش ہونگی کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے ۳ ردسمبر ۱۹۴۲ء بروز جمعرات دن کے ساڑھے گیارہ بجے نہایت حسین فرزند عطا کیا ہے۔ نومولود کا نام اس کی دادی نے بچے کے باپ کے نام کی نسبت سے یونس سعید رکھا ہے۔ اس خوشی میں عصمت کو ایک نیا خریدار دے رہی ہوں۔

بیگم شیخ محمد سعید بٹ۔ از قصور (خریداری نمبر ۵ ۶۱)

آہ کس قلم سے اور کس ہاتھ سے لکھوں کہ ۲۲ اکتوبر پنجشنبہ کو میرے سرتاج ایچ۔ ایم غلام مرتضیٰ صاحب مجھ کم نصیب اور چھ چھوٹے چھوٹے بچوں کو چھوڑ کر ایک ماہ کی سخت علالت کے بعد داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ مرحوم عصمت کے دلدادہ و شیدا تھے۔ کوئی بہن یا بھائی ایک تاریخ وفات لکھ کر ممنون کریں۔ غم نصیب آپ کے عصمت کی پرانی خریدار

ایم۔ ایس اہلیہ ایچ۔ ایم غلام مرتضیٰ مرحوم خریداری نمبر ۹۲۰!

اپریل ۱۹۴۱ء کے پرچہ میں بہن پاشا بیگم امروہہ نے آنولہ کا تیل گھر پر بنانے کی ترکیب درج فرمائی تھی ان کی خدمت میں عرض ہے کہ کچا آنولہ بہت مشکل سے دستیاب ہوتا ہے لہذا اگر سوکھے ہوئے آنولہ کو بھگو کر اس کا عرق استعمال کریں تو کوئی ہرج تو نہیں ہے۔ نیز یہ کہ سوکھے آنولہ کتنی مقدار اور کتنے پانی میں بھگوئیں۔ اور ان کا عرق جل کر نکالیں۔ یا صرف نتھار لیں۔ اور کتنی دیر بھیگنے کے بعد عرق نکالیں۔ براہ مہربانی مفصل ترکیب بتا کر ممنون فرمائیں۔ مسز فصیح الدین احمد

میں نو سال سے ایسے مہلک مرض میں مبتلا ہوں جو لاعلاج ہے۔ بہت سے مشہور شہروں کے قابل ڈاکٹروں اور حکیموں کا علاج کیا۔ مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ اب وہ مرض خطرناک صورت اختیار کرتا جاتا ہے۔ اور اب میری صرف ایک دعا رہ گئی ہے کہ اگر میں تندرست نہیں ہو سکتی تو خدا مجھے جلد اپنے پاس بلالے۔ میرا خیال ہے کہ مجھ پر جنات وغیرہ کا اثر ہے۔ اس لئے عصمتی بہنیں یا بھائی اس طرف توجہ فرمائیں، کسی کامل شخص کا پتہ بذریعہ عصمت تحریر کریں۔ تازندگی ممنون رہوں گی۔

ایک پریشان۔ خریداری نمبر ۵۹۲۹

۱۹۴۳ء کے تاریخی نام

لڑکیوں کے نام۔ نزہت اختر جان۔ ذاکرہ ماہ تمثال۔ مخمور خونواز۔ ... خرم خاتون۔ خانم ظہور عالم۔ بی خورشید ضیا۔ عائشہ خسرو نو رمہ۔ عائشہ لالہ رخ خانم۔ ... ذوالنون رنگ کو یہ خوش وقت صفیہ بیگم ... خانم تحفظ ... طلعت ... نقوش طلعت ... حمیرا حفظ خانم۔ فرزانہ آفند ... خیبلہ ... جعفر ... فیض گل ... کاظمی نصرت۔ بیگم ... کاظمی ... ثریا ... خود ... حمیرا ... ملاحت اختر لطیفہ اختر ... ظفر سپہر۔ آفتاب بانو فرز خاتون۔

لڑکوں کے نام۔ شیخ ... غلام محمد صالح خاں۔ غلام محمد لطیف خاں۔ غلام محمد طفیل خاں۔ غلام محمد حاصل خاں ... خان عنایت علی خاں۔ فیاض عظیم بیگ۔ مرزا ... شیخ ... شہزادہ عشرت خاں۔ خلیفہ خورشید زماں۔ خادم بخش۔ آغا شیخ ... آغا فیضان۔ آغا میر اشرف علی۔ قاضی فیاض عالم۔ خلیفہ محسن غنی۔ کبیر غنی خاں۔ بخشی فیض عالم۔ بخشی ذاکر علی۔ خادم منور بخت۔ ستار غنی حیدر۔ غازی خسرو جہاں۔ قاضی داب غازی۔ راجہ شہریار غازی۔ مخدوم زمرد بخت۔ مخدوم امیر بخت۔

مرزا عثمان اشرف گورگانی

دُوربین

معرکۂ روس۔ سردیوں کے آتے ہی روس کے میدانِ کارزار کا رنگ بھی پلٹ گیا۔ ستالین اتحادیوں پر دوسرے محاذِ یورپ پر زور دیتے رہنے کے باوجود خود بھی خوب ہاتھ پاؤں چلا رہا ہے۔ ستالین غراد پر گھمسان کی لڑائی ہو رہی ہے۔ کارخانوں کے حصۂ آبادی میں طرفین جی توڑ توڑ کے لڑ رہے ہیں۔ مرکز میں روسیوں کو پیشقدمی بھی حاصل ہوئی ہے۔ وہ جرمنوں کو دور تک ہٹاتے ہوئے لے گئے ہیں۔ ہٹلر نے وہاں کے سپہ سالاروں کے نام حکم بھیجا ہے کہ اگر اتنا روہانہ سے نکل گیا تو گویا دشمن آدھے برلن پر قابض ہو گیا اس لئے اس مقام پر جان توڑ کے لڑیں۔ اس کے باوجود جرمن روسیوں کے دباؤ میں دبتے چلے جا رہے ہیں۔ خیال ہے کہ ہمولنسک اس رفتار سے روسیوں کے قبضہ میں آجائے گا۔ جنوب کی طرف ممکن ہے کہ ژستاف بھی فتح ہو جائے۔ خبروں سے پایا جاتا ہے کہ طرفین کا سخت نقصان ہو رہا ہے اور جرمنوں کے پسینے نکلے چلے جا رہے ہیں۔ جرمنوں کو مقابلۃً بہت زیادہ نقصان برداشت کرنا پڑ رہا ہے۔ گذشتہ موسم سرما کے مقابلہ میں اس دفعہ ان کا لباس زیادہ گرم ہے۔ کوہ قاف میں جرمن دب بیٹھے ہیں غالباً برف جمی ہوئی ہونے کی وجہ سے ان سے کچھ کرتے دھرتے نہیں بن پڑتا مگر روسی اس حالت میں بھی تو اپنے وغیرہ پر حملے کر رہے ہیں۔

اکثر مقامات پر جرمنوں نے اپنے مضبوط مقامات قائم کر کے اچھے موسم کا انتظار شروع کر دیا ہے۔ ستالین غراد کے کھنڈرات کے نیچے تہ خانے وغیرہ بنا کے فوجوں کو محفوظ کر دیا ہے۔ روسیوں کی گولہ اندازی مکانوں کے ڈھیروں کی وجہ سے ان پر اثر نہیں کرتی۔

فرانس کا احیاء امیر البحر دارلان جو کل تک ہٹلر کے قصیدے گاتا تھا اب شمالی افریقہ میں اس کے مقابلہ میں ڈٹ کے کھڑا ہو گیا ہے۔ اسے یقین آگیا ہے کہ جرمنی کا ستارہ اب گردش میں آ رہا ہے اور فرانس کی آزادی کا موقع پیدا ہو گیا ہے تو اس نے اپنے خیالات مفتوح جھوٹ کے جانداری کا ثبوت دینا شروع کر دیا ہے۔ آزاد فرانسیسی اس کی اس قلابازی پر اعتبار نہیں کرتے۔ بہرحال اتحادیوں نے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ ضرورت وقت کے مطابق عمل کیا جا رہا ہے۔ دارلان کے متعلق کوئی قطعی فیصلہ نہیں کیا گیا ہے۔ بہ صورت بعد تصفیہ حالات موجودہ فرانسیسی خود طے کریں گے۔ دارلان نے باقی مقبوضات فرانس کا اپنے آپ کو ہائی کمشنر اور افسر اعلیٰ قرار دیا ہے کہ پرنس پتین جرمنوں کی قید میں ہے۔ اس لئے میں اس کا نمائندہ ہوں۔ ان علاقوں کی فرانسیسی فوجیں اتحادیوں کے ہمراہ جرمنوں کا مقابلہ کر رہی ہیں۔ ڈاکر پر اتحادی قبضہ ہو گیا ہے اور وہاں کے سب فرانسیسی جہاز اتحادیوں سے مل گئے ہیں۔

غیر مقبوضہ فرانس پر قابض ہو جانے کے بعد ہٹلر نے طولون کی بندرگاہ پر بھی اس بہانہ سے قبضہ کرنے کا فیصلہ کر لیا کہ وہاں کے فرانسیسی افسر اور سپاہ غیر وفادار ہے۔ اور اتحادیوں کی آمد کا انتظار کر رہی ہے۔ اور وہ بلا مقابلہ اتحادی حملہ آور فوج کو بندرگاہ میں اترنے کا فیصلہ کر چکی ہے۔ چنانچہ جب جرمن اور اطالوی فوجیں اس بندرگاہ پر قابض ہونے کے لئے بڑھیں تو ان کا کافی مقابلہ کیا گیا۔ بندرگاہ میں جس قدر فرانسیسی جنگی بیڑہ موجود تھا اس کے بیشتر حصہ نے بارود سے اپنے آپ کو اڑا کے غرق کر دیا۔ اس طرح چوتھائی جہاز جرمنوں کے ہاتھ پڑ سکے۔ ان غرق شدہ جہازوں کے ابھارنے کے مسئلہ پر غور کیا گیا تو معلوم ہوا کہ دورانِ جنگ میں یہ کام نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ہوائی حملے کام نہ کرنے دینگے فرانسیسی مقبوضات ڈھولی اور آوری گوسٹ میں بھی اتحادی فوجیں بڑھتی چلی جا رہی ہیں۔ حالت اب یہ ہے گویا فرانس دوبارہ زندہ ہو گیا ہے۔

کارزارِ افریقہ مصر سے بڑھنے والی فوج اس وقت الاغیلہ پر ضرب لگا رہی ہے۔ اب میدان ناہموار ہو گیا ہے اور آگے کوہستانی علاقہ ہے۔ اس لئے قدم احتیاط سے اٹھایا جا رہا ہے تاکہ مارشل رومیل کی کوئی چال کارگر ہو۔ الجیریا اور مراکش پر قابو پا کے امریکی انگریزی فوجیں طونس کے بڑے علاقہ پر قابض ہو چکی ہیں۔ اب صرف بیس میل کا علاقہ رہ گیا ہے جو اطالویوں اور جرمنوں کے قبضہ میں ہے۔ یہ علاقہ چونکہ دشمن نے مستحکم کیا ہے اور محدود مقام ہونے کی وجہ سے فوجوں سے جو عمدہ ہتھیاروں سے مسلح ہیں پٹا پڑا ہے۔ اس لئے اتحادی فوجیں بہت احتیاط سے بڑھ کے حملے کر رہی ہیں۔ اس طرح وہ بعض شمالی افریقی علاقہ کے قبضہ میں آجانے سے بحیرۂ روم پر بہت زبردست اتحادی تسلط ہو گیا ہے۔ اور اطالیہ کی شامت آگئی ہے۔ روزمرہ اتحادی ہوائی جہاز مشہور اطالوی مقامات پر اڑ اڑ کر سخت نقصان پہنچا رہے ہیں۔ بھگدڑ مچتی دیکھ کر مسولینی نے ہمت باندھ کے تقریر ۸۰ منٹ تک کی۔ وہ اٹھارہ مہینہ کے بعد بولا۔ اس کی تقریریں کسی زمانہ میں بڑی شہرت کا باعث ہوا کرتی تھیں۔ مگر اس تقریر میں کیسی بے بسی

اور عاجزی کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ مگر اس نے بتایا کہ عنقریب جرمنی جہاز مار ہوائی توپیں اٹلی میں بھیجنے والا ہے۔ رعایا کو غیر محفوظ شہروں سے نکال کے محفوظ مقامات میں بھیج دیا جائے گا۔ وغیرہ۔ مسٹر چرچل نے اپنی تقریر میں جس کی مسولینی کی تقریر جواب تھی۔ اطالویوں کو مشورہ دیا تھا کہ اگر وہ آنے والی مصیبتوں سے بچنا چاہتے ہیں۔ تو ان رہبروں کو جن کی بدولت ان کی یہ درگت ہو رہی ہے کندھوں سے اتار کر پھینکیں۔ حقیقت یہ ہے کہ شمالی افریقہ کے معرکہ نے اٹلی کی حالت دگرگوں کر دی ہے اور اس کا نتیجہ جلد ہی برآمد ہو جائے گا۔

سب سے پہلے پچھلے ماہ میں لائبیریا مغربی افریقہ کی ایک چھوٹی سی جمہوریت میں امریکی افواج کی نقل و حرکت کی خبر آئی تھی۔ اس کے کچھ عرصہ بعد شمالی افریقہ پر اتحادی فوجیں متواتر اتریں۔ یہ ریاست ۱۸۲۲ء میں امریکہ نے قائم کی تھی۔ امریکہ کے آزاد کردہ غلام یہاں بسائے گئے اور مونروویہ اس کا دار السلطنت بنایا گیا۔ ۲۵ سال بعد اس کو امریکہ نے آزاد تسلیم کر لیا۔ انگریزی فوجوں نے الاغیلہ کے مغرب میں تقریباً دو سو میل تک علاقہ پر قبضہ کر لیا ہے۔ دشمن پیچھے ہٹتا چلا جا رہا ہے۔

جاپان کی جنگ جزیرہ نیوگنی کے مقامات گونا اور بونا میں جاپانی اس علاقہ کی اپنی آخری لڑائی لڑ رہے ہیں۔ وہ اور نوں کی طرح جنگ کرتے ہیں۔ اور مٹ رہے ہیں۔ یہ علاقہ چند روز کا مہمان معلوم ہوتا ہے۔ یورپ میں جرمنی کا نقشۂ جنگ کیا پلٹا۔ بحر الکاہل بھی اس سے متاثر ہو رہا ہے۔ برما میں اسے اپنی شامت نظر آنے لگی ہے۔ چنانچہ غالباً انگریزی پیش قدمی کے روکنے کے لئے اس نے بہت سی فوج برما میں بھیج دی ہے۔ انگریزی ہراول دستے برما میں کچھ اندر گھس کے دو دو ہاتھ کر رہے ہیں۔ مسٹر چرچل نے اپنی تقریر میں بتایا کہ یورپ میں لڑائی پہلے ختم ہو گی۔ ایشیا میں بعد میں۔ برما میں بڑے مقامات پر انگریزی اور امریکی ہوائی جہاز زبردست حملے کر رہے ہیں۔ لنکا بھی اب خوب مستحکم ہو چکا ہے۔ خلیج بنگالہ پہلے کے مقابلہ میں اب کچھ محفوظ ہو چکی ہے۔ جزائر سلیمان کے آس پاس جہاں امریکہ کو کچھ جہازوں کا نقصان اٹھانا پڑا۔ جاپان کو زیادہ نقصان پہنچا۔ امریکہ نے ۷ دسمبر ۱۹۴۲ء کو جاپانی جنگ کی سالگرہ کے دن جاپان کے جزیرہ ہوائی کے حملہ کے نقصانات کی تفصیل شائع کر دی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بے خبری میں جاپان نے حملہ کر کے امریکہ کا بہت سخت نقصان کیا۔ پانچ جنگی جہاز۔ تین تباہ کن جہاز۔ تین چار اور قسم کے جہاز یا تو ڈبو دیئے یا بری طرح توڑ پھوڑ دیا۔ تین جنگی جہاز تین کروزر اور دو اور جہازوں کو بھی نقصان پہنچا۔ ۸۰ ہوائی جہاز تباہ ہوئے۔ ۲۱۱۷ سپاہی اور افسر مارے گئے۔ ۹۶۰ گم ہوئے اور ۸۷۶ زخمی ہوئے۔

تاروں کا جھرمٹ تازہ مردم شماری سے معلوم ہوا کہ حیدرآباد دکن کی ریاست میں مسلمانوں کی تعداد پہلے سے نمایاں طور سے بڑھ گئی ہے۔

۲۸- نومبر کو ہز ہائنس نواب صاحب بھوپال نے لاہور میں زنانہ مسلم کالج کا سنگ بنیاد رکھا اور خود بیس ہزار روپیہ چندہ دیئے۔ اور آئندہ مزید امداد کا وعدہ کیا۔ یہ پہلا اسلامیہ زنانہ کالج ہے۔ انجمن کے صدر نواب مظفر خاں صاحب نے تیس ہزار روپیہ کے عطیات کا اعلان کیا۔ انجمن حمایت اسلام کے سالانہ جلسہ میں مزید ۲۵ ہزار روپیہ کا عطیہ مسلمانوں کی تعلیم کی ترقی کے لئے دیا۔

ترکی کے صوبہ اناطولیہ کے شمال مغربی حصہ میں حال میں زلزلہ آیا۔ اس میں ۸۰۰ سو گھر بالکل برباد ہو گئے اور دو سو کو بری طرح نقصان پہنچا۔

اس سال کے موسمی بخار میں پنجاب میں ۵ لاکھ آدمی بیمار ہوئے۔ اموات کم واقع ہوئیں۔ اضلاع رہتک و حصار کے لوگ بخار کے زیادہ شکار ہوئے کیونکہ متواتر قحطوں نے ان کی قوت پہلے ہی کم کر رکھی تھی۔

دہلی کے کپڑوں کے کارخانہ میں کسی نے آگ لگا دی اور دو گھنٹے تک وہ بجھائے نہ بجھ سکی۔ ایک لاکھ روپیہ کے نقصان کا اندازہ کیا جاتا ہے۔ آگ لگنے کا سبب معلوم نہیں ہو سکا اس سال اس نے ۱۴ فیصدی ڈیویڈنڈ تقسیم کیا تھا۔

بائیسکلوں کے ٹائر اور ٹیوب کی قیمتیں مقرر ہو گئی ہیں۔ کوئی ان شرحوں سے زیادہ میں فروخت نہیں کر سکتا۔ جو گزٹ ہند میں شائع کر دی گئی ہیں۔

میل اور گندگی کے خطرے سے، کوئی جگہ محفوظ نہیں!

بچوں کو سکھاؤ کہ لائیف بوائے صابون کے ذریعے اپنی حفاظت کریں یہ صابون "محافظ صحت" ہے

یہ کہنا مشکل ہے ... بچوں اور میل کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ جب بچے ... کھیلتے ہیں یا رسی پھلانگتے ہیں یا ایسے ہی کتابیں لے کر بیٹھے پڑھتے ہیں تو اُن کے ہاتھ کھلتے اور منہ پر میل اور مٹی ضرور لگ جاتی ہے۔ اس میل اور مٹی کو بے خطر نہ جانو ڈاکٹر تمہیں بتا سکتا ہے کہ میل میں بے شمار جراثیم پائے جاتے ہیں اور یہ کہنے میں کچھ مبالغہ نہیں کہ ان جراثیم سے قسم قسم کی بیماریاں اور طرح طرح کے امراض پیدا ہو سکتے ہیں اسی وجہ سے لائیف بوائے کے استعمال کی عادت بڑی اہمیت رکھتی ہے جب نہانے دھونے کے لئے ہمیشہ لائیف بوائے صابون سے کام لیا جاتا ہے تو جراثیم سے کوئی ضرر نہیں پہنچ سکتا کیونکہ لائیف بوائے ایک جراثیم کش صابون ہے اور اس میں ایک خاص جز ہوا ایسا ہے جو صحت کی حفاظت کرتا ہے۔ وہ عقلمند ماں جو اپنے بچوں کو لائیف بوائے کے استعمال کی عادت سکھا دیتی ہے اُسے جراثیم کے خطرے کی طرف سے کوئی فکر نہیں رہتی۔

لائیف بوائے ایک اچھا صابون ہی نہیں بلکہ ایک اچھی عادت ہے

LIFEBUOY

L. 36-22 UD LEVER BROTHERS (INDIA) LIMITED

Regd. No L. 1872 August 1943 Established 1908



گرانی کاغذ کی وجہ سے کتابوں کی قیمت فرسا چار آنے فی روپیہ بڑھ گئی ہے

مصورِ غم حضرت علامہ راشد الخیری کی تصانیف

تاریخ و سیرت

- آمنہ کا لال
- سیدہ کا لال
- الزہرا
- نوبت پنج روزیا وداعِ ظفر
- وداعِ خاتون ۵
- امین کا دم واپسیں ۴
- دلی کی آخری بہار
- بزمِ رفتگاں، بانصویر ۱۰
- داستانِ پارینہ ۱۲

مذہبی مضامین

- احکامِ نسواں
- محسنِ حقیقی ۶
- دعائیں ۸
- قرآنی قصے
- نیرنگِ اسلام

سیاسی صحافتی سیاحتی مضامین

- شہیدِ مغرب
- یادگارِ تمدن ۶
- عالمِ نسواں ۸
- سیاحتِ ہند

مضامین کے متفرق مجموعے

- عروسِ مشرق ۱۰
- گدڑی میں لعل
- مسلمان عورت کے حقوق
- نالۂ زار ۴
- بلبلِ بیمار ۱۰
- ساجن موہنی ۴
- شادی کا انتخاب ۸
- فریبِ ہستی ۶
- بے فکری کا آخری دن ۴
- چمنستانِ مغرب
- بکھری ہوئی پتیاں

اصلاحی معاشرتی ناول

- حیاتِ صالحہ
- منازلُ السائرہ مکمل
- صبحِ زندگی
- شامِ زندگی
- شبِ زندگی دو حصے
- نوحۂ زندگی ۱۲
- طوفانِ حیات
- جوہرِ قدامت

اسلامی تاریخ بطرز ناول

- ماہِ عجم
- عروسِ کربلا
- یاسمینِ شام
- محبوبۂ خداوند ۱۲
- تیغِ کمال
- شہنشاہ کا فیصلہ ۴
- منظورِ الہٰی ۵
- شاہین و درّاج ۸
- دُرِ شہوار ۸

مذاحیہ افسانے

- نانی عشو ۱۰
- والیِ نمی ۶
- دادا اماں کا مجربۂ ۸

نظموں کے مجموعے

- رودادِ قفس ۱۰
- گرفتارِ قفس ۴

ادبِ لطیف و انشا

- قلبِ حزیں ۸
- لڑکیوں کی انشا ۱۲
- سلی ہوئی پتیاں ۶

لڑکیوں کا نصاب بذریعہ

اصلاحی معاشرتی افسانے

- بنتُ الوقت ۸
- سریلِ مغرب ۸
- فسانۂ سعید ۸
- سودائے نقد ۵
- تنزِ شیطانی ۱۲
- سات روحوں کے اعمال نامہ
- غدر کی ماری شہزادیاں ۱۲
- سبزِ رنگ ۱۰
- ستونتی ۷
- سوکن کا جلاپا ۵
- موءودہ ۷
- تفسیرِ عصمت ۵
- انگوٹھی کا راز ۲
- منازلِ ترقی ۴
- بچہ کا کرتہ ۴
- ویرانہ کی سرگذشت ۴
- چہارِ عالم ۴

مختصر افسانوں کے مجموعے

- جوہرِ عصمت
- سیلابِ اشک بانصویر
- طوفانِ اشک
- قطراتِ اشک
- خدائی راج
- نسوانی زندگی ۸
- گلدستۂ عید ۸
- گوہرِ مقصود ۶
- گردابِ حیات
- بساطِ حیات ۶
- نورا و رانسان ۱۲
- نشیب و فراز ۴

کھانا پکانے کی مستند کتابیں

- عصمتی دسترخوان
- مشرقی مغربی کھانے
- عصمتی ہنڈکلیا ۸
- ناشتہ ۱۰
- بچوں کے کھانے ۸
- بیماروں کے کھانے ۱۰
- مذاقیہ کھانے ۶

دیگر تصانیف محترمہ آمنہ نازلی

- دولت پر وربانیاں دغلنے ۸
- تاریخی لطیفے ۸
- عقل کی باتیں ۸
- ہنسی کی باتیں ۸

تصانیف منشی پریم چند

- دودھ کی قیمت (افسانے)
- روحانی شادی (ڈراما) ۶

تصانیف رازق الخیری

- وداعِ راشد ۸
- عصمت کی کہانی ۸

تصانیف مولانا سیماب اکبرآبادی

- زنانہ بستہ (۲ حصے)
- آفتابِ زندگی ۶
- شبابِ زندگی ۶

تصانیف صاحبزادہ ولی احمد علیہ

- محصورینِ بلا باشیوں کی دنیا
- افسانے سلمٰی (زنانہ خطوط) ۶

کچھ اور زنانہ کتابیں

- پردہ و تعلیم (مذہبی و سیاسی بحث)
- فلورنس نائٹ انگیل (ہسپتال کی) ۶
- خیالاتِ نسواں (انتخاب مضامین) ۱۲

زنانہ دستکاری کی بہترین کتب

- عصمتی کروشیا
- عصمتی کشیدہ
- گلزارِ درخشاں
- گلدستۂ کشیدہ
- گلشنِ زہرہ
- چمنستانِ خیاطی (سوئی کا کام)
- گلستانِ خیاطی
- موتیوں کا کام
- سلمہ ستارہ کا کام
- اونی کام سلائیوں سے
- گوٹہ کناری کا کام
- جالی کا کام
- تارکشی کا کام
- گلدستۂ تارکشی
- کراس اسٹیچ ورک
- جوہرِ نسواں راشد الخیری نمبر
- شمیمِ سوزن کاری
- خواتین کی دستکاریاں ۸
- لکڑی کا باریک کام ۸
- وصلی کا کام ۸

عورتوں کی خاص کتابیں

- زچہ خانہ (۲ حصے)
- سنگھار خانہ

نامور خواتین کے افسانے و ناول

- انوری بیگم
- جاں باز ۱۲
- غیرت کی پتلی ۶
- شہیدِ وفا
- چار دن ۴
- قیصر وند ۸

کچھ اور بہترین نئی کتابیں

- صنعت و حرفت
- تندرستی ہزار نعمت ۴
- بچوں کی تربیت ۱۰
- آئینۂ سوفر
- کھانے کو چھپائی ۸

تصانیف محترمہ خاتون اکرم مرحومہ

- جمالِ ہمنشیں
- گلستانِ خاتون (افسانے)
- پیکرِ وفا ۸
- بکھری سینی ۶

تصانیف محترمہ صغرا ہمایوں مرزا

- سیرِ نسواں یا زہرہ
- سرگذشتِ ہاجرہ ۱۰
- تحریرُ النسا
- موہنی

تصانیف محترمہ ملقیس بیگم (و۔ا)

- خانہ داری کے تجربات
- معیدِ نسواں ۸

تصانیف محترمہ حجاب امتیاز علی

- ادبِ زریں
- نغماتِ موت ۶

تصانیف محترمہ مسرور جہاں عنایت

- پھول پھلواری یا فراخی کا تعلق ۸
- شہزادی ہیلو فرد بچوں کیلئے کہانیاں ۸

زنانہ افسانے و گیت

- افسانۂ حرم ۷
- دامنِ باغبان
- دیہاتی گیت ۸

زنانہ نظمیں

- شمعِ خاموش ۶
- آئینۂ جمال ۱۲

بچوں کے لئے کہانیاں

- جاپانی کہانیاں
- مزیدار کہانیاں ۵
- بچوں کی دنیا ۷

خواتین کے لئے دوسرے مصنفوں کی کتابیں بھی عصمت بک ڈپو سے طلب کیجئے

عصمت بک ڈپو دہلی

رسالہ عصمت دہلی

چھتیسواں ۳۶ سال	اگست ۱۹۴۳ عیسوی	جلد ۷۱ نمبر ۲

فہرست مضامین

عنوان		مصنف	صفحہ
موجودہ گرانی		شائستہ اختر صاحبہ سہروردی پی ایچ ڈی	۶۶
برسات	(نظم)	صفیہ شمیم صاحبہ	۶۷
مشترکہ رہائش		جمیلہ بیگم صاحبہ	۶۸
اولاد پر والدین کے اثرات		محمد احمد صاحب سبزواری ایم اے	۷۰
راوی کے کنارے	(نظم)	نجمہ انوار الحق صاحبہ بی اے	۷۲
دعوت	(افسانہ)	آمنہ نازلی صاحبہ ادیب فاضل	۷۳
تازیانۂ عبرت	(نظم)	ابو الاعجاز ازل صاحب	۷۵
میری بیٹی		ام سلمٰی صاحبہ	۷۶
اُن کی آمد	(نظم)	مولانا سیماب صدیقی	۷۸
کیا تعلیم کا قصور ہے؟		صدیقہ بانو صاحبہ	۷۹
ہونٹ کھولتے ہوئے	(افسانہ)	سیدہ انیس زہرا صاحبہ	۸۰
جمہوریت		پرنسپل مشتاق احمد صاحب زاہدی	۸۱
بلبل اور سرخ گلاب	(افسانہ)	ع جہاں صاحبہ ہاشمی	۸۴
اُس بانی		بیگم م۔ ج۔ ہاشمی صاحبہ	۸۶
غذا سے علاج		گ۔ ن۔ صاحبہ	۸۷
رحمۃ للعالمین	(نظم)	وقار وانقی صاحب	۸۸
دورے	(افسانہ)	عادل شفیق صاحب	۸۹
کہاں ہے آج	(نظم)	جام نوائی صاحب	۹۱
میرے روزنامچہ کا ایک ورق		انیس۔ بی طاہرہ صاحبہ	۹۱
میرا اوٹوگراف البم		صغرا ہمایوں مرزا صاحبہ	۹۲
بھائی کے گھر	(افسانہ)	کلثوم حمیدہ صاحبہ	۹۳
بڑھے لکھوں کی جہالت		" "	۹۴
خانہ داری		مولوی محمد ظفر صاحب ایم اے ایل ایل بی	۹۵
سیر چمن		مولوی محمد ظفر صاحب ایم اے ایل ایل بی	۹۷
بزم عصمت		متفرق	
دور زمان		" "	

چندہ سالانہ پیشگی (مع محصول ڈاک وغیرہ) چار روپیہ   فی پرچہ ۸ ر   ممالک غیر سے دس ۱۰ شلنگ

امراء سے دس ۱۰ روپیہ   رؤسا سے پچیس ۲۵ روپیہ   والیان ریاست سے سو ۱۰۰ روپیہ

عصمت کی اشاعت میں خدا کے فضل و کرم سے کبھی ایک دن کی بھی تاخیر نہیں ہوتی۔ ہمیشہ ۳۰ تاریخ کو شائع ہو کر پہلی دوسری تاریخ تک ہندوستان کے تمام خریداروں کو پرچہ پہنچ جاتا ہے اگر کسی ماہ کا رسالہ وقت مقررہ پر آپ کو نہ ملے تو سمجھ لیجئے کہ ڈاکخانہ میں ضائع ہوا۔ اس لئے ۵ تاریخ کے بعد مگر ۱۰ تاریخ سے پہلے خریداری نمبر کے حوالہ سے ہمیں اطلاع دیجئے تاکہ دوبارہ بھیجدیا جائے۔ چونکہ کاغذ کی گرانی اور نایابی کی وجہ سے کم سے کم تعداد میں صرف ضرورت کے مطابق اب پرچہ چھپوایا جاتا ہے اس لئے اگر کسی ماہ کا پرچہ نہ ملنے کی فوراً اطلاع نہ دی تو آپ کا فائل نامکمل رہ جائے گا۔ جولائی تک ۱۹۴۳ء کے ۶ پرچوں میں ۳ پرچے بالکل ختم ہو گئے اور کسی قیمت پر اب نہیں مل سکتے۔

مینیجر

(باہتمام رازق الخیری اڈیٹر، پرنٹر، پبلشر محبوب المطابع دہلی میں چھپ کر دفتر عصمت کوچہ چیلاں دہلی سے شائع ہوا)

موجودہ گرانی اور ہمارا طرزِ معاشرت

سال ڈیڑھ سال سے سارے ملک میں اشیا کی گرانی بری طرح محسوس کی جا رہی ہے۔ کھانے پینے کی چیزیں۔ کپڑا۔ روزانہ ضرورت اور استعمال کی چیزیں مثلاً کاغذ پنسل۔ دوائیں سنگھار کی چیزیں غرض ہر ایک شے بے حد مہنگی ہے۔ ہر طرف سے لوگ شاکی ہیں لیکن اپنے طرزِ معاشرت کو بدلنے کی کوشش نہیں کرتے کیونکہ ان کا خیال ہے کہ یہ تھوڑے دنوں کی بات ہے۔ حالات پھر ویسے ہی ہو جائیں گے۔ یہ خیال غلط ہے۔ لڑائی کے بعد بھی برسوں حالات ویسے نہیں ہوں گے۔ جیسے پہلے تھے۔ اس لئے عقلمندی یہ ہے کہ زمانہ کی حالت کے مطابق اپنی معاشرت کر لی جائے۔

امیروں کو اپنے اخراجات کم کرنے اور غریبوں کو اپنی آمدنی بڑھانے کے طریقے سوچنے چاہئیں۔

بے شمار اور بے ضرورت نوکر بیچاسوں جوڑے کپڑے سیر وسفر خواہ مخواہ دواؤں اور سنگھاری چیزوں کا استعمال۔ امیر طبقہ کی کیا ہندوستان کے متوسط طبقہ کی معاشرت میں بھی داخل ہے۔ نوکر اب بہت مشکل سے ملتے ہیں اور بہت زیادہ تنخواہیں مانگتے ہیں۔ ان کی تعداد کم کرنی چاہیئے۔ بنگلوں اور کوٹھیوں میں باورچی بہرا مشعلچی آیا مالی دھوبی چپراسی خدمتگار کی جو پوری پلٹن رکھی جاتی ہے اس میں فوراً تخفیف کرنی چاہیئے۔ زیادہ سے زیادہ تین نوکر امیروں کے لئے۔ اور صرف ایک نوکر متوسط حیثیت کے گھروں کے لئے کافی ہے۔ لیکن حالت یہ ہے کہ پچاس روپیہ جہاں آمدنی ہے وہاں بھی کم از کم ایک ماما اور ایک چھوکرا ضرور ہوگا۔ آخر کیوں؟ اپنے ہاتھوں کام کرنے میں کیا عیب ہے۔ خود کام کر کے تو دیکھئے۔ جتنا وقت نوکروں سے سر کھپانے میں ضائع ہوتا ہے۔ اس سے آدھے میں سارا کام ہو جائے گا۔ گھر پہلے سے دوگنا صاف نظر آئے گا۔ اور صحت یقیناً بہتر ہو جائے گی۔

نوکروں کے بعد کپڑے پر متوسط اور امیر دونوں طبقے سب سے زیادہ روپیہ خرچ کرتے ہیں۔ دونوں طبقوں میں ان گنت اور بے ضرورت کپڑے بنائے جاتے ہیں۔ جہاں کوئی کپڑا پسند آیا لے لیا۔ کسی تقریب میں جانا ہوا فوراً ایک جوڑا بنوا لیا کسی نئے شہر گئے کپڑے خرید لئے۔ لیکن اب جبکہ لٹھا اور ململ تک ڈیڑھ دو روپیہ گز کو مل رہی ہے۔ ان باتوں کو ترک کرنا پڑے گا اور سوچ سمجھ کر کپڑے بنائے جائیں گے۔ اگر ہر سال چار جوڑے بنائے جائیں تو کافی ہیں۔ پہلے اور دوسرے سال کے جوڑوں کے ساتھ مل کر بارہ جوڑے ہو جائیں گے کیونکہ کپڑا تین سال میں پھٹتا ہے۔ بلکہ امیر عورتوں کو تو دو تین سال تک مطلق کپڑے نہیں بنانے چاہئیں ان میں سے ہر ایک کے پاس کئی کئی درجن جوڑے ہونگے۔ اگر وہ چار سال کپڑے نہ بنائیں تو انہیں مطلق تکلیف نہ ہو گی۔ ہاں فیشن کا سوال الگ ہے۔ تو اگر کوئی نئے کپڑے خریدنے بند کر دے تو نت نئے فیشن کا شوق بھی رک جائے گا۔ دوکان پر چیزیں جب ہی آئیں گی جب ان کی مانگ ہوگی۔

بچوں کے کپڑوں میں اور مزید کفایت اس طرح کی جا سکتی ہے کہ بڑوں کے کپڑوں سے کاٹ کر بچوں کے بنا دیئے جائیں خصوصاً گرم کپڑے۔ جو آج کل بہت زیادہ مہنگے ہیں۔

سنگھار کی اشیاء کا استعمال بھی آج کل بہت ہو گیا ہے۔ کریم پوڈر۔ لپ اسٹک اب سب ہی استعمال کرتے ہیں۔ جلد نرم کرنے کے لئے پہلے بیبیاں روغن بادام لگاتی تھیں۔ یا صرف بادام پیس کر لگاتی تھیں۔ اور تو اور معمولی سرسوں کا تیل تک جلد کو نرم رکھنے کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔ پوڈر کا بدل تجویز کرنے سے میں قاصر ہوں۔ صرف یہ کہہ سکتی ہوں کہ کم لگایئے اور کم سے کم دفعہ لگایئے۔ ویسے بھی زیادہ پوڈر جلد کے لئے بہت نقصان دہ ہے کئی کئی دفعہ صابن سے منہ دھونا بھی جلد کے لئے مضر ہے۔ اس کے بدلے بیسن سے دھوئیں جو مفید بھی ہے۔

انگریزی دوائیں بے حد گراں اور نایاب ہیں اس لئے معمولی زکام کھانسی میں جوشاندہ پیا کریں۔ بدہضمی ہو تو انگریزی دواؤں کی جگہ عرق بادیان اور سونف کا استعمال کریں۔ لکس کی جگہ ریٹھے ریشمی کپڑوں کے لئے اور "ڈریس شیمپو" کی جگہ آنولے بالوں

کے لئے استعمال کریں۔ ناشتہ وغیرہ کی چیزیں بھی اب بیحد گراں ہیں اور جو ملتی ہیں وہ باسی اور ان کا استعمال خطرہ سے خالی نہیں۔ ان کی جگہ تازی چیزیں استعمال کیجیے۔ جام جیلی۔ اور بسکٹ بھی بڑی آسانی سے گھر میں بنائے جا سکتے ہیں۔ کیک اور پیسٹری بھی ریسٹورنٹوں سے منگوانا چھوڑ دیجئے۔ ماہوار ایک بڑی رقم بچ جائے گی۔

لیکن یہ سب باتیں تو امیروں کی تھیں جو پہلے سے ان باتوں کے عادی نہ تھے وہ کیا کریں جن کی معاشرت میں خرچ کم کرنے کی گنجائش نہیں۔ انہیں آمدنی بڑھانے کے ذرائع سوچنے چاہئیں۔ گھی اور دودھ، مرغی اور انڈے کھانے کی چیزوں میں یہ بیحد گراں ہیں۔ گھر میں مرغیاں اور گائے پال لینے سے خرچ کی ایک بڑی رقم میں کمی ہو جائے گی۔ چھوٹے سے چھوٹے گھر میں بھی اس کا انتظام کوشش کریں تو ہو سکتا ہے۔ گائے نہیں تو بکری بڑی آسانی سے پل سکتی ہے اور اس کا دودھ بچوں کے لئے بے حد مفید ہے۔ گھی البتہ اس سے نہیں نکل سکتا لیکن اس کی دیکھ بھال نسبتاً آسان ہے۔ اور یہ آمدنی کا معقول ذریعہ ہو سکتی ہے۔ کیونکہ بچے اچھے داموں میں بک جاتے ہیں۔

میں نے جنوری ۱۹۴۲ء کے پرچہ میں ایک طویل مضمون میں گھر بیٹھے آمدنی بڑھانے کے طریقے لکھے تھے یعنی نئے فیشن کے مطابق سلائی ایمبرائیڈری وغیرہ کیک جام بنانا اور بیچنا آجکل اس میں دوگنی کامیابی ہوگی۔ اس لئے کہ ولایتی چیزیں قطعی نہیں آ رہی ہیں) رنگ گیرنگ وغیرہ ایک اور آمدنی کا "پینگ گیسٹس" کا رکھنا ہے۔ ہم ابھی تک اسے عیب ہی سمجھتے ہیں۔ لیکن سوچئے کہ اس میں کیا عیب ہے۔ ہر ایک بڑے شہر میں بے شمار اسٹوڈنٹ اور کلرکس وغیرہ ہیں جو ہوٹلوں میں نہایت تکلیف سے رہتے اور اپنی حیثیت سے زیادہ کرایہ دیتے ہیں۔ ایسے لوگ بخوشی پرائیویٹ گھروں میں اپنا خرچ دے کر رہنے پر راضی ہو جائیں۔ انہیں کم خرچ میں گھر کا سا آرام ملے اور جہاں ۵ - ۶ - آدمیوں کا کھانا پکتا ہو وہاں ایک اور آدمی کے کھانے میں کچھ بھی خرچ نہ ہو۔ اور ایک مستقل رقم کا آمدنی میں اضافہ ہو جائے۔ انگلستان میں اچھے اچھے لوگ اس کو عیب نہیں سمجھتے۔ یہاں ہندوستان تک میں انگریز افسر اگر اکیلا ہو تو دوسرے کے یہاں رہتا ہے۔ اور اپنے کھانے کا خرچ دیتا ہے۔ اس میں کسی قسم کا عیب کوئی بھی محسوس نہیں کرتا۔

دراصل گذشتہ جنگِ عظیم کی گرانی نے ہی ولایت کی طرزِ معاشرت میں یہ زبردست انقلاب پیدا کر دیا جو آج تک باقی ہیں۔ یقین ہے کہ یہاں بھی ایسا ہی ہوگا۔

جب نوکر نہ ملیں گے تو اپنا کام خود کرنا پڑے گا۔ جب خود کرنا پڑے گا تو کام کم کیا جائے گا۔ یعنی دسترخوان پر دس کے بدلے دو چیزیں ہوں گی۔ سلائی اور کپڑے مہنگے ہوں گے تو کم کپڑے بنوائے جائیں گے۔ اور انہیں گھر میں دھلائی اور استری سے صاف رکھا جائے گا۔ غرض موجودہ گرانی ایک زبردست معاشرتی انقلاب کا پیش خیمہ ہے۔ جو عورتیں جس قدر جلد بدلی ہوئی حالت کے مطابق اپنی زندگی کر لیں گی۔ وہ اتنی ہی آرام میں رہیں گی۔ ورنہ پرانے طریقوں کی پابندی موجودہ حالت میں تباہی کا باعث ثابت ہوگی۔

شائستہ اختر سہروردی

برسات

یہ رُت ساون کی، یہ شادیاں، یہ حُسن گلشن کا
یہ ہنستے پھول، گاتی ندیاں، مہکا ہوا صحرا
یہ رعنائی گلستاں کی، یہ شادابی بیاباں کی
ہوا کا لحن، ننھے کونوں کے ساز بوندوں کا
نہائی آبِ کوثر سے تروتازہ شبک کلیاں
لچکتی نرم شاخیں، یہ جھکنا نرم پھولوں کا
فلک پر بدلیوں کا کرب، بے چینی ہواؤں کی
چمن میں کروٹوں پر کروٹیں لیتا ہوا دریا
یہ تھم تھم کر برسنا ابر کا، محشر کا سا عالم
ہر اک لمحہ پہ یہ بڑھتا ہوا سیلاب کا دھارا
بنی ہے دھوم آبادی میں رونق ہے بیاباں میں
بپا ہے جنگلوں میں ہر طرف طوفان نغموں کا
نشاطِ روح ہیں یہ حُسن میں ڈوبے ہوئے منظر
پیامِ زندگانی ہے ہر اک مہکا ہوا جھونکا
فروغِ رنگِ گُل سے روشنی ہے کوہساروں میں
اُتر آئی ہے جنت آج شاید لالہ زاروں میں

صفیہ شمیم ملیح آبادی

مشترکہ رہائش

عصمت کے مئی اور جولائی کے پرچوں میں محترمہ ڈاکٹر شائستہ اختر صاحبہ سہروردی اور محترمہ صدیقہ خاتون صاحبہ کے مضامین مشترکہ خاندان کے عنوان سے شائع ہوئے ہیں۔

ڈاکٹر شائستہ اختر صاحبہ نے مشترکہ خاندان کو اقتصادی نقطۂ نظر سے جو مفید بتایا ہے۔ وہ ایک حد تک صحیح ہو سکتا ہے۔ مگر صدیقہ خاتون صاحبہ نے اس پر اپنی گرانقدر رائے کا جو اظہار کیا ہے مجھے اس سے اتفاق نہیں۔ وہ صحیح معلوم ہوتا ہے اور اس میں عملی جدوجہد کی نسبت خیال آرائیوں کا دخل زیادہ ہے۔ بے شک اشتراک عمل کی بہت اشد ضرورت ہے۔ مگر مشترک خاندان کی افادیت پسندی مختلف طبائع و ماحول کے لئے یکساں ثابت نہیں ہو سکتی اور نہ اس امر میں مغربیت کو خاص دخل ہے۔ آخر اکبری خانم کو کس مغربی تقلید نے جداگانہ رہائش اختیار کرنے پر ابھارا تھا۔ اس زمانے میں نسوانی حلقہ کو تو چھوڑیئے۔ مردوں میں بھی "ابن الوقت" کو کوئی پسندیدہ نظروں سے نہ دیکھتا تھا۔

"پردہ"۔ "اپنی پسند کی شادی"۔ یا "کورٹ شپ" اور چیزیں ہیں۔ مگر مشترک خاندان اور مشترک رہائش کو اب وہ اہمیت نہیں رہی۔ اگلے وقتوں کی نانیاں اور دادیاں بڑے بڑے محلوں میں کثیر مصارف کے ساتھ رہتی سہتی تھیں۔ مگر اقتصادی زبوں حالی جوں جوں بڑھتی گئی محلسراؤں، عظیم الشان بالاخانوں اور کوٹھیوں میں مشترک رہائش مشکل نظر آنے لگی۔ پھر چھوٹے چھوٹے کم خرچ مکانوں میں علیحدہ رہنا پڑا۔ اور اپنی اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنانی پڑی۔ جس کا ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ مشترکہ رہائش میں جو آئے دن کے تنازعات برپا ہوا کرتے تھے۔ ان سے نجات مل گئی۔

جن لوگوں کو مشترکہ رہائش کا اتفاق نہیں ہوا وہ اس کی خوبیوں اور برائیوں پر ناقدانہ رائے قائم نہیں کر سکتے۔ مگر جنہیں مدتوں اس کا تجربہ ہوا ہے۔ وہ اس علیحدہ رہائش کو ہر طرح قابل ترجیح قرار دیں گے۔ مشترک رہائش میں پہلے ساس یا بڑی نند یا بڑی بھاوج سردار اور سب کی مالک ہوتی تھیں۔ تمام آمدنی ان کے ہاتھ میں آتی۔ اور وہ مناسب موقع سے سارے خاندان کی خوراک و پوشاک کا انتظام کرتی تھیں۔ اگر ایک بھائی ۵۰ کماتا تھا اور دوسرا ۲۰۔ تو دونوں کی آمدنی ان کے ہاتھ میں آتی۔ اور مساوی یا نہ حیثیت سے دونوں کی بیوی اور بچوں سے سلوک کرتی تھیں اور وہ ان کے دست نگر ہوتے تھے۔ مگر اب حالات بدل گئے ہیں۔ جو دوائیں اور نسخے زنانہ سائیکلوپیڈیا و بیش قدر ماکہ بیاض میں اب سے ۵۰ سال پیشتر مفید سمجھے جاتے تھے۔ اب منسوخ ہو چکے ہیں۔ حالانکہ طبائع۔ بیماریاں اور آثار امراض وہی ہیں۔ مگر زمانہ کی ایجادات اور آب و ہوا کے لحاظ سے اب ان کا اثر قائم نہیں رہا۔ اور نئی اختراعات کو اختیار کرنا لازم ہو چکا ہے۔

میکے میں مل جل کر رہنا الگ بات ہے۔ مگر سسرال کے ماحول میں ہر شخص کو خوش رکھ کر مشترکہ رہائش کے زیر اصول مشترکہ زندگی بسر کرنا دوسری چیز ہے۔ یہ امر تو تسلیم شدہ ہے۔ کہ دنیا میں آپ ہر شخص کو خوش نہیں رکھ سکتیں۔ ایک آپ کے حسن سلوک کا گرویدہ ہے۔ تو دوسرا آپ کی بدخلقی اور خشک مزاجی کا شاکی۔ کوئی آپ کو فضول خرچ قرار دیتا ہے۔ تو دوسرا آپ کو جزرس اور کنجوس۔ بس ان حالات کے زیر نظر علیحدہ زندگی بسر کرنے کا صرف تصور ہی نہیں عمل بھی پسندیدہ ہے۔ دور کی صاحب سلامت اور تھوڑی دیر کی ملاقات زیادہ پر لطف ہوا کرتی ہے اور ہمیشہ ساتھ رہنے سے معمولی معمولی اختلافات پر کشیدگی اور رنجش پیدا ہونے کا احتمال ہے۔ جن کے ہاں اولاد ہوتی ہے انہیں اس کا سب سے زیادہ تلخ تجربہ ہوتا ہے۔ اکثر جیٹھانیوں دیورانیوں اور نند بھاوجوں میں بچوں کی وجہ سے خانہ جنگی کی نوبت آجاتی ہے یا اپنے بچے کی بیجا ہٹ پر تنبیہ کرنے کی پاداش میں ساس ناخوش ہو جاتی ہیں۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ بیجا طرفداری پر بیٹی نے ماں کو منع کیا یا صرف یہی کہہ دیا کہ آپ مہربانی سے دخل نہ دیں۔ تو اس قدر برا نہیں ہوتا لیکن اگر ستم رسیدہ بہو سے یہ بے ادبی سرزد ہو گئی تو پھر دوسری دیورانیاں، جیٹھانیاں اور نندیں، ساس کی طرفداری میں اس پر

ٹوٹ پڑتی ہیں۔ اور اٹھتے بیٹھتے ایسے طعنے دیئے جاتے ہیں کہ وہ دل ہی دل میں گھلتی رہتی ہے۔ اسی طرح اگر ساس نے بھولے سے بہو کے معاملے میں دخل دیا۔ یا پوتے پوتیوں یا نوکرانیوں کی حمایت میں ایک جملہ بھی کہا یا بطرزِ نصیحت کوئی بات کہہ دی تو ساس کی نصیحت کڑوی محسوس ہوتی ہے اور ان کی باتوں کو تنگ نظری اور دشمنی سمجھا جاتا ہے۔ اور ایک کی دس لگا کر شوہر کو سناتی ہیں۔ جس سے ماں بیٹے میں اختلاف اور رنجش کی بنیاد پڑتی ہے۔ بیٹا اگر سعادتمند ہو تو حتی الامکان اس فساد کو بحسن وخوبی رفع دفع کرنے میں کامیاب ہوتا ہے۔ مگر کب تک روز روز کے جھگڑوں کو چکانا آسان کام نہیں۔ مگر وہی ساس نندیں یا بھاوجیں اگر مہینہ یا ہفتہ عشرہ کے لئے مہمان آتی ہیں۔ تو ان کی جس قدر خاطریں اور آؤ بھگت ہو کم ہوتی ہے۔ آپ مشترک زندگی بسر کیجئے یا نہ کیجئے مگر بھائی کو بھائی بہن کو بہن اور ماں کو ماں ضرور سمجھتی رہیں گی۔ ان سے انحراف ممکن نہیں۔ مگر سسرال میں رہ کر اور مشترک زندگی بسر کرنے کے بعد ساس کو محبت سے خالی۔ اور نند کو بہن اور دیور کو اپنا حریف ضرور تصور کرنے لگتی ہیں۔ اور ان محبوب اور عزیز رشتہ داریوں کا احترام ساتھ رہنے کی وجہ سے زائل ہو جاتا ہے۔

محترمہ کا یہ کہنا بھی سراسر غلطی ہے کہ انگریزی تمدن میں brother in law. کا کردار کوئی مخصوص چیز ہے۔ ہر ملک میں ساس کو درحقیقت داماد اور بہو دونوں ہی غیر ضروری سمجھتے ہیں داماد مرد ہونے کی حیثیت سے چونکہ الگ تھلگ رہتا ہے۔ اس لئے اس قدر بدنام نہیں۔ اور بہو چونکہ ۲۴ گھنٹے ساتھی ہے اس لئے وہ ساس کی نظر میں بُری۔ اور اس کی نظروں میں ساس بُری ہے۔

محترمہ ایک جگہ ارقام فرماتی ہیں کہ بہو ساس کے نزدیک لڑکے کی دلہن ضرور ہوتی ہے مگر وہ یہ کبھی گوارا نہیں کرتی کہ بہو شرم و لحاظ سے انحراف کر جائے اُسے توقع ہوتی ہے کہ وہ ایک خورد کی طرح رہے اور اپنے شوہر سے ملنے جلنے میں اس خوردی کا لحاظ رکھے۔ مگر شرم و لحاظ کا سوال تو چند ماہ یا چند سال تک محدود ہوتا ہے۔ وہ ساس کی نظروں میں ہمیشہ خورد ہی رہتی ہے اور کوئی بہو بھی خود کو ساس سے بزرگ نہیں خیال کرتی۔ مگر شوہر سے خوردی کا کونسا لحاظ رکھے گی یہ میری ناقص سمجھ میں مطلق نہیں آیا۔ شوہر اور بیوی تو ایک گاڑی کے دو مساوی پہیئے ہیں۔ اگر بیوی ہمیشہ خورد سال رہے گی۔ تو یہ گاڑی کیونکر چلے گی۔ اور پھر آنے والی نسلوں کی سرکردگی کون کرے گا۔

مشترک خاندان سے میرے خیال میں حیا و خوردی اور بزرگی کا کوئی تعلق نہیں۔ بزرگوں کا ادب۔ اور چھوٹوں کا لحاظ اسلامی تہذیب ہمیں سکھاتی ہے۔ ہمیں انگریزی ضرب الامثال نقل کرنے کی ضرورت نہیں۔ اتحاد و اشتراک عمل ہماری دینی تعلیم ہے۔ مگر مشترکہ رہائش میں ہر فرد یہی خیال کر سکتا ہے۔ کہ میرا روپیہ دوسروں پر بے دریغ خرچ ہو رہا ہے۔ اگر ہم علیحدہ رہتے تو اس سے کم خرچ میں گزارا کر کے کچھ پس انداز کر سکتے۔ لڑکوں کو اعلیٰ تعلیم کے لئے یورپ بھیج سکتے۔ لڑکیوں کو یونیورسٹی کے لئے تیار کرتے بچوں کو اپنے حسب منشا تربیت کرتے۔

سسرال میں خورد کی حیثیت سے صرف نئی بیاہی بہوویں رہ سکتی ہیں۔ لیکن جہاں ان کے بال بچے ہو گئے۔ ان کی تعلیم و تربیت کے لئے بہوؤں کو "خورد سالی" کے خیال کو دور کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے کہ بچوں کی تنبیہہ اور نگہداشت ماں ہی اچھی طرح کر سکتی ہے۔ چنانچہ نسل آئندہ کی ماؤں اور باپوں کی تعلیم و تربیت کے لئے پُرسکون علیحدہ اور خود مختار فضا کی ضرورت ہوتی ہے۔

پاس رہ کر درد دل اور پاس وفا کی پابندی آسان نہیں ہے میرے خیال میں دور رہ کر محبت و درد دل زیادہ ہوتا ہے۔ جدائی سے محبت بڑھتی ہے۔ جدائی اگر نہ ہو تو ملنے کا مزا نہیں۔ اور نہ علیحدہ رہنے سے ہم میں بے حیائی پیدا ہو سکتی ہے۔ مغربی اقوام میں علیحدہ رہائش کی وجہ سے کیا شرم و حیا کا فقدان ہے ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ اپنے اپنے ملک کی رسم ہے۔ اور زمانے کا رنگ ہر وقت زمانہ نت نئے دستور اختراع کرتا ہے۔ ان میں سے آزاد خیالی بھی ہے۔ مشترکہ رہائش نہ صرف باہمی اختلافات اور مناقشات کی ذمہ دار ہے۔ بلکہ ہمارے خیالات کو پست اور ذہنیت کو محدود اور غلامانہ بنانے میں بھی معاون ہے۔

جمیلہ بیگم کلکتہ

اولاد پر والدین کے اثرات

ہر بچہ اپنے مزاج، طبعی مناسبت اور شخصیت کے لحاظ سے دوسرے سے مختلف ہوتا ہے مگر اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ وہ ماحول، تعلیم و تربیت کا بھی بڑا اثر قبول کرتا ہے۔ پھر چونکہ بچے کو آنکھ کھولتے ہی سب سے پہلے اپنے گھر اور بالخصوص والدین کا ماحول ملتا ہے۔ اس لئے وہ ان کے اثرات بہت جلد اور آسانی سے قبول کرنے لگتا ہے، اگر والدین میں کچھ کمزوریاں، نقائص اور برائیاں ہیں تو ان کا بچے کی سرشت میں داخل ہونا ناگزیر ہے، یہ بات الگ ہے کہ آئندہ اعلیٰ تعلیم و تربیت یا ماحول کی تبدیلی اور سمجھ بوجھ آ جانے کی وجہ سے ان میں کچھ تبدیلی یا کمی ہو جائے۔ مگر یہ بچے کی سرشت میں داخل ضرور ہو جاتی ہیں۔ اور زندگی میں کبھی ان کا اظہار ہوتا رہتا ہے، چنانچہ بعض انسانوں میں ان کے عام مزاج اور سرشت کے خلاف جو کیفیات پیدا ہوتی ہیں۔ اس کا سبب یہی ہے، اس لئے یہ کہنا بالکل ٹھیک ہے کہ والدین کو یہ اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ صحیح بچے پیدا کرنا ان کی اصلاح سے بدرجہا بہتر ہے، بنی نوع انسان کی بھلائی چاہنے والے افراد جو بالغوں کی اصلاح کرتے ہیں۔ یقیناً ایک بڑی خدمت انجام دے رہے ہیں، اور وہ والدین بھی اچھے ہیں جو اپنے بچوں کی صحیح پرورش اور تعلیم و تربیت کرتے ہیں۔ مگر سب سے زیادہ قابل تعریف وہ لوگ ہیں جو اپنے بچوں کی پیدائش سے قبل ہی تربیت شروع کر دیتے ہیں۔ اور اچھے اثرات کی بدولت ان کے مزاج، سیرت اور کردار میں دخیل ہو کر ان کی زندگی کو کامیاب بنانے کی کوشش کرتے ہیں، توریت کا ایک جملہ ہے کہ "بچہ جب ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے بدی اس وقت داخل ہو جاتی ہے اور ایسے بچے پیدا ہوتے ہی بھٹکنے لگتے ہیں"۔ یہی صورت نیکی کی ہے، اور اس کا اثر بھی وہیں سے شروع ہوتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ لڑکے پر باپ کا اور لڑکی پر ماں کا اثر زیادہ پڑتا ہے۔ چنانچہ ایک مثل مشہور ہے کہ "باپ پر پوت پتا پر گھوڑا، بہت نہیں تو تھوڑا تھوڑا" اس کی وجہ یہ ہے کہ لڑکے کے سامنے باپ کی اور لڑکی کے سامنے ماں کی نظیر ہوتی ہے، وہ ہر بات میں ان ہی کی نقل کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر یہاں ماں اور باپ میں تھوڑا سا فرق ہو جاتا ہے، بچہ لڑکا ہو یا لڑکی باپ کا اثر کچھ دیر میں قبول کرتا ہے، مگر ماں کا اثر اس پر نہ صرف ولادت کے بعد بلکہ اس سے قبل ہی شروع ہو جاتا ہے اس لئے یہ کہنا کچھ غلط نہیں کہ بچے کی حقیقی تربیت ولادت کے دن سے شروع نہیں ہوتی بلکہ داغ بیل اسی وقت سے پڑ جاتی ہے۔ جبکہ وہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے، اس طرح بچوں کی پرورش و پرداخت میں عورت کا دخل بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ جب بچہ شکم مادر میں ہوتا ہے تو ماں کے خیالات و رجحانات کا اثر نہ صرف اس کی سیرت و کردار کو متاثر کرتا ہے بلکہ اُن کے ذائقے، اطوار، بدن کی ساخت ان کی خواہشات کو بھی یہی چیزیں متعین کرتی ہیں، ذیل کی چند مثالوں سے اس کی بخوبی وضاحت ہو جائے گی۔

نپولین بوناپارٹ جب پیٹ میں تھا تو اس کے باپ کو ایک جنگی مہم پیش آگئی، جس میں اس کی ماں بھی گھوڑے پر سوار اس کے ساتھ رہا کرتی تھی۔ وہ کئی ماہ تک فوجی ماحول میں رہی اور فنون جنگ سے اچھی خاصی واقف ہو گئی، اور بعض فوجی فرائض بھی انجام دینے لگی، ان تمام چیزوں کا اثر بچہ پر پڑا، نپولین کو بچپن ہی سے فوجی کھیلوں کا بڑا شوق تھا، وہ برف کے قلعے بناتا اور اپنے کمسن ساتھیوں کے ہمراہ لڑائیاں لڑا کرتا تھا۔ اس کو جنگ اور فتوحات کی گفتگو سے بڑی دلچسپی تھی۔ ان سب چیزوں نے اس کو دنیا کا ایک مشہور جنرل بنا دیا۔

شہنشاہ اکبر کے متعلق بھی یہی کہا جا سکتا ہے وہ اس وقت ماں کے پیٹ میں تھا، جبکہ اس کا باپ ادھر سے ادھر مارا مارا پھر رہا تھا، اس کی ماں گھوڑے پر سوار شوہر کے ہمراہ رہتی تھی جہاں کہیں دشمن مل جاتے ان سے ایک آدھ جھپٹ ہو جاتی

اور پھر دہی نوبت آجاتی، اسی زمانے میں اکبر پیدا ہوا اور اس کی زندگی میں ان چیزوں نے کافی اثر ڈالا، یہی وہ پوشیدہ تربیت تھی، جس نے اس کو تخت پر بیٹھنے کے کچھ عرصے بعد ہی شاہ گجرات کی سرکوبی کے لئے تین دن میں دہلی سے گجرات پہنچا دیا۔ اکبر میں باپ کی نرمی اور رواداری کا اثر بھی آیا، ہمایوں نے ہمیشہ اپنے بھائیوں کو معاف کیا، اکبر نے باغی سرداروں کا سر اپنے ہاتھ سے قلم کرنا گوارا نہ کیا۔ بیرم خاں نے بغاوت کی مگر جب گرفتار ہو کر سامنے آیا تو اکبر نے اس کو گلے سے لگایا اور قصور معاف کر دیا۔

رابرٹ برنس انگریزی کا ایک مشہور شاعر گذرا ہے، اس کی ماں ایک خوش طبع عورت تھی۔ اور اس کو گیتوں اور گانوں سے بڑی دلچسپی تھی، اور وہ اپنے گھر کا کام کرتے ہوئے ان ہی کو گنگنایا کرتی تھی۔ چنانچہ جب اس کے یہاں بچہ پیدا ہوا تو بچپن ہی سے اس میں یہ ذوق جھلکنے لگا اور آخر کار جب بات وہ بڑا شاعر بن گیا۔ اسی طرح کی ایک اور مثال فاکس مین کی ہے جو بڑا بھاری مصور گذرا ہے جس کی تصویروں کی خوبصورتی اور نزاکت کی بڑی تعریف کی جاتی ہے۔ اس کی ماں کو فنون لطیفہ سے بڑی دلچسپی تھی۔ اور جب یہ لڑکا پیٹ میں تھا تو وہ گھنٹوں مجسموں اور اعلیٰ قسم کی تصویروں کو بغور دیکھا کرتی اور ان کی نفاستوں اور باریکیوں پر غور کیا کرتی تھی، چنانچہ وہ اس بات کا پختہ یقین رکھتی تھی کہ اس کے بیٹے میں جو کمال پیدا ہوا وہ در اصل خود اسی کی محنت کا نتیجہ ہے۔

سر سید کی تربیت میں ان کی والدہ کی کوششوں کا خاص دخل رہا ہے، دنیا کے اکثر مشاہیر کے متعلق یہی کہا جا سکتا ہے۔ اور ان کی فطری صلاحیتوں کو بہت زیادہ اجاگر کرنے والی ان کی مائیں ہی تھیں۔ ایک اور ماں کا ذکر ہے کہ وہ ولادت سے قبل اپنا سارا وقت کتب بینی میں گذارا کرتی تھی اس کے کچھ عرصہ بعد اس کے یہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ جب یہ لڑکی دو ڈھائی سال کی ہو گئی تو اس کو کتابوں سے دلچسپی پیدا ہو گئی، اور جب اس کو کوئی کھلونا دیا جاتا تو وہ اتنی خوش نہیں ہوتی تھی کہ ایک کتاب پا کر خوش ہوتی تھی، خود میرا بڑا بچہ جو سوا سال کا ہے۔ کتاب یا اخبار دیکھتے ہی بری طرح اس پر گرتا ہے، اور گھنٹوں اس کو الٹ پلٹ کر دل بہلایا کرتا ہے۔

جس طرح اچھی باتوں کا اثر پڑتا ہے۔ اسی طرح بچہ بری باتوں کا اثر بھی قبول کرتا ہے۔ چنانچہ مسٹر سی، جی، بیٹریر نے اپنی کتاب "مادری اثرات" میں ایک عورت کی مثال دی ہے جس کو اس کا شوہر گھر کے خرچ کے لئے کچھ رقم دیا کرتا تھا۔ مگر اخراجات کی زیادتی کی وجہ سے وہ اکثر اپنے شوہر کی کچھ رقم اڑا لیا کرتی تھی، اس زمانے میں اس کے یہاں ایک بچہ پیدا ہوا جو بڑا چور نکلا۔ مگر اس کی خصوصیت یہ تھی کہ وہ ہمیشہ صرف اپنے عزیز و اقارب کی چیزیں چرایا کرتا تھا۔ چنانچہ اس نے باپ، ماں، بہن بھائی، اور دوسرے قریبی عزیزوں کی مختلف چیزیں مثلاً گھڑی، زنجیر، کوٹ، بوٹ وغیرہ چرائے۔ مگر کبھی کسی غیر آدمی کی چوری نہیں کی۔

ایک ماں کو چائے پینے کی بڑی عادت تھی، اور وہ دن میں کئی بار چائے پیا کرتی تھی، جب اس کے یہاں بچہ پیدا ہوا تو وہ دودھ کے بجائے چائے بڑی رغبت سے پیتا تھا۔ صرف یہی نہیں ہوتا کہ ماں جو غذا کرتی ہے، یا جو کھاتی پیتی ہے۔ اس کا اثر اولاد پر پڑتا ہے بلکہ محض اس کے تخیلات کا اثر بھی اولاد قبول کرتی ہے، یہ ایک عام مشاہدہ ہے کہ شادی کے بعد اگر بچہ جلد پیدا ہو جائے تو عموماً وہ شکل و شباہت میں باپ سے ملتا جلتا ہوتا ہے کیونکہ نئی نویلی دولہن کا مرکز خیال اس کا شوہر ہی ہوتا ہے لیکن دوسرے بچوں کی پیدائش میں چونکہ کافی وقت گذر جاتا ہے۔ اور مرکز خیال ایک نہیں رہتا۔ اور وہ اگلی سی خوش وقتی باقی نہیں رہتی، عورت گھر کے کام دھندوں یا بچوں کی پرورش میں لگ جاتی ہے۔ اس لئے دوسرے بچے باپ سے اتنے زیادہ مشابہ نہیں ہوتے، یہ بھی صحیح ہے کہ وہ بچے جو والدین کی خوشحالی میں پیدا ہوتے ہیں نیاض بلکہ فضول خرچ ہوتے ہیں، تنگ دستی اور معاشی مشکلات

کے زمانے میں پیدا ہونے والے بچے جز رس یا بعض اوقات کنجوس ہوتے ہیں۔

بعض اوقات بچوں پر چند پیدائشی نشانات پائے جاتے ہیں، اکثر صورتوں میں ان کا تعلق بھی ماں کے تخیلات یا واقعات سے ہوتا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر رے گرنے مثال دی ہے کہ ایک عورت کو جب پیٹ میں بچہ سات ماہ کا تھا۔ ایک کتے نے کاٹ کھایا، اس وقت وہ بہت ہی وحشت زدہ ہوئی، لیکن دو ایک روز بعد وہ اس واقعہ کو بالکل بھول گئی۔ دس ہفتے بعد جب اس کے یہاں بچہ ہوا تو اس کی داہنی ٹانگ پر کتے کے دانتوں کے نشانات موجود تھے، مگر دو تہائی نشان صرف پانچ ہفتے میں غائب ہو گئے اور باقی بھی کچھ دنوں کے بعد بالکل مٹ گئے۔ اس کے برخلاف ایک دوسری عورت کے گھوڑے نے لات ماردی۔ اس کو کچھ زیادہ چوٹ نہ آئی، مگر اس نے اس واقعہ کو بڑی اہمیت دی اور ہر شخص سے اس کا اندیشہ ظاہر کرتی تھی کہ کہیں اس کے بچے کے بدن پر اس کا نشان نہ پڑ جائے، چنانچہ جب اس کے یہاں بچہ پیدا ہوا تو اس کے سر پر ایک جگہ سے بال اڑے ہوئے تھے اور گھوڑے کے سم کی علامت موجود تھی، یہ نشان عمر بھر نہ مٹ سکا، غالباً یہی سبب ہے کہ آج بھی ہمارے اکثر گھروں میں زچہ کو گرہن کے وقت کسی چیز کے توڑنے، کاٹنے یا کترنے سے منع کیا جاتا ہے۔ اور اس کو بے حس و حرکت پلنگ پر چت لیٹ جانے کی ہدایت کی جاتی ہے۔ خیال یہ ہے کہ اگر اس وقت وہ کوئی کام کرے گی تو اس کا اثر بچہ پر پڑے گا، چونکہ پرانے زمانے میں چاند یا سورج گرہن کو ایک سماوی آفت سمجھا جاتا تھا، اور عام لوگوں کو بھی نیک کام کرنے کی تلقین کی جاتی تھی۔ اس لئے زچہ کے ساتھ جو سلوک بھی کیا جاتا کم تھا، مگر اب وہ اگلی سی بات تو نہیں رہی، تاہم یہ اعتقاد ضرور باقی ہے، اور چونکہ یہ اعتقاد عرصہ دراز سے چلا آ رہا ہے۔ اس لئے کوئی تعجب کی بات نہیں کہ اگر اس کی خلاف ورزی ہو جائے اور خیال برابر بندھا رہے تو اس کے اثرات بھی نمایاں ہو جائیں۔

بہرحال اولاد پر والدین کے اثرات بہت زیادہ اہم ہوتے ہیں۔ اور دنیا کی کوئی طاقت ان کو روک نہیں سکتی تعلیم یا تربیت کا اثر ان کو بالکل باطل نہیں کر سکتا، سائنس اور طب نے بہت کافی ترقی کر لی ہے۔ پیدائشی نقائص کو دور کیا جا سکتا ہے۔ کمزور کو قوی بنایا جا سکتا ہے، گوشت کا پیوند لگایا جا سکتا ہے۔ بیمار کی رگوں میں تندرست کا خون دوڑایا جا سکتا ہے۔ غیر ضروری اعضا کی قطع برید کی جا سکتی ہے۔ مگر والدین کے فطری اثرات میں کوئی رد و بدل نہیں ہو سکتا۔ اور یہ موت کی طرح اٹل ہیں۔ اب یہ والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ جیسے اثرات چاہیں اپنی اولاد پر ڈالیں، لیکن تربیت جتنی جلد شروع ہو گی، اتنی ہی اچھی اور راسخ ہو گی۔ اور اسی میں اُن کی اور اُن کی اولاد کی فلاح و بہبود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب بچہ پیٹ میں ہو تو عورت کو اچھی باتیں سوچنے، اچھے کام کرنے، اور ہنسی خوشی رہنے کی ہدایت کی جاتی ہے۔ جتنا ان باتوں پر زیادہ عمل کیا جائے گا اتنی ہی اولاد بہتر، اور تندرست پیدا ہو گی، اور اس کے اخلاق و عادات درست ہوں گے، اور آئندہ اس کی تعلیم و تربیت پر کم محنت کرنی ہو گی۔

محمد احمد سبزواری، ام۔اے

راوی کے کنارے

بیٹھی ہوں شب ماہ میں راوی کے کنارے — آکاش پہ ہیں کھیل رہے شوخ ستارے
خاموش نظر آتی ہے پانی کی روانی — ہے نیند کی آغوش میں لہروں کی جوانی
پتوں پہ ہیں رقصاں مہ کامل کی شعاعیں — کلیوں کے گلے میں ہیں پڑی ڈالے ہوئے باہیں
پھولوں کی چمکتی ہوئی رنگین قبا ہے — ہر ایک کلی مائل انداز حیا ہے!
سبزہ بھی کنارے پہ مگن سویا ہوا ہے — ماضی کی کسی یاد میں یا کھویا ہوا ہے
پر کیف مناظر میں طرب بیز ہوائیں — خوشبو میں لٹاتی ہیں فسوں خیز ہوائیں

بیٹھی ہوں شب ماہ میں راوی کے کنارے
آکاش پہ ہیں کھیل رہے شوخ ستارے

نجمہ انوار الحق

دعوت!

بھیا کا تبادلہ سیتاپور کا ہوا تو انہوں نے مجھے اور اماں کو اس بات پر رضامند کر لیا کہ ہم ان کے ساتھ چلیں، تاکہ گھر بار جمانے میں بھیا کو دقت نہ اٹھانی پڑے ہو سکے تو دو مہینے میں بھیا کی شادی سے بھی فارغ ہو جائیں۔ سیتاپور پہنچ کر بہت ہی جلد ایک خوشنما بنگلہ مل گیا اور میں نے ایک ہفتہ کی جان توڑ محنت میں بنگلہ کو آراستہ کر کے دلہن بنا دیا۔ ایک دن شام کو بھیا نے دفتر سے واپس آ کر کہا "بھئی سعیدہ یہاں اتفاق سے ہمارے ایک پرانے دوست بھی مل گئے ہیں۔ نہایت مخلص اور معقول آدمی ہیں۔ انہوں نے آج بہت اصرار سے کہہ دیا ہے کہ اپنی والدہ اور ہمشیرہ کو کل صبح نو دس بجے ہمارے یہاں ضرور لاؤ۔ کھانا غریب خانہ پر ہی تناول فرمائیں گی اور تمہاری بھابی سے ملاقات ہو جائے گی۔ اس بہانہ اپنے ہم وطنوں سے مل لیں گی۔" میں نے بہت ٹالا مگر وہ نہ مانے خفا ہونے لگے کہ "ایسی بھی غیریت کس کام کی کل اتوار ہے۔ تم بھی گھر میں پڑے پڑے کیا کرو گے۔ والدہ اور ہمشیرہ کو لے کر آ جاؤ۔ ان کی تفریح ہو جائے گی نیا شہر ہے۔ نئے لوگ ہیں۔ دل گھبراتا ہوگا۔" اب بولو بھئی سعیدہ تمہارا کیا ارادہ ہے؟" میں نے کہا "بھیا نیکی اور پوچھ پوچھ آپ جانتے ہیں کہ میں ایسے موقعوں پر سب سے آگے رہتی ہوں مگر امی جان کو راضی کرنا ذرا مشکل کام ہے۔" بھیا نے کہا "باؤلی یہ کیا مشکل ہے۔ امی جان سے بس یہی کہہ دینا کہ آپ کے پانی پت کی ایک بیوی ہیں، اگر پسند کریں تو اُن سے مل لیجئے۔" میں نے بھیا کے نکتہ رس دماغ کی داد دیتے ہوئے وعدہ کر لیا کہ میں امی جان کو راضی کر لوں گی۔

دوسرے دن ناشتہ سے فارغ ہو کر میں نے جلدی جلدی امی کے کپڑے نکالے کنگھی، سرمہ دانی، آئینہ سب اُن کی چوکی پر رکھ کر کپڑے تبدیل کرنے چلی گئی۔ میں تیار ہو کر آئی تو امی جان بھی کپڑے بدل چکی تھیں۔ اور بھیا شیروانی پہنے ہمارا انتظار کر رہے تھے۔ بھیا نے مسکراتے ہوئے امی جان سے کہا "امی تشریف لے چلئے سواری تیار ہے اور سعیدہ کو تو میرے خیال میں گھر کی چوکیداری کے لئے چھوڑ جائیے۔" امی جان ناراض ہو کر بولیں "واہ بھئی واہ چھوڑنے کی بھی ایک کہی، میری بچی میری جان کے ساتھ ہے۔ جہاں میں جاؤں گی وہ میرے ساتھ ہو گی۔ تمہارا بس چلے تو بہن کو اکیلے ڈھنڈار گھر میں چھوڑ کر نے ڈال دو مگر میں کیسے گوارہ کروں گی۔" میں نے بھیا کو ایک فاتحانہ مسکراہٹ کے ساتھ دیکھا اور ذرا اکڑ کر کھڑی ہو گئی۔ بھیا نے کہا "امی جان آخر گھر میں بھی تو کوئی ہونا چاہیے۔ اگر خدانخواستہ آپ کی پٹاری کوئی اٹھا کر لے گیا تو میں بے چارہ کیا کروں گا۔" امی نے کھسیانی ہوتے ہوئے دونوں پاؤں کھینچ کر چوکی پر رکھ لئے اور بولیں "احمد تیری ان ہی باتوں پر تو میرے آگ لگتی ہے۔ اچھا لے نہ میں جاؤں اور نہ میری بچی جائے۔" میں نے دبی ہوئی آواز سے کہا "امی بھیا وہاں خود تو میں جا کر کیا کریں گے۔ ان کو گھر میں ہی رہنے دیجئے۔" بھیا بولے "اور بیگم تم کو راستہ کون بتائے گا۔" میں نے کہا "لیکن مجھے تو آپ لیجانے سے انکار کر رہے ہیں۔" وہ بولے "ہاں ہاں یہ تو میں اب بھی کہہ رہا ہوں کہ امی جان ہوتی ہیں گی۔ تمہارا کیا ٹھوخہ ہے۔" امی کا غصہ کچھ فرو ہو گیا اور وہ کانوں میں سے بالی پتہ اتارتے ہوئے بولیں "تو کوئی نہیں جاتا بس۔ تو خود چلا جا۔" بھیا کھلکھلا کر ہنس پڑے اور امی کے گلے میں بانہیں ڈال کر بولے "اجی میری امی یہ کیسے ہو سکتا ہے آپ میرے سر پر اور سعیدہ (آہستہ سے) میرے پاؤں پہ۔ آپ میری موٹر کی نرم نرم سیٹ پر اور سعیدہ اس کے ٹائر پر۔" میں نے بھیا کو بھنا کر دیکھا اور دل ہی دل میں کہا۔ ٹھہرو تو سہی کیسی فضیحتیاں کرواؤں گی۔ بھیا بولے "امی جان اور اے بھئی سعیدہ بیگم صاحبہ چلئے تشریف لے چلئے کار تیار ہے۔"

ہم لوگ برآمدہ سے نکل کر کار میں بیٹھ گئے اور تقریباً پندرہ بیس منٹ میں اپنے میزبان کے مکان پر جا پہنچے۔ میزبان بیوی (بھیا کی نئی بھابی) استقبال کے لئے ڈیوڑھی تک آئیں۔ اُن کے پیچھے دو تین بچے بھی روتے بلکتے دوڑے۔ نئی بھابی نے بچوں کو اشارہ سے منع کیا۔ لیکن ایک بچہ تو ٹانگوں میں لپٹ گیا کہ نہیں میں بھی جاؤں گا۔ بیچاری نے بچہ کو بمشکل ہٹا کر ہم لوگوں کو خیر مقدم کہا اور ایک وسیع

کمرہ میں لاکر بٹھایا۔ سقیبا مردانے میں چلے گئے کچھ دیر ادھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ امّی جان نے پانی پت کا ذکر چھیڑ دیا جس میں نئی بھابی نے بہت دلچسپی لی۔ میں نے ایک بچہ کو (جو مسہری کے تکیہ سے جھول رہا تھا) اشارہ سے بلاکر گود میں بٹھالیا اور پوچھا "میاں آپ کا نام کیا ہے"۔ بچے نے کرتے کا دامن چوستے ہوئے کہا "چوں بتائیں" نئی بھابی بولیں "ان کا نام ظہور میاں ہے"۔ میں نے کہا "جناب ہمیں آپ کا نام تو معلوم ہوگیا۔ یہ بتایئے کہ آپ کیا پڑھتے ہیں"۔ ظہور میاں میرے گلہ پر انگلی مار کر بولے "تیری اماں کا چیمڑا سر"۔ ابھی ظہور میاں سے باتیں ہو رہی تھیں کہ باورچی خانہ سے بڑی بی ہانپتی کانپتی سر پر دوپٹہ کی ڈھیری رکھے آئیں۔ اور پوربی لہجہ میں بولیں "بیگم صاحبہ جلدی چلئے منجھلے میاں سارا سالن سپوٹ جات ہیں" بیگم صاحبہ نے بڑی بی کو گھورتے ہوئے کہا "آخر تم کو کب تمیز آئے گی۔ جاؤ انا سے کہہ دو۔ منجھلے میاں کو باہر لے جائیں"۔ مجھ سے مخاطب ہو کر بولیں "بہن یہاں کے ملازم بہت ہی بدتمیز اور اُجڈ ہیں۔ ہمارے پانی پت کی مامائیں اس قدر تمیزدار اور باسلیقہ ہوتی ہیں کہ بیوی کو دخل دینے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی اور وہ سارا کام سنبھال لیتی ہیں"۔ میں نے کہا "جی ہاں اچھے ملازم تو ذرا مشکل ہی سے ملتے ہیں"۔ ابھی چار یا پانچ منٹ باتیں کرتے گزرے تھے کہ ایک ملازمہ اور کئی بچوں کی چیخم دھاڑ سے سارا گھر گونج گیا۔ میزبان بھابی کڑک دار آواز سے چلائیں "کیوں شور مچا رکھا ہے"۔ لیکن نقار خانہ میں طوطی کی آواز کون سنتا؟ ماما اور بچوں کی چیخیں اور اور زیادہ بلند ہوگئیں۔ آگے آگے نئی بھابی اور پیچھے سے میں بھی دوڑی ہوئی پہنچی منجھلے میاں بوڑھی انا کا گریبان پکڑے لٹک رہے تھے اور منجھلے بھیا اس کے دامن کو دانتوں سے بری طرح دبائے ہوئے تھے اور انا ایک میلی کالی سی صندوقچی پر چھنگلی پاؤں رکھے دونوں پہلوانوں کا مقابلہ کر رہی تھی۔ نئی بھابی نے بچوں کو علیحدہ کرنے کی کوشش کی لیکن ان غریب کی کمزور کلائیاں لچک لچک کر ناکام رہ گئیں۔ آخر مجھے بھی نئی بھاوج کی مدد کرنی پڑی۔ جب ہم دونوں نے پوری قوت سے ایک ایک بچہ کو الگ کیا تو ایک کے ہاتھ میں بوڑھی انا کے گریبان کی دھجی آگئی۔ اور دوسرے کے دانتوں میں دامن کا چیتھڑا لٹکا ہوا۔ میں نے دبی آواز سے دریافت کیا "انا بچے کیوں ناراض ہوگئے تھے"۔ اس دھینگا مشتی سے بڑھیا کی دھونکنی چل رہی تھی۔ اس نے صندوقچی پاؤں کے نیچے سے نکال کر روتے ہوئے کہا "بیوی میں اس صندوقچی میں اپنا سوئی تاگہ بتین گھنڈی رکھ لیتی ہوں اس وقت لیکر بیٹھی تھی کہ لاؤ ٹانکہ ٹوبہ بھرلوں۔ اتنے میں منجھلے میاں اور منجھلے میاں آگئے اور جھگڑنے لگے کہ صندوقچی دے نہیں تو تیری جٹیا گھسیٹ کر اماں کے پاس لے جائیں گے۔ جب میں نے منع کردیا تو منجھلے بھیا نے (صندوقچی دکھاتے ہوئے) دیکھئے میری صندوقچی پر کھڑے کھڑے پیشاب کردیا"۔ میں نے کہا "بڑی بی تو تو مت بچے ہیں ان کی بات کا کیا خیال کرتی ہو"۔ بڑھیا خاموش ہوگئی اور میں اور نئی بھابی دونوں بچوں کو ساتھ لے کر نشست گاہ پر آگئے۔ بھابی بولیں "منظور دیکھو تم بہت شوخی کرنے لگے ہو دیکھو یہ پھپھی جان اور دادی اماں پانی پت سے آئی ہیں اگر تم شرارت کروگے تو یہ خفا ہو کر چلی جائیں گی"۔ منظور میاں اٹھلاتے ہوئے بولے "دادی اماں تو نہیں ہیں"۔ نئی بھابی نے امی جان کی طرف اشارے سے بتایا کہ یہ تمہاری دادی اماں ہیں۔ امی جان نے کہا "آؤ میاں ہمارے پاس آؤ" بلانے کی دیر تھی منظور میاں اچک کر امی جان کی پیٹھ پر دوندگئے اور دونوں ہاتھوں سے اُن کی گردن جکڑ لی۔ امی جان نے پیار سے ظہور میاں کے دونوں ہاتھ تھام لئے لیکن جب گردن کی گرفت کچھ زیادہ مضبوط ہوگئی تو انہوں نے ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی۔ ادھر میں نے میزبان بھابی کی نگاہ بچا کر ظہور میاں کو آنکھیں نکال کر زور سے گھورا۔ میرے گھورنے سے انہوں نے کسمساتے ہوئے امی کی گردن تو چھوڑ دی لیکن ان کے سر سے دوپٹہ سرکا کر چوٹی پکڑ کے زور زور سے گانے لگے "دادی کی چٹیا پکڑ کے لٹک جائیں رے اے ہاں جی"۔ امی جھنجھلا گئی تھیں۔ پھر بھی انہوں نے ضبط سے کام لیتے ہوئے کہا "بیٹے چوٹی نہیں پکڑتے۔ آؤ ادھر آؤ باتیں کرو گنتی سناؤ"۔ نئی بھابی شرم سے پانی پانی ہو رہی تھیں۔ آخر انہوں نے ظہور میاں کے دونوں ہاتھ پکڑ کر کمرہ سے باہر نکال دیا۔ اور مجھ سے کہنے لگیں "میرا یہ بچہ بہت ہی شریر ہوگیا ہے۔ آپ اپنے بھیا سے کہئے کہ کوئی ایسا آدمی بتائیں جہاں میں تھوڑی دیر کو اسے چھوڑ دیا کروں"۔ جی میں تو آیا کہہ دوں "کانجی ہاؤس بھیج دیجئے"۔ لیکن بہت اچھا کہہ کر خاموش ہوگئی۔ تھوڑی دیر میں بڑی بی ایک بالٹی لیکر آئیں اور یہ کہتے ہوئے کہ "بیوی خبردار" بالٹی چبوترہ پر رکھ دی۔ ظہور میاں کی بھی پسلی پھڑک گئی اور وہ لپکے ہوئے آئے بالٹی میں

ہاتھ ڈالا اور ایک بڑا قلمی آم نکال کر اپنی والدہ کو بڑے فخر سے دکھاتے ہوئے بولے "ایا ایا! دیکھو یہ کیا؟ دیکھو یہ کیا" ماں نے دوپٹہ کی اوٹ سے گھور کر دیکھا۔ لیکن وہاں کس پر اثر ہوتا۔ کھڑے ہی کھڑے آم کو کھاتے بھی گئے اور کہنیوں کے پاس سے کلائی اور انگلیوں تک ایک سڑاپے میں لمبی زبان نکال کر چاٹتے بھی گئے۔ رس کی جو بوندیں کرتے پر ٹپک جاتی تھیں وہاں سے کرتے کا اتنا حصہ اٹھا کر زور سے چوس لیتے تھے۔ ظہور میاں بڑے باپ کے بیٹے تو تھے نہیں اور بھائیوں نے کیا قصور کیا تھا۔ سب گدبد کر کے بالٹی پر اوندھے گئے۔ جب ایک ایک بچہ نے کئی کئی آم کھالئے تو نئی بھابی یہ کہتی ہوئی اٹھیں "میاں زیادہ نہ کھاؤ پیٹ میں درد ہو جائے گا۔" انہوں نے بالٹی اٹھانی چاہی لیکن تینوں چاروں بالٹی کو پوری قوت سے چمٹ گئے۔ آخر بڑی بی کو آواز دی گئی اور ماما اور بیوی دونوں نے مل کر اس مرحلہ کو طے کیا۔ ظہور میاں غصہ میں بھنا گئے اور چوسی ہوئی گٹھلی اپنی آپا کے او پر تاک کر ماری۔ لیکن وہ بجائے ان کی والدہ کے امی جان کی کنپٹی پر اس زور سے پڑی کہ وہ سر پکڑ کر رہ گئیں۔ ادھر بچوں نے ٹھٹھے لگا لگا کر چند ہی منٹ میں آم کے چھلکوں اور گٹھلیوں کا مینہ برسا دیا۔ میزبان بھابی چیخ رہی تھیں۔ مامائیں بچوں کو پکڑنے کے لئے بھاگ رہی تھیں۔ امی جان نے ایک کونہ میں سرک کر کواڑ بند کر لیا۔ اور مجھے سنگھار میز کے پیچھے پناہ لینی پڑی۔ آخر ایک ایک بچہ کو قابو میں لا کر مردانے میں بھجوا دیا گیا۔ ہم نے اطمینان کا گہرا سانس لیا۔ اور چاندنی بدلنے کے لئے کچھ دیر کے لئے اپنی اپنی جگہ پر خاموش بیٹھ گئے۔ خدا خدا کر کے دسترخوان بچھا اور ہم نے جلدی سے ہاتھ دھو کر بسم اللہ بول دی۔ ابھی دو چار ہی لقمے حلق سے اترے ہونگے کہ پھر ظہور میاں آدھمکے اور آستین سے ناک پونچھتے ہوئے میرے مقابل براجمان ہو گئے۔ پہلے انہوں نے تمام چیزوں کا جائزہ لیا اور پھر ربڑی کی پلیٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ٹھنٹھناتے ہوئے بولے "لبڑی کھاؤں گا" (ربڑی کھاؤں گا) اماں نے آنکھ کے اشارہ سے منع کیا اور ربڑی کی پلیٹ امی جان کی طرف سرکا دی۔ ظہور میاں دسترخوان پر لوٹ گئے اور ایڑیاں رگڑتے ہوئے بولے "یہ ہماری سب لبڑی کھا ئیدی" دودھ کا جلا چھاچھ کو پھونک پھونک کر پیتا ہے۔ میں نے جلدی سے ایک پلیٹ میں آدھے سے زیادہ ربڑی نکال کر ظہور میاں کے آگے رکھ دی۔ تین چار منٹ میں وہ سب صاف کر گئے۔ اور پلیٹ میری طرف سرکا کر بولے "اور دے ابھی اور کھاؤں گا۔" میں نے باقی ربڑی بھی ان کے سامنے رکھ دی۔ اب تو ظہور میاں مجھ سے کچھ خوش سے ہو گئے اور کھانا کھانے کے بعد میرے پاس بھڑ کر بیٹھے ہوئے میری ساڑھی کا آنچل چباتے اور چوستے رہے۔ مرتا کیا نہ کرتا دم سادھے بیٹھی ہوئی اپنی ساڑھی کو چچوڑاتی رہی۔ امی جان اکتا گئی تھیں اور میں بوکھلا رہی تھی۔ اتنے میں ملازمہ نے آواز دی کہ موٹر آ گئی ہے۔ میاں بلاتے ہیں۔ امی جان نے جلدی سے برقعہ اوڑھ کر خدا حافظ کہا اور میں اُن سے دو قدم آگے بڑھ گئی لیکن پیچھے سے ظہور میاں ساڑھی کا آنچل گھسیٹ کر بولے "تو تاں جالئی ہے میں بھی تیلے ساتھ چلوں گا۔" میں لمبے لمبے قدم بڑھا کے جلدی سے کار میں بیٹھ گئی۔ امی جان تو خاموش تھیں۔ میں نے بھیّا سے کہا "واہ بھیّا واہ اچھوں میں لا کر پھنسوایا۔" بھیّا نے زور سے قہقہہ لگا کر پوچھا "کیوں خیر تو ہے۔" میں نے کہا "ذرا امی جان سے پوچھئے کیا کیسی کیسی درگت بنی ہے یہ دیکھئے میری ساڑھی اور امی کی کنپٹی۔" بھیّا نے امی کی کنپٹی کو چھوتے ہوئے کہا "زیادہ تکلیف تو نہیں ہے؟ اپنی کلائی دکھا کر دیکھئے درگت تو اس بیچاری گھڑی کی بھی خوب بنی ہے۔" امی جان گھڑی کے ٹوٹے ہوئے شیشہ کو ٹٹولتے ہوئے بولیں "لڑکے شاید تجھے کسی نے بہکا دیا تھا۔ یہ بیوی ہمارے پانی بہنے کی تو ہو نہیں سکتیں۔" بھیّا کھلکھلا کر ہنس پڑے اور میں بھی مسکرا دی۔

آمنہ نازلی

تازیانۂ عبرت

جائیں اگر کسی کے جنازے کے ساتھ ہم　　مُردہ کے غم سے چاہیئے بڑھ کر ہو اپنا غم
اس نے تو عزرائیل کا منہ دیکھ ہی لیا　　ہم کو مگر ابھی ہے یہ کھٹکا لگا ہوا
وہ چکھ چکا ہے موت کی تلخی مگر ہمیں　　چکھنا ابھی ہے اس کا مزہ اس جہان میں
اس کو تو اب رہا نہیں کچھ خاتمہ کا ڈر　　اپنے لئے یہ خوف ہے باقی ابھی مگر

رہ رہ کے آ رہا ہے ازل دل میں یہ خیال
کیا دیکھیں پیش آئے ہمیں وقت انتقال

ابوالاعجاز ازل

میری بیٹی

اپنی بیٹی سے کون محبت نہیں کرتا۔ اور کون نہیں چاہتا کہ اس کی بیٹی کی تعریف کی جائے لیکن تعریفوں کے موضوع ہر زمانے میں مختلف رہے ہیں۔ پہلے زمانے میں اگر بیٹیوں کی تعریف اس میں سمجھی جاتی تھی کہ وہ خوش مزاج، نیک سیرت، سلیقہ شعار اور انتظام خانہ داری میں ماہر ہوں، تو آجکل لڑکیوں کی صفات سمٹ کر تعلیم میں آگئی ہیں والدین کی تمام تر توجہ یہ ہوتی ہے کہ ان کی لڑکیاں تعلیم یافتہ کیا بلکہ "ڈگری یافتہ" ہو جائیں۔ یہ ڈگری ان کو ہمہ صفت موصوف کر دیتی ہے۔

تعلیم واقعی بہت ضروری اور مفید شے ہے۔ اور میں نہیں کہہ سکتی کہ کس قدر روحانی مسرت ہوتی ہے۔ جب آجکل دو چار "بڑی بوڑھیوں" کے مجمع میں بجائے ان کو ناک بھلا بھلا کر اور آنکھیں نکال نکال کر یہ کہتے ہوئے پانے کے کہ "اے بوا تمہاری لڑکی سیانی ہوئی کب بیاہ کرو گی؟" اب میں اس سے بالکل مختلف بلکہ بالکل برعکس موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے پاتی ہوں۔ لڑکیوں کی تعلیم جس شد و مد سے شروع ہوئی ہے اور جس زور شور سے پروان چڑھ رہی ہے۔ خوف معلوم ہوتا ہے کہ کہیں اس کو نظر نہ لگ جائے۔ اور دل سے دعا نکلتی ہے کہ "اللہ کرے اس کی عمر اور زیادہ!"

خواتین کی ہر محفل میں زیور اور کپڑوں کی گرانی کی شکایت اور اناج کی کمیابی کے گلے کے بعد لڑکیوں کی تعلیم کا مسئلہ چھڑ جاتا ہے اور خدا بھلا کرے اس موضوع کا کہ یہ شروع تو ہوتا ہے دو چار سے لیکن روئی کی آگ کی طرح پھیل کر پوری محفل کو گھیر لیتا ہے۔ پھر دیکھئے اور غور کیجئے کیا کیا باتیں ہوتی ہیں۔ اور کیسی کیسی باتیں ہوتی ہیں! ہر ایک کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ میری بات ہر ایک سنے اور میں کسی کی نہ سنوں۔ میری بیٹی کے گن ہر ایک گائے اور میں کسی کے نہ گاؤں۔ نتیجہ جو ہوتا ہے ظاہر ہے بعض اوقات یہ موضوع بہت ہی غیر دلچسپ شکل اختیار کر لیتا ہے چنانچہ اس قسم کی محفلوں میں آپ سنیں گی کہ ایک والدہ صاحبہ دوسری اماں جان سے بظاہر بہت ہی محبت اور اخلاص سے دریافت کرتی ہیں "اے بہن آپ کی صاحبزادی نے بی اے کا امتحان دیا تھا کیا نتیجہ ہوا؟"

بہن صاحبہ معلوم ہوتا ہے اس سوال کی منتظر ہی تھیں ان کے سارے جسم میں مسرت کی ایک لہر دوڑ جاتی ہے ان کی آنکھوں میں چمک اور چہرے پر شگفتگی سی پیدا ہو جاتی ہے ان کا سر ایک شان افتخار سے خود بخود بلند ہو جاتا ہے اور وہ خوش ہو ہو کر اور جھوم جھوم کر اپنی بیٹی کی تعریف میں ایک زوردار تقریر کر جاتی ہیں۔

ان کی اس تقریر کا دوسرے سامعین پر (جن کی بیٹیاں بھی بی اے کے، یا ڈگری دینے والے منڈلاتی ہوں) بہت ہی ناخوشگوار اثر پڑتا ہے بعض تو غصہ کو ضبط کر کے مجبوراً خاموش ہو جاتی ہیں بعض ان کے چھوڑے ہوئے پر افسوس کرنے لگتی مگر بعض انتہائے غیظ سے دانت پیسنے لگتی ہیں بلکہ مقابلہ کے لئے مسلح ہو جاتی ہیں۔ اور اپنی بیٹی کے "گریجویٹ" ہونے کا حربہ استعمال کرنا شروع کر دیتی ہیں۔ یہ حربہ ایسا ہوتا ہے کہ اس کا جواب دوسروں کے پاس کم ہی ہوتا ہے۔

"میری لڑکی بھی تو شاید آپ کی صاحبزادی کی کلاس فیلو ہی تھی۔" سکندر اعظم نے ایران کو فتح کر کے شاید اتنی شان محسوس نہ کی ہوگی جو اس ایک جملے کے ادا کرنے کے بعد یہ خاتون محسوس کرتی ہیں کیونکہ ان کو کامل یقین ہو جاتا ہے کہ ان کی بیٹی کی تعلیم کا رعب بیٹھ گیا۔

"جی؟" پہلی خاتون گھبرا جاتی ہیں کہ ان کی بیٹی کے برابر کوئی اور بھی ہو سکتا ہے اور وہ لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے اپنا آخری تیر صرف کرنے کی کوشش کرتی ہیں"۔ وہ تو شاید بی اے کے پہلے سال میں تھی!"

"اے واہ بہن!" بہن صاحبہ اس قدر بلند آواز میں گویا ہوتی ہیں کہ تمام محفل ان کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے۔ "ابھی اسی سال تو اس نے بی اے میں اس قدر شاندار کامیابی حاصل کی ہے کہ دور دور اس کی شہرت ہے تعجب ہے کہ آپ کو نہیں معلوم ہوا۔"

آر۔ اے۔ الیف کی بمباری سے برلن کو اتنا صدمہ نہ پہنچا ہوگا جتنا پہلی والدہ صاحبہ کو ان اماں جان کے ان چند جملوں سے ہوتا ہے ان پر جیسے بجلی سی گر جاتی ہے لیکن وہ اس طرح آسانی سے اپنی شکست قبول کرنے والی نہیں۔ مرے ہوئے دل سے لیکن مسکرانے کی ناکام کوشش کر کے فرماتی ہیں"۔ بڑی خوشی ہوئی کہ جو لڑکی اول

اچھی ہے، وہ آپ ہی کی صاحبزادی ہے۔ خدا اس کی عمر میں برکت دے"
یہ کہہ کر بعد اپنے دل کو بیٹی کی محبت کا ٹانکا دے کر کچھ مضبوط
کرتی ہیں" اے بہن میری لڑکی تو بس اتنی شریر ہے کہ کیا بتاؤں!
دن رات کھیل کود میں لگی رہتی ہے۔ کالج کی لڑکیاں اور استانیاں تو
اس کے پیچھے جیسے دیوانی ہیں۔ کوئی ڈنر، کوئی پارٹی، ڈرامہ، کھیل
تماشا ایسا نہیں ہوتا جس میں کالج بھر کی یہ خواہش نہ ہو کہ سلطانہ
(ان کی بیٹی) شریک نہ ہو۔ اس لڑکی نے پارٹی دی۔ اس ٹیچر نے مدعو
کیا۔ اس ڈیبیٹ میں حصہ لیا، اس مقابلہ میں شریک ہوئی۔ لڑکی کا
دماغ کیا ایک آفت ہے، میں تو اس خفا ہوتی تھی کہ اری سلطانہ تیرا
امتحان سر پر ہے اور تو کتاب کھول کر نہیں دیکھتی۔ لیکن وہ ایک
ہنسی میں سب اڑا دیتی تھی۔ ابھی تو امتحان کے دن بہت ہیں امی"
یہی کہا کرتی تھی۔ سچ کہتی ہوں بہن میں نے تو ایسی لڑکی ہی نہیں دیکھی"۔

دوسری بہن بھی اپنی بیٹی کی تعریف کرنا ضروری سمجھتی ہیں "کچھ نہ پوچھئے بہن بس ہو بہو یہی حال میری لڑکی کا بھی ہے، خدا کا شکر ہے کہ کامیاب تو ہو جاتی ہے لیکن اگر وہ پڑھتی ہوتی تو ناممکن تھا کہ اول آتی میں تو کہتی ہوں دنیا جہان میں لڑکیاں ہوتی ہیں جو امتحان کی تیاری میں اپنی جان کو جان نہیں سمجھتیں۔ اے بہن یقین مانئے کہ ریاض محمد صاحب کی لڑکی کو میں نے دیکھا ایسا "سڑیل" منہ بنا کر گردن جھکا جھکا کر پڑھتی ہے کہ دیکھ کر تکلیف ہوتی ہے۔ لیکن ایک رشیدہ (ان کی بیٹی) ہے کہ اسے امتحان کی فکر ہی نہیں۔ دس روز پہلے تو کتابیں خریدی گئیں"

یہ سننے کے بعد تیسری بہن صاحبہ جو اب تک مجبوراً خاموش تھیں ان کے صبر کا پیمانہ بھی لبریز ہو جاتا ہے۔ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ سب تو اپنی "بی اے پاس" لڑکیوں کی مدح سرائی کرتی ہیں اور وہ اپنی انگریزی اسکول میں پڑھنے والی لڑکی کی قابلیت کا رعب نہ جمائیں!

"میری تو یہ رائے ہے بہن (حالانکہ ان کی رائے دریافت کرنے کا کوئی مشتاق نہیں) کہ اصل چیز لیاقت ہے۔ کورس کی کتابیں رٹ رٹ کر امتحان میں اول آجانے سے لیاقت تھوڑی بڑھتی ہے۔ اب یہی دیکھئے نا کہ میری لڑکی کہنے کو تو انگریزی اسکول کے نویں درجہ میں پڑھتی ہے لیکن اس کی قابلیت کسی طرح بی اے سے کم نہ ہوگی۔ انگریزی تو اس فراٹے سے بولتی ہے کہ اگر کوئی اس کا رنگ نہ دیکھے (جو ہندوستانی ہونے کی وجہ سے ظاہر ہے کہ ذرا سانولا ہوگا) اور صرف آواز سنے تو سمجھے کہ کوئی انگریز لڑکی بول رہی ہے"۔

دوسری بہن جن کی صاحبزادی بھی شاید انگریزی اسکول میں تعلیم پاتی ہوتی ہیں تائید کرتی ہیں "انگریزی اسکول میں پڑھانے سے یہی فائدہ تو ہوتا ہے کہ انگریزی بولنا آجاتا ہے ورنہ (منہ بنا کر) ہندوستانی اسکول اور کالج میں تو۔۔۔۔" وہ کچھ آگے کہنے والی ہوتی ہیں کہ گریجویٹ لڑکیوں کی مائیں تلملا جاتی ہیں۔ کتنا ستم ہے کہ ان کی بی اے پاس لڑکیوں کا اسکول میں پڑھنے والی معمولی لڑکیوں سے مقابلہ کیا جائے اور صرف یہی نہیں بلکہ کسی عجیب طریقہ وزن سے ان کو کمتر کر دکھایا جائے۔

"اے بہن یہ تو نہ کہئے" وہ برا مان جاتی ہیں "صرف انگریزی میں گٹ پٹ گٹ پٹ کر لینا تو کسی طرح بھی قابلیت کی دلیل نہیں ہے یوں بولنے کو تو "صاحبوں" کے یہاں کے بیرا اور چپراسی بھی انگریزی بول لیتے ہیں"۔

دوسری بہن (جن کی بیٹی کی بھی ذلت کی گئی تھی) اس طرح ہاں میں ہاں ملاتی ہیں "میں تو سنتی ہوں کہ انگریزی اسکول میں سنیئر تک پڑھی ہوئی لڑکیاں ہندوستانی کالج میں ایف اے کے پہلے سال میں لی جاتی ہیں۔ پھر انٹرنس اور سنیئر کیمبرج میں کیا فرق رہا؟ بلکہ سنیئر میں تو صرف انگریزی ہی انگریزی ہوتی ہے اور مضمونوں کی طرف بالکل توجہ نہیں کی جاتی!" آپ ہی بتائیے کہ اپنی لڑکی کی ذلت (جو خود اس کی ذلت ہے) کوئی ماں کیسے گوارا کر سکتی ہے اگر وہ غصہ سے بل کھا جائے تو کیا تعجب ہے؟

"توبہ کیجئے بہن" وہ فیصلہ کن لہجہ میں فرماتی ہیں "بھلا سنیئر کیمبرج اور انٹرنس کا کیا مقابلہ!؟ یہ تو آفتاب کو چراغ دکھانا ہوا اسکول و کالج میں جو کچھ بھی قاعدہ قانون ہو۔ مگر میں تو انصاف کی بات کہوں گی، انگریزی ہی تو خاص چیز ہوتی ہے، اسی کی قدر ہے جس کو انگریزی آگئی اس کو سب کچھ آگیا۔ اور جسے انگریزی نہ آئی۔۔۔"

"واہ واہ۔ واہ۔ واہ" ان کی بات بے رحمی سے کاٹ دی جاتی ہے اور یکا یک ملک و قوم کی پستی کے خیال کے ساتھ حمیت کا جوش تازہ ہو جاتا ہے۔ "یہی تو ہندوستانیوں کی غلامانہ ذہنیت ہے۔ سخت افسوس کی بات ہے کہ اپنی چیز تو نگاہوں سے گر گئی ہے۔ اور غیروں کی خراب سے خراب چیز کی بھی اتنی عزت ہونے لگی ہے

انگریزی زبان سب کچھ بولتی۔ خوب! کس لئے؟ وجہ بھی تو معلوم ہو! (پھر بغیر کسی کے جواب کا انتظار کئے ہوئے اور زیادہ گرمی اور تیزی کے ساتھ) صرف اس لئے کہ وہ ہمارے حکمراں ہیں اور ہم مثل غلاموں کے۔ جیسے زیبا کہیں آزاد بندے ہے وہی زیبا!" پر عمل کر کے ان کی اندھی تقلید کرتے ہیں۔ تمام تہذیب تعلیم، تمدن کا دارومدار۔۔۔ اس کے بعد ہر جملے کے بعد ان کی تقریر کا جوش و خروش بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ بعض بہنیں تو اس پُر زور تقریر کے سننے کی تاب نہ لاکر وہاں سے اٹھ جاتی ہیں۔ اور جن کو جانے میں دیر ہوتی ہے۔ وہ یہ سوچ کر کہ

جو کچھ بہن سنائیں بن ناچار سنوں گی

مجبوراً بیٹھی رہتی ہیں لیکن جب یہ تقریر گراموفون کے کسی طولانی غیر دلچسپ ریکارڈ کی طرح کسی طرح ختم ہونے کا نام نہیں لیتی تو دو چار خواتین صلح کل انداز میں فریقین میں سے کسی کی جانبداری نہ کر کے معاملے کو رفع دفع کرنے کے لئے موضوع بدلنے کی کوشش شروع کر دیتی ہیں۔ بڑی بڑی دشواریوں کے بعد فریقین کا درجۂ حرارت جو اس وقت ۱۱۰ درجہ سے بھی زیادہ بڑھ گیا تھا کم کیا جاتا ہے اور وہ ایک دوسرے کو قہر کی نگاہوں سے گھور کر خاموش ہو جاتی ہیں۔ اور دل ہی دل میں سوچتی ہیں کہ اس وقت تو نہیں بعد کو اگر موقعہ ملا تو بتا کر چھوڑوں گی کہ میری بیٹی کتنی لائق ہے پھر تم لوگوں کو جھک مار کر اس کی قابلیت کے سامنے سر جھکانا پڑے گا۔

اس طرح اپنے اپنے شکست خوردہ دلوں کو تسکین دے کر "باقی آئندہ" کے لئے چھوڑ کر اس لامتناہی اختلاف کو انجام تک پہونچانے کی فکر کرنے لگتی ہیں۔

اس اختلاف کا فیصلہ تو خود مائیں کریں لیکن میں صرف یہ سوال کرنا چاہتی ہوں کہ

"کیا بیٹی کی محبت یہی ہے؟"

ام سلمیٰ فیاض علی

اُن کی آمد

(مدتِ انتظار پچیس ۲۵ سال)

سنہ ۱۹۴۳ء ——— سنہ ۱۹۶۸ء

وہ آ رہے ہیں اک نئی دنیا لئے ہوئے
چہرے پہ انقلاب کا پیغام لئے ہوئے

چھلکائے چاندنی سی جبینِ صبیح میں
لب ہائے سرخ میں مے و مینا لئے ہوئے

بے باک چتونوں میں صبوحی کا اذنِ عام
مستی کا ہر مژہ میں اشارا لئے ہوئے

وہ اُن کے زمزمے وہ تبسم وہ قہقہے
رنگ و نشید و نور کے دریا لئے ہوئے

خال و خدِ جمیل میں بے قید و بے حجاب
زہرہ کا نور، حور کا جلوہ لئے ہوئے

تہمتیاں بھرے ہوئے غازے کی چھوٹ میں
مہندی کے چور میں ید بیضا لئے ہوئے

زہرابہ عتاب کے رنگیں جلال میں
ایک تلخیٔ لذیذ و گوارا لئے ہوئے

میخانۂ شباب کے بیگول جمال میں
پیمانۂ سکونِ تماشا لئے ہوئے

نغموں سے ہر طبیعتِ ناساز کا علاج
نظروں میں ہر مرض کا مداوا لئے ہوئے

پروردگارِ حسن و خداوندِ عشق سے
اقلیمِ روح و دل کا اجارا لئے ہوئے

عیش و نشاطِ عام کا دیتے ہوئے پیام
آزادیٔ تمام کا مژدا لئے ہوئے

باتوں میں دلکشائی، دل آرائی، دلکشی
سانسوں میں معجزاتِ مسیحا لئے ہوئے

تعلیم مشرقی سے چرائے ہوئے نظر
تہذیبِ مغربی کا سہارا لئے ہوئے

تثلیث کو دیئے ہوئے حسنِ قبولِ عام
دوشِ حسیں پہ زلفِ چلیپا لئے ہوئے

دیر و حرم پہ ڈالے ہوئے پردۂ سیاہ
اک نو فروز شمعِ کلیسا لئے ہوئے

آوارگیٔ ذہن و طبیعت کے باوجود
مریم کی آن شانِ زلیخا لئے ہوئے

قامت میں اپنے جذب کے طور کا اٹھان
تابِ نظر میں برقِ تجلّے لئے ہوئے

خدامِ حسن و ناز جلو میں قدم قدم
ناموس اور حیا کا جنازا لئے ہوئے

ان جلبیوں کا عالمِ امکاں سے منتظر
بسط و کشادِ وادیٔ سینا لئے ہوئے

اس وقت جو جئے گا وہ دیکھیگا اور ہم
ہونگے نقابِ رخ پہ فنا کا لئے ہوئے

سیماب پیش گوئی مری بے سبب نہیں
امروز ہے تصورِ فردا لئے ہوئے

سیماب اکبر آبادی

کیا تعلیم کا قصور ہے؟

اس ترقی یافتہ دور میں یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ بعض مضمون نگار تعلیم کو بدنام کرنے اور اس کے خراب نتائج ظاہر کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ میرے خیال میں اصلاح کا طریقہ بالکل بدل دینا چاہیئے۔ جس طرح آجکل وہ تعلیم کی خرابیاں بیان کر کے اخلاق و خیالات کو درست کرنا چاہتے ہیں۔ اسی طرح ان کو چاہیئے کہ بجائے تعلیم کو برا بھلا کہنے کے والدین کی دی ہوئی ناکمل اور غلط تربیت کا ماتم کریں۔

ایک لڑکی جو محض معمولی تعلیم یافتہ ہے مگر اس کی تربیت والدین نے نہایت دانشمندی و صحیح طریقہ پر کی تھی۔ باوجود ادھوری تعلیم ہونے کے نہایت نیک اور صابر و شاکر رہتی ہے۔ اور جب اس کی شادی ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ روشن خیال نوجوان سے ہو جاتی ہے تو باوجود اس کے کہ کنوارے رہنے کے زمانہ میں پردے کی عادی تھی مگر شوہر کا میلانِ طبع پردے کے خلاف پاکر وہ خود کو شوہر کی حسب مرضی بنانے کی کوشش کرتی ہے۔ وہ شوہر کے دوستوں سے بخندہ پیشانی ملتی ہے۔ شوہر کے ہمراہ کلب اور ہوٹلوں میں جاتی ہے۔ ڈانس وغیرہ میں شرکت کرتی ہے۔ مگر اپنی فراست و پاک دامنی و سنجیدگی کا دامن کسی موقع پر بھی نہیں چھوڑتی، وہ جو کچھ کرتی ہے اپنے شوہر کی خوشنودی کے لئے کرتی ہے۔ اگر وہ صحیح و عمدہ تربیت یافتہ نہ ہوتی تو وہ اتنی آزادی پاکر اسی طرح ہو جاتی، جس کا رونا ہر مضمون نگار تعلیم کے ذمے لگا رہا ہے۔

دوسری اعلیٰ تعلیم یافتہ لڑکی جو پردہ نشین بھی ہے۔ اس کی بدمزاجی کا یہ عالم ہے کہ خود اس کے گھر والے اس سے نالاں ہیں۔ اس کے غصہ کی رو اور بدزبانی کے سامنے بزرگوں کی کوئی ہستی نہیں۔ وہ شادی کے بارے میں آزاد ہے۔ گو پردہ نشین ہے۔ مگر وہ اپنے ہونے والے شوہر کے ہمراہ گھومنے جاتی ہے۔ والدین کی بغیر اجازت جہاں چاہتی ہے جاتی ہے وہ اگر ناراض ہو جائے تو اپنے والدین کے گھر سے ان کی بغیر اجازت و مرضی دوسرے شہر میں اپنے قریبی رشتہ دار کے یہاں چلی جاتی ہے۔ کسی کی مجال نہیں کہ اس کو منع کر سکے کیونکہ وہ تعلیم یافتہ ہے۔ اس میں یہ قوت ہے کہ اپنے دست و بازو کے زور سے اپنی روزی آپ پیدا کر سکے۔

اب ایک مذہبی و معمولی اردو نوشت و خواند جاننے والی لڑکی کا حال سنیئے۔ یہ بھی پردہ دار گھرانے کی فرد ہے مگر صحیح تربیت کی کمی کے باعث خودسر، ضدی اور بے باک ہے۔ خودرائی کا یہ عالم ہے کہ اپنی شادی کے معاملہ میں کسی کی رائے و مشورہ کی پروا نہ کی اور اپنی مرضی سے خاندان کی مرضی کے خلاف شادی کی۔ نہایت آزادی سے برقعہ اوڑھ کر اور منہ کھول کر تفریح کرتی ہے اور اگر کسی بزرگ نے دخل درمعقولات کیا بھی تو ایسے سخت الفاظ میں جواب دیتی ہے۔ کہ ان کو لاحول پڑھتے ہوئے وہاں سے فرار اختیار کرنے ہی میں اپنی سلامتی نظر آتی ہے۔

مندرجہ بالا تینوں مثالیں ہمارے روبرو ہیں جن میں ادھوری تعلیم یافتہ، اعلیٰ تعلیم یافتہ اور معمولی تعلیم یافتہ لڑکیوں کا چشم دید حال لکھا گیا ہے۔ ان سے ہم بآسانی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ سب تعلیم کا قصور ہے۔ اس کی ذمہ داری والدین کی دی ہوئی تربیت پر عائد ہوتی ہے۔ اگر والدین ابتدا ہی سے بچوں کی اچھی تربیت کریں تو لڑکی ادھوری تعلیم حاصل کرے یا اعلیٰ اس کے نیک چلن نیک اطوار، نیک عادات پر تعلیم کے برے نتائج آسانی سے قبضہ نہیں کر سکتے، جتنے اس کے سلجھے ہوئے عقلمند دماغ پر تعلیم کے مفید و کارآمد اثرات اثرپذیر ہوں گے۔

آخیر میں مضمون نگاروں سے یہ استدعا ہے کہ وہ صحیح و عمدہ تربیت دینے کے اصول و طریقوں پر مضامین لکھیں تاکہ نوجوان والدین کو اپنے نونہالوں کی تربیت کے زمانے میں ان کے مضامین سے مدد مل سکے اور آئندہ ایسے لڑکے اور لڑکیاں ملک و سوسائٹی میں پیدا ہو سکیں جن کا ہم ابھی صرف تصور ہی کر سکتے ہیں یا جن کی تعداد بہت ہی کم ہے۔

صدیقہ بانو (الہ آباد)

بوٹ کھولتے ہوئے

"میں پوچھتی ہوں کہ دفتر سے آنے کا یہی وقت ہے؟" بیوی نے میاں کے بوٹ کھولتے ہوئے حسب عادت تقریر شروع کی "ساری دنیا کب کی گھر آچکی ہے اور تو اور بنگلہ والے خورشید صاحب بھی ٹھیک ۴ بجے گھر پہنچ جاتے ہیں، حالانکہ اُن کے گھر میں کون ہے؟ بیوی نہ بچے۔ بس ایک نوکر؟ مگر شیخ جی، بدر صاحب، صوفی صاحب، مرزا جی، اُدھر دفتر سے چھٹی ہوئی ادھر یہ سیدھے گھر پہنچے۔ کوئی بازار سے سودا سلف لا رہا ہے۔ کوئی بچے کو کھلا رہا ہے۔ کوئی بیوی کے پاس بیٹھا ہے! ہاں اُن کی بیویاں کتنی خوش نصیب ہیں۔ مگر ساری بات تو محبت کی ہے۔ اور آپ کو۔ آہ مجھ سے محبت ہی تو نہیں۔ اور اگر ہوتی ..."

"محبت کے فلسفہ پر پھر بحث ہونے لگی" میاں بات کاٹتے ہوئے بولے "ابھی مہربانی کر کے ذرا بوٹ جلدی سے کھولئے پاؤں صبح سے بوٹ میں بند ہیں۔" "دیکھا بوٹ کھولنے میں ذرا دیر ہوئی اور آپ کو ناگوار ہوا۔" بیوی نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا "لیکن اس بات کا ذرا خیال نہیں کہ بیوی سارے دن کس عذاب میں مبتلا رہتی ہے۔ بھائی بہن، ماں باپ، خویش اقارب، دیس وطن، ... ہر چیز کو چھوڑ کر یہاں جن کی خاطر آئی ہوں، اگر وہ بھی خیال نہ رکھے تو گذارا ہو چکا۔ وقت ہی جیسے کٹتا ہو تا ہے صبح سے لیکر شام تک" داخل دفتر — پھر اگر شام کی دو گھڑی بھی آدمی وقت پر گھر نہ آئے تو ایسی زندگی سے گور ہی اچھی، میرے لئے نہ سہی، گھر کے دھندوں کے لئے ہی سہی' ... یا تو یہ ہوتا کہ گھر میں دو چار نوکر موجود ہوتے سب کام آپ ہی آپ ہو جاتے۔ مگر جب سارا دھندا مجھ نصیبوں جلی کو ہی کرنا پڑتا ہے۔ پھر میں حیران ہوں کہ آخر یہ طور طریقے کب تک جاری رہیں گے۔ آخر ہوش بھی آئے گا کبھی ... بنا لو کوئی بہانہ؟ کہہ دو کہ دوستوں کے ساتھ چلا گیا تھا ... اور یہ دوست؟ ... یا اللہ میری توبہ .. ساری دنیا کے دوست ہوتے ہیں مگر ایسے دوست کسی کے نہ ہونگے۔ جو گھر کا منہ بھی نہ دیکھنے دیں .. اچھا جی، آج تو ایک نہ ایک بات ہو کر رہے گی، یا میں رہوں گی یا دوست یا تو ٹھیک وقت پر گھر آنا ہوگا۔ یا میں ابھی میکے چلی جاتی ہوں۔ میرے کون سے بچے رونے والے ہیں۔ خدا بھائی کی عمر دراز کرے۔ اکیلے دم کے لئے ان کے پاس آنا بہت ہے ... ہزار دفعہ کہہ چکی ہوں کہ یہ سب کھانے کے یار ہیں خدا وقت نہ ڈالے، سلام علیک بھی تو نہ کریں گے۔ اور پھر کام کے دوست ہوں تو کوئی بات بھی ہو۔ کوئی شاعر، کوئی ادیب، کوئی سوسلسٹ ... یہ کون ہیں؟ حضرت مرغاب رومانی الالہ آبادی۔ پریشان بال، ژولیدہ صورت پھٹی ہوئی میلی اچکن کے لٹکتے ہوئے چیتھڑوں میں سے جو دو تین تین انتقاقاً جواد روزگاری کی دست برد سے بچے رہتے ہیں ان کا یہ عالم کہ نیچے کا بٹن اوپر کے کاج میں لگا ہوا، اور اوپر کا نیچے کے۔ بیٹھنے کی تمیز نہ گفتگو کا سلیقہ یہ ہیں ہمارے شاعر رومان حضرت مرغاب۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ شاعری اچھی چیز ہوگی لیکن ان حضرت کی وجہ سے مجھے اب شاعری سے بھی نفرت ہونے لگی ہے۔ یہ ہیں آپ کے دوست؟ .. آج کان کھول کر سن لیں کہ اگر اس اتوار کو بھی وہ آیا اور پندرہ منٹ سے زیادہ بیٹھا تو اچھا نہ ہوگا "شعر ملاحظہ ہو" "مطلع عرض کیا ہے" ... میں یہ بکواس بہت دیر تک برداشت نہیں کر سکتی۔ چھ دن بعد تو کہیں جا کر اتوار آتا ہے۔ گھر کے سو دھندے ہوتے ہیں۔ بالفرض اگر کوئی کام نہ بھی ہو تو چلو آدمی گھڑی دو گھڑی بیوی کے پاس ہی بیٹھ لیتا ہے مگر توبہ کیجئے یہاں دوستوں سے ہی فرصت نہیں اب شاعر انقلاب، اب ادیب شہیر .. اب کامریڈ .. چلے آتے ہیں۔ دوستوں کا ایک جلوس ہے جو ختم ہونے میں ہی نہیں آتا .. اب غالب کی باتیں، اب ناول کے تذکرے۔ اب ہٹلر کی باتیں، باتیں! باتیں، باتیں! اور پھر جس خلوص و دلچسپی سے آنجناب ان باتوں میں حصہ لیتے ہیں (غصہ میں) ہائے، میرا جی چاہتا ہے کہ جا دل ان کا منہ نوچ لوں ... میں حیران ہوں کہ جس گھر میں ایک خوبصورت محبت کرنے والی بیوی کسی سے بات کرنے کو ترس رہی ہو اسے غالب اور ہٹلر کی باتیں کرنے کا حق ہی کیا ہے؟ مگر رونا تو یہی ہے کہ تجھ سے محبت بھی ہو؟ (آواز میں رقت آ جاتی ہے) مگر قصور میرا اپنا ہے۔"

"ایں تم رونے لگیں .. تمہاری جان کی قسم مجھے تم سے بڑی محبت ہے۔ بہت زیادہ، بہت ہی زیادہ (بوٹ کی طرف دیکھ کر) اوہو ابھی تک ایک تسمہ بھی نہ کھل سکا۔" "کھل جائیگا" بیوی پھر تیز ہو کر بولی "کھول تو رہی ہوں۔ ذرا ایک بات بھی نہ کروں۔ اب سنتی ہوں کہ آپ کے سب اگلے پچھلے میرے سر پہ سوار ہونے والے ہیں۔ آپ سے لاکھ بار کہہ چکی ہوں کہ جو کام کرنا ہو کم از کم مجھ سے مشورہ تو کر لیا کرو مگر تمہارے کان پر تو کبھی جوں بھی نہیں رینگتی۔ مجھے یہ اعتراض نہیں کہ وہ کیوں آئیں گے۔ مہمان خدا کی رحمت ہی سہی لیکن مہمانوں کا یہ پورا پرگنہ مجھ سے نہیں سنبھالا جائے گا۔ اور چاہے کوئی بُرا ہی کیوں نہ مانے میں تو صاف منہ پر کہونگی کہ آپ کی بہن صاحبہ محترمہ کی اولاد بہت بدتمیز ہے بچے کیا ہیں آفت کا پرکالہ ہیں جس گھر میں ایک ساعت کے لیے چلے جائیں وہاں کوئی چیز سلامت نہیں رہتی۔ اور میرے ہاں تو سُتّی بھی مول کی آتی ہے اور پھر بہن صاحبہ محترمہ کو لگائی بجھائی کی بھی بہت بُری عادت ہے۔ چلو یہ بھی کوئی بات نہیں انسان صبر کر لیتا ہے۔ اس کی نیت اس کے کام۔ لیکن ..." "لیکن تمہارا سر؟" میاں نے جھنجھلا کر کہا اور خود ہی بوٹ کے تسمے کھولنے شروع کر دیئے۔

سیدہ انیس زہرا

جمہوریت (ڈماکریسی)

بیٹی۔ ابا جان! اخبار میں آج کل ڈیماکریسی کا بہت ذکر آتا ہے اس کے معنی تو ڈکشنری میں مل گئے۔ یعنی جمہوریت۔ لیکن جمہوریت سے کیا مطلب ہے۔

ابا جان۔ بیٹی! جمہوریت اس نظام حکومت کا نام ہے جس میں بادشاہ کی جگہ عوام نے لے لی ہو جس کا مطلب یہ ہے کہ بجائے اس کے کہ عوام ایک شخص کو بادشاہ کا خطاب دیکر اس کو حکومت کے سیاہ و سفید کا مالک بنا دیں۔ وہ اب انتظام آپ کرتے ہیں۔

بیٹی۔ ابا جان یہ عوام کون لوگ ہوتے ہیں۔ ہم تو سمجھتے ہیں کہ بازاری لوگوں کو عوام کہتے ہیں اور بازاری لوگ گھٹیا قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔

ابا جان۔ یہ سچ ہے کہ محاورے میں عوام کا یہی مفہوم ہے جو تم نے لیا۔ مگر عوام لفظ عام کی جمع ہے۔ عام میں ہر شخص آگیا۔ عورت، مرد، امیر، غریب، پیشہ ور، غیر پیشہ ور۔ لیکن مہذب انسان کا یہ قاعدہ ہے کہ وہ انسانوں کی تقسیم کرتا ہے بڑی تفریق تو امیر انسان اور غریب انسان کی ہے اس کے بعد عالم انسان اور جاہل انسان۔ خاندانی انسان اور بے خاندانی انسان۔ خاندانی انسان اصل میں تو وہ ہے جو تاریخ کسی پیغمبر، دیوتا، یا نعوذ باللہ خدا کی اولاد میں سے ہو یعنی جیسے آریا۔ تم کو معلوم ہے۔ اس قوم نے جس کا رنگ گورا تھا۔ ہندوستان کی کالی قوموں کو فتح کیا۔ اس وقت اس فاتح قوم کے باشندے برہمن اور چھتری یعنی عالم اور شمشیر زن بن بیٹھے اور اپنے آپ کو خاندانی اور باقی سب کو غیر خاندانی اور نیچ ذات کہنے لگے۔ اسی طرح پیغمبر کی اولاد کی لوگوں نے عظمت کی، وہ خود خاندانی ہو گئے۔ دوسرے غیر خاندانی۔ جاپان کا بادشاہ اور ہندوستان کے راجپوت اپنے آپ کو خدا کی اولاد سمجھتے ہیں۔ یعنی سورج بنسی۔ اور سورج کو خدا مانتے ہیں۔ اور سب سے بڑے خاندانی ہو گئے۔ فی زمانہ خاندانی وہ ہے جو پیسہ والا ہو۔ ہندی مثل ہے، مایا تیرے تین نام۔ پرسا پرسو، پرس رام۔ یعنی پہلے جب غریب تھے پرسا، پرسو کہلاتے تھے اور عوام میں سمجھے جاتے تھے۔ لیکن جب پیسہ پاس آگیا تو لالہ پرس رام بن بیٹھے۔ اور خاندانی کہلانے لگے۔ مطلب یہ کہ غریب اور غیر خاندانی لوگ بیچارے عوام میں شمار ہوئے۔ کیونکہ ان کی تعداد زیادہ تھی۔ اس لئے لفظ عوام حقارتاً استعمال ہونے لگا۔

بیٹی۔ جی ہاں ابا جان۔ یہ تو ہوا۔ مگر بادشاہ کو نکال کر ہمہ شما کیسے حکومت کر سکتے ہیں۔

ابا جان۔ آج کل کی دنیا میں ڈیماکریسی میں ہمہ شما وہی حق رکھتے ہیں جو پہلے بادشاہ یا امرا رکھتے تھے۔ تم نے دیکھا نہیں تم کل جنہیں بنئے بقال کہتی تھیں اور موٹے دکاندار آج وہی تو حکمران ہیں۔ پہلے کمیٹی کے ممبر شہر کے رئیس ہوتے تھے۔ اب کوئی سوت بیچنے والا ہے، کوئی جفت فروش ہے، یہی لوگ کونسل کے ممبر ہیں اور گورنر اور وائسرائے کے ساتھ مل کر حکومت کرتے ہیں۔ اور ان میں ہی سے کوئی وزیر اور کوئی بڑا وزیر بن جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ اب تم ان پیشہ ور لوگوں کو حقارت کی نظر سے نہیں دیکھ سکتیں۔ اور ان کے لئے ہمہ شما کا لفظ نہیں استعمال کر سکتیں۔

بیٹی۔ مگر ابا جان۔ شہر کی کمیٹی کا ممبر ہونا یا کونسل میں جانا اور وزیر بن جانا تو ہمہ شما کا کام نہیں ہے۔ ہمہ شما سے مراد تو عوام سے ہے۔ یہ آپ نے فرمایا ہی دیا کہ عوام سے مطلب ہو سکتا ہے۔ اب خواہ وہ بنئے بقال کا کام کرنے ہوں یا سوت اور جوتے کی تجارت کا۔ مگر ان کی قدر تو جب ہی ہوئی جب ان کے پاس بے انتہا دولت جمع ہو گئی۔ وہی مایا تیرے تین نام والا معاملہ ہے۔ عوام کی حکومت تو نہ ہوئی یعنی بے پیسہ والے تو حاکم نہ بنتے۔ اگر اسی کا نام جمہوریت ہو تو یہ جمہوریت پیسہ والوں کی ہوئی۔ جس میں بڑے مالدار زمیندار

اور کاروباری لوگ اور ٹھیکے دار وغیرہ کارخانہ دار شامل ہیں۔

اباجان : سچ ہے مگر اس میں حرج کیا ہے۔ دیکھو جب ایک بادشاہ ہی مالک ہوتا تھا تو رفتہ رفتہ وہ سارے اختیار اس طرح اپنے ہاتھ میں لیتا تھا کہ سب اس کے محتاج ہو جاتے تھے اور کوئی اس کے آگے چوں نہ کر سکتا تھا۔ جب ایک واحد انسان کے ہاتھ میں اتنی طاقت آجاتی ہے تو اس کی ناجائز خواہشات اور غیر معمولی جذبات اس کو ظالم بنا دیتے ہیں۔ تم نے سنا نہیں۔ بادشاہ لاتعداد عورتوں سے شادی کر لیتے تھے اور جس کی بیٹی خوبصورت دیکھی پاتے اس کو زبردستی اپنے محل میں ڈال لیتے تھے۔ ان باتوں پر بڑی بڑی زبردست لڑائیاں بھی ہوئی ہیں۔ اور لاکھوں آدمیوں کا خون ہوا ہے۔ اسی طرح جس کا مال چاہتے لوٹ لیتے۔ جمہوریت نے یہ سب ظلم بند کر دیئے

بیٹی : یہ تو ایک حد تک ٹھیک ہے۔ مگر پہلے فقط بادشاہ اکیلا لوٹتا تھا اور ظلم ڈھاتا تھا۔ اب ایک بادشاہ کی جگہ دس بلکہ یعنی اس ملک سینکڑوں بادشاہ ہو گئے۔ اور قوت حاصل ہونے پر سب وہی کام کرتے ہیں۔ جو ایک بادشاہ کرتا تھا گویا جمہوریت نے ایک ظالم کی بجائے سینکڑوں ظالم پیدا کر دیئے۔

اباجان - پہلے تو جمہوریت کے نظام کو سمجھ لو تب تم کو معلوم ہوگا کہ جمہوریت نے ظالم کے ہاتھ کس طرح باندھے ہیں۔ سنو! پہلے پہل یونان میں جمہوریت ہوئی۔ وہاں کی آبادی نسبتاً کم تھی اس لئے یہ دستور تھا یعنی جب کوئی انتظامی معاملہ پیش ہوتا تو ساری آبادی سمندر کے کنارے بڑے میدان میں جمع ہو جاتی اور ہر معاملے کی بحث مباحثے سے خوب چھان بین کرتے۔ اور جب رائے کا وقت آتا تو سمندر کے کنارے سے کوڑیاں سیپیاں اور کنکر لے کر ٹھیکری کے لوٹوں میں ڈالتے چند گولیں معاملے کی موافقت کی سمجھی جاتیں اور چند مخالفت کی جس طرف کی گولیں زیادہ ہو جاتیں وہ جیت جاتی۔ مطلب یہ کہ اس وقت ہر شخص رائے دینے کا حق براہ راست رکھتا تھا۔ اور عوام کے مقابلے میں بڑے سے بڑا آدمی بھی چوں نہ کر سکتا تھا مثلاً تم نے سقراط کا نام سنا ہوگا۔ وہ نوجوانوں میں اپنا نیا فلسفہ بگھارتا پھرتا تھا کہ چاند، سورج، ستارے دیوتا نہیں ہیں بلکہ قدرت کی نشانیاں ہیں۔ اس لئے سقراط پر نوجوانوں کو دین سے گمراہ کرنے کا الزام لگایا گیا۔ اور مقدمہ مجلس جمہوریہ میں پیش ہوا سقراط جیسے حکیم دانا نے اپنی تقریر میں اپنی صفائی کا کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا۔ لیکن عام رائے جب لی گئی تو سقراط کے خلاف کثرت ہو گئی۔ اس لئے اس کو قتل کی سزا دی گئی اور اس زمانے کے قاعدے کے مطابق زہر کا پیالا اس کو پلایا گیا۔ میرا مطلب یہ ہے کہ سقراط جیسے مشہور آدمی کا بھی رائے عامہ کے خلاف بس نہ چل سکا۔ دوسرے ملک میں جہاں آبادی یونان سے بدرجہا زیادہ تھی۔ براہ راست رائے دینا اور حکومت کرنا عوام کے لئے سہل نہ تھا۔ اس وجہ سے وہاں نیابتی رائے دینے کا انتظام کیا گیا۔ برطانیہ میں اب یہ دستور ہے کہ کل ملک کو رائے دہندگان کے حلقوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے اور رائے دہندگان کو بھی چند شرائط پر محدود کر دیا گیا ہے۔ یعنی ہر فرد ووٹ نہیں دے سکتا۔ یہ حلقے اپنا نمائندہ منتخب کر کے کل ملک کی مجلس شوریٰ میں جسے انگریزی میں پارلیمنٹ کہتے ہیں بھیجتے ہیں مجلس شوریٰ میں کئی سو ممبر ہوتے ہیں۔ ان میں سے جس شخص کے طرفدار ممبر بکثرت ہوں اس کو بادشاہ وزیر اعظم بنا کر حکم دیتا ہے کہ تم اپنی خوشی کے ممبر چن لو جو تمہارے ساتھ مل کر حکومت کریں یہ ہی وزیر اپنے سکرٹری چنتے ہیں اور حکومت ان وزرا کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ بادشاہ پھر اس میں دخل نہیں دیتا۔ پارلیمنٹ جملہ قوانین بناتی ہے۔

بیٹی - اباجان آپ نے تو فرمایا تھا کہ بادشاہ کی جگہ عوام لے لیتے ہیں مگر اب آپ فرماتے ہیں کہ وزیر اعظم کو بادشاہ مقرر کرتا ہے جس طرز حکومت میں بادشاہ ہو، وہ جمہوریت کیا ہوئی یعنی بادشاہ موجود ہے۔ اور بے بادشاہ کی حکومت کہلاتی ہے

اباجان - تمہارا اعتراض نہایت وقیع ہے حقیقت یہ ہے کہ صحیح معنوں میں برطانیہ میں ڈیماکریسی نہیں ہے بلکہ دستوری حکومت ڈیماکریسی کے نمونے کی ہے۔ یعنی عوام نے مل کر ایک دستور قائم کر لیا کہ ہماری حکومت میں کل اختیار تو جمہوری حکومت کا سا ہوگا مگر نام کو بادشاہ بھی رہے گا جو سلطنت کی شان و شوکت قائم رکھنے اور لوگوں پر شاہی رعب

ڈالنے کا کام دیکھا۔ بڑے بڑے دربار کرے گا جس میں غیر ممالک کے سفیر حاضر ہونگے۔ دوسرے ملک کے بادشاہوں کو دعوت دیگا یا ان کے ملک میں مدعو ہوگا۔ مگر سلطنت کے کام انتظام پارلیمنٹ کرتی ہے۔

بیٹی۔ "یہ تو کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ جمہوریت بھی ہے، اور بادشاہت بھی۔"

اباجان۔ "جمہوریت برطانیہ میں اصلی معنوں میں ہے۔ بادشاہت نام کی ہے یعنی حکومت مجلس شوریٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اگر بادشاہ اور پارلیمنٹ میں جھگڑا ہو جائے تو پارلیمنٹ کا حکم بادشاہ کو ماننا پڑے گا۔ اور جو وہ نہ مانے تو سزا پائے گا۔ چنانچہ ایک بادشاہ نے جس کا نام چارلس اول تھا پارلیمنٹ سے باقاعدہ جنگ شروع کردی۔ ملک کے مختلف صوبوں میں عرصہ تک لڑائی جاری رہی آخر بادشاہ ہارا۔ اس پر بغاوت کا مقدمہ قائم کرکے اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ اس دن سے کسی بادشاہ نے یہ جرأت تو کبھی نہ کی مگر بعض بادشاہوں نے یہ کیا کہ پارلیمنٹ کے ممبروں کو کثرت سے اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ ایک زمانے میں پارلیمنٹ میں اور وزراء و بادشاہ میں خوب رشوت چلتی تھی۔ اب یہ بات نہیں ہے۔ چنانچہ تم نے سنا ہوگا کہ موجودہ بادشاہ سے پہلے ان کے بھائی حقدار تھے اور اپنے باپ کی جگہ بادشاہ ہوئے تھے مگر وہ اکثر وزراء کی صلاح و مشورے کے خلاف ورزی کردیا کرتے تھے۔ اس سے وزراء کو اندیشہ پیدا ہوگیا کہ یہ خودمختار نہ ہو جائیں۔ چنانچہ اس بہانے پر کہ انہوں نے ایک ایسی عورت سے شادی کرنی چاہی جو شہزادی نہ تھی اور خاص انگلستان کی بھی نہ تھی اور جس نے پہلے دو شادیاں اور بھی کی تھیں اور اب مطلقہ تھی۔ بس یہ بہانہ لیکر وزراء نے بادشاہ کو مجبور کیا کہ تخت اپنے چھوٹے بھائی کے سپرد کردیں اس واقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ برطانیہ کا بادشاہ دستور کی پابندی پر مجبور ہے۔

بیٹی۔ ہم تو سمجھتے تھے کہ برطانیہ ایک آزاد ملک ہے اور کہا جاتا ہے کہ اگر غلام برطانیہ میں قدم رکھے تو فوراً آزاد ہو جاتا ہے مگر اصلی بات یہ ہے کہ یہ آزادی صرف پارلیمنٹ کے ممبروں اور وزراء کے گرگٹ جن کو وزیر کہتے ہیں تک ہے بادشاہ کی حیثیت انسان کی بھی تو ہے تو بیچارے بادشاہ انسان کو اتنا حق بھی حاصل نہیں کہ وہ اپنی پسند سے اپنی رفیقۂ حیات جس طبقہ کے لوگوں میں سے وہ چاہے منتخب کرے۔ اور یہ کیا جمہوریت ہوئی یعنی عوام کو اس میں کیا قدر افزائی ہوئی کہ عوام کی لڑکی اس قابل نہ سمجھی جائے کہ بادشاہ اس سے شادی کرے یعنی برطانیہ نے ایک ذات بادشاہوں اور امراء کی بنادی کہ جو اس سے باہر شادی کریگا وہ برادری سے خارج ہو جائے گا۔ گویا جمہوریت پسند برطانیہ کے بادشاہ کو اتنی آزادی بھی نہیں جتنی ایک چھوٹے سے مہاراجہ کو ہے۔ مہاراجہ تو اپنی خوشی سے جس سے چاہے شادی کرسکتا ہے۔ واقعی اباجان! یہ معمہ تو عجیب قسم کا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ آزادی کا پرچار بھی ہے اور ذات پات کی قیود بھی۔ اباجان میں یہ پوچھتی ہوں۔ جب یہ قوم اس قدر قدامت پسند ہے تو ہم ہندوستانیوں پر کیوں اعتراض کرتی ہے۔ اور جب یہ بیچارے خود آزاد نہیں تو ہم کیا آزاد کریں گے۔"

اباجان۔ "بیٹی تم نفس مضمون سے دور جارہی ہو گفتگو کسی قوم کے متعلق نہیں ہو بلکہ جمہوریت اور حکومت کے متعلق ہے۔"

بیٹی۔ "تو اصلی جمہوریت میں کون بادشاہ کی جگہ لیتا ہے اور کہاں کہاں ہے"

اباجان۔ "اصلی جمہوریت تو کتابوں ہی میں ہے مگر جہاں تک کمزور انسان ان اصولوں پر عمل کرسکتا ہے اس کو دیکھتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ انقلاب کے بعد جمہوریت جیسے فرانس میں قائم ہوئی اب امریکہ میں بھی ہے جہاں بادشاہ نام کو نہیں جمہوریت کا اعلیٰ ترین افسر جو بادشاہ کے رتبہ کا سمجھنا چاہیئے جمہوریت کا صدر ہوتا ہے۔ امریکہ میں اس جلیل القدر عہدے پر آجکل روزولٹ ہیں۔ جمہوریت میں خطاب یافتہ امراء بھی نہیں ہوتے۔ آجکل ترکی میں بھی اسی قسم کی جمہوریت ہے۔ امریکہ میں مجلس شوریٰ کو کانگریس کہتے ہیں۔ پارلیمنٹ نہیں کہتے۔"

بیٹی۔ "اچھا تو روس اور جرمنی میں کس قسم کی حکومت ہے؟"

اباجان۔ "آج اس طرز حکومت کے مضمون پر کافی بحث ہوچکی۔ روس اور جرمنی کے نظام [illegible] ایک طویل بحث کے نتائج میں کسی اور دن سہی۔"

مشتاق احمد ندوی

بلبل اور سرخ گلاب

اگر تم مجھ سے سچی محبت کرتے ہو اور اس بات کے آرزومند ہو کہ میں تمہارے ساتھ وزیر اعظم کی بزم رقص میں ناچوں تو مجھے گلاب کا ایک سرخ پھول لاکر دو جو انسانی خون سے بھی زیادہ سرخ ہو جس کی رنگت سے میرے ہونٹ بھی شرما جائیں جسے دیکھ کر میں اس کا پھول گریبان میں ٹانک لوں۔"

"میری! میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں۔ اس کا ثبوت تمہیں ہر طریقہ سے دینے کو تیار ہوں۔ آج کل سرخ گلاب کا پھول عنقا ہے کاش تم اس کے بدلے مجھ سے میرے دل کی خواہش کرتیں۔ اور میں خوشی تمہاری یہ فرمائش پوری کر دیتا۔ تم جس چیز کی فرمائش کر رہی ہو وہ میرے امکان میں نہیں ہے۔ میری! میرا دل نہ توڑو۔"

"بس، جم! بس اپنی محبت کا زیادہ ثبوت نہ دو۔ اگر کل میری خواہش پوری کر سکو تو میرے ساتھ رقص کی اُمید رکھو۔ ورنہ مجھے اپنی شکل نہ دکھانا۔"

جم کی حالت اس وقت زخمی پرندے کی سی تھی۔ میری نے جان بوجھ کر اس سے ایسی خواہش کی ہے جو پوری نہ کی جاسکے۔ وہ اس پر اپنی زندگی قربان کر سکتا تھا۔ مگر سرخ گلاب کہاں سے لا سکتا تھا۔ .. غریب نوجوان .. اس کا دل ٹوٹ گیا۔ اس کی رُوح تک میری کی خواہش کی تکمیل کے لئے تڑپ رہی تھی مگر وہ مجبور تھا۔ غمگین مضمحل وہ اپنے کمرہ میں چلا آیا۔ اور دریچہ کھول کر باغ میں دیکھنے لگا۔ باغ ہر قسم کے پھولوں سے مزین تھا۔ نیلے پیلے گلابی سفید گلاب۔ خوبصورت نرگس حسین نیلوفر۔ جانفزا بنفشہ۔ مگر سرخ گلاب کہیں بھی نظر نہ آتا تھا وہ رو رہا تھا۔ روئے جا رہا تھا۔ ایک سرخ گلاب کے لئے مرجھائے ہوئے مغموم چہرہ، سوجھی ہوئی آنکھوں۔ تڑپتے ہوئے دل سے وہ زمانہ کی بے اعتنائی ولاپروائی اور میری کی بے وفائی پر افسوس کرتا ہوا باغ میں چلا گیا۔ گھاس پر اوندھا پڑ کر وہ میری کی اس دلشکن شرط پر اور بھی زیادہ رونے لگا۔ اس طرح گویا آج اس کا دل آنسو بن کر آنکھوں کی راہ بہہ جائے گا۔ اس کو اس درد سے روتے دیکھ کر پرندے درختوں پر سرگوشیاں کرنے لگے۔ قمری سرو کو تاکتے ہوئے بولی "آج یہ نوجوان بہت مضمحل معلوم ہوتا ہے۔ یہ تو ایسے رو رہا ہے جیسے اس کے دل پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہو۔ نہ معلوم بیچارے کو کیا رنج ہے"۔ مینا نے کہا "آج ضرور اس کی محبوبہ نے اس کو دکھ پہنچایا ہے اس کے غم کی اور کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔" ہُدہُد گھاس پر پھدکتے ہوئے بولا "ہاں اس سے ایک سرخ گلاب کی فرمائش کی گئی ہے جس کو سر میں لگا کر وہ اس کے ساتھ رقص کرے گی۔ ورنہ نہیں۔ مگر تم سب جانتے ہو کہ آج کل سرخ گلاب کا موسم نہیں ہے۔" طوطا اپنی سرخ چونچ کو کھول کر زور سے چلّایا "مجھے اس نوجوان سے ہمدردی ہے۔ خدا نے ایسی لڑکیاں دنیا میں کیوں پیدا کیں جو معصوم نوجوانوں کو اپنے پنجے میں پھانستی اور پھر انہیں ستاتی اور دکھ پہنچاتی ہیں؟" فاختہ چہکی "میاں طوطے زبان سنبھالو۔ کیا سب عورتیں اور لڑکیاں ایسی ہوتی ہیں۔ تم جانتے ہو ہم بھی صنف نازک میں سے ہیں۔ ہماری قمری، دیکھو سرو کو کتنا چاہتی ہے سرو اگر ہزار بار جنم لے تب بھی اس کا پیار نہ بھلا سکے۔" طوطا شرمندہ ہو کر دوسری طرف دیکھنے لگا قمری بولی "کاش میں اس کی مدد کر سکتی۔" ہُدہُد بولا "چلو ہم سب بلبل کے پاس چلیں ممکن ہے اسے کہیں سے پھول مل سکے۔"

پرندوں کا سب قافلہ ہُدہُد کی سرداری میں بلبل کے پاس پہنچا۔ بلبل نے ابھی اپنا غم انگیز نغمہ ختم کیا تھا اور اب سونے کی تیاری کر رہی تھی۔ ان سب کو دیکھ کر اپنے آشیاں سے باہر آگئی۔ سب پرندوں نے یک زبان ہو کر نوجوان کی داستان غم دہرائی اور ہُدہُد نے بہت ادب سے عرض کیا "اے ملکہ نغمات شیریں ہم سب تجھ سے التجا کرتے ہیں کہ کہیں سے بھی ایک سرخ گلاب اس دل گرفتہ نوجوان کو لادے۔" بلبل نے ان کو اطمینان دلا کر رخصت کیا کہ اگر اس پھول کی قیمت میں اسے اپنی جان تک دینا پڑے۔ تب بھی وہ دریغ نہ کرے گی۔ ان سب کے جانے کے بعد بلبل نے اپنے پر جھاڑ کر گلوں کے کنج کی طرف پرواز کی۔ ایک درخت کے پاس پہنچ کر اس نے نرم و شیریں آواز میں کہنا شروع کیا۔

"اے درخت تم میرا ایک حسین و دل آویز نغمہ سُن لو اور مجھے اس کے بدلے میں ایک سرخ پھول دیدو۔ سرخ لعل سے بھی زیادہ سرخ" گلاب بولا "پیاری بلبل تم خود دیکھ لو میرے پھول دودھ سے

بھی زیادہ سفید ہیں نم سرو کے قریب جو گلاب کا درخت ہے اس پر جاؤ ممکن ہے تمہیں وہ سُرخ گلاب دیدے۔"

بلبل اُڑی ہوئی اس درخت کے پاس پہنچی اور بولی اے درخت تم ساری رات میرا ایک دل خوش کن نغمہ سنتے رہو اور اس کے بدلے میں مجھے ایک سرخ گلاب دیدو۔ سرخ کسی حسین کے لب لعلیں سے بھی زیادہ سُرخ۔" گلاب کا درخت بولا "اے بلبل مجھے بہت افسوس ہے کہ میں تمہاری یہ خواہش پوری نہیں کر سکتا تم خود دیکھ سکتی ہو کہ میرے پاس زرد پھول ہیں۔ حسین چاند سے بھی زیادہ زرد۔ تم یاسمین کے کنج میں جو گلاب ہے اس کے پاس جاؤ شاید وہاں سے تمہیں پھول مل سکے۔"

ناکام بلبل پھر اپنی قسمت آزمائی کے لئے یاسمین کے کنج میں گئی اور پودے سے بولی۔ "عزیز گلاب مجھے ایک سرخ پھول کی ضرورت سُرخ شفق سے بھی زیادہ سُرخ۔ اس کی قیمت میں تمہیں ایک ایسا دلفریب نغمہ سُنا کر ادا کروں گی، جو کسی نے کبھی نہ سُنا ہو" گلاب نے متاسفانہ لہجہ میں کہا "میری بلبل تمہاری خواہش کو بسر و چشم قبول کرتا مگر وائے قسمت کہ میرے پھول گلابی ہیں۔ اس لڑکی کے رخساروں کی طرح گلابی ہیں۔ ہاں تمہاری اتنی مدد کر سکتا ہوں کہ اس دریچہ کے پاس جو جھاڑی ہے تم اس کے پاس جاؤ مجھے یقین ہے کہ تم وہاں سے سرخ گلاب پا لوگی" غریب بلبل ایک مرتبہ اور اڑی اور دریچہ کے درخت کے پاس جا کر پھر وہی استفسار کیا "پیارے درخت مجھے ایک سرخ گلاب چاہیئے سرخ یاقوت سے بھی زیادہ سرخ۔ اگر تم مجھے وہ پھول دیدو تو تمہیں ایسا دلنواز نغمہ سناؤں کہ تم مدہوش ہو جاؤ۔"

گلاب بولا "بلبل میں تمہیں پھول دے تو سکتا ہوں مگر پھول حاصل کرنے کی شرط بہت بڑھی ہے تم وہ شرط کبھی پوری نہ کر سکو گی اس لئے بیکار ہے۔" "نہیں گلاب ایسا نہ کہو میں اس پھول کی خاطر اپنی جان تک قربان کرنے کو تیار ہوں۔" "اچھا تو سنو۔ آج کل میرے پھول ختم ہو چکے ہیں ایک کلی رہ گئی ہے ممکن ہے یہ مرجھا کر گر جائے اگر واقعی تم چاہتی ہو تو اس کلی کے پاس کے کانٹے کو اپنے جسم میں چبھاؤ۔ چبھاتی جاؤ چبھاتی جاؤ اور ساتھ ساتھ تمہارا حسین نغمہ فضا میں بلند ہوتا جائے یہاں تک کہ یہ کانٹا تمہارے دل کے پار ہو جائے بس یہی کلی کھل کر ایک پھول بن جائیگی۔" بلبل کے لئے یہ بڑی آزمائش کا وقت تھا مگر وہ غریب طالب علم کی تکلیف اور پرندوں کی التجا کو سُن کر اس کام کے لئے تیار ہو گئی، اس نے کانٹا جسم میں چبھونا شروع کیا اور اس کے ساتھ ہی گانا فضا میں بلند ہونا شروع ہوا وہ گا رہی تھی اور گا رہی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ کانٹا اس کے دل سے قریب ہوتا جا رہا تھا۔ درد و سوز میں ڈوبا ہوا نغمہ بدستور جاری تھا۔ وہ کس جوش سے گا رہی تھی۔ یہ اس کا آخری گانا تھا۔ اسی لئے تو وہ اپنی پوری طاقت صرف کر رہی تھی۔ کلی کی پتیاں ایک ایک کر کے کھل رہی تھیں بلبل ٹکٹکی باندھے اسی پھول کو دیکھ رہی تھی۔ صبح کاذب کے آثار نظر آ رہے تھے۔ اب کچھ دیر میں سویرا ہونے والا تھا۔ اور اس سے پہلے پھول ختم ہو جانا چاہتا تھا۔ اس لئے درخت بولا "پیاری بلبل اور زور لگاؤ تاکہ کانٹا جلدی سے تمہارے دل تک پہنچ جائے کیونکہ صبح ہونے والی ہے۔" یہ سُن کر بلبل نے اور زور لگایا۔ کانٹا دل میں چبھنے لگا۔ اس کے ساتھ ساتھ نغمہ بھی بڑھتا گیا یہاں تک کہ ختم ہو گیا۔ صبح کا اُجالا جو ہوا تو شاخ پر ایک سرخ حسین پھول کھلا ہوا تھا۔ اور کانٹے پر ایک بلبل کی لاش لٹک رہی تھی۔

صبح کو جم نے جس کی ساری رات کروٹیں بدلتے گزری تھی اٹھ کر دریچہ کھولا سامنے سُرخ گلاب سے ہوا اٹکھیلیاں کر رہی تھی۔ اس نے کئی مرتبہ اپنی آنکھوں کو ملا کہ کہیں یہ خواب تو نہیں مگر آخر اسے یقین ہو گیا کہ سُرخ گلاب ہے۔ اب اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ وہ مسرت سے ناچنے لگا "میری میرے ساتھ رقص کرے گی میں کتنا خوش قسمت ہوں۔" وہ جلدی سے تیار ہو کر باغ میں گیا اور ایک چاندی کے پھل والے چاقو سے پھول کو ٹہنی سے علیحدہ کر کے ایک گیلے خوبصورت رومال میں لپیٹ لیا۔ خوشی سے سیٹیاں بجاتے ہوئے اس نے میری کے گھر کی راہ لی۔ اور وہ پھول اس کی خدمت میں پیش کیا۔ مگر آہ! کم فہم لڑکی نے پھول پر ایک حقارت کی نظر ڈال کر اسے ایک طرف لاپرواہی سے رکھ دیا۔ اس پھول کو جس کی قیمت ایک بلبل کی جان تھی۔ .. اور نفرت سے بولی "یہ پھول کیا حقیقت رکھتا ہے مجھے وزیر اعظم کے بیٹے نے نہایت قیمتی جواہرات بھیجے اور مجھ سے اپنے ساتھ رقص کی درخواست کی ہے۔ اب شام کو میں تمہارے ساتھ نہیں چل سکتی۔"

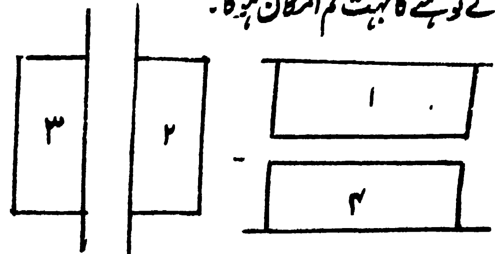
آہ! ناگن۔ اس نے پھر غریب نوجوان کا دل توڑ دیا۔ دل شکستہ جم نے اس پھول کو اٹھا لیا۔ (باقی صفحہ ۹۰ کالم ۲)

مگس بانی

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

ہائیو کا معائنہ۔ مکھیاں حاصل کرنے کے بعد وقتاً فوقتاً اُن کا معائنہ کرنا ضروری ہے تاکہ کالونی کی دیکھ بھال ضرورت کے مطابق ہو سکے۔ سب سے پہلے معائنہ کے لئے موسمی حالات کا خیال رکھنا چاہیئے۔ یعنی ہائیو اسی دن کھولنا چاہیئے جبکہ موسم صاف اور کھلا ہوا ہو۔ ابر اور بارش کا سلسلہ نہ ہو۔ جاڑوں میں دوپہر کے وقت اور گرمیوں میں ۸۔ ۹ بجے صبح اگر مونوں کا معائنہ کیا جائے تو بہتر ہے موسمی حالات کے موافق ہونے کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ کارکن مونیں جب باہر سے نکرڈ اور پالن لانے کے کام میں خوب مشغول ہوں۔ شروع شروع میں ہائیو کھولتے وقت نئے مگس بانوں کو ڈر سا معلوم ہوگا۔ لہٰذا اگر وہ کھلے ہاتھوں سے کھولنے کی ہمت نہ رکھتے ہوں تو دستانے پہن لیں۔ چہرے پر نقاب ہونا ضروری ہے۔ اب ہائیو کا کور بورڈ (ڈھکن) آہستہ آہستہ اٹھاتے ہوئے دروازوں کے درمیان اسموکر سے دھواں دیا جائے۔ خیال رہے کہ دھواں زیادہ گرم یا تیز نہ ہو۔ ایسا کرنے سے مونیں کسی قدر سہم جائیں گی۔ اور ڈنک کم لگیں گے۔ اب کور بورڈ کو ہائیو کے سامنے دروازے کے قریب الٹ کر ٹیکا دیا جائے تاکہ چپکی ہوئی مونیں چڑھ کر دروازے سے ہائیو میں داخل ہو سکیں۔ اتنا کر لینے کے بعد فریموں کو ہوشیاری سے اٹھایا جائے۔ اور اندرونی حالات کا غور سے مطالعہ کیا جائے۔

خیال رہے کہ اس عمل میں جھٹکا نہ لگے۔ اور مونیں دب کر نہ مریں۔ ورنہ وہ غصے میں آ کر ڈنک مارنا شروع کر دیں گی۔ فریموں کو نیچے کی شکل میں دکھائی ہوئی ترتیب سے اگر رُخ تبدیل کر کے دیکھا جائے تو ملنے کا بہت کم امکان ہوگا۔



پھر اسی طرح نمبر ۴۔ ۳۔ ۲۔ اور ۱۔ حالات میں تبدیل کرتے ہوئے فریم ہائیو کے اوپر رکھے جا سکتے ہیں۔ معائنہ کرنے کے بعد ایک رجسٹر میں تاریخ وار رپورٹ تیار کرنا چاہیئے۔ جس میں مونوں سے بھرے فریموں کی تعداد، انڈوں کے فریم، بروڈ (بچوں) کے فریم۔ نکرڈ، پالن اور شہد کی مقدار، دشمنوں سے نقصان۔ خوراک دینے کی تاریخ اور قسم، دیگر ہدایات و نیز جو کچھ کام کیا جائے اس پر مختصراً نوٹ لکھا جا سکتا ہے۔

مونوں کے ساتھ کام کرتے وقت اگر ڈنک لگ جائیں تو فوراً ڈنک کو ناخن سے زہر کی تھیلی سمیت نکال دینا چاہیئے اور اس مقام پر کسی قسم کی سبز پتی مل دینا چاہیئے یا اسموکر سے اس جگہ دھواں دینا چاہیئے۔ ایسا کرنے سے ڈنک کی بو زائل ہو جائے گی اور دوسری مونیں اس مقام پر ڈنک نہ ماریں گی۔ کام کرتے وقت اگر جسم کے کسی حصے پر کپڑوں کے درمیان کوئی مون چلی جائے تو اسے ہوشیاری سے اوپر کی طرف چڑھ کر نکلنے کا راستہ دے دیا جائے۔

سوارمنگ قدرت نے نسل بڑھانے کے لئے مونوں کو سوارمنگ کا اصول سکھایا ہے۔ جب مونوں کا ایک خوشحال کُنبہ کا کچھ حصہ ایک ملکہ کے ساتھ نکل کر دوسرا گھر بسائے تو اس عمل کو سوارمنگ کہتے ہیں۔ یہ کام خوشحالی کے عالم میں کیا جاتا ہے جبکہ کنبے میں مونوں کی تعداد بہت زیادہ رہتی ہے۔ اس کی تیاری عموماً بہار کے موسم میں کی جاتی ہے۔ جبکہ پھولوں سے خوب نکرڈ اور پالن آ رہا ہو۔ سب سے پہلے خوراک کافی مقدار میں اکٹھا کر لی جاتی ہے۔ پھر چند کوئن سلس (ملکہ کے خانہ) بنائے جاتے ہیں۔ اور ان پر خوراک کھلانے کے بعد مہر لگا دی جاتی ہے۔ اس طرح پرانی کالونی کے زندہ رہنے کا مکمل انتظام کرنے کے بعد ایک دن جبکہ آسمان اور موسم اچھا ہو سوارم نکلتا ہے عموماً پرانی ملکہ کے ساتھ۔ (باقی آئندہ)

بیگم م ح ہاشمی

غذا سے علاج

بعض لوگ حالت صحت میں احتیاطاً زیادہ پرہیز کرتے ہیں اور چند خاص خاص غذائیں اپنے واسطے مخصوص کر لیتے ہیں مثلاً صرف ترکاریوں یا صرف شوربہ چپاتی یا صرف دودھ اور پھل بعض لوگ موسمی پھل اور ترکاریوں کو نظر انداز کرتے ہیں اور اس قسم کے لوگ اکثر بیماریوں کا شکار رہتے ہیں۔ بقراط کا قول ہے کہ "حالت صحت میں پرہیز اتنا ہی مضر ہے جتنا حالت مرض میں بدپرہیزی۔ قدرت نے موسموں کے لحاظ سے پھل ترکاریاں اور بیماریاں ساتھ ساتھ پیدا کی ہیں۔ موسم گرما کی تپش کی وجہ سے جسم کے اندر کچھ تغیرات پیدا ہو جاتے ہیں۔ کبھی ایسڈ (ترشی) یا تیزابیت بڑھ جاتی ہے جس کی وجہ سے گردہ مثانہ اور آنتوں پر خراب اثر پڑتا ہے۔ پیشاب میں کمی سوزش بعض، قلب میں کرب بے چینی وغیرہ۔ اس کے واسطے قدرت نے کھیرا۔ ککڑی۔ تربوز۔ لوکی۔ بیل۔ خربوزہ۔ نارنگی۔ انار وغیرہ پیدا کئے ہیں۔ اول الذکر تین چیزیں پیشاب زیادہ لاتی ہیں۔ سوزش کے واسطے مفید ہیں۔ جلتے ہوئے خراب سمی مواد کو پیشاب کے ذریعہ خارج کرتی ہیں۔ پتھری۔ درد گردہ۔ وجع المفاصل کے مواد کو صاف کرتی ہیں۔ خربوزہ دافع قبض ہے اور معدہ و آنتوں کے واسطے مفید ہے۔ پیشاب آور ملین ہے۔ نارنگی اور انار پیاس اور قلب کی بے چینی کو دفع کرتے ہیں۔ لوکی جسم میں ٹھنڈک پیدا کرتی ہے۔ بیل آنتوں کے واسطے مقوی جسم کے واسطے اکسیر تشنج معوی کو فوراً زائل کرتا ہے۔ جو لوگ ان چیزوں سے پرہیز کرتے ہیں وہ ان ہی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ موسم سرما میں مچھلی اور مرغی کا گوشت۔ پائے۔ انڈا۔ میوہ جات وغیرہ کا استعمال جسم کی حرارت کو بڑھاتا ہے۔ جس سے سردی کی بیماریوں کا ازالہ رہتا ہے۔ اسی طرح بعض موسمی چیزیں خاص خاص بیماریوں سے محفوظ رکھتی ہیں۔ مثلاً املی آلو بخارا۔ لیموں نارنگی ہیضہ سے۔ چیچک سے شہتوت خناق سے۔ بیل پیچش سے۔ دل اور جگر کی گرمی دور کرنے کے واسطے جالینوس کے نزدیک آب انار اور سردی دفع کرنے کے واسطے شہد سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ سنگرہنی کا واحد علاج میٹھا خربوزہ۔ کیلا ہے۔ منہ۔ ناک۔ پیشاب سے خون آنے کے واسطے خرفہ کا ساگ اکسیر ہے۔ خون کے دستوں کے واسطے املی کی پتی پیس کر پینا مفید چیز ہے۔ خشک کھانسی کے واسطے کھجور۔ کیلا مکھن کے ساتھ یا بادام مفید ہیں۔ تر کھانسی کے واسطے شہد بہت مفید ہے۔ کالی کھانسی کے واسطے امرود بھون کر۔ مینا کا گوشت سیاہ مرچ اور نمک کے ساتھ یا سیر دھے کی راکھ میں تھوڑی دیر رکھنے کے بعد استعمال کرنے سے۔ ذیابیطس کے واسطے جامن۔ کچا انار۔ پتھری کے واسطے مولی۔ جڑ یا۔ چالیس روز تک۔ بتھوے کا ساگ۔ خربوزہ مولی کا ساگ۔ بادی بواسیر کے واسطے پپیتہ۔ خربوزہ شلغم مولی کی ترکاری۔ بکری کا دودھ۔ بلڈ پریشر کے واسطے مربہ آملہ۔ خون کی کمی کے واسطے آم۔ چقندر کا عرق جامن کا عرق کلمی کا پانی۔ لو کے واسطے کچے آم کا شربت۔ چنے کا ساگ خون کی صفائی کے واسطے پھٹے ہوئے دودھ کا پانی۔ تربوز۔ استسقاء کے واسطے اونٹنی کا دودھ۔ کریلا۔ جولائی۔ موٹھ کی دال دق کے واسطے عورت یا گدھی کا دودھ۔ موسمی بخاروں کے واسطے کریلا۔ کچا امرود۔ قبض۔ پختہ ملین ہے منہ اور زبان کٹ جائے تو کتھا۔ اختلاج قلب کے واسطے سنگترہ۔ سیب۔ گاجر چقندر کا پانی۔ انار۔ پیٹ کے کیڑوں کے واسطے شفتالو۔ شریفہ اعصاب اور دماغ کی قوت کے واسطے ماش کی دال۔ خون کی صفائی اور قوت کے واسطے سیب۔ عام بدن کے واسطے انڈا گوشت۔ دمہ کے واسطے جوار کھیل۔ لومڑی کا پھیپھڑہ۔ پیشاب کی سوزش کو تربوز کا پانی بارلے واٹر فائدہ کرتا ہے موٹاپے کو دور کرنے کے واسطے ساگو دانہ کی کھیر گاجر آم بہترین چیزیں ہیں۔

آج کل جدید سائنس کے اصول پر اکثر بیماریوں کا علاج وٹامن (حیاتین) کی کمی ہوتی ہے جس کا علاج محض حیاتین

پہونچاتا ہے۔ حیاتین زیادہ تر غذاؤں میں پائے جاتے ہیں۔ اگر جسم میں حیاتین الف کم ہوجائے تو آنکھوں میں سوزش خشکی مرض سل۔ نمونیہ۔ اور مرض کزاز پیدا ہوسکتا ہے اس کا علاج دودھ۔ مکھن۔ چربی۔ گھی کلیجی سے ہوسکتا ہے۔ ان چیزوں میں حیاتین الف کی کافی مقدار موجود ہے۔ حیاتین ب کی کمی سے حسب ذیل بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ بیری بیری جس میں اعضا سن ہوکر کھال اُترنے لگتی ہے۔ یا اعضا مفلوج ہوجاتے ہیں۔ قے۔ دست۔ بھوک میں کمی۔ نگلنے میں دشواری پیشاب میں یورک ایسڈ کی کثرت۔ تلی۔ بلیہ۔ دل۔ جگر۔ معدہ دماغ کمزور۔ معدہ کے ہضم رطوبات میں کمی۔ جس کا علاج انڈا گاجر۔ ٹماٹر۔ شفتالو۔ عرق انگور۔ عرق لیموں۔ بادام۔ کرم کلہ سے کریں۔ ان چیزوں میں حیاتین ب کافی مقدار میں موجود ہیں۔

حیاتین ج کی کمی سے جوڑوں خصوصاً گھٹنوں میں درد مسوڑھوں میں پائیریا۔ استسقا پیدا ہوجاتا ہے۔ کریلا گاجر۔ مولی۔ شلغم سے علاج کریں۔ حیاتین ج اس میں کافی مقدار میں موجود ہیں۔

حیاتین د کی کمی سے خصوصیت کے ساتھ مرض کزاز جس میں بچوں کی ہڈیوں کا نشو ونما بند ہوجاتا ہے۔ ہڈیاں نرم ہوجاتی ہیں۔ کیلسیم ڈیپازٹ نہیں ہوتا۔ جس کو عرف میں سوکھا بھی کہتے ہیں۔ اس کا علاج عرق لیموں۔ گندر شلغم گوبھی پالک۔ بالائی۔ اخروٹ۔ منولہ ٹماٹر۔ انگور۔ نارنگی۔ دھان۔ سے کریں۔

بقراط کا قول ہے کہ سب سے پہلے بیماری کا علاج غذاؤں کے ذریعہ کرنا چاہیئے۔ اگر اس سے زیادہ نہ ہو تو پھر حیوانی ادویہ پھر نباتی۔ آخر میں مجبور ہوکر معدنی ادویہ سے منفعت حاصل کی جائے۔ آخر میں اس امر کو خوب یاد رکھئے۔ کہ اچھی اور مناسب غذا ہر قسم کی دوا سے بہتر چیز ہے۔ حکیم حقیقی کا سب سے بڑا سب سے قیمتی سہل الحصول اور سب سے مجرب نسخہ یہی ہے۔

گ۔ ن۔ بنت ڈاکٹر ابوالفضل کپورتھلہ

رحمۃ اللعالمین

اندھیرا کفر کا چھایا ہوا تھا بزم عالم پر
فقط شیطاں حکومت کر رہا تھا ابن آدمؑ پر
خدائی کا تھا الزام آہ معصوم ابن مریمؑ پر
گماں فرعون اور ہامان کا تھا ہر ایک حاکم پر
جدھر دیکھو ادھر شیطانیت ہی کا رنگ تھا چھایا
عرب کا ذکر ہی کیا ایک عالم میں یہ دنیا تھی
جہاں طاقت کوئی دیکھی تو انساں نے کیا سجدہ
نظر آیا بڑا کوئی تو انساں نے کیا سجدہ
کوئی آفت نظر آئی تو انساں نے کیا سجدہ
ملی جو کھٹ جو راہب کی تو انساں نے کیا سجدہ
کہاں تک دیکھتا معبود برحق کھیل بندوں کا
غلط راہی پہ انساں کی اسے کچھ رحم سا آیا
ہوا نازل خدا کا رحم پھر نور مبیں بن کر
رہا انسانوں میں انسانیت کا جو معیں بن کر
معزز کر دیا دنیا کو دنیا کا مکیں بن کر
زمانے بھر پہ چھایا رحمۃ اللعالمین بن کر
محمدؐ نام پایا پھر اُسی رحم الٰہی نے
گدائی جس کے در کی کی جہاں کی بادشاہی نے
معزز ابن مریمؑ کو کیا جس کی شہادت نے
مشرف ابن آدمؑ کو کیا جس کی نبوت نے
منوّر بزم عالم کو کیا جس کی رسالت نے
نگوں شیطاں کے پرچم کو کیا جس کی قیادت نے
نجات انساں کی موقوف ہے جس کی گواہی پر
سلام شوق کی بارش ہوا اس نور الٰہی پر

وقار واثقی

دَورے؎

شادی کیا ہوئی گھر والوں کے دیکھنے کو آنکھیں ترس گئیں پھر حیدرآباد سے دلی آنا خدا کی پناہ۔ ریل کے ڈبوں کی مسلسل کھڑکھڑاہٹ سے ساری ہڈیوں کا کچومر نکل آتا ہے۔ یہ ہندوستانی ریل کے ڈبے مجھے ہمیشہ سے بُرے لگتے ہیں۔ انہیں دیکھتے ہی میرے بدن میں خودبخود درد ہونے لگتا ہے مگر پہنچو تو بھی کئی دن تک ریل کا بھوت سر پر سوار رہتا ہے۔ پلنگ پر لیٹو تو بھی بس ایسا معلوم ہوتا ہے۔ جیسے ریل کے ڈبے میں۔ ۔ ۔ گھر کی دیواریں بھاگتی ہوئی نظر آتی ہیں سفر بھی کتنا لمبا۔ ۔ ۔ یوں تو میں نے اُن سے کئی بار کہا لیکن اُنہوں نے کچھ نہ کچھ بہانہ کر کے ٹال دیا۔ اسی عرصہ میں امی جان کا خط آ گیا کہ راشدہ کی شادی ہے۔ بس مجھے بہانہ ہاتھ آ گیا۔ دن رات اُن کے پیچھے پڑنے لگی۔ آخر کو انہیں ہار ماننی ہی پڑی اور چھٹی کی درخواست دے کر باہر کام پر چلے گئے۔ جب کسی کی شادی ہوتی ہے تو شادی شدہ کو اپنی شادی یاد آتی ہے۔ اور وہ اپنی شادی کے سُنہرے خوابوں میں رنگ رلیاں منایا کرتا ہے۔ بس دن رات مجھے راشدہ کی شادی کا خیال ستایا کرتا۔ راشدہ دراصل بڑی شوخ واقع ہوئی تھی۔ اپنی شوخیوں سے ہر ایک کا دل موہ لیتی تھی۔ بوڑھیوں میں بیٹھ کر ایسی باتیں کرتی جیسے دادی اماں ہو اور پھر کنواریوں کے لئے تو وہ بھی تفریح کا سامان تھی۔ دن رات یہی جی چاہتا کہ اس کے پاس بیٹھے رہیں۔ مجھ سے اُس کو کچھ قدرتی طور پر زیادہ اُنس تھا۔ پھر اُس نے جب میں اپنی شادی سے پہلے پرانی رسم کے مطابق مایوں بیٹھی ہوئی تھی تو مجھے اس قدر ستایا کہ ایک دن تو میں رو دی۔ اس وقت جب کہ سارے گھر میں صرف ایک اکیلی متنفس تھی۔ مجھے ایسا معلوم ہوا جیسے راشدہ میرے پاس بیٹھی مجھے نوچ رہی، بتا رہی ہنس رہی ہو۔ آنکھیں ٹکا ٹکا کر کسی کی نقل کر رہی ہو۔ میرے ہاتھ بے اختیاری طور پر اٹھ گئے۔ اور میرے منہ سے آہستہ سے نکلا، راشدہ۔ کسی کے پاؤں کی آہٹ ہوئی۔ دیکھا تو وہ تھے۔ کہنے لگے کچھ کھانے کو ہے۔ بڑی بھوک لگ رہی ہے بیگم۔ تمہاری قسم بیگم آنتیں جل رہی ہیں۔ جلد لاؤ کچھ۔ ہاں کچھ اپنے ہاتھ کی بھی چیز لانا۔" میں نے کہا "آپ کے لئے امرود کی جیلی بنا رکھی ہے۔ وہی لائی ہوں"۔ سامنے لا کر رکھ دی۔ خوب تعریف کر کر کے ساری چٹ کر گئے۔ ۔ ۔ ہاتھ دھوتے ہوئے بولے۔ "بیگم یہ تمہارے ہاتھ آخر کس کے بنے ہوئے ہیں"۔ میں نے ہنسی ضبط کرتے ہوئے کہا "مٹی کے"۔ بولے "نہیں بیگم ان کی مٹی کسی خاص جگہ کی معلوم ہوتی ہے۔ بخدا اس قدر لذیذ بنائی ہے جیلی کی تعریف نہیں کر سکتا اور پھر۔ ۔ ۔" میں نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا "بس رہنے دیجئے۔ یہ مبالغہ مجھ کو پسند نہیں۔ آخر یہ مردوں کو چھوت کی بیماری کی طرح کیا مرض لگ گیا ہے کہ شادی کے شروع کے چند سال خوب بیویوں کی جا بیجا تعریف کرتے ہیں۔ اس کے پان کم سنکی تعریف میں ایسے زمین آسمان کے قلابے ملائے جاتے ہیں کہ بس توبہ بھلی"۔ وہ بولے "آخر تمہیں ہو کیا گیا ہے کاٹنے کو کیوں دوڑتی ہو۔ ارے ٹھیک ایک خوشخبری دینا تو میں تمہیں بھول ہی گیا"۔

میں نے کہا "آخر کیا؟ وہی آپ کو کوئی انعام وغیرہ ملا ہو گا"۔ وہ بولے "نہیں اور بات ہے مگر رشوت دو"۔ میں بگڑ کر بولی "آخر بتاتے نا کیا بات ہے؟ اب خاموش ہو کر کیوں لیٹ گئے"۔ انہوں نے کروٹ لیتے ہوئے جواب دیا "کچھ نہیں، کوئی خاص بات نہیں، خاموش رہو، میرے سر میں درد ہے"۔ میں نے خوشامدانہ لہجہ میں کہا "لائیے میں سر دبا دوں، بتائیے نا"۔ وہ بولے "اچھا سنو! میری چھٹی منظور ہو گئی۔ اب کل تمہاری دلی کی روانگی"۔ میں سارے بدن میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ چوتھے روز ہم دلی میں تھے۔ سب سے پہلے مجھ کو راشدہ کے دیکھنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ اسی کے لئے تو میں اتنا دُور دراز کا سفر طے کر کے آئی تھی۔ پھر اس کا مکان تو ہمارے مکان سے زیادہ دُور بھی نہ تھا۔ چادر اُٹھائی اور اس کے گھر جا دھمکی۔ ۔ ۔ ۔ راستہ میں سوچتی جا رہی تھی۔ جیسا راشدہ نے مجھے میری شادی پر چھیڑا تھا اس سے سوگنا میں اُس کو اب ستاؤں گی۔ ۔ ۔ ۔ تیزی سے اندر داخل ہوئی۔ راشدہ کا کمرہ خالی پڑا تھا۔ وہ کمرہ جس کا بناؤ سنگار کرتے راشدہ کبھی نہ تھکتی تھی۔ اس کے در و دیوار پر

؎ دورے سے مراد دوروں کے نامراد مرض سے ہے۔

اداسی برس رہی تھی۔ سارا ماحول بکھرا پڑا تھا۔ میرے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ راشدہ، راشدہ پکارتی آگے بڑھ گئی۔ میلے کپڑوں میں لپٹا ہوا کوئی میری طرف آہستہ آہستہ آرہا تھا۔ میرے منہ سے چیخ نکل گئی۔ ہیں یہ راشدہ تھی۔ میں اس سے بے اختیار چمٹ گئی۔ جی نہ چاہتا تھا کہ اس کو اپنے سینہ سے الگ کروں۔ میں نے اس کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔ راشدہ تم نے اپنی یہ کیا حالت بنا رکھی ہے۔ ہفتہ عشرہ میں تمہاری شادی ہونے والی ہے۔ شادی کا نام سنکر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ بے اختیار پھر ایک بار میرے سینہ سے لگ گئی۔ اُف اللہ اس کی آنکھیں سرخ انگارہ ہو رہی تھیں۔ اتنے میں راشدہ کی ماں آگئیں۔ میں نے انہیں سلام کیا۔ وہ بولیں "بیٹی اچھی تو ہے۔ اب تیری سہیلی کی شادی ہونیوالی ہے۔ خدا رکھے اب میری بچی کوٹھیوں۔ موٹروں اور بے شمار دوکانوں کی مالک ہوگی۔" میں نے کہا "آخر چچی جان وہ ہیں کون؟ جن سے راشدہ کی شادی ہو رہی ہے۔" وہ بولیں "ارے ہوتا کون! وہی ہے۔ جن کا نام دور دور مشہور ہے۔ جو منوں سونے چاندی کا واحد مالک ہے۔ ہزاروں لاکھوں مزدوروں پہ حکومت کرتا ہے۔ جس کی طرف ہزاروں لڑکی والوں کی نگاہ لگی ہوئی تھی۔ . . ." میں نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا، "چچی جان! اُن کا نام" وہ ہنس کر بولیں "ارے تجھے معلوم ہی نہیں، وہی نواب چھکن"۔ مجھے ایسا معلوم ہوا جیسے کسی نے ہزاروں ہتوڑے یک دم میرے سر پہ مار دیئے۔ نواب چھکن۔ وہی جس کو آج بیس سال سے دمہ ہے۔ جس کو زندگی کا ایک ایک سانس بھاری ہے۔ وہی چھکن جو کہ کھانستا ہے تو سارے محلہ والے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لیتے ہیں۔ اُف اُس کی کھانسی اُس کے سانس کے دورے.. . .. میں اٹھ کر چلی آئی ..سامنے چھکن کی عالی شان کوٹھی چمک رہی تھی۔ اس کو دیکھ کر مجھے ایسا معلوم ہوا کہ جیسے مجھے بھی دورہ پڑ رہا ہو۔ سانس بہت تیزی سے چل رہا تھا۔ آکر یکدم پلنگ پر گر پڑی .. . . رات بھر اُس کی کھانسی کی آواز کانوں میں گونجتی رہی۔ دوسرے دن اس کو دمہ کا ایسا سخت دورہ پڑا کہ دشمنوں کو بھی اُس کی حالت دیکھ کر رونا آگیا۔ کمبخت بڈھا پھر اچھا ہو گیا۔ شادی ایک ماہ کے لئے ملتوی کر دی گئی ..

مجھ کو وہ لینے آئے۔ مجبوراً جانا پڑا۔ کچھ دن بعد خبر ملی کہ راشدہ بیاہ دی گئی۔ اس عرصہ میں ان کا تبادلہ دلی کا ہو گیا۔ .. آئی تو سب سے پہلے راشدہ کا خیال آیا۔ یہاں آکر معلوم ہوا کہ راشدہ کو شادی سے پہلے بڑے خطرناک دورے پڑنے لگے تھے۔ کوئی کہتا ہسٹریا۔ اور کوئی کہتا جن بھوت کا سایہ ہے۔ اور راشدہ کی ماں کہتی کہ شادی سے پہلے لڑکیوں کو ایسے ہی دورے پڑا کرتے ہیں۔ رخصت کے دن بھی بڑا سخت دورہ پڑا سب لوگ ناامید ہو گئے۔ مگر وہ سخت جان رو پیٹ کر پھر ٹھیک ہو گئی... یکایک چھکن کی کوٹھی سے کسی کے رونے کی آواز بلند ہوئی۔ معلوم ہوا آج پھر راشدہ کو دورہ پڑ گیا۔ میں تیزی سے چھکن کی عالیشان کوٹھی کی طرف روانہ ہو گئی۔ وہ ایک زریں مسہری پر پڑی دھاڑیں مار کر رو رہی تھی۔ جسم ہڈیوں کا پنجر رہ گیا تھا۔ کبھی روتے روتے ایک دم اس کی آواز بند ہو جاتی... میں نے کئی بار آواز دی۔ اس کا ہاتھ ٹٹول کر دبایا۔ لیکن وہ نہ بولی۔ .. ..

ایک چیخ بلند ہوئی۔ اور پھر آواز گھٹنے لگی.. ۔ پھر ایک دم بند.. .. منہ کھلا کا کھلا.. . آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ یہ اس کا آخری دورہ تھا

مجھے ایسا معلوم ہوا جیسے سارے ظالم ماں باپوں کو دورے پڑ رہے ہوں۔ اور وہ بھی اسی طرح درد و کرب کی حالت میں چیخ رہے ہوں بیچاری راشدہ.. سونا.. . چاندی . .. دورے نواب چھکن .. دمہ کا مریض .. کھانسی . دورے .

عادل شفیق دہلوی

(بقیہ صفحہ ۸۵) اور اشک آلود نظریں مہتری کے چہرہ پر ڈالتا ہوا وہاں سے نکل آیا۔ گھر آکر اس نے پھول کو مل کر اسی باغ میں پھینک دیا۔ جہاں رات کو ایک بلبل نے اپنے خون سے اس کی سوکھی ہوئی رگوں کو تر کیا تھا۔ اور پلنگ پر گرتے ہوئے اس کے منہ سے یہ نکلا۔ "سچی محبت کیا دنیا سے ناپید ہے۔ میرے خدا!"

(ماخوذ از آسکر وائلڈ) ع۔ جہاں شمعی

عصمت کی اشاعت میں ایک دن کی بھی تاخیر نہیں ہوتی کسی ماہ کا پرچہ وقت مقررہ پر آپ کو نہ ملے تو فوراً خریداری نمبر کے حوالہ سے دوبارہ منگوا لیجئے۔

منیجر

کہاں ہے آجا

(رفیقۂ حیات کی رحلت کے چند ماہ بعد)

اے تمنائے دلِ زار کہاں ہے آجا
تابِ غم اب نہیں زنہار کہاں ہے آجا
ہیں حسینانِ طلبگار کہاں ہے آجا
کیوں ہے پردے پہ اصرار کہاں ہے آجا
زندگی ہے ترا دیدار کہاں ہے آجا

نہیں پاتا دلِ مایوس شرارِ ہستی
ہے سرِ شام ہی بجھنے کو چراغِ ہستی
تو نہیں آ تو ویران ہے بزمِ ہستی
اے بہارِ گل و گلزار کہاں ہے آجا
زندگی ہے ترا دیدار کہاں ہے آجا

بے ترے ہے تو سب بے کیف شبِ ماہ مجھے
ہے گلستاں اک قفس کی [illegible] مجھے
سببِ غم ہے یہ نظارۂ جانکاہ مجھے
بزمِ انجم ہے شرربار کہاں ہے آجا
زندگی ہے ترا دیدار کہاں ہے آجا

دیکھ ہمراہ ہے اب آئینۂ حالِ زبوں
دیکھ ہمرنگ ہے اشکِ جگر سے گلگوں
دیکھ ہمساز ہوا ہے روشِ اندازِ جنوں
قلب ہے غم سے گرانبار کہاں ہے آجا
زندگی ہے ترا دیدار کہاں ہے آجا

[illegible] سوزِ الم کی شرر افروزی ہے
ہے وہی تپشِ ہجراں کی جگرسوزی ہے
پھر دلِ زار [illegible] اندوزی ہے
پھر نہ ہو جاؤں میں بیمار کہاں ہے آجا
زندگی ہے ترا دیدار کہاں ہے آجا

سرخ اشکوں پہ نظر ڈال رخِ زرد کو دیکھ
[illegible] نالۂ دل کو نفسِ سرد کو دیکھ
میری حسرت کو مرے غم کو مرے درد کو دیکھ
کر مداوائے دلِ زار کہاں ہے آجا
زندگی ہے ترا دیدار کہاں ہے آجا

اب مرے جام میں وہ بادۂ سرجوش نہیں
لطفِ سرمستی و خود رفتگیٔ ہوش نہیں
مرے "امروز" میں کیفِ طربِ دوش نہیں
دے وہی جذبۂ سرشار کہاں ہے آجا
زندگی ہے ترا دیدار کہاں ہے آجا

بس تجھے میرے غم و حالِ پریشاں کی قسم
قلبِ مضطر کی قسم دیدۂ حیراں کی قسم
درد ہے جس میں ترا تجھ کو اسی جاں کی قسم
ہوں میں اب جان سے بیزار کہاں ہے آجا
زندگی ہے ترا دیدار کہاں ہے آجا

اب ترا نطقِ گہربار نہ ہوگا نہ سہی
شوقِ منت کشِ اظہار نہ ہوگا نہ سہی
بختِ خفتہ مرا بیدار نہ ہوگا نہ سہی
کر مرے خواب پُر انوار کہاں ہے آجا
زندگی ہے ترا دیدار کہاں ہے آجا

اب مسرت جو نہیں رنجِ مسرت ہی سہی
کیفِ راحت نہ سہی ماتمِ راحت ہی سہی
بعد بربادیٔ عشرت غمِ عشرت ہی سہی
غم ہی غم ہے مجھے درکار کہاں ہے آجا
زندگی ہے ترا دیدار کہاں ہے آجا

موت سے [illegible] پڑے
چشمِ مشتاق کو مدہوشِ تجلی کر دے
اپنے جلووں سے بھر آغوشِ نظر پھر کر دے
ہوں میں جلووں کا پرستار کہاں ہے آجا
زندگی ہے ترا دیدار کہاں ہے آجا

جام نوائی بدایونی

میرے روزنامچہ کا ایک ورق

۱۴ر جولائی ۱۹۴۲ء

رات گرم تھی طبیعت خراب ہی رہی نیند پورے طور پر نہیں آئی صبح مطلع ابر آلود تھا قمریوں کا جوڑا اپنے پنجرے میں بول رہا تھا۔ مرغ بھی بانگیں دے رہا تھا۔ نیچے درمیانی منزل میں آگئی۔ حسبِ معمول اپنے کمرے میں کتاب پڑھنے کو دل نہ چاہا۔ اندر حبس تھا۔ ڈرائنگ روم میں کرسی پر آکر بیٹھ گئی۔ سامنے سڑک کو دیکھتی رہی۔ سڑک سنسان تھی۔ سرائے کی چھت پر کچھ لوگ ابھی سو رہے تھے۔ گھوڑے بدستور کھڑے تھے۔

سات بجے اپنے عزیزوں کے ساتھ مل کر چائے پی۔ اس کے بعد تھوڑا مطالعہ کیا "اردو [illegible]"۔ میرے خیال میں بری کہانیاں لکھنے سے یہ بہتر ہے کہ دوسری زبانوں کی اچھی اچھی ادبی کہانیوں کو اردو میں منتقل کر دیا جائے اردو افسانہ نگاری اپنی ترکیب، ترتیب کے لحاظ سے ابھی پختہ نہیں۔ اس لئے کہ اس کا ارتقا قدرتی اصولوں کے مطابق نہیں ہوتا۔

بارہ بجے دوپہر سب نے مل کر روٹی کھائی۔ اس دوران میں میری ایک دیرینہ دوست کا ملازم آگیا۔ یہ معلوم کر کے کہ "س" پہلی دفعہ پشاور آئی ہے مسرت سی ہوئی۔ لاہور سکول میں گذرا ہوا پندرہ سال قبل کا زمانہ یاد آگیا۔ جب "س" کی شادی نہ ہوئی تھی۔ اب ماشاءاللہ دو بچوں کی ماں ہے۔ ایک مدت بعد اس کو دیکھوں گی۔

آج موسم کی عجب کیفیت رہی۔ گرجا بھی برسا بھی [illegible] دھوپ بھی نکل آئی۔ غروب کے وقت فضا اداس تھی۔ اس وقت رات کے نو بجے ہیں۔ آج کے [illegible] کے ساتھ میری

زندگی کا ایک اور ورق بھی ختم ہونے والا ہے

۱۴۔ جولائی ۱۹۴۳ء

رات جب میں سونے کے لئے لیٹی آسمان پر بادلوں کے موٹے موٹے ٹکڑے گھوم رہے تھے۔ کہیں کہیں ستارے بھی ٹمٹما رہے تھے۔ چاند تھی۔ اس لئے مچھر دانی نہیں لگائی۔ مچھروں نے بہت تنگ کیا۔ دیر تک جاگتی رہی۔ صبح صادق سے پہلے بارش شروع ہو گئی۔ نیچے کمرے میں آنا پڑا۔ دیر تک بھائی کی لڑکیوں کے ساتھ بارش اور طوفان کی دلچسپ باتیں ہوتی رہیں۔ یہ دونوں لڑکیاں بڑی سیکنڈ ایر، اور چھوٹی میٹرک میں پڑھتی ہیں۔ نماز کا وقت ہو گیا۔ فاختہ دور کہیں بول رہی تھی۔

ناشتہ سے فارغ ہو کر کمرہ صاف کرنے کو ملازم لڑکے کو کہا۔ ساتھ خود بھی کام کرنا پڑا۔ بارہ اسی شغل میں بج گئے اب میں تھک گئی تھی۔ دوپہر شمالی کمرہ میں گذاری۔ اس جگہ کافی سکوت تھا۔ قہوہ منگوایا۔ پشاور ریڈیو کا نیا پروگرام دیکھا باہر دیوار پر کوا بول رہا تھا۔ کہتے ہیں۔ کوا بولے تو کوئی مہمان آتا ہے۔ واللہ اعلم۔ خدا کرے سچ مچ کوئی دلچسپ مہمان آجائے۔

شام کتنی دل آویز تھی، بالائی منزل پر شہر کا نظارہ خوب نظر آتا ہے۔ اس وقت رات کے گیارہ بجنے والے ہیں۔ سڑک پر لوگوں کا ہجوم ہے۔

ایس۔ بی طاہرہ

میرا آٹوگراف البم

جب ہم ۱۹۲۸ء میں کشمیر جا رہے تھے تو لاہور میں چند روز ٹھیرے۔ ہمارے ہوٹل کے بازو میں سر محمد اقبال مرحوم کا مکان تھا۔ بیرسٹر صاحب ان سے ملنے گئے۔ اس کے بعد ان کی بیوی نے مجھے چاء پر بلایا۔ اس وقت سر محمد اقبال نے میرے اوٹوگراف پر یہ لکھا (اس کے بعد خط و کتابت جاری رہی) :۔

I can pick The whole meaning of Islam in a few words:—
Boundless trust in god and utter defiance of death

Mohammad Iqbal
Lahore
11 th july 1928

ترجمہ :۔ اسلام کا مفہوم میں چند الفاظ میں اس طرح ادا کر سکتا ہوں۔ اللہ کی ربوبیت پہ ایمان کامل رکھنا اور جان کو ہتھیلی پہ رکھ لینا۔ محمد اقبال ۱۱۔ جولائی ۱۹۲۸ء

میرے شوہر سید ہمایوں مرزا صاحب مرحوم نے یہ لکھا :۔

من خود را نمی دانم کہ کیستم — سید ہمایوں مرزا ۔ صغرا منزل

۲۳ر جنوری ۱۹۲۲ء

لاہور سے ہم لوگ امرتسر گئے۔ اس وقت بیگم ڈاکٹر سیف الدین صاحب کچلو سے ملاقات ہوئی تھی۔ اور انہوں نے یہ لکھا تھا۔

اخلاق ایک لطف الٰہی کا تاج ہے — ہو جس کے سر پر اس کا زمانہ میں راج ہے

۲۴۔ نومبر ۱۹۲۸ء — سعادت بانو اہلیہ ڈاکٹر سیف الدین کچلو

مسز حمید علی آصف جہاں صاحبہ ایڈیٹر تہذیب نے یہ لکھا تھا۔

جو لوگ چیخ چیخ کر دنیا بھر سے یہ کہتے ہیں کہ اپنی عورتوں کو حقوق دو۔ اے کاش کہ ان میں اتنا خلوص ہوتا کہ وہ اپنی گھر کی عورتوں کو ان کے جائز حقوق دینے میں پہل کر سکتے۔

۱۰۔ جولائی ۱۹۲۸ء — آصف جہاں

سر اکبر حیدری صدر اعظم حیدرآباد کی بیگم صاحبہ ہمارے گھر آئی تھیں۔ انہوں نے یہ لکھا۔ آمنہ حیدری ۱۹۳۹ء

شہزادی دُرِّ شہوار صاحبہ نے مجھے چاء پر بلایا تھا اس وقت یہ دستخط فرمائے :۔ دُرِّ شہوار

نواب سر افسر الملک نے مجھے چاء پر بلایا تھا۔ اس وقت لکھا تھا۔

بگیر یا بمیر — افسر الملک جنوری ۱۹۲۸ء (باقی صفحہ ۹۳ کالم ۲)

بھائی کے گھر!

"جاؤ جاؤ پیاری بیٹی، رہو خوشی کے سنگ" ریڈیو پر کوئی گا رہا تھا۔

وہ جھپکے سے اٹھی۔ اور ریڈیو والے کمرے میں آکر انگیٹھی کے پاس دیوار سے ٹیک لگا کر قالین پر بیٹھ گئی۔

رات کا سناٹا تھا۔ بچے سو چکے تھے۔ بھائی بھاوج پڑھنے میں مشغول تھے۔ چاروں طرف سوائے ریڈیو کے خاموشی چھائی ہوئی تھی

"جاؤ جاؤ پیاری بیٹی رہو خوشی کے سنگ"، ماں بیٹی کو وداع کر رہی ہے۔ اور دعا دیتی ہے کہ سسرال میں خوشی کے ساتھ زندگی بسر کرو۔

اس کی طبیعت اداس تھی۔ ان الفاظ سے اس کا دل بھر آیا اور گذرے ہوئے دن یاد آنے لگے۔ ماں باپ نے کس قدر لاڈ پیار سے پالا پوسا اور رو رو کر چہیتی بیٹی کو وداع کیا تھا۔ .. .. .. پھر مرحومہ ساس کی شکل سامنے آگئی۔ خوش قسمت تھی وہ بہو کہ ساس سسر کی شفقت نے میکہ بھلا دیا تھا۔ لیکن شفیق ساس کا سایہ جلد ہی بہو کے سر سے اٹھ گیا۔ اور اب .. .. .. بھائی خدا رکھے تین تین موجود تھے۔ لیکن بھائیوں کے دل میں بہن کے لئے اتنی محبت کہاں جتنی بہنوں کے دل میں ہوتی ہے۔ اور پھر تینوں بیاہے ہوئے۔ بچوں والے، اپنے اپنے فکروں میں گرفتار۔

اتنے میں بارش پھر ہونے لگی۔ ہوا سائیں سائیں چل رہی تھی۔ اس نے گرم شال اچھی طرح لپیٹ لی۔ اب اسے وہ دن یاد آیا۔ جب وہ گرمیاں گزارنے اپنے بھائی رشید کے ہاں شملہ آئی۔ رشید اسے کس قدر چاہتا تھا۔ دونوں اوپر تلے کے تھے جتنی محبت ہوتی کم تھی۔ مگر اب وہی رشید بیوی بچوں میں ایسا پھنسا کہ بہن کے جذبات کو نہ سمجھ سکتا تھا۔ آج ہی صبح بھاوج نے کھانے کی میز پر یہ کہا۔

"مہمان بھی تو پیچھا نہیں چھوڑتے۔ اس قدر گرانی، اس پر مہمان داری۔ ہاتھ تنگ نہ ہو تو کیا ہو"

وہ خاموش اور ساکت تھی۔ مگر اسے خیال ہوا شاید بھائی اس کا جواب دے۔ لیکن وہ بھی سنی ان سنی کر گیا .. .. حلق سے نوالہ اترنا دشوار ہو گیا۔ اس نے ضبط کرنے کی کوشش کی مگر اس کی زبان سے یہ الفاظ نکل ہی گئے۔

"بھابی! ماں باپ کے بعد میکہ بھائیوں کے دم سے ہوتا ہے۔ خون جوش مارتا ہے۔ تو آ بیٹھتی ہوں"

اس کی آنکھیں پر آب ہو گئیں اور وہ بھوکی اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔

آج اماں ابا موجود ہوتے تو کیا میں یہ الفاظ سننے کو زندہ رہتی۔ بار بار یہی خیال اس کے دل پر تیر کی طرح لگ رہا تھا بھاوج دل کی بری نہیں سینکڑوں میں ایک ہے .. .. .. غصہ میں کہہ بیٹھی .. .. لیکن بھائی نے خیال بھی تو نہ کیا کہ بہن کے دل پر کیا گزر گئی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تھے اور کانوں میں ریڈیو کے یہ الفاظ گونج رہے تھے۔ "جاؤ جاؤ پیاری بیٹی رہو خوشی کے سنگ"

کلثوم حمیلا ام نسر

(بقیہ صفحہ ۹۲) حیدرآباد دکن کے امرا مرحوم نواب خانخاناں بہادر اور مرحوم نواب فخر الملک بہادر اور ان کے فرزند نواب شاہ نواز جنگ نے یہ لکھا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

إنا لله وإنا إليه راجعون ۔ خانخاناں۔ ۲۵۔ ذیقعدہ ۱۳۴۳ھ

کل نفس ذائقة الموت۔ فخر الملک

تو تو جس خاک کو چاہے وہ بنے بندہ پاک میں خدا کس کو بناؤں جو خدا تو ہو جائے

شاہ نواز جنگ

۶ مئی ۱۹۲۹ء

شیخ عبداللہ صاحب بانی مسلم گرلز سکول علی گڈھ نے لکھا۔

خدا آبرو سے رکھے اور تندرست۔ ہر شخص کو خدا تعالیٰ سے یہی مانگنی چاہیئے مگر تجربہ یہ بتاتا ہے کہ دنیا میں سب سے بڑی نعمت اطمینان قلب ہے خدا سے یہ بھی التجا اور تمنا کرنی چاہیئے کہ وہ ہم کو اطمینان قلب عطا کرے۔

عبداللہ علی گڈھ ۱۳ دسمبر ۱۹۲۸ء

پڑھے لکھوں کی جہالت

کسی ادبی انجمن کے ایک جلسہ میں کسی صاحب نے افسانہ سنایا تین فقرے اب تک یاد ہیں۔

(۱) اس کی نظریں آج بھی کچھ ڈھونڈنے کی جستجو میں تھیں۔

(۲) مگر صاحب نظر اصحاب دیکھ رہے تھے۔

(۳) کاش میں کچھ اور استفادہ حاصل کرسکتا۔

(۱) "ڈھونڈنے کی جستجو" اور (۲) "صاحب نظر اصحاب" ایسے ہی پُرلطف جملے ہیں جیسے "آب زمزم کا پانی" یا "شب تاریک کا اندھیرا" یا "روزِ روشن کا اُجالا"!

(۳) "استفادہ حاصل کرنا" بھی ایسا ہی دلچسپ جملہ ہے۔ کیونکہ استفادہ کے معنی ہیں "فائدہ حاصل کرنا"۔

اسی جلسہ میں ایک اور ادیب نے اپنا مضمون پڑھا۔ ایک فقرہ یہ تھا "رئیسوں اور حکاموں کی خوشامد یقیناً اپنی خودداری کے خلاف ہے"، اور ایک جملہ اس طرح ادا کیا "کل کے جلسہ (س ہ) میں"

رئیس کی جمع فارسی قاعدہ سے رؤساء اور اُردو قاعدہ سے: رئیسوں صحیح ہے۔ مگر جس طرح حکم کی جمع احکام صحیح ہے اور احکاموں غلط ہے۔ اسی طرح حاکم کی جمع حکّام صحیح مگر جمع الجمع "حکّاموں" غیر فصیح ہے۔

"اپنی خودداری" لکھنے سے قبل کاش ادیب صاحب نے غور فرما لیا ہوتا کہ "خود" کے معنی ہی "اپنے" ہیں۔

جلسہ، تماشہ وغیرہ کی ہ جب بولی یا پڑھی جاتی ہے تو موقع کے لحاظ سے) "ے" سے بدل جاتی ہے۔ پڑھنا چاہیئے تھا "کل کے جلسے میں" مگر لکھنے میں "جلسہ میں" ہی درست ہے۔ "جلسہ کامیاب رہا" جس طرح لکھا ہے اسی طرح پڑھا جائیگا مگر "جلسہ کی صدارت" کو پڑھیں گے اور کہیں گے۔ "جلسے کی صدارت" اسی طرح "کل کے تماشہ" میں تماشہ بولنے اور پڑھنے میں تماشے" ہوگا۔ مگر "تماشہ اچھا تھا" بولنے اور پڑھنے میں بھی "تماشہ" ہی صحیح ہے۔

ریڈیو کھولا گیا تو آواز آئی: "یہ خبریں آموں کی تھیں۔"

صبیحہ کو خیال آیا کہ اب جامنوں اور انگوروں کی خبریں سنائی جائیں گی مگر فوراً ہی اس کے خیال کی تردید ہوگئی کہ یہ خبریں عوام کے یا عام لوگوں کے لئے تھیں۔ جب آگے کہا گیا۔

"ایک گھنٹہ کے بعد فوجیوں کے لئے خبریں سنائی جائیں گی" مگر اب وہ سوچنے لگی کہ "گھنٹہ" کے بعد لفظ "کے" کی بالکل ضرورت نہ تھی۔ لوگ بات بات میں کس قدر فضول الفاظ استعمال کرتے ہیں۔

دو سہیلیاں سیر کرتی ہوئی بازار میں سے گزر رہیں۔

نمبر ایک نے کہا "مجھے تو اُردو لٹریچر سے گویا عشق ہے۔"

نمبر دو کو بہت ہنسی آئی اور اُس نے کہا تمہارے عشق کا حال تو لٹریچر سے معلوم ہوگیا۔ اری پگلی یہ لفظ ہے۔ "لِٹ رے چر"

مگر تھوڑی ہی دیر بعد نمبر دو کی نظر ایک دوکان کے سائن بورڈ پر پڑی اور اس نے نمبر ایک سے پوچھا "یہ الِ گرِڈک ہاؤس کا ہے کی دکان ہے"۔ اب نمبر ایک کو ہنسی آگئی اور اس نے جواب دیا۔

"اری اندھی یہ بجلی کی دوکان ہے اور بجلی کو ال گرڈک نہیں الکٹرک کہتے ہیں۔"

---

(۱) دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے

(۲) خدا کی امانت تھی اس نے واپس لے لی

(۳) اس نے پیروں سے سر تک ایک نظر ڈالی۔

(۴) موتیا مہک رہا تھا۔

یہ فقرے ہیں ایک "معیاری ادبی" رسالہ کے ایک افسانہ میں

۱۔ زمین و آسمان کا فرق" غلط ہے صحیح محاورہ ہے "زمین آسمان کا فرق" واؤ کی ضرورت نہیں۔

۲۔ باپ سے اگر بیٹے کی موت پر تعزیت کی جاتی تو یہ کہنا موزوں تھا بیٹے سے باپ کے انتقال پر ان الفاظ میں اظہار ملال مضحکہ خیز ہے

۳۔ صحیح محاورہ ہے۔ "سر سے پاؤں تک"

۴۔ موتیا مؤنث ہے ؎

دل کی کلی نہ تجھ سے اے بادِ صبا کھلی چمپا کھلی، گلاب کھلا، موتیا کھلی

موتیا ہوتی ہے گرمیوں میں مگر ذکر ہے جاڑے کی سردی کا۔ "س"

خانہ داری

(جس میں سنگھار اور آرائش بھی شامل ہے)

ڈہری ٹھوڑی

عمر جوں جوں بڑھتی جاتی ہے۔ وہ پٹھے جو ٹھوڑی اور چہرہ کے نچلے حصہ کو سنبھالتے ہیں ڈھیلے پڑنے شروع ہوجاتے ہیں۔ اور لٹکنے لگتے ہیں بعض اوقات جبڑہ کے خط کے نیچے چربی اکٹھی ہوجاتی ہے۔ اس طرح ڈہری ٹھوڑی نمودار ہوجاتی ہے۔ اگر چربی جمع نہ ہو تو کھال ڈھیلی ہوکے لٹکنے لگتی ہے۔ اور پھولی ہوئی تہیں نظر آنے لگتی ہیں۔ اس کی شکل جھری دار گلے کی ہوجاتی ہے۔ بالکل سامنے گلا لہردار معلوم ہوا کرتا ہے۔ ان دونوں صورتوں میں بڑا احتیاط محنت کی ضرورت ہے۔ جسے باقاعدہ کرتے رہنا پڑے گا۔ یہ کام چندروزہ نہیں۔ آپ ہی انصاف کریں کہ ٹھوڑی اور نسوں کو بڑھے ہوئے ڈھیلے پڑنے میں سالہا سال لگتے ہیں پھیلا وہ چندروز یا چند ہفتوں میں پھر کیسے جوان ہوسکتے ہیں۔

ڈھیلی جلد کو کسنے اور اس کی جگہ پر لانے کے لئے ایسا طریقہ اختیار کیا جاتا ہے۔ جسے گھر پر آسانی سے عمل میں لایا جاسکتا ہے اور وہ کامیاب بھی ہوجاتا ہے۔ مگر ہفتوں میں معجزہ کرامات کی توقع نہ کیجئے۔ پہلے چہرہ کو ایسی کریم سے جو لگانے کے بعد پانی بن جائے۔ خوب صاف کریں۔ ملائم دھنی ہوئی روئی کی ایک مضبوط اور خوب گول کی ہوئی گدی بنائیں۔ اسے پانی سے تر کریں۔ پھر سے کسی اچھی جلد تان، بنے والی دوا (Astringent lotion) سے تر بتر کرلیں۔ اس سے گلے کے پٹھوں کو اوپر کی جانب تھپکتے جائیں۔ یاد رکھیں ہمیشہ اوپر کی طرف تھپکتے جائیں۔ جبڑے کی ہڈی کے عین نیچے کا حصہ اس گدی سے اس طرح دبائیں سنواریں جیسے کسی گیلی مٹی کے گولے کو آپ سنوار کے صورت شکل بناتے ہیں۔ ٹھوڑی کی نوک سے لے کر جبڑے کی ہڈی کے ختم ہونے والے سرے تک عین کان کے سامنے تک گدی سے سنوارنے اور تھپکنے کا سلسلہ جاری رکھیں۔ خوب یاد رکھیں کہ نچلے چہرہ کے پٹھوں کا سہارا دو ہی دوہرے ہیں۔ جہاں جبڑے کی ہڈی دونوں پہلوؤں میں کنپٹی میں جما کے بٹھائی گئی ہے۔ ان ہی دو سروں سے چہرہ کے نیچے کے حصہ کے پٹھے لٹکتے ہیں۔ انہی پٹھوں کو آپ پھر جوان بنانے کی تگ و دو میں مبتلا ہیں۔ اس بناؤ سنگھار کے سلسلہ کے بعد اپنی روئی کی گدی کھینچ کے اتنی لمبی کرلیں کہ وہ جبڑے کے نیچے کے حصہ پر پوری طرح آجائے اور ٹھوڑی کے نیچے ٹھیک بیٹھ جائے۔ اسے جلد کسنے والے محلول Astringent lotion میں پھر ڈبوئیں اور اسے موقع پر جما کے ربڑ کے ٹھوڑی کے تسمہ chin strap کے نیچے مضبوطی سے لگا دیں۔ اور دس منٹ تک اسے لگا رہنے دیں۔ زیادہ جلد کسنے والا محلول لگانے سے جلد میں بہت خشکی پیدا ہوجاتی ہے لیکن لیکن درست اور مناسب مقدار کھلے ہوئے پٹھوں اور نسوں میں جان ضرور پیدا کردیتی ہے۔ اور انہیں کس کے جاندار بنادیتی ہے جس سے صاف اور ہموار خط نمودار ہوجاتا ہے اور یہی چہرہ کی سب سے بڑی خوبصورتی کہلاتی ہے۔ اور یہ بھی یہی بات اس عمل کے بعد قوت بخش کریم Nourishing cream لگائیں۔ اگر جلد خاص طور سے خشک ہے۔ تو جلد کسنے والے محلول کے لگانے سے پہلے کریم ہلکے ہلکے ضرور لگالیں۔ اس عمل سے وہ بھدی لکیریں بھی رد ہوجاتی ہیں جو عمر بڑھنے سے ناک سے لے کے دہن کے کونوں تک نمودار ہوجایا کرتی ہیں۔ اعلیٰ درجہ کی جلدی غذا (Rich skin food) بہرحال ان لکیروں میں نرمی سے ٹھیک ٹھیک کے جذب کریں اس غذا میں تھوڑا سا پٹھوں کا تیل (Mink oil) بھی ملا دیں تو سونے پر سہاگہ ہوجائے۔ آنکھوں کے بیچ کی پھولی ہوئی جھریوں اور پیشانی کی شکنوں کے لئے بھی یہ کریم اور تیل مفید ہے۔ اگر آنکھیں جھکانے اور سکیڑنے اور ماتھے پر بل ڈالنے کی وجہ سے لکیریں گہری ہوگئی ہیں۔ تو وقتاً فوقتاً چہرہ کا تسمہ Forehead strap خصوصاً بخصوص رات بھر لگانا نتیجہ خیز ثابت ہوگا۔

آنکھوں کا بڑھاپا

اکثر عورتوں کے چہرہ پر عمر کا سب سے پہلا اثر آنکھوں ہی کے گرد نمودار ہوا کرتا ہے بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ عمر زیادہ نہیں ہوتی مگر پھر بھی لکیریں

پڑجاتی ہیں۔ ایسا عموماً آنکھوں کے دباؤ، تھکن یا گرمی گرمیٔ طبیعت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ بہت کم لوگوں کو اس کا احساس ہے کہ ہر صبح اور رات کو کسی عمدہ آنکھوں کے محلول سے آنکھیں بے حد مفید ہے اس سے آنکھوں کا دباؤ جاتا رہتا ہے۔ آنکھوں کی رگیں آرام پاتی ہیں اور ان کے پٹھے مضبوط ہوجاتے ہیں۔ اس کے بعد ہر رات کو خاص آنکھوں کی کریم لگائیں۔ یہ بڑی احتیاط سے بنائی جاتی ہے۔ تاکہ آنکھوں کے نہایت نازک رگ پٹھوں اور اُن کے اردگرد کے علاقوں کو قوت پہنچائے۔ اس کے لگانے سے باریک باریک لکیروں کا جال دور ہوجائے گا۔ جو دلفریب سے دلفریب آنکھ کو بدنما بنادیتا ہے۔ بہت بڑے حالات کے لئے اور بھی خاص خاص دوائیں اور ترکیبیں ہوتی جاتی ہیں۔ ایک ایسا تسمہ ہے۔ جو آنکھوں کے نیچے پھولی ہوئی کھال کو کم کردیتا ہے۔ اسے آنکھوں کی کریم کے اوپر لگائیں۔ اس سے نہ صرف لکیروں کو بلکہ حلقوں کو بھی فائدہ پہنچے گا آنکھوں کے نیچے پھولے ہوئے گوشت اور گڑھوں کے مستقل قائم رہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صحت میں کوئی خرابی ہے۔ بلاشبہ کریم اور لوشن اس معاملہ میں مدد کرینگے مگر خرابیٔ صحت کا اصل راز معلوم کرکے طبیب کی مدد سے اس کو دور ضرور کیا جائے۔ اس



تسمہ کو تصویر میں دیکھا جاسکتا ہے۔

گاہ گاہ آنکھوں کے نیچے گوشت پھول جائے تو نرم روئی کی گدیاں ٹھنڈے پانی اور کسنے والے لوشن میں بھگو کے لگائیں اور پھر ہلکی سی کریم ملائم تھپکیوں سے لگائیں۔

سنگھاری چٹکلے

عورتیں حسن و جمال کے لئے تگ و دو کرسکتی ہیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ اس کا زعفران پر اثر انداز نہ ہو۔ حُسن کے جہاز میں عقل سلیم کی چھتری موجود رہنی چاہیئے۔ حُسن اس وقت قائم رہ سکتا ہے۔ اگر اس کی گاڑی پر چوبیس گھنٹے صحت بخش نیند کی علیحدہ پٹڑی پر کاٹ کے کھڑی کردی جایا کرے۔ نیند ہماری بیٹری کو بھر دیتی ہے۔ وہ زیادہ بھری جاسکتی ہے لیکن اس محنت و تگ و دو کے زمانہ میں ایسی صورتیں کمیاب ہیں۔

چہرہ کے پوڈر کو مندرجہ ذیل ترکیب سے لگایا جائے۔ تو نتائج حیرت خیز نظر آتے ہیں۔ اور وہ صورتیں بھی جو دلکشی سے خالی ہوتی ہیں۔ موہنی بن جاتی ہیں۔ اگر ٹھوڑی غیر نمایاں اور اندر کو دبی ہوئی ہو تو چہرہ کے پوڈر کے مقابلہ میں اس پر ہلکا ہلکا پوڈر چھڑکا جائے۔ نتیجہ دیکھ کے خود بے ٹھوڑی والی حیران ہوگی۔ اگر ٹھوڑی زیادہ نمایاں ہو تو اوپر کا طریقہ پلٹ دیجئے باقی چہرہ کے پوڈر کے مقابلہ میں اس کا پوڈر گہرا رکھئے۔ ملنے والی سہیلیاں بھی فرق کو دیکھ کے حیران رہ جائیں گی۔

اکثر ہوتا ہے کہ محنت سے لگایا ہوا سنگھار موسم کی زد میں چند گھنٹوں کے بعد ہی اُترنا شروع ہوجاتا ہے۔ پسینہ باریک باریک چشمے صاف ستھرے پوڈر شدہ رخساروں پر قائم کرکے تباہ کن نتائج پیدا کردیتا ہے۔ ٹھوڑی اور رخسار کے سنگھار کو تمام دن قائم رکھنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ پہلے اوڈین منو Foundation Cream تھوڑی سی مقدار میں نرمی سے جلد میں لگا کے جذب کریں حتّٰی کہ وہ بالکل غائب ہوجائے۔ پھر اپنے چہرہ کا پوڈر اور سرخی (روژ Rouge) لگائیں پہلے سرخی لگائیں اس کے بعد پوڈر پھر نرم شبہوے زائد پوڈر جھاڑ دیں۔ اب یہ سنگھار سارے دن قائم رہ سکے گا۔ اور گرمی اور اس کی شدت اس پر اثر انداز نہ ہوگی۔

خانگی ٹوٹکے

تندور میں چیزیں رکھتے نکالتے وقت اگر صابن نمدار کرکے کام میں لائی جائے تو ہاتھ اور انگلیاں جلنے سے بچ جاتی ہیں۔ اس ادنیٰ بات سے بڑا آرام ملتا ہے۔

نقلی مخمل کے پرانے ٹکڑے شیشے اور دھات کی چیزوں کو صاف کرنے اور چمکانے میں بڑی مدد دیتے ہیں۔

تارپین میں گرم دودھ ملا کے میلے کچیلے روغنی کپڑے پر مل کے لگانے سے وہ بالکل نیا ہوجاتا ہے۔

محمد ظفر

سیر بین

دو بھائیوں کی موت

پچھلی لڑائی کا ذکر ہے ایک انگریزی گشتی جہاز چند دوسرے تجارتی جہازوں کے ہمراہ شمالی بحیرۂ اوقیانوس کو جا رہا تھا اس لڑائی کی طرح اس وقت بھی جرمن آبدوزوں نے سمندروں میں تباہی برپا کر رکھی تھی۔ اس جہاز کا ہر شخص دیکھ بھال میں مستعد کھڑا تھا۔ اچانک ایک طرف ایک لہر معلوم ہوئی۔ اور جب تک آبدوز کی چوٹی اوپر آئے۔ دو توپوں کے منہ ادھر کر دیئے گئے اور ہر ایک کے توپچی نے گھوڑا دبایا مگر توپ نہ چلی۔ دوسری دفعہ پھر دبایا پھر بھی توپ نہ چلی۔ دوسری توپ سے چمک اٹھی اور غضب کی گرج ہوا میں پیدا ہوئی سمندر کی سطح پر تیل پھیل گیا جس سے معلوم ہو گیا کہ آبدوز ڈوب گئی۔ نمبر ایک کا توپچی اپنے خیالات میں محو تھا۔ قاعدہ یہ ہے کہ اگر توپ نہ چلے تو اسے احتیاط سے ایک طرف کو دبایا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کے پھٹ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے مگر اس توپچی نے لپک کے توپ کے دہانہ کا پیچ گھما کے کھول ڈالا۔ معاً ایک گرج پیدا ہوئی اور توپ پیچھے کو چل پڑی۔ توپچی بیہوش ہو کے گر پڑا۔ اسے کمرہ میں پہنچا دیا گیا۔ ڈاکٹروں نے معائنہ کے بعد کہا کہ اسے اندرونی چوٹ آئی ہے۔ حالت خراب ہے اور دماغ پر بھی اثر پڑا ہے۔ اس کا ایک دوست اسے دیکھنے اندر گیا۔ اس نے دیکھا کہ اس کا معمولاً زرد چہرہ اس وقت لٹھے کی طرح سفید ہو رہا ہے اور وہ آنکھیں بند کئے سہارہ سے بستر پر بیٹھا ہے۔ آنکھیں کھول کے اس نے دوست کا استقبال کیا۔ اور بولا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میری ٹانگیں غائب ہیں۔ بعد میں اس دوست کو معلوم ہوا کہ اس کا نچلا دھڑ مفلوج ہو گیا تھا۔ اس نے اُسے بتایا کہ اس کی ہی توپ نے آبدوز ڈبو دی ہے۔ وہ یہ سُن کے بہت خوش ہوا۔ وہ پھر بیہوش ہو گیا۔ دوست چلنے کے لئے اٹھنے کو تھا کہ توپچی ایک خاص جوش سے جس سے اس کا دوست حیران رہ گیا جاگا اور بستر پر بیٹھ گیا۔ اس کا چہرہ عجیب روشنی سے چمک اٹھا۔ وہ اس دوست کی طرف دیکھنے کی بجائے کمرہ میں کسی اور کو دیکھ رہا تھا۔ گویا وہ وہاں موجود ہے۔ دوست نے مڑ کر اس مقام کو دیکھا مگر وہاں کوئی ہوتا تو اُسے نظر آتا۔ توپچی نے اپنے ہاتھ پھیلائے اور بولا۔ ایلک تم سے مل کے میں بہت خوش ہوا تمہیں میرے چوٹ لگنے کا حال کیسے معلوم ہوا؟ پھر اس کی نظر دوست پر پڑی اور بولا۔ اوہو جیک! افسوس ہے میں تمہاری ملاقات ایلک سے نہ کرا سکا۔ دوست اس تعارف پر غیر مرئی شخصیت کے سامنے جھکا اور آہستہ آہستہ بولا۔ مجھے آپ سے مل کے بہت خوشی ہوئی۔ ایلن یعنی توپچی نے کہا۔ اچھا چا بنواؤ۔ ہم تینوں چا پئیں گے۔ چنانچہ دوست نے چا کا حکم دیا۔ توپچی بیہوش ہو چکا تھا۔ پیالوں کے رکھے جانے کی آواز سے اُسے پھر ہوش آیا۔ دوست نے ایک پیالی اس نظر نہ آنے والے شخص کے سامنے جس طرف وہ توپچی منہ کر کے بات کرتا تھا رکھ دی۔ اس کے کہنے سے وہ دوست اس غیر مرئی ہستی سے بات کرنے لگا۔ دوست کو معلوم ہوتا تھا کہ تیسرا شخص اس جگہ ہے ضرور مگر نظر نہیں آتا۔

وہ بات اس طرح کرتا تھا گویا وہ کسی بات کا جواب دے رہا ہے توپچی بھی اسی طرح بات چیت میں شریک ہو جاتا تھا۔ اچانک توپچی کی آنکھیں ٹھہرائیں۔ اور وہ بستر پر پیچھے کو بے جان گر پڑا۔

دوست نے وہ اسی تاریخ وقت وغیرہ جہاز کے روزنامچہ میں درج کر لئے کہ ایلن ملک کی خاطر جان قربان کرے گا۔ چند روز بعد اس توپچی کا باپ اس سے ملنے آیا۔ اس نے اس سے پوچھا کہ تم میرے بیٹے ایلک سے بھی کبھی ملے ہو۔ اس نے انکار کیا۔ لیکن وہ نام سن کے چونک سا پڑا۔ باپ نے کہا کہ وہ دونوں ایک دوسرے کے بڑے ہی یار تھے۔ اس نے ایک کاغذ نکالا جس پر تاریخ [illegible] پڑی تھی اور لکھا تھا کہ افسوس آپ کا لڑکا ایلک ملک پر قربان ہو گیا۔ دوست کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔ اور اس کی آنکھوں کے سامنے جہاز کا وہ کمرہ آ گیا جس میں توپچی ایلن نے اپنے بھائی ایلک کو دیکھ کے اس سے بات کرنی شروع کی تھی۔ معلوم ہوتا ہے دونوں بھائی ایک ہی تاریخ و وقت میں ایک ہی کام میں یعنی جنگی خدمت میں مرے اور ایک ساتھ ملک عدم کو روانہ ہوئے

یہ واقعہ صحیح بتایا گیا ہے۔ صرف نام بدل دیئے گئے ہیں۔

شادی کے دستور

دنیا میں شادی کے رواج جگہ جگہ مختلف ہیں، جو بات ایک جگہ معیوب ہے دوسری جگہ مناسب و معقول ہے۔ کناڈا شمالی امریکہ کے دیسی باشندے آزمائشی شادی کرتے ہیں۔ اگر نبھ جائے تو شادی قائم رکھتے ہیں۔ مگر اپنی اپنی راہ لیتے ہیں۔ مدغاسکر میں بھائیوں کی اولاد آپس میں شادی کر سکتی ہے تاکہ جائداد باہر نہ جائے۔ لیکن بہنوں کی اولاد سے ناطہ نہیں کیا جاتا۔ تبت میں ایک عورت کئی کئی شوہر کرتی ہے۔ لنکا میں بھی یہ دستور پایا جاتا ہے۔ جزیرہ ہوائی میں سردار اپنے سے نیچے درجہ کی عورت سے شادی کرتا ہے۔ خواہ سگی بہن ہی کیوں نہ ہو یا چچی پھوپھی ہی ہو۔ تاتاریوں میں ایک وقت میں دو بہنوں سے شادی کا رواج ہے۔ اسے مسلمانوں میں حرام بتایا گیا ہے۔ اکثر قوموں میں بڑے بھائی کی موت پر بیوہ چھوٹے بھائی کے عقد میں آجاتی ہے اور اس کی بعد کی اولاد بڑے ہی کی اولاد سمجھی جاتی ہے۔ اس شادی سے بیوہ کو ہی تسلی نہیں دی جاتی بلکہ بھائی کی موت کا بھی احترام ملحوظ ہوتا ہے۔

فوج کی خوراک

پہلے فوجوں کے ساتھ کوئی باورچی خانہ نہ ہوتا تھا۔ جیسے آج کل کمسریٹ کا محکمہ ساتھ ساتھ ہوتا ہے۔ جس ملک پر حملہ کیا جاتا ہے وہ فوجیوں کی خوراک وغیرہ کا ٹھکانہ رہتا تھا۔ نپولین دنیا کا بہت بڑا سپاہی اور سپہ سالار مانا جاتا ہے۔ اس نے بھی اپنی فوج کے لئے کوئی رسد رسانی کا محکمہ قائم نہ کر رکھا تھا۔ حقیقت میں وہ ان باتوں کو بیکار سمجھ کے حقارت سے دیکھتا تھا۔ اس کی فوج حملہ کئے ہوئے علاقہ سے خوراک حاصل کرتی تھی۔ یہ طریقہ بہت سستا تھا۔ مگر اندیشہ ناک تھا۔ جب تک اس کی فوجیں آسٹریا اور جرمنی جیسے زرخیز ملکوں پر حملہ آور رہیں ان کا کام خوب بنتا رہا۔ اٹلی پر حملہ کرتے وقت نپولین نے فوج کو وہاں کی لوٹ اور طرح طرح کی غذاؤں کا لالچ دیا کہ تمہاری فتح کی منتظر ہیں۔ اور سب تمہاری ہیں۔ لیکن جب اس نے روس پر حملہ کیا وہاں برف ہی برف تھی۔ اس پر فوج کیسے زندہ رہتی۔ تقریباً سارا لشکر تباہ ہوگیا۔ اور خود نپولین کی قسمت نے یہیں پلٹا کھایا۔

جب جنگ کریمیا ہوئی اور انگریزی فوجیں ترکوں کی طرف سے لڑیں اس وقت فوج کے کھانے کی تکلیفوں سے انگریزوں کے کان کھڑے ہوئے۔ اس وقت بسکٹ رائج ہوئے جو آٹے اور پانی اور گوشت کا مجموعہ تھے۔ اب بھی ایسے بسکٹوں کا بعض لشکروں میں ذخیرہ ہوتا ہے۔ ہیکداڑ ٹینوں کے ڈھیر ہوتے ہیں مگر عموماً ایسا ہوتا ہے کہ سپاہی اپنی خدمت کے تین سال پورے کر آتا ہے اور اسے ضرورت ہی پیش نہیں آتی۔ کہ اسے ٹین کھول کر یہ بسکٹ کھانے پڑیں رسد رسانی اور باورچی خانوں کا بہت اچھا انتظام ہے۔ بالکل صحیح ہے کہ اکثر سپاہیوں کو اپنے گھروں سے بہتر فوجوں میں کھانا ملتا ہے۔ آج محکمۂ فوج نے فوجیوں کے معدوں کا خاص خیال رکھا ہے۔ پہلے زمانہ میں ان کے ہتھیاروں کا خیال کیا جاتا تھا۔ مگر معدوں کا خیال خود سپاہیوں کو ہی رکھنا پڑتا تھا۔

پھلجھڑیاں

کچھ عرصہ ہوا امریکہ کے ایک ڈاکٹر نے مچھلیوں مینڈکوں اور چوہوں پر یہ تجربے کئے کہ جو اعضا جواب دے جائیں۔ ان میں دوبارہ جان ڈالی جاسکتی ہے۔ تجربہ کے بعد اس نے بتایا کہ اندھے چوہے ادھر اُدھر ٹکریں مارنے کے بعد پنیر کے ٹکڑے تک جا پہنچے۔ مگر جن کی آنکھیں دوبارہ زندہ کی گئیں وہ فوراً پنیر پر جا ٹوٹے۔

محققوں کا نظریہ ہے کہ زمین کی حرارت آہستہ آہستہ بڑھتی جارہی ہے۔ اگر یہی حالت رہی تو زمین ایک چمکتا ہوا ستارہ بن جائے گی۔ بحر قطب کی تحقیقات نے ان لوگوں کو اس نتیجہ پر پہنچایا ہے۔

یورپ میں کاغذ کی بوتلیں بنانے کا تجربہ کیا جارہا تھا۔ ایک بوتل پر ایک پیسہ لاگت آتی ہے۔ کانچ کی بوتلوں سے یہ کم وزنی اور زیادہ پائدار ہوتی ہیں۔ مضبوط بھی بہت ہیں۔ ان میں دودھ اور دوائیں بھر کے رکھی جاسکتی ہیں۔

امریکہ میں ماہ جون میں ایک شادی شدہ ۳۸ سالہ عورت نے چاقو سے زبان کاٹ دی۔ اُسے خون کی ندی میں لت پت زمین پر پایا گیا۔ پاس ہی ایک پرزہ پڑا تھا جس پر اس نے لکھا تھا کہ میں نے اللہ سے بہت دعا مانگی مگر کوئی شنوائی نہ ہوئی۔ اس کا یہی علاج ہے کہ وہ زبان ہی نہ رہے جس نے اللہ پر اثر نہ کیا۔

محمد ظفر

بزمِ عصمت

میں دلی مسرت کے ساتھ اطلاع دیتی ہوں کہ میری پیاری خالہ زاد بہن عائشہ عبدالکریم صاحبہ کی شادی خانہ آبادی جناب کریم موسیٰ غازی صاحب کے خلف اکبر صوبیدار عبدالستار غازی صاحب کے ساتھ ۱۰ جون ۱۹۴۳ء کو بخیر و خوبی انجام پائی خداوند کریم انہیں یہ نئی زندگی مبارک کرے اس خوشی میں میں انہیں پیارے عصمت کی خریدار بناتی ہوں۔

(حلیمہ یوسف کلکتہ خریدار نمبر ۱۰۷۷)

خریداری نمبر ۵۴۶۴ نام فاخرہ بیگم اعظم گڈھ صاحبہ نے پختہ واٹر کلر اور ربن و ربن کی سوئی کے بارے میں دریافت کیا ہے۔ چنانچہ میں ان کو اطلاع دیتی ہوں کہ یہ سب چیزیں مندرجہ ذیل دکان سے بہت کفایت اور آسانی سے دستیاب ہو سکتی ہیں:۔ "حافظ رشید احمد اینڈ سنس پنسر ٹینڈی رائے بریلی"

(کنیز فاطمہ خریداری نمبر ۵۴۶۲)

مارچ کے عصمت میں بہن ذاکرہ خاتون فرحت نے روئیں دور کرنے کی ترکیب لکھی تھی۔ اسے پانچ مرتبہ آزمایا جا چکا ہے۔ مگر ابھی تک فائدہ معلوم نہیں ہوتا۔ کیا وجہ ہے؟ اگر چھپنے میں کوئی غلطی رہ گئی ہو تو بہن صاحبہ تصحیح فرمائیں و نیز اس سے مطلع فرمائیں کہ کتنے عرصہ اور اس کا استعمال ضروری ہے۔

(خریداری نمبر ۶۲۹۲)

عرصہ چار سال سے میری ایک عزیز سہیلی مرض برص میں مبتلا ہیں۔ حکیم، ڈاکٹر اور کبیراج سے انہوں نے علاج کروائے ہیں۔ فائدہ نہیں ہوا۔ کوئی بہن یا بھائی اس کا علاج جانتی ہوں یا تجربی نسخہ ان کے پاس ہو تو مع پرہیز کے "بزم عصمت" میں شائع کرا کے ممنون کریں۔ (آمنہ خاتون اہلیہ ابرار علی خاں)

میرے چہرہ پر رواں پیدا ہوتا ہے جو کہ بڑھ کر بالوں کی صورت اختیار کر لیتا ہے کئی نسخے استعمال کئے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اگر کسی عصمتی بہن کو کوئی ایسا نسخہ معلوم ہو جس کے استعمال سے روئیں میں بڑھنے کی صلاحیت باقی نہ رہے تو بذریعہ بزم عصمت مطلع فرمائیں۔ نیز میرا چہرہ چکنا بھی ہے۔ کوئی ایسا مجرب نسخہ بھی لکھیں جس سے چکناہٹ دور ہو جائے۔ (خریدار نمبر ۶۴۲۸)

ایک بہن کے چہرہ کے مسامات بہت بڑے ہو گئے ہیں جن کی وجہ سے چہرہ چکنا رہتا ہے۔ کوئی بھائی بہن کسی ایسی دوا سے بذریعہ بزم عصمت مطلع کریں۔ جو آسانی سے مل سکے اور جلد کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ (امیں فاطمہ بلگرامی)

تقریباً ایک سال سے میرے سر کے بال سیاہی سے سرخی کی طرف مائل ہیں۔ کنگھی کرنے سے زیادہ نہیں گرتے۔ لیکن یوماً فیوماً کم ہوتے جاتے ہیں۔ ہر بال کا سر دو سرا ہو گیا ہے۔ براہ کرم عصمتی بہنیں اس طرف متوجہ ہو کر کوئی مجرب نسخہ تحریر فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔ (خریداری نمبر ۶۳۴۴)

میں ممنون احسان ہوں گی اگر کوئی عصمتی بہن یہ بتائیں کہ کوئی مقام۔ ٹینی (یا تینی) بھوانی ضلع ایروڈ۔ صوبہ مدراس کے نزدیک دریائے کاویری کے کنارے واقع ہے یا نہیں۔

(خریدار نمبر ۶۲۰۵)

دُوربِین

جنگ صقلیہ کئی ہفتہ تک خوف و گھبراہٹ کی فضا پیدا کرنے کے بعد اتحادیوں نے سسلی یعنی جزیرہ صقلیہ پر سامانِ جنگ اور فوجیں اتار دیں۔ محوریوں نے معمولی مقابلہ کے بعد پیچھے ہٹنا شروع کر دیا۔ اور اتحادیوں کو شروع میں اندیشہ تھا کہ وہاں آ کر انھیں فوجیں اتارنے میں سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ چونکہ ان کے لئے ساحل پر کوئی حفاظتی صورت نہ ہوگی۔ اس لئے محوری ہوائی جہاز اُن کے بحری جہازوں اور سپاہیوں اور دیگر سامانِ جنگ کا سخت نقصان کریں گے۔ اور برابر پریشان کرتے رہیں گے۔ مگر ان کا یہ قیاس درست نہیں نکلا۔ جنوبی اور مشرقی ساحلوں پر پیشقدمی کرتے ہوئے انہوں نے اوغسطہ سیراکیوس پر اور اندرونِ ملک میں رغوسہ مدینہ سقورویہ اور راغوجینتہ پر قبضہ کر لیا۔ قطانیہ کی بندرگاہ صرف چند میل کے فاصلہ پر رہ گئی ہے اس میدان میں جرمنوں کی تازہ دم فوجیں پہنچ گئی ہیں۔ اور انہوں نے بڑی تندی سے لڑنا شروع کر دیا ہے لیکن امریکی اور انگریزی دباؤ اس قدر زیادہ ہے کہ جرمنی اپنی بےبسی کو محسوس کرنے لگے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ جرمنوں نے وسطی جزیرہ میں اتحادیوں سے دو دو ہاتھ کرنے کا ارادہ کیا ہوا ہے۔ صقلیہ کا ایک تہائی حصہ اس وقت اتحادیوں کے ہاتھ میں آ چکا ہے۔ اور جنرل الگزنڈر اس کا فوجی حاکم بنا دیا گیا ہے۔ اس نے اعلان کیا ہے کہ مسولینی کی پارٹی جزیرہ میں ممنوع قرار دی گئی ہے دشمنوں کو کسی قسم کی مدد دینا جرم ہے۔ اگر باشندے وفادار اور باامن رہے تو انہیں کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے گی۔ نہ اُن کی جان و مال سے کسی قسم کا تعرض کیا جائے گا۔ سارے اٹلی میں پریشانی پھیلی ہوئی ہے۔ اب وہ اس جنگ کو موت و زندگی کا سوال سمجھ رہے ہیں۔ اُن کے لیڈر اسی قسم کی تقریریں کر کے انہیں مضبوط بنا رہے ہیں۔ ادھر اتحادی ریڈیو کے ذریعہ اطالویوں کو ان کی صورتِ حالات سے آگاہ کر کے ہتھیار ڈال دینے کی ترغیب دے رہے ہیں۔ کہ اب انہوں نے اطاعت قبول کر لی تو ان سے نرمی برتی جائے گی [illegible] سب سے مشہور ترین بندرگاہ نیپلز ٹیونس کی بندرگاہ [illegible] حصہ [illegible] اتحادی جہازوں کا مرکز بن گیا ہے صقلیہ کی بندرگاہ [illegible] ٹیونس سے صرف ۵۰ ۱ میل دور ہے۔ [illegible] کو اطمینان دلایا ہے کہ ان کی غیر جانبداری کا احترام کیا جائے گا [illegible] جنگ مسولینی اور اس کے طرفداروں کے خلاف ہے۔ [illegible] کے بعد اطالویوں کو سہولتیں بہم پہنچائی جائیں گی۔ اتحادیوں کی طیاریوں اور حملوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ زمانہ قریب میں جزیرہ سارڈینیہ اور اٹلی کے جنوبی حصہ پر جگہ جگہ فوجیں اتار کے مختلف محاذ قائم کر دیے جائیں گے۔ تاکہ اٹلی اپنی بےبسی دیکھ کے [illegible] اتحادیوں کے آگے سر اطاعت جھکا دینے میں ہی بہتری سمجھے یہ بھی اندیشہ کیا جا رہا ہے کہ اتحادی بلقان، یونان وغیرہ پر بھی فوج کشی شروع کر دیں۔ اتحادیوں کی ہوائی طاقت اب جرمنی کی طاقت سے کہیں بڑھی ہوئی ہے۔ جھڑپوں کے [illegible] اتحادی فوجیں اتاری جا رہی ہیں۔ بحیرہ روم میں محوری جہازوں [illegible] نقصان کیا جا رہا ہے ہر طرح اس سارے علاقہ میں [illegible] بھاری ہے گو قرائن سے پایا جاتا ہے کہ اب صقلیہ میں زبردست مقابلہ کریں گے مگر انجام کار ان کو جنگ کے جزیرہ [illegible] اٹلی کی سرزمین میدانِ جنگ بن جائے گی۔

روسی محاذ اس دفعہ جرمنی نے گرمیوں کے موسم میں جارحانہ اقدام کے سلسلہ میں غیر معمولی تاخیر سے کام لیا خیال یہ ہے کہ اس نے اتحادی حملہ یورپ کی وجہ سے روس پر اپنا گرمائی حملہ شروع نہیں کیا۔ روسیوں نے الپ سیل سے زیادہ کے محاذ پر انہیں مصروفِ جنگ رکھ کے اتحادیوں کو بیش قدر مدد پہنچائی ہے۔ جرمنی کی فوجیں جگہ جگہ نقل و حرکت کرتی دیکھی گئی ہیں مغربی فرانس، جنوبی یورپ، بلقان اور یونان کی طرف اس کی فوجیں اور سامانِ جنگ بھیجا جا رہا ہے۔ جس کے یہی معنی نکل سکتے ہیں کہ اتحادی حملے سے متعلق وہ پریشان ہے کہ خدا جانے کہاں ہو

وہ صقلیہ کے حملہ کو دوسرا محاذ نہیں سمجھ رہا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اتحادیوں کو یورپ کے کسی حصہ پر حملہ کرنے پر مائل کرنے کے لئے کورسک اور اوریل کے علاقہ میں زبردست حملہ شروع کر دیا اور روسی فوجوں کے مستحکم حصار میں گھس کے ایک سد سکندری قائم کر دی ہے۔ مگر وہ اس کو زیادہ وسیع نہیں کر سکا۔ سخت جنگ ہوئی جس میں طرفین کا سخت نقصان ہوا۔ بے شمار طیارے اور فولادی گاڑیاں تباہ ہو گئیں۔ بے شمار سپاہی مارے گئے۔ اور گرفتار ہوئے۔ اب روسیوں نے جوابی حملہ کر کے جرمنوں کو دبا لیا۔ اور اوریل کے بہت قریب پہنچ گئے۔ اور اس اہم جنگی مقام کو جلد تر جرمنوں سے چھین لینے کا امکان نظر آ رہا ہے۔ اتحادی مبصروں کو یہی خیال تھا کہ جرمنی کا یہ سخت حملہ روسیوں کو جلد اطاعت قبول کر لینے پر مجبور کر دینے کے لئے ہے مگر اس ہفتہ کے واقعات نے اس خیال کو درست ثابت نہیں کیا۔ یہی نظر آتا ہے کہ جرمن اس موسم گرما میں روس میں مدافعت پر رہنا چاہتا ہے۔ وہ انگریزوں اور امریکیوں سے دو دو ہاتھ کرنا چاہتا ہے۔ مگر اب یہ دونوں اس قدر طاقتور ہو گئے ہیں کہ ان کو پچھاڑ دینا اس کے بس کا روگ نہیں معلوم ہوتا۔ مگر جرمنی جنگ کو لمبا کر دینا چاہتا ہے اور اس عرصہ میں وہ اتحادیوں میں پھوٹ ڈالنے کی ادھیڑ بن میں لگا ہوا ہے۔ تاکہ اتحادی اس سے ایسی صلح کر لیں جس سے وہ شکست کے برے نتائج سے بچ سکے۔

جاپان سے جنگ

نیو گنی کے امریکی سپہ سالار نے کہا ہے کہ جاپانی سپاہی جرمن سے زیادہ سخت اور بے رحم دشمن ہے۔ ایک لاکھ جاپانی سپاہیوں کو اطاعت پر مجبور کرنے میں بڑا وقت لگے گا۔ جنوبی بحر الکاہل کی جنگی فضا ظاہر کر رہی ہے کہ کوئی زبردست حملہ ہوگا۔ وہ اتحادیوں کی طرف سے ہو یا جاپانیوں کی جانب سے، وثوق سے نہیں کہا جا سکتا۔ جاپان کچھ عرصے سے حملہ نہیں کرتا۔ وہ اپنے مقبوضہ علاقہ کو مضبوط کر رہا ہے اور اس کی پیداوار سے فائدہ اٹھانے پر تلا ہوا ہے۔ مگر وہ غوادل کنار پر شکست کھا چکنے کے باوجود اس پر پھر حملہ کر رہا ہے، جو ایک قسم کی دفاعی تدبیر معلوم ہوتی ہے تاکہ اتحادی اس میں مصروف رہیں۔ امریکی جاپانیوں کے جزیرہ نیوارجیہ پر اتر کر کافی علاقہ پر قابض ہو چکے ہیں۔ اتحادیوں نے فنڈا وغیرہ پر تابڑ توڑ حملے شروع کر دیئے۔ اہال کو اتحادی فتح کر لینے کا عزم کر چکے ہیں۔ اس کے ارد گرد جزیروں کی ایک مستحکم باڑ جاپانیوں نے قائم کر رکھی ہے چین میں بھی پیچھے ہٹ جانے کے بعد اب پھر صوبہ یونان میں حملہ آور ہو گیا ہے۔ آسٹریلیا اب پہلے سے زیادہ امید افزا حالت میں ہیں۔ ان کو اب جاپانی حملہ کا خطرہ نہیں ستا رہا۔ برابر انگریزی اور امریکی ہوائی جہاز حملے کر کر کے جاپانیوں کا سخت نقصان کر رہے ہیں۔

جرمنی سے ہوائی جنگ

امریکی اور انگریزی ہوائی جہاز برابر رد ہر اور دوسرے جرمن علاقوں پر ہوائی حملے کر کے سخت نقصان پہنچا رہے ہیں۔ جرمنوں نے اس علاقہ کو زیادہ مضبوط بنا لیا ہے۔ ایک ہزار سے زیادہ لڑاکا جہاز اور تیس ہزار ہوائی توپیں وہاں جرمنوں نے پہنچا دی ہیں۔ اس وجہ سے اتحادیوں کے ہفتہ ۴۷ ا لمبار جہاز تباہ ہو گئے۔ موسم خراب ہونے کی حالت میں ایک ہی رات میں جرمن ہوائی جہازوں نے بادلوں میں سے نکل کے اٹھارہ اتحادی جہاز گرا دیئے مگر اطالوی سپہ سالاروں نے اس نقصان کو فائدہ کے مقابلہ میں کم سمجھا ہے۔ اسی وجہ سے وہ حملہ جاری رکھے ہوئے۔ جنوبی یورپ میں جگہ جگہ ہوائی حملے کئے جا رہے ہیں۔ اب اتحادی بلغاریہ تک ہوائی حملوں کا سلسلہ قائم کر دینے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ جرمنی کے ہوائی جہاز بھی انگلستان پر مختلف مقامات پر ہوائی حملے کرتے رہے۔ بعض مبصروں کا خیال ہے کہ جنوبی یورپ میں اتحادیوں کو جنگ میں مصروف کر کے جرمن انگلستان پر ہوائی حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ بلاشبہ وہ اس میں کامیاب نہ ہوں گے اور اس میں ان کا نقصان بھی بہت ہوگا۔ اس کو جانتے ہوئے وہ اس کو اس قابل سمجھتے ہیں کہ اسے عمل میں لایا جائے۔ جرمنی اب بوکھلایا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اسی لئے وہ اندھا دھند اس قسم کے فعل زیادہ نظر آتا ہے

تاروں کا جھرمٹ

ہندوستان کے نئے وائسرائے سر ارچیبالڈ ویول لارڈ بنا دیئے گئے ہیں

حیدر آباد دکن میں مچھلی کا شکار ممنوع قرار دیا گیا ہے

افسوس ہے مولانا اشرف علی تھانوی کا جو بہت بڑے عالم اور محدث تھے ۸۲ سال کی عمر میں انتقال ہو گیا

لیور کا بیان

ضرورت سے زیادہ نہ دیجیے

مال ضائع نہ کیجیے

آپ کا [illegible] کی [illegible] کا [illegible] اکرنا ہمارے لئے ذرا مشکل ہو رہا ہے جبکہ [illegible] تمام [illegible] ملکی صابن کثیر مقدار میں ملتا تھا جس سے مانگ پوری ہو جاتی تھی اب یہ غیر ملکی صابن ہندوستان [illegible] بند ہو گیا ہے اسلئے اب صابن کے ملک کا خاتون ہی کو آپ کی ضرورت میں پوری ارلی پڑتی ہیں۔ جن [illegible] سے صابن تیار ہوتا ہے بدقسمتی سے [illegible] کی [illegible] سامان [illegible] کے لئے ضرورت پڑتی ہے [illegible] لہٰذا اب جنگی ضرورتوں کی مانگ پوری کرنے کی وجہ سے ہمارے کارخانوں کے مال کی [illegible] کم ہو گئی ہے ان مشکلات کے باوجود [illegible] کو جس قسم کا صابن پسند ہو وہ آپ کو ہندوستان کے ہر [illegible] مل سکتا ہے

قیمتیں

جن چیزوں سے صابن تیار ہوتا ہے، جنگ کے زمانے میں اُن کی قیمتیں بہت چڑھ گئی ہیں۔ مجبوراً [illegible] کی تناسبت سے صابن کی قیمتیں بھی چڑھانی پڑی ہیں۔ اس وقت صابن سازی کے ذریعہ سے بیحساب روپیہ کمانا ہرگز مقصود نہیں ہے بلکہ [illegible] وقت کسی نہ کسی ایسے موقعہ کو کارآمد بنانے کی کوشش رہتی ہے [illegible] ایسی صورتیں بیشک ہیں کہ جن میں بے حساب نفع خور بیوپاری مال کی کمی کا فائدہ [illegible] قیمتیں اینٹھتا رہا ہے لیکن اسکے ساتھ ہی گاہکوں کو جو واجبی قیمتیں دینی چاہیں ہم ان کا برابر اعلان کرتے رہتے ہیں۔ اگر آپ ہماری اعلان کردہ واجبی قیمتوں سے زیادہ قیمتیں دینے سے انکار کر دیں گے تو آپ درحقیقت بے حساب نفع خور بیوپاری سے نبٹنے میں اپنی اور ہماری دونوں کی مدد فرمائیں گے

سوکھا رکھیے

ہمیں صابن کو ضائع [illegible] کرنا چاہیے صابن کو استعمال کرتے وقت پانی میں نہیں رکھنا چاہیے کیونکہ ایسا کرنے سے وہ گھل جاتا ہے [illegible] استعمال نہ ہو رہا ہو تو اسے سوکھی حالت میں رکھنا چاہیے۔ صابن استعمال [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] دو ٹکڑوں کو ذرا سے پانی [illegible] چپکا کر [illegible]

ہمارا عہد و پیماں

لیور برادرس [illegible] اس عہد و پیماں کے پابند ہیں کہ وہ قیمتوں کو کم کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش [illegible] دوکانداروں کو مال برابر پہنچاتے رہیں گے۔ ہمارا فرض [illegible] [illegible] رہیں۔ ہندوستان [illegible] وہ خدمت جو ہم [illegible] [illegible] برس سے [illegible] لاتے رہے ہیں۔

لیور برادرس ان نفیس صابنوں کے بنانے والے

لائف بوائے • لکس ٹائلیٹ • ریکسونا • لائف بوائے ٹائلیٹ • لکس • دم • سن لائٹ برانڈ

گرانی ... کی وجہ سے کتابوں کی قیمت ... چوگنی ... ہو گئی ہے

انگریزی اور جرمنی کھانے	ترکی اور عربی کھانے	ایرانی اور افغانی کھانے	بنگالی اور بہاری کھانے	کشمیری اور مدراسی کھانے
گجراتی اور پنجابی کھانے	حیدرآبادی اور برمی کھانے	لذیذ لذیذ کھانے	دلی اور لکھنؤ کے کھانے	پشاوری اور سندھی کھانے

سینکڑوں قسم کے کھانے تیار کرنے کی اردو زبان میں بے نظیر کتاب

عصمتی دسترخوان حصہ اول

جس کی ایک نمایاں خصوصیت جو اس موضوع کی اور کسی کتاب میں دیکھنے کی نہیں یہ ہے کہ تمام ترکیبیں تجربہ کرنے کے بعد لکھی گئی ہیں اس لئے ترکیبیں بالکل صحیح ہیں اور وزن بالکل درست! ہندوستان بھر کے ہر حصہ کی تقریباً ۱۰ عصمتی بہنوں نے اس کتاب کی تیاری میں حصہ لیا ہے اور رائیڈیٹر صاحب عصمت کی اہلیہ محترمہ آمنہ نازلی صاحبہ نے بڑی محنت سے کتاب مرتب فرمائی ہے۔ باورچیخانہ کے انتظام اور کھانوں کے متعلق نہایت قیمتی ہدایات اور مضامین درج کئے گئے ہیں۔ ایک ایک چیز کئی کئی قسم کی تیار کرنے کے لئے بھی عصمتی دسترخوان سے بہتر کتاب ملنی ناممکن ہے مثال کے طور پر ۲ چیزوں پڈنگ اور کبابوں کی فہرست ملاحظہ فرمائیے۔

بریڈ پڈنگ	انجیر پڈنگ	دال کے کباب	کباب بیضہ مرغ	تاشکش کباب
کھوپرے کی پڈنگ	امرود پڈنگ	آلو کے کباب	قیمہ کی ٹکیاں	شامی کباب
نارنگی بھری پڈنگ	سیب پڈنگ	بے آلو کے کباب	گوشت کے میٹھے کباب	آنتوں کے کباب
گجر پڈنگ	جلیبیوں کی پڈنگ	ناریل کے کباب	کباب مرغ مسلم	انگریزی کباب
روز پڈنگ	میوہ دار پڈنگ	مچھلی کے حسینی کباب	سیخ کے چٹ پٹے کباب	اروی کے کباب
اناناس پڈنگ	کشمش پڈنگ	سیخ کے کباب	مچھلی کے شامی کباب	اور کئی کئی قسم کے کباب
کمزور بیماروں کے لئے	بادامی پڈنگ	پسندے کے کباب	دہی کے کباب	

یہ صرف دو چیزوں کی فہرست ہے

اسی سے کتاب کا اندازہ کر لیجئے۔ چاول سلونے اور میٹھے سوئیں قیمہ قیمتی سادے اور ترکاری کے سالن مچھلی مرغ جیلی بسکٹ کیک۔ دالیں مٹھائیاں۔ حلوے۔ چٹنیاں۔ مربے۔ اچار۔ سموسے۔ نمبے۔ پوری کچوریاں پراٹھے۔ روٹی غرض ہر قسم کے کھانوں کی بڑی عمدہ کارآمد ترکیبیں ہیں اور ہر چیز کی کئی کئی درجن صحیح ترکیبیں اس کتاب کا ہر گھرانے میں ہونا ضروریات میں سے ہے ہندوستان بھر میں اس کی دھوم مچ گئی بہت سی عورتیں اس کتاب کی بدولت عمدہ عمدہ ذائقہ دار کھانے پکانے لگیں۔ لڑکیوں کو یہ کتاب ضرور جہیز میں دی جاتی ہے سینکڑوں خواتین نے اس کی تعریف میں خطوط بھیجے ہیں اور کئی مردوں نے اس کتاب کی اشاعت پر مؤلفہ و پبلشر کا شکریہ ادا کیا ہے۔ اس کی مقبولیت کا اندازہ اس سے کر لیجئے کہ چند ہی سال میں آٹھوں ۸ ایڈیشن نکل گئے۔ قیمت دو روپے مجلد سوا دو روپے۔ حصہ دوم مشرقی مغربی کھانے عمہ مجلد عہ

عصمتی ہنڈ کلیا

یہ کتاب بچیوں کے لئے ہے تاکہ وہ شادی سے قبل کھانا پکانے کے فن میں ماہر ہو جائیں اور ایک کنواری بچی کو جو کچھ جاننا چاہئے عملی طور پر اس سے واقف ہو جائے سوا سو کھانوں کی ترکیبیں ... بچیوں ہی کے مطلب کی ... کے کھانے پکانے سے متعلق نہایت مفید مضامین اور کارآمد ... قیمت صرف ۸ر

ناشتہ

... رات کے کھانے سے قبل صبح اور ... کیا کیا ناشتہ کیا جاتا ہے اس موضوع پر قابل قدر کتاب جس میں چائے کوکو۔ شربت لسی۔ فالودہ۔ آئس کریم ... ٹوسٹ کڑاہی دلیہ وغیرہ نیز ہندوستان کے ہر صوبے اور ہر حصے کے مختلف قسم کے ناشتوں کی کئی کئی ترکیبیں ہیں گویا اس کتاب کی بدولت ملک کے کسی حصہ کا مہمان ہمارے ہاں آجائے ... کے مطلب کی چیز ہم پیش کر سکتے ہیں قیمت ۱۰ر

بچوں کے کھانے

بچوں کو اصول صحت سے کس قسم کی غذا دینی چاہئے کون سے کھانے ... اور وہ کس طرح تیار ہوتے ہیں۔ اس موضوع پر ... کتاب ... بچوں کے صحت بخش و مفید کھانوں کی ... صحیح ترکیبوں کے علاوہ کئی نہایت کارآمد مضامین ملاحظہ کے قابل ڈاکٹروں اور تجربہ کاروں کے لکھے ہوئے ہیں ... قیمت ۸ر

بیماروں کے کھانے

بیماروں کے جو کھانے مفید ہیں اس میں صرف انہی کی ترکیبیں ... قابل تجربہ کار ڈاکٹروں ... کی ... ہدایات تمام ترکیبیں تجربہ کی ہوئی ہیں ... مضامین ... قیمت ۱۰ر

مذاقیہ کھانے

... سے ... ہیلیوں سے مذاق ... یہ کتاب ... کی جگہ اس کتاب ... اور ... بھنسانے والی ... کا ثبوت دو۔ لڑکیوں کی شادی کے وقت ... کی تواضع کے لئے ... یہ کتاب نہایت ... قیمت ۴ر

عصمتی دسترخوان حصہ دوم
مشرقی مغربی کھانے

باعتبار مضامین پہلے حصہ پر بھی فوقیت رکھتا ہے تقریباً ۱۰۰ ... کے نہایت ہی کارآمد اور قابل قدر مضامین ہیں۔ چند عنوانات یہ ہیں۔ ہماری خوراک اور غذا کے متعلق تحقیقی مضامین۔ کھانے کے اصول۔ کھانے کی حفاظت۔ جرمنی باورچیخانہ۔ جاپانی باورچیخانہ۔ ... سبزی۔ ترکاریوں کے خواص۔ کھانے کا کمرہ۔ اناج کا صندوق ایرانی دعوت وغیرہ وغیرہ۔ ترکیبیں سب نئی اور آزمودہ ہیں اور ایک ایک چیز کی متعدد ترکیبیں۔ عربی۔ ایرانی۔ ترکی۔ جاپانی عراقی۔ روسی۔ اطالوی۔ انگریزی۔ فرانسیسی کھانوں کی اچھی اچھی ترکیبیں ہیں۔ عصمتی دسترخوان بغیر حصہ دوم کے مکمل نہیں یہ بھی بہت مقبول ہوا ہے۔ قیمت عہ مجلد عہ۔ عصمتی دسترخوان مکمل یعنی دونوں حصوں کی قیمت للعہ۔ مجلد للعہ۔

محصول ڈاک بذمہ خریدار **پتہ منیجر عصمت بک ڈپو دہلی** محصول ڈاک بذمہ خریدار

گرانی کاغذ کی وجہ سے کتابوں کی قیمت فرسٹ چ ... بڑھ گئی ہے

زنانہ دستکاری کی مفید کتابیں

عصمتی کروشیا

کروشیا کی شوقین بہنوں کے لیے بہترین ... مشہور ماہر محترمہ ... علی ... صاحبہ نے ... اور ہدایات لکھ کر ... قیمت ...

مخصوص فہرست عصمتی کروشیا

گلدستہ تارکشی

محترمہ ... نے یہ کتاب تیار کی ہے پہلے دھاگے نکالنے کے طریقے عام فہم پیرایہ میں سمجھائے گئے ہیں پھر تکیہ کے غلاف ... پوش کرسی ... جھالریں ... بیل ... ہینڈبیگ وغیرہ کے نمونے ... کے اعلیٰ نمونے ... خوبصورت

قیمت ...

تارکشی کا کام

... لڑکیاں کپڑے سے دھاگے نکالنے کا کام بہت آسانی کے ساتھ ... جالی ... کے ... ایک ... قیمت ...

کراس اسٹیچ ورک

... کام ... خوبصورت ... قیمت ...

عصمتی کشیدہ

اس کتاب میں ... کے علاوہ پلنگ کی چادروں ... کشیدہ کے ... عام فہم ... ہے

قیمت ایک روپیہ

گلدستہ کشیدہ

... خوبصورت ... کمل ... قیمت ...

گلزار درخشاں

... قیمت ...

گلشن زہرا

... ۲۸ پھول ... ۲۵ ... دکھائے گئے ہیں ... پنکھوں کے نمونے ہیں ... قیمت ...

اونی کام سلائیوں سے

... قیمت ...

موتیوں کا کام

... قیمت ...

سلمہ ستارہ کا کام

... قیمت ...

جالی کا کام

... قیمت ...

چمنستان خیاطی

... قیمت ...

گلستان خیاطی

... قیمت ...

شمیم سوزن کاری

... قیمت ...

گوٹہ کناری کا کام

... قیمت ...

محصول ڈاک بذمہ خریدار

عصمت بک ڈپو دہلی

محصول ڈاک بذمہ خریدار

Regd No L. 1872 October 1943 Established 1908



کاغذ کی گرانی کی وجہ سے کتابوں کی قیمت قریباً چار آنے فی روپیہ بڑھ گئی ہے

عصمت بک ڈپو دہلی

تصانیف علامہ راشد الخیری علیہ الرحمۃ

اصلاحی معاشرتی ناول

صبح زندگی لڑکی کی پیدائش سے شادی تک کیونکر تعلیم و تربیت کرنی چاہئے۔ اس موضوع پر اردو زبان کی بہترین کتاب لڑکیوں کی تائیں بیویوں کی مشیر اور مہوش کے لئے لٹریچر کا بیش بہا خزانہ بے انتہا دل آویز نتیجہ خیز موثر ناول۔ کتاب ۲۰ دفعہ چھپی ہے۔ قیمت ۱۲/۱عہ

شام زندگی صبح زندگی کا دوسرا حصہ شادی سے موت تک نسیمہ بیگم کے حالات حوزنیں اس کی مدد سے اپنے خاوند کا دل موہ لیتی ہیں۔ موثر اتنی کہ قوم نے اسی کی وجہ سے مصنف کو مصور غم کا خطاب دیا تھا ہر سطر آنکھوں کو پر نم کر دیتی ہے۔ اکیسواں ایڈیشن قیمت عہ

شب زندگی صبح زندگی میں نسیمہ کے بچپن اور جوانی کو رکھا گیا ہے۔ شام زندگی میں شادی سے آخر منزل تک پہنچایا ہے شب زندگی میں موت کے بعد کے حالات پڑھو اپنے رنگ میں بے مثل اصلاحی ناول ہے پلاٹ بے حد دلآویز ہر حصہ ایک روپیہ چار آنے۔ دونوں حصے عہ

حیات صالحہ یا صالحات ایک نیک لڑکی کی زندگی کے وہ واقعات نہایت موثر پیرایہ میں بیان کئے گئے ہیں۔ جو اکثر ہندوستانی گھروں میں پیش آتے رہتے ہیں بہو بیٹیوں کے پڑھنے کے لائق ناول ہے۔ واقعات اس قدر موثر کہ کلیجہ کے پار ہو جاتے ہیں۔ قیمت صرف ایک روپیہ بارہ آنے ۱۲/۱عہ

منازل السائرہ اس میں ایک شریر لڑکی کی پیدائش سے موت تک کے تمام واقعات نہایت دلچسپ پیرایہ میں لکھے گئے ہیں۔ طرز تحریر اس قدر پیارا کہ سر دھنے دونوں حصے دو روپیہ آٹھ آنہ عہ

نوحہ زندگی بیوہ کے نکاح ثانی کے متعلق نہایت دردانگیز اور عبرتناک ناول اس کے مطالعہ کے بعد ان خاندانوں میں جہاں بیوہ کا نکاح ثانی گناہ سمجھا جاتا تھا شرع اسلام کے بموجب کتنی ہی بیواؤں کے نکاح ہوئے اور کتنے ہی کنوارے نوجوانوں نے بیواؤں سے نکاح کئے۔ نو دفعہ چھپی ہے۔ قیمت ۱۲/۱

طوفان حیات قبیح رسوم لوث کھسوٹ و بدعت پیر پرستی و قبر پرستی وغیرہ پر بے مثل ناول جس کے مطالعہ سے شرک کو سوں دور بھاگ جاتا ہے اور رسوم مروجہ خوفناک اژدہے کی صورت میں نظر آنے لگتی ہیں اور انسان خدائے واحد کی عظمت کے آگے سر جھکا دیتا ہے۔ نہایت عجیب اور دردانگیز ہے۔ قیمت صرف ڈیڑھ روپیہ عہ

جوہر قدامت دو بہنوں کی پر لطف کہانی دو لڑکیوں کی مفصل زندگی دو عورتوں کی جگر خراش داستان جن میں ایک روش قدیم کی زندہ تصویر اور دوسری طرز جدید کی دلدادہ ہے۔ اس ناول سے معلوم ہوگا کہ نصف صدی قبل ہمارے گھرانوں میں کیسے کیسے لعل گدڑیوں میں چمکتے تھے۔ قیمت ایک روپیہ بارہ آنے ۱۲/۱عہ

اصلاحی معاشرتی افسانے

تمغہ شیطانی اس تصنیف میں اس شیطانی تمغہ کا ذکر کیا گیا ہے جو ان لڑکوں کے جو مکتب سمجھے جاتے تھے گریبان کے صرف ایک فعل سے جو بظاہر بہت معمولی تھا حلقہ شیطانی میں داخل ہو گئے واقعات اس قدر دردانگیز کہ آنکھوں سے آنسو نکل پڑتے ہیں سبق آموز اور عبرت انگیز افسانے۔ قیمت ۱۲/۱

سات روحوں کے اعمالنامے دنیا کی سات عجیب و غریب روحیں ایک شیطان کی مغفرت کے لئے پیش کی جاتی ہیں۔ جن کے مطالعہ سے کہیں ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جائیں کہیں آنسو نکل آئیں آخری روح کے کارنامے اس قدر دردانگیز ہیں کہ ہچکی بندھ جاتی ہے سات دفعہ چھپی ہے۔ قیمت دس آنے ۱۰/

غدر کی ماری شہزادیاں یا تیلی میں میلہ ۱۸۵۷ء کے غدر کی قیامت خیز دہلی کی شہزادیاں اور بیگموں کی درد بھری کہانیاں نہایت دردانگیز اور عبرت ناک۔ تین بیا رنگی کئی رنگ کی بلاک کی تصویریں بھی ہیں قیمت ۱۴

ستونتی ایک دلچسپ سبق آموز قصہ ثابت کیا گیا ہے۔ مرد کے لئے بیوی سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہو سکتی۔ اور شریف عورت اپنا سب کچھ دکھ کر دنیا کو ... کر دیتی ہے۔ قیمت ۸/

موؤدہ ہندوستان کے بعض صوبوں میں شرع اسلام کے خلاف مسلمان لڑکیوں کو ترکہ پدری نہیں دیتے علامہ مرحوم نے یہ افسانہ اسی خرابی کے انسداد پر لکھا اور ایسے درد و سوز و گداز سے کہ پتھر سے پتھر دل بھی اس کو پڑھ کر پسیجے بغیر نہیں موم ہو جانے میں۔ قیمت ۱۰

تفسیرِ عصمت خلع ارار تداد پر اس سے بڑھ کر افسانہ آج تک اردو زبان میں شائع نہیں ہوا۔ مسلمان مرد اور مسلمان عورت کی ۔۔۔ پڑھنا چاہئے۔ واقعات کہیں ۔۔۔ دردانگیز اور کہیں مزاحیہ۔ بہت مجلد آٹھ آنے ۸؍

انگوٹھی کا راز تین نہایت پُرخیال لڑکیوں کا سبق آموز افسانہ۔ رابعہ کا عبرت انگیز انجام۔ اسلامی کی جگہ غرارش داستان اور ۔۔۔ ۔۔۔ انگوٹھی کا راز نہایت خوبی سے حل کرتا ہے۔ قیمت ۷؍

ولائتی ننھی ایک نہایت پُرلطف باتصویر افسانہ جس کے پڑھنے پڑھتے ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑجاتے ہیں۔ ۔۔۔ ننھی نے بڑھاپے میں وہ وہ سوانگ بھرے ہیں کہ بس پڑھنے ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ قیمت ۸؍

منازلِ ترقی اس حیرت انگیز افسانے میں دکھایا گیا ہے کہ انسان ترقی ۔۔۔ کے شوق اور دولت کے نشہ میں اخلاق و انسانیت اور مذہب کو بیچ کر عیب ۔۔۔ راہوں پر کیسے کیسے مظالم ڈھاتا ۔۔۔ قیمت ۔۔۔

۔۔۔ کا کرشمہ ۔۔۔ اپنے جوان بچے کی بدولت ۔۔۔ کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ دنیا ۔۔۔ جواب دیتی ہے کہ آنکھ سے آنسو نکل پڑتے ہیں۔ ۔۔۔ اور کئی بار چھپ چکا ہے۔ قیمت ۴؍

ویدیا کی سرگذشت فیشن و تہذیب کی دلدادہ ایک عورت کی کہانی اسی کی زبانی ۔۔۔ معاشرت کا ایک بہت کامیاب ۔۔۔ بیوی کے تعلقات کا ہوبہو فوٹو۔ قیمت ۴؍

بہارِ عالم ۔۔۔ کی ۔۔۔ ہندوستانی کمزوریوں کا ۔۔۔ ہندوستان کی معاشرت کا مرقع۔ قصہ کا پلاٹ ۔۔۔ تصویریں ہیں۔ قیمت ۴؍

بنت الوقت ہماری مستورات کی تعلیم و تربیت کا بے مثل مرقع وقت کا اندھا دھند ساتھ دینے والی ایک ناعاقبت لڑکی کا حیرت انگیز ۔۔۔ سات دفعہ چھپ چکی ہے۔ قیمت ۱۰؍

سرابِ مغرب غیر مسلم مدارس میں لڑکیوں کا تعلیم پانا کہاں تک جائز ہے۔ اس بحث پر مشہور کتاب تقلید مغرب کے ۔۔۔ نتیجے۔ پارٹیز کا منظر۔ ماں باپ کی ناعاقبت اندیشی اور لڑکی کی تباہی۔ قیمت ۔۔۔ یہ کتاب آگرہ یونیورسٹی کے بی۔اے کورس میں شامل ہے

فسانۂ سعید ۔۔۔ نکاح ثانی اسلام کا حکم ہے۔ مگر اس افسانہ میں حضرت مصور غم نے سعید کا نکاح بے سود ثابت کیا ہے۔ سعید کی ۔۔۔ داستان دل ہلا دے گی۔ قیمت ۱۰؍

سنجوگ ایک تعلیم یافتہ سلیقہ شعار سمجھدار مگر کرموں جلی اور نصیبوں پھوٹی مصیبت زدہ اور مظلوم لڑکی کی دردانگیز داستان جس کا نکاح والدین نے سوچ سمجھ کر نہ کیا اور زوجین کی طبیعتوں کا اندازہ نہ لگایا۔ دولت ڈاکو کی قربان گاہ پر اپنے جگر کے ٹکڑے کو بے دردی سے ذبح کر دیا۔ اس کتاب کا فقرہ فقرہ تیر ہے اور سطر سطر نشتر۔ قیمت ۱۲؍

سوکن کا جلاپا ایک بے گناہ لڑکی پر ساس نے سوکن لا بٹھائی اور غم نصیب مصیبت زدہ لڑکی نے ماں باپ کی لاج رکھنے کے لئے ساس کی زیادتیاں شوہر کے مظالم غرض سب اذیتیں ہنس ہنس کر صبر و شکر سے برداشت کیں۔ یہاں تک کہ ان غموں میں گھل گھل کر جان دیدی۔ قیمت ۶؍

مختصر افسانوں کے مجموعے

جوہرِ عصمت حضرت علامہ مغفور کے بہت مشہور ۱۳ سبق آموز مختصر افسانے (۱) مرحوم بیوی کا پاک جذبہ (۲) بیسور کی دلہن (۳) اگلی محبتیں۔ (۴) فسانہ تنویر (۵) بے گناہ کا قتل (۶) بھاوج کا کینہ (۷) مامون رشید کا دربار۔ اور ایک سچی عورت (۸) عدل جہانگیری (۹) بلبل کی شہادت (۱۰) ملکۂ شہزاد (۱۱) برقعہ کی مستحق (۱۲) غلط فہمی (۱۳) خاتمہ بالخیر۔ ان تیرہ افسانوں کا مجموعہ جوہرِ عصمت ہر شریف مرد اور ہر شریف عورت کا گذرنا چاہئے۔ بہت مشہور و مقبول ہے آٹھویں دفعہ چھپی ہے۔ قیمت ۲؍

سیلابِ اشک باتصویر حضرت مصور غم کے سات دردانگیز افسانے (۱) پرستارِ محبت (۲) ملوجن کے تین رنگ (۳) طلاقن کا سفید بال (۴) حج اکبر (۵) عدل گکبرن (۶) بے تصویر بچی (۷) ثریا کا تخیل ہر افسانے کے ساتھ زرکثیر صرف کر کے بلاک کی تصاویر دی گئی ہیں قیمت ۱؍

طوفانِ اشک یعنی رواج کی چوکھٹ پر مظلوم عورتوں کی قربانیاں۔ وہ موثر اور سبق آموز کتاب جس میں ۱۲ دل ہلا دینے والی کہانیاں اور سب درد و اثر اور سوز و گداز میں ڈوبی ہوئی۔ قیمت ۱؍

قطراتِ اشک آنسوؤں کے بادشاہ حضرت علامہ راشد الخیری مرحوم کی افسانہ نگاری کے دورِ اول کے بہترین نمونے جو مخزن۔ عصمت۔ تمدن۔ کہکشاں وغیرہ میں شائع ہو کر قبولیت عام اور شہرت دوام حاصل کر چکے ہیں جنہوں نے پڑھنے والوں کو جادو نگار مصنف کی تحریر کے اثر و تاثیر کا قائل کر دیا تھا۔ اور جو ادبی رنگینیوں اور طرزِ تحریر کی دلآویزی کے باعث بار بار پڑھے جاتے ہیں قیمت ۱؍

شہیدِ مغرب طرابلس و مراکش میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے مقابلے۔ اسلام اور نصرانیت کے معرکے مسلمان عورت کی ناموس اسلام پر قربانیاں۔ مسلمانوں کی ترقی کا راز اور تنزل کے اسباب۔ ۔۔۔ اور تبلیغ کا اثر ۹ سبق آموز افسانے ۱؍

نسوانی زندگی ان افسانوں میں خصوصیت کے ساتھ بیوی بیٹی۔ بہن کی ہر حیثیت دکھائی گئی ہے۔ اور ثابت کیا گیا ہے کہ ہر حیثیت میں عورت ایسا ایثار اور قربانیاں کر دکھاتی ہے کہ مرد حیرت میں رہ جاتا ہے۔ قیمت ۱۰؍

گوہرِ مقصود یعنی خیالستان کی پری اور لال کی تلاش اور بہت مشہور قصے۔ پہلا قصہ خیال کی پری کا ہے جو مدت تک ادھر ادھر پھرتی اور کئی بار کوشش کرنے کے بعد دنیا کا

بہترین تحفہ ثابت ہونے میں کامیاب ہوتی ہے۔ دوسرا قصہ ایک دکھیاری ماں کا ہے جو گمشدہ بچہ کی تلاش میں جنگلوں اور پہاڑوں میں ماری ماری پھری قیمت سات آنے ۷؍

نانی عشو آپ کتنے ہی سنجیدہ کیوں نہوں ناممکن ہے کہ نانی عشو پڑھتے یا سنتے وقت آپ کے پیٹ میں بل نہ پڑ جائیں۔ تمام ہندوستان میں اس کتاب کا ڈنکا بج چکا ہے۔ مصور غم مرحوم نے ظرافت کے مضامین بھی لکھے تو کمال کر دیا چھٹا ایڈیشن۔ قیمت ۱۰؍

روداد قفس حضرت علامہ مرحوم کی درد و اثر میں ڈوبی ہوئی نظموں کا مجموعہ۔ یہ معمولی نظمیں نہیں بے کس عورتوں کے جگر خراش نالے اور مسلمان گھرانوں کے حیرت انگیز مرقعے ہیں۔ علامہ مرحوم کو جذبات نگاری میں جو کمال حاصل تھا وہ پورے طور پر ان نظموں میں نمایاں ہیں قیمت ۱۲؍

گرفتار قفس حضرت علامہ راشد الخیری مرحوم کی درد انگیز نظموں کے مشہور مجموعے روداد قفس کا دوسرا حصہ یہ نظمیں اس قدر درد و اثر میں ڈوبی ہوئی ہیں کہ سنگدل سے سنگدل انسان کی آنکھ سے بھی آنسو نکل پڑیں۔ قیمت ۴؍

گلدستۂ عید سچی خوشی کس طرح میسر ہوتی ہے۔ رمضان شریف میں کیا کرنا چاہئے۔ عید کس طرح منانی چاہئے۔ ان موضوعات پر نتیجہ خیز مضامین اور افسانے۔ کتاب ایک طرف بہترین علمی عیدی ہے تو دوسری طرف ہر وقت پڑھنے اور روزانہ زندگی میں بہت سے مفید نتائج اخذ کرنے کی چیز ہے۔ قیمت صرف ۱۲؍

تاریخ وسیرت ادب وانشاء

آمنہ کا لال اردو زبان کا سب سے بہتر مولود شریف حضرت علامہ مرحوم کی وہ تصنیف جو اپنے رنگ میں جواب نہیں رکھتی۔ اب تعلیم یافتہ گھرانوں میں مجلس میلاد پر یہی کتاب پڑھی جاتی ہے۔ کیوں میں اس میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ہے جو خلاف نقل کہا جائے۔ نثر کے ساتھ ساتھ نظم بھی علامہ مغفور کی ہے۔ ۱۲؍

سیدہ کا لال شہادت کی مکمل ومفصل تاریخ۔ حصہ اول مکمل تاریخ شہادت ہے۔ جس سے واقعہ کربلا کے صحیح اسباب ذہن نشین ہو جاتے ہیں۔ دوسرا حصہ مراثی کربلا ہے۔ یوں تو تمام کتاب اس قدر درد انگیز ہے کہ بغیر آنسو بہائے نہیں پڑھی جا سکتی۔ مگر نثر میں جو مرثیے علامہ مغفور لکھ گئے ہیں۔ اُن کی ایک ایک سطر کلیجہ کے پار ہو جاتی ہے۔ ادب لطیف کے علاوہ جو کتاب کی جان ہے شہادت کا اس قدر مفصل اور درد انگیز اور مؤثر بیان کسی کتاب میں نہیں۔ قیمت ۱۲؍

۱. **الزہرا** اردو زبان میں جگر گوشۂ رسول سیدۃ النساء حضرت بی بی فاطمہ کی بہترین سوانحعمری جو بتاتی ہے کہ میاں بیوی کو کس طرح رہنا چاہئے بچوں کی پرورش کس طرح کی جاتی ہے [illegible] کے ساتھ دین کس طرح میسر آ سکتا ہے۔ آخر میں واقعہ کربلا کا مختصر بیان اور مصور غم کا قلم۔ قیمت ۱۲؍

نوبت پنج روزہ شاہجہان آباد اجڑ گیا مگر اس کے کھنڈر اب تک مٹنے والوں کے کارنامے سنا رہے ہیں۔ اور شہر کے در و دیوار اس وقت بھی اپنے مہمانوں کا مرثیہ پڑھ رہے ہیں۔ آج سے سو سال پیشتر دلی کیا تھی۔ بادشاہ کا جلوس قلعہ معلیٰ کی بہاریں شاہی جھمکڑے میلے تماشوں کے رنگ۔ دربار کی کیفیت شہزادوں کی چہل پہل۔ ہندو مسلمانوں کی معاشرت۔ رمضان عید، سالگرہ کے تزک و احتشام شادی بیاہ کی رسوم غرض دور گذشتہ کی بہار اگر دیکھنی ہو تو نوبت پنج روزہ یعنی وداع ظفر ملاحظہ فرمائیے۔ جس میں آخری تاجدار مغلیہ کی پانچ نوبتیں اس قدر درد انگیز پیرایہ میں لکھی گئی ہیں۔ کہ خون کے آنسو رلوا دیں گی۔ قیمت ۱۲؍

قلب حزیں چھوٹے چھوٹے نہایت لطیف ادبی مضامین کا دلاویز مجموعہ۔ جذبات نسوانی کی درد انگیز ترجمانی۔ ان مضامین میں علامہ مغفور نے شاعری کی ہے اور نظم نما نثر کا یہ کتاب بہترین نمونہ ہے۔ قیمت صرف ۱۲؍

وداع خاتون وہ درد انگیز مضامین جو شہزادہ محترمہ خاتون اکرم کی جواں مرگی پر لکھے گئے تھے جو بتاتے ہیں کہ بہو کیسے کہتے ہیں اور لڑکی شادی کے بعد کس طرح سسرال والوں کے دل کو فتح کر سکتی ہے۔ قیمت ۵؍

امین کا دم واپسیں شہنشاہ ہارون الرشید اور ملکہ زبیدہ خاتون کے لخت جگر خلیفہ ادہ امین الرشید کا دردناک قتل اسلامی تاریخ کا یوں ہی ایک درد انگیز واقعہ ہے۔ اس پر علامہ مصور غم نے قصہ کے دلکش پیرایہ میں عبرت انگیز واقعات اپنے خاص رنگ میں لکھے ہیں۔ قیمت ۲؍

لڑکیوں کی انشاء خط و کتابت سکھانے کی اردو زبان میں بہترین کتاب جس میں خطوں کے ذریعہ لڑکیوں کو بتایا گیا ہے کہ میکہ کی زندگی انھیں کس طرح بسر کرنی چاہئے۔ اور سسرال میں جا کر ان کی ذمہ داریاں کیا ہیں۔ ایک عورت کی حیثیت سے انھیں کیا کیا فرائض انجام دینے ہیں۔ اور زندگی کی دشوار گذار منزلیں اور کٹھن راستوں کو وہ کس طرح کامیابی کے ساتھ طے کر سکتی ہیں۔ ضخامت [illegible] صفحوں کے قریب۔ قیمت صرف ۱۴؍

اسلامی تاریخ افسانہ کے طرز پر

ماہ عجم مصور غم حضرت علامہ راشد الخیری رحمۃ اللہ علیہ کا بے نظیر تاریخی ناول فاروق اعظمؓ کے عہد مبارک میں سلطنت ایران پر قابو پانے کے لئے مسلمانوں کے بے مثل جنگی کارنامے فرزندان ایران کا سرفروشانہ مذہبی جوش ایرانیوں کا پروانہ وار وطن پر قربان ہونا۔ فرزندان ایران کا سرفروشانہ مذہبی جوش۔ ایرانیوں کا پروانہ وار وطن پر قربان ہونا۔ اسلام اور نصرانیت کی لڑائیاں کفر و ایمان کے معرکے۔ قرن اولیٰ کے مسلمانوں کی ولولہ خیز

رسالہ عصمت دہلی

چھتیسواں سال | اکتوبر ۱۹۴۳ عیسوی | جلد ۷۱ نمبر ۴

فہرست مضامین

مضمون		مصنف	صفحہ
گھر کی ملکہ اور عید		حضرت علامہ راشد الخیری رح	۱۴۹
عید الفطر	(نظم)	مولانا محوی صدیقی	۱۵۰
۱۹۴۳ء کی عید	(نظم)	ابوالاعجاز ازل صاحب	۱۵۰
عید		جمیلہ بیگم صاحبہ	۱۵۱
عید مہجور	(نظم)	جام نوائی صاحب	۱۵۲
آدمی ہونا دشوار ہے	(افسانہ)	پروفیسر حامد حسن صاحب قادری	۱۵۳
دریا کا منظر	(نظم)	مولانا محمود اسرائیلی	۱۵۶
ساز زندگی		ب۔ ں۔ ابراہیم صاحبہ	۱۵۶
۔۔۔۔ کی ڈائری سے		خ۔ رح صاحبہ	۱۵۷
ہم کیا کھاتے ہیں۔		ڈاکٹر ممتاز حسین صاحب	۱۵۸
کوہستان شملہ	(نظم)	سیدہ ناہید صاحبہ	۱۶۰
آزادی نکاح و شادی		مولوی محمد احتشام الدین صاحب ایم اے	۱۶۱
ابا۔۔۔۔ لے"	(افسانہ)	آمنہ نازلی صاحبہ ادیب فاضل	۱۶۵
مگس بانی		بیگم م۔ ح۔ ہاشمی صاحبہ	۱۶۷
اصلاح اور ترقی		مولوی محمد عبد الغفار صاحب الخیری	۱۶۸
خوشامد		شائستہ اختر صاحبہ سہروردی پی ایچ ڈی	۱۶۹
مالی کی بیٹی	(افسانہ)	نذر سجاد حیدر صاحبہ	۱۷۱
ماں کا گیت	(نظم)	خلیق صاحب برہانپوری	۱۷۳
رباعیات		صادق صاحب اندوری	۱۷۳
بھول جاؤ		مسعودہ حبابی صاحبہ	۱۷۳
پڑھے لکھوں کی جہالت		" س "	۱۷۴
خانہ داری		مولوی محمد ظفر صاحب ایم اے	۱۷۵
سیر بین		مولوی محمد ظفر صاحب ایم اے	۱۷۷
بزم عصمت		متفرق	۱۷۹
دوربین		" ع "	۱۸۱

چندہ سالانہ پیشگی (مع محصولڈاک وغیرہ) چار روپیہ — قیمت فی پرچہ ۸ر — ممالک غیر سے ۱۰ شلنگ
امراء سے دس روپیہ — رؤسا سے پچیس روپیہ — والیان ریاست سے سو روپیہ

محترمہ بیگم خان عبد الرشید کشمیری دروازہ لاہور حسنر یار ۲۹/۶ ستمبر کو لکھتی ہیں " اٹھارہ اُنیس سال کے عرصہ میں یہ پہلا موقع ہے کہ رسالہ عصمت ابھی تک نہیں پہنچا شاید ڈاکخانہ میں ضائع ہو گیا ہو۔ براہ نوازش رسالہ بابت ماہ ستمبر ۱۹۴۳ء جلد بھیج کر ممنون فرمائیں"۔ ان بہن کو اٹھارہ اُنیس سال تک رسالہ نہ پہنچنے کی شکایت کبھی نہیں ہوئی ان کے برخلاف بعض بہنیں ایسی بھی ہیں جنہیں شکایت ہے کہ رسالہ انہیں باقاعدہ نہیں ملتا حالانکہ غلطی ان کی اپنی ہوتی ہے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ تبادلہ ہوتا ہے اور کئی کئی ماہ گذر جاتے ہیں مگر پتہ نہیں بدلواتیں یا پتہ میں کچھ غلطی ہوتی ہے تو تصحیح نہیں کراتیں یا ملازموں کی غفلت سے پرچہ ضائع ہوتا ہے اور وہ بے قاعدگی اشاعت کا الزام رسالہ پر رکھ کر دو دو تین تین ماہ کے پرچے اکھٹے طلب کرتی ہیں۔

"عصمت" کی اشاعت میں کبھی ایک دن کی بھی تاخیر نہیں ہوتی۔ ہمیشہ ۳۰ تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔ اگر کسی ماہ کا پرچہ آپ کو ڈاکخانہ کی غفلت سے وقت مقررہ پر نہ ملے تو ۵ تاریخ کے بعد خریداری نمبر کے حوالہ سے فوراً دفتر کو مطلع کر دیجئے دوبارہ بھیج دیا جائے گا۔ ورنہ کاغذ کی انتہائی گرانی کے زمانہ میں جب صرف ضرورت کے مطابق پرچہ چھپایا جا رہا ہے ہوسکتا ہے کہ ۱۵ تاریخ کے بعد قیمتاً بھی نہ مل سکے۔ چنانچہ ۱۹۴۳ء کے ۴ ماہ کے پرچے اب کسی قیمت پر نہیں مل سکتے۔

منیجر

باہتمام رازق الخیری ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر محبوب المطابع دہلی میں چھپکر دفتر عصمت کوچہ چیلان (دریا گنج) دہلی سے شائع ہوا

گھر کی ملکہ اور عید

از علامہ راشد الخیری رحمۃ اللہ علیہ

بیوی اُس معزز لقب کی جو اسلام نے اُس کو عطا کیا یعنی گھر کی ملکہ اگر قدر کرے تو اُس کے ذمّہ کچھ فرائض ہیں اور جب تک وہ اُن کو پوری طرح ادا نہ کرے ہرگز گھر کی ملکہ نہیں ہو سکتی۔ عید کے جو فرائض اُس کے ذمّہ ہیں وہ یہی نہیں کہ وہ اپنا بیش قیمت جوڑا تیار کرے اور خواہ شوہر کی مالی حالت اجازت دے یا نہ دے ایک معقول رقم اپنے لباس پر صرف کر دے اور ایک عید کے روز مہینہ بھر کی آمدنی بغیر اس فکر کے کہ کل کیا ہوگا خرچ کرے۔

جب عید میں آٹھ نو روز رہ جائیں یعنی بیس روزوں کے بعد۔ بیوی کو سب سے پہلے گھر کے بناؤ سنگار پر توجہ کرنی چاہیئے۔ یعنی مکان کی ظاہری حیثیت اس کی آمدنی سے کم نہ ہو اگر اس کا شوہر دو سو روپیہ ماہوار بیوی کے ہاتھ میں دیتا ہے اور اس کے گھر کی حیثیت شوہر کی آمدنی دو سو روپیہ نہیں بتا رہی ہے تو وہ نہایت بدتمیز اور حد سے زیادہ پھوہڑ عورت ہے۔ یوں تو یہ اصول ہمیشہ ہی کے واسطے مقرر ہے لیکن عید بقر عید پر اور اسی قسم کے موقعوں پر گھر والی بیوی کو اپنے بناؤ سنگار سے زیادہ گھر کے بناؤ سنگار پر توجہ کرنی ضروری ہے۔

حفظانِ صحت کے اعتبار سے اگر ہر مہینہ نہیں تو کم از کم سال بھر میں دو مرتبہ گھر کی صفائی ہونی ضروری ہے اگر پختہ گھر ہے تو قلعی اور کچا ہے تو لپائی تاکہ عید کی خوشیوں میں گھر والی کے ساتھ گھر بھی شریک رہے۔

اس کے بعد گھر والی کے ساتھ اگر کچھ مسلمان نوکر چاکر متعلق ہیں تو اُن کی تنخواہیں کچھ روز پیشتر ادا کر دینی مناسب ہیں تاکہ وہ بھی عین عید کے روز اپنی مالک کے ساتھ برابر شریک رہیں اور جس وقت بیوی عید کی خوشیاں منا رہی ہو اُن کی تیوری پر بل نہ آئے۔

اب گھر والی کے سامنے ایک چیز اور آتی ہے۔

بس ملکہ وہ بااختیار گھر کی ملکہ ہے اور برائے نام بیوی نہیں جس کو گنی بولٹی اور بنیا شوہر پال رہا ہے اور بیوی کہلا کر ماما کا کام کر رہی ہے کہ جو مل گیا پکا دیا اور جو حکم ہوا وہ پہن لیا۔ یہ چیز صدقہ فطر ہے۔ جس طرح ہندوؤں میں بھائیوں کی سلامتی اور مردوں کی تندرستی کا روزہ بہنیں اور بیویاں رکھتی ہیں اسی طرح اسلام نے بھی اپنی اور اپنے متعلقین کی صحت کا عید کے موقع پر کچھ صدقہ مقرر کیا ہے اور اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ عید کی خوشی سے غریب بھی محروم نہ رہیں۔ اور یہ خوشی صرف امیروں پر ختم نہ ہو جائے۔

اس سلسلہ میں گھر والی بیگم کو اپنے عزیز اقارب، ہمسایہ، جان پہچان، وغیرہ پر نظر ڈال کر دیکھنا چاہیئے کہ کون زیادہ مستحق ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ فطرہ صرف عید ہی کے روز دیا جائے اگر پہلے بھی دیا جائے تو مضائقہ نہیں۔ اس سے فراغت پا کر بچوں کے لباس کی ضرورت ہے۔ بڑے بڑے شہروں میں درزیوں کی دوکانیں عید سے دو ایک روز پہلے رات رات بھر کھلی رہتی اور جہاں مسلمانوں کے افلاس کا مرثیہ پڑھتی ہیں وہاں بااختیار بیویوں کے پھوہڑپنے پر ضرور آنسو گراتی ہیں۔ اگر کپڑے تیار کروانے ہیں تو چاہیئے کہ وقت سے پہلے ان کا انتظام ہو جائے۔

اب بیوی کو ان ضرورتوں پر غور کرنا ہے جو اس کے شوہر کی ہیں اور جس میں تھوڑا یا بہت اس کا ہاتھ بھی ہے بعض مرد خوشبو وغیرہ کو پسند نہیں کرتے مگر اسلام نے اس کو اچھا بتایا ہے اور اس کی بہتری اسی سے ثابت ہے کہ گرم موسم میں اس کا ہونا ہر اعتبار سے مناسب ہے۔ یہاں تک کہ صحت کے لحاظ سے بھی۔

ان سب ضرورتوں کو پورے طور پر انجام دینے کے بعد بیوی بشرطیکہ اس کو قرض نہ لینا پڑے اپنے اور شوہر کے مشورہ سے جس

آمد عید الفطر

خدا کا شکر عید الفطر خوشیاں لے کے پھر آئی
ہلالِ عید کی پھر ہم نے دیکھی جلوہ آرائی
وہ عید الفطر جس نے زندگی بخشی امنگوں کو
وہ جس کی ہر ادا میں جلوہ گر شانِ مسیحائی
وہ عید الفطر جو مؤمن کے دل کو شاد کرتی ہے
دلِ صائم کو جو دیتی ہے تسکین و توانائی
وہ عید الفطر جو ہے عید سچے روزہ داروں کی
ہوئے روزے جو پورے یہ خوشی خالق نے دکھلائی
وہ عید الفطر جو مسرور کرتی ہے غریبوں کو
امیروں کے گھروں میں بھی ہے جس کی لطف فرمائی
وہ عید الفطر جو انعام ہے روزہ داروں کا
دلوں میں جن کے نورِ صدق و ایماں نے جگہ پائی
وہ عید الفطر جو ہر مفلس و نادار و بیکس کی
کیا کرتی ہے آکر سال بھر میں چارہ فرمائی
وہ عید الفطر جو لے کر حیاتِ تازہ آتی ہے
جو کرتی ہے شکستہ خاطروں کی ہمت افزائی
نظر آتے ہیں گھر عشرت کدے ایمان والوں کے
سمجھتے ہیں کہ عید آئی، نشاطِ جانفزا لائی
چمک اٹھتے ہیں سب افسردہ چہرے شادمانی سے
نظر آتی ہے ہر سو ولولوں کی کارفرمائی
لباس اچھے پہنتے ہیں، مزے کے کھانے کھاتے ہیں
بہاریں دیکھتی ہے عید کی چشمِ تمنائی
مہینا بھر کے روزے رکھے ہیں جن اہلِ ایماں نے
ملے گا عید گہ میں اب انہیں لطفِ جبیں سائی
مبارک ان کو عیدیں جن کی زندہ ہے ابھی محوی
مبارک ان کو جو ہیں دین اور ملت کے شیدائی

محوی، صدیقی لکھنوی

۱۹۴۳ء کی عید

(۱)
پوچھیو نہ اپنا حال بُرا ہے جواب کے سال
دیکھو جسے ہے ضعف کے مارے وہی نڈھال
اشیاءِ خوردنی کا تو پہلے ہی قحط تھا
روزوں نے آکے اور بلیلیقن دیا نکال

(۲)
فکر کیا اس کی ازل ختم تو ہو ماہِ صیام
جو کھلائے گا خدا عید کے دن کھا لیں گے
اس کا تو توڑا ابھی رہا جنگ کے باعث سے اگر
کھانڈ کے بدلے سوئیوں پہ نمک ڈالیں گے

(۳)
نیا لباس کہاں سے خرید کر لائیں
پُرانے کپڑوں میں کس طرح پڑھنے جائیں عید
نہ ان کو زر ہے میسر نہ گھی نہ شیر و شکر
غریب لوگ منائیں تو کیا منائیں عید

(۴)
شادی کا اہتمام کہ جلسہ ہو عید کا
مفلس کی کوئی بات جو پوچھے تو پھر ہے بات
ورنہ ازل امیر جو ہیں اُن کے واسطے
ہر روز روزِ عید ہے ہر شب شبِ برات

ابوالاعجاز ازل

قاضی محمد قیام الدین مرحوم

عصمت کی مشہور شاعرہ محترمہ خورشید آرا بیگم کے والد ماجد قاضی محمد قیام الدین صاحب کا افسوس ہے ۲۹ اگست کو انتقال ہوگیا۔ قاضی صاحب مرحوم برار کے ایک قدامت پرست خاندان سے تعلق رکھتے تھے مگر اُنہوں نے اپنی لڑکیوں کو اعلیٰ تعلیم دلاکر مسلمانوں کے لئے ایک قابلِ تقلید مثال چھوڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرمائے اور متعلقین کو صبرِ جمیل دے۔

عید

عید کی سچی خوشی کے اصلی مستحق وہی لوگ ہیں جو رمضان کے پورے تیسوں روزے رکھتے ہیں۔ ایک ماہ کی پوری ریاضت اور انتظار کے بعد یہ گوہرِ مقصود ہاتھ آنا ایک نعمت غیر مترقبہ معلوم ہوتی ہے۔ یوں تو اس تہوار کی خوشی چھوٹے اور بڑے روزے دار اور روزہ خور سب ہی مناتے ہیں مگر عید کی سچی مسرت حاصل کرنے کے لئے جو تزکیۂ نفس لازمی ہے اُس کو سب مدِ نظر نہیں رکھتے۔

یہ دِن مہینہ بھر کی ریاضت، تمناؤں اور اُمیدوں کے بعد دیکھنا نصیب ہوتا ہے۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے فارغ البالی اور اطمینان دیا ہے وہ دِل کھول کر خوشی منا سکتے ہیں مگر اُن کا فرض ہے کہ اپنی عید اور اپنے بچّوں کی مسرتوں کی بہار دیکھنے میں مگن اور غافل نہ ہو جائیں اور غریب و نادار اور معصوم اور یتیم بچّوں اور بے سہارے بیوہ عورتوں کو اس خوشی کی گھڑی میں یاد رکھیں۔

رمضان شریف کے مہینے میں زکوٰۃ نکالنا اس لئے واجب ہے کہ صاحبِ حیثیت مال و زر کا چالیسواں حصّہ نادار اور غریبوں کی امداد میں صرف کریں۔ چنانچہ اس کا عملی ثبوت عام طور پر مسلمان یوں دیتے ہیں کہ زکوٰۃ کی ایک معتدبہ رقم ہٹّے کٹّے مسٹنڈے پیشہ ور فقیروں میں تقسیم کرتے ہیں۔ اور اسی لئے بڑے شہروں میں دُور دراز سے پیشہ ور گداگر رمضان شریف کے مہینہ میں آکر جمع ہو جاتے ہیں اور نت نئی ترکیبوں اور تدبیروں سے اس اسلامی ٹیکس کو امیروں سے وصول کرتے ہیں۔ چونکہ دینے والے زیادہ تر اپنی سبکدوشی اور نام و نمود کا خیال رکھتے ہیں لہٰذا یہ کبھی غور بھی نہیں کرتے کہ اس طرح پیسہ لٹانے سے ثواب بھی ہوگا؟ اور شارعِ اسلام کی غرض و غایت اس طرح پوری ہوتی ہے کہ نہیں۔

اب کے سال تو کلکتہ میں ویگرینسی بل (Vagarancy Bill) کی وجہ سے رمضان شریف میں راتوں کو ان پیشہ ور فقیروں سے امن ہے۔ ورنہ ہر سال یہ دیکھنے میں آتا تھا کہ اِدھر رویتِ ہلال کی توپ چلی اُدھر مسٹنڈے فقیروں نے چیخنا شروع کیا۔ پانچ پیسہ ایک لسترِ چلم شاہ کا سوال ہے۔ پانچ پیسہ ایک لستر ڈھنڈو را شاہ کا سوال ہے۔ پھر غضب تو یہ کہ روزانہ ایک بجے رات سے جو اُن کی صدائیں شروع ہوتی تھیں تو صبح اذان کے وقت خدا خدا کر کے نجات ملتی تھی۔ تمام رات روزہ داروں کا سونا حرام کر دیتے تھے۔ اگر انگریزی محلہ میں سے دو چار انگریز ڈانٹتے اور ان کو چیخنے سے منع کرتے تو یہ ہٹّے کٹّے فقیر اُلٹی لال پیلی آنکھیں نکال کر مذہب کا ڈراوا دیتے کہ ہمیں یہ کرنا فرض ہے۔ گویا مذہب کو یہ نام نہاد بدنام کرتے اور مالدار روپیہ پیسہ دے کر اُن کی تائید کرتے تھے۔

اگر صاحبِ مال حضرات اس زکوٰۃ کی رقم سے حقیقی معنی میں غریبوں بیکسوں اور یتیم بچّوں کی عید منانے کا انتظام اپنے ہاتھ میں لیں تو ثواب کے علاوہ انہیں سچّی مسرت حاصل ہو۔ پیشہ ور فقیروں کی لمبی لمبی حاشیہ دار دعاؤں سے وہ حسناتِ دُنیوی ہمیں حاصل نہیں ہو سکتیں جو چند معصوم غریب اور یتیم بچّوں کو عید کے نئے کپڑے پہنا کر ہو سکتی ہیں۔

بعض لوگ فطرے کے پیسے بھی ان ہی فقیروں میں تقسیم کر دیتے ہیں حالانکہ عید الفطر کی زکوٰۃ فطرہ کی صورت میں ایک ایسی رقم ہوتی ہے جس سے کسی نادار غریب کے ہاں عید منائی جا سکتی ہے۔ اور وہ اِن چند پیسوں سے عید کی خوشی میں شرکت کرنے کے قابل ہو سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نماز سے پیشتر فطرہ نکالنا مستحب قرار دیا گیا ہے۔

عام طور سے بچّوں والے گھروں میں عید کے اچھے اور دوسرے کپڑے چھوٹے ہو کر بیکار پڑے رہتے ہیں اگر اس وقت یہ کپڑے بیچارے غریبوں کے بچّوں کو دے دئے جائیں تو اُن کو بے حد خوشی ہو۔

عید کی خوشی اکیلے کوئی نہیں منا سکتا اور نہ اِس میں وہ خوبی اور مسرت ہوتی ہے۔ ہمیں یاد ہے کہ بچپن میں یا جب کبھی

مردوں کی ملازمت کی وجہ سے شہر سے باہر رہنا پڑا اور ایسی جگہ جہاں عام مسلمان آبادی کم ہے وہاں عید کبھی عید معلوم نہیں ہوئی۔ عید کی چہل پہل تو گھروں میں اپنے بچوں اور باہر غریبوں اور ہمسایوں کے بچوں کی عید منانے سے ہوتی ہے۔ اور شہر سے دیہات کی حالت اَور بھی بدتر ہوتی ہے اگر دیہات میں رہنے والے صاحب حیثیت لوگ ان غریبوں کی خوشی کا سامان کریں تو اُن کی اپنی بھی خوشی دو بالا ہو سکتی ہے اور ان غریبوں کی بھی۔

یورپ میں غریبوں کے بچوں کے لئے خاص طور پر اور سب غرباء کے لئے عام طور سے کرسمس منانے کا انتظام گرجا کے ٹرسٹ والے یا امراء کرتے ہیں۔ اور ایک کمیٹی قائم کرکے اعلیٰ پیمانہ پر ان غریبوں کی عید منواتے ہیں۔ یہاں کلکتہ میں بھی مشنری سوسائٹی کی طرف سے نادار کرسچن بچوں عورتوں اور بوڑھوں کو کرسمس منانے کے لئے ایک دو روز پیشتر مٹھائیاں لیموں اور کسی کسی جگہ کپڑے بھی بانٹتے ہیں۔ اسی لئے اُن کے یہاں ان موقعوں پر دَر دَر کاسۂ گدائی ہاتھوں میں لئے کسی کو پھرتے نہیں دیکھا جاتا۔ اگر چاہیں تو ہم بھی اس طرح "طعام عید" یا عید کے کپڑوں کا غریبوں کے بچوں اور رانڈوں کی عید منوانے کے لئے ان خیرات کے پیسوں سے بخوبی انتظام کر سکتے ہیں۔ خدا اس کارِ خیر کی طرف ہم کو مائل کرنے کی توفیق دے۔ آمین ٭

جمیلہ بیگم کلکتہ

عیدِ مہجور

خلد و فردوس بہ آغوش، نظر ہوتی تھی
مُتبسّم ترے جلووں سے سحر ہوتی تھی
زندگی پاکے رُخِ صاف کے نظّارے سے
غسل کرتی تھی فضا نور کے فوّارے سے
چار سو ایک تجلّی سی جو ہو جاتی تھی
شب، ترے حُسن کی تنویر میں کھو جاتی تھی
چہرۂ صبح مسرّت سے دمک اُٹھتا تھا
ذرّہ ذرّہ ترے پرتو سے چمک اُٹھتا تھا
نکہتیں مانگنے آتی تھیں ہوائیں تجھ سے
جگمگائی ہوئی ہوتی تھیں فضائیں تجھ سے
پھول ہنستے تھے تبسّم ترا مِل جانے سے
تازگی پاتی تھیں کلیاں ترے کھِل جانے سے
ہر طرف عیش کے آثار نظر آتے تھے
بام و در مطلعِ انوار نظر آتے تھے
تھا بہارِ دل جاں، چہرۂ خنداں تیرا
خلد نظّارہ تھا جب حُسنِ درخشاں تیرا

جب مبارک تھیں مرے دل کی اُمیدیں مجھ کو
ہیں ترے سر کی قسم یاد، وہ عیدیں مجھ کو

اب کہ تُو رونقِ گلزار نہیں۔ کچھ بھی نہیں
اب، کہ حاصل ترا دیدار نہیں۔ کچھ بھی نہیں
اب وہ رنگینیِ کیفِ نگہِ شوق کہاں
دلِ مایوس تمنّا کدۂ ذوق کہاں
اب فضاؤں میں نہ تابش ہے نہ تابانی ہے
نہ ہواؤں میں وہ نکہت کی فراوانی ہے
اب نظر لذّتِ صد جلوہ در آغوش نہیں
صبحِ امروز میں نورِ سحرِ دوش نہیں
غنچہ و گُل میں تبسّم کا وہ انداز کہاں
اب مسرّت کا وہ سامانِ خدا ساز کہاں

(بقیہ کالم ۲ صفحہ ہذا)

عشرتِ آغاز کی، حسرت کشِ انجام ہوئی
میری تقدیر کی ہر صبحِ طرب شام ہوئی

لے ترے اس دلِ نومید میں کیا رکھا ہے
عید آیا کرے، اب عید میں کیا رکھا ہے

جامؔ نوائی (بدایونی)

آدمی ہونا بہت دشوار ہے

(ایران کی ادبیات جدیدہ کا ایک تازہ طنزیہ افسانہ)

مہرانگیز خانم، مشہور شاعر و ادیب ابراہیم جانباز کی رفیقہ حیات کبھی خوب بات کہہ دیتی ہے، آج ظہر کے بعد شوہر سے بولی۔ "تم کبھی آدمی نہیں بن سکتے، سب کے پاس موٹر کار ہے، سوائے تمہارے۔"

یہ ایسا زرین اصول تھا کہ ایران کے تمام انشا پردازوں اور مصنفوں کی پیشانی پر لکھ دینا چاہیئے، ہمارا ادیب اعظم اس کلمۂ طیبہ کو سنکر آدھ گھنٹے کے اندر گھر سے روانہ ہوگیا، اپنے کتب خانہ کی تیرہ۱۳ نادر کتابیں فروخت کی تھیں۔ ان کی قیمت وصول کرلی تھی، اتفاق سے سب قیمت یکمشت مل گئی، اور یہ ایسا واقعہ تھا کہ تاریخ ایران میں نظیر نہ رکھتا تھا، جس وقت دس دس روپیہ کے دو نوٹ اور پانچ پانچ کے چار نوٹ جانباز کے ہاتھ میں آئے، اس نے بغیر گنے جیب میں رکھ لئے اور فوراً رخصت ہوگیا، خوف تھا کہیں دینے والا کسی بہانے سے واپس نہ لے لے، جانباز جانتا تھا کہ ایران کی تاریخ میں ایسا واقعہ کبھی پیش نہیں آیا کہ کسی مصنف و انشاء پرداز نے اپنے اہل وعیال کی فاقہ شکنی کی خاطر اپنے کتب خانہ کی نایاب قلمی کتابیں فروخت کی ہوں اور اس کو قیمت وصول ہوگئی ہو، ہضم نہ ہوئی ہو، دیر نہ لگی ہو۔

برسوں سے ابراہیم جانباز کو تجربہ یہ تھا کہ کتاب بڑی منحوس چیز ہے، یہ شکستہ و بوسیدہ اوراق گردش روزگار سے پنجہ لڑانے والے نسخے، یہ دیمک اور چوہوں سے دست و گریبان رہنے والے نوشتے بچوں کی روٹی کپڑے، جوتی ٹوپی کو تو خیر سانپوں کی طرح نگلتے ہی رہتے ہیں، لیکن جب انسان ان کی نحوست و نکبت کو دفع کرنا چاہتا ہے، اور اصلی قیمت کا دسواں بیسواں حصہ لے کر ان کی بلا کو سر سے ٹالنا چاہتا ہے کہ شاید اس طرح تنگدستی کی تلخی نان و گوشت کی لذت سے بدل جائے، تو یہ مصیبت بھی آپڑتی ہے کہ ہزار تکرار اور تقاضے پر بھی خریدار قیمت ادا نہیں کرتا۔

آج تاریخ ایران میں یہ پہلا کارنامہ تھا کہ ابراہیم جانباز ڈیڑھ سو روپیہ کی قیمت کی کتابوں کے چالیس روپیہ وصول پائے بیس برس ہوگئے، یہ مشہور مصنف اسی نکبت میں گرفتار ہے، کتابوں سے اس کو ایسا عشق ہے کہ جب کوئی کتاب ہاتھ آتی ہے، اور پہلے ورق کی دو ایک سطریں پڑھتا ہے، تو پھر دنیا و مافیہا کی اس کو خبر نہیں رہتی، اس وقت ہوش میں آتا ہے، جب مرغ سحر کی اذان، شب بیدار آنکھوں کی جلن، بھوکے پیٹ کا گڑھا بار بار تقاضہ کرتا اور اٹھانا چاہتا ہے، لیکن ابراہیم جانباز پھر بھی پروا نہیں کرتا۔ ابھی کتاب کے چالیس صفحے باقی ہیں، ابھی دیکھنا ہے کہ مصنف نے کتاب کو کس عنوان سے انجام کو پہنچایا ہے،

ہر سال نوروز کی تیاری کے وقت جب مہرانگیز خانم ان دولت کے چوروں، ان ظالم کتابوں کو الٹ پلٹ کرتی اور ان کی گرد صاف کرتی ہے تو ان کا غبار اس کے دل میں بھر جاتا ہے، ان نسخوں کو دیمک اور چوہوں کی دست برد سے بچاتی ہے تو شوہر سے دست و گریبان ہونے کو جی چاہتا ہے کئی دن میاں بیوی میں بدمزگی رہتی ہے،

کیا یہ سچ ہے کہ قدیم زمانہ میں ماں باپ اپنی اولاد کی قربانی کیا کرتے تھے؟ ابراہیم جانباز جب کبھی اپنی لڑکی اور لڑکے کی کفش و کلاہ یا بیوی کی چادر و شلوار یا گوشت روٹی کے لئے اپنے گرد و غبار کے انبار اور دیمک زدہ آثار کی قربانی پر مجبور ہوتا تو کئی دن وعدے ہی وعدے میں ٹال دیتا ہے، پھر رات کے وقت جب سب سو جاتے ہیں، آہستہ سے چوروں کی طرح اس قبرستان علم و فضل میں داخل ہوتا ہے، جہاں ہزار برس کے مُردے ایک دوسرے پہ پڑے ہیں، ابراہیم اندر سے دروازہ بند کرلیتا ہے، اور

اپنے عزیز فرزندوں کو۔ جو کل قربان ہونے والے ہیں، کبھی ہاتھ میں لیتا ہے، کبھی کھولتا بند کرتا ہے، ان کے بے رنگ چہروں سے غبار صاف کرتا ہے، ان کے ہر ورق میں اس کی جان پڑی ہوئی ہے، ہر تار شیرازہ میں اس کا رشتۂ حیات بندھا ہوتا ہے، پھر بھی ان کو اپنے ہاتھ سے قربان کرتا ہے!

آخر صبح ہو جاتی ہے، اور جانباز ان دل بندوں اور جگر پاروں کو بازار کے مقتل میں لے جاتا ہے، جس رقت ان کو کتب فروش کے سامنے رکھتا ہے، اپنی آنکھیں بند کر لیتا ہے اور آنکھیں بند کئے ہوئے دکاندار سے معاملہ کرتا ہے۔ ڈرتا ہے کہ کہیں کتابوں پر نظر پڑنے سے رگ ادبی جوش میں نہ آجائے اور پھر فروخت ہی سے باز رہنا پڑے۔ اس نے اپنی عمر میں کم سے کم سو مرتبہ اس طرح کا معاملہ کیا ہوگا، اگر وہ ان معاملات کا حساب تمہیں بتائے تو معلوم ہو کہ اسی مرتبہ لوگوں نے روپیہ ہضم کر لیا۔ اور بیس مرتبہ جو قیمت وصول ہوئی تو اس طرح کہ زبان درازی اور حجت تکرار کر کے طے شدہ قیمت کا بھی چوتھا یا پانچواں حصہ کم کر لیا گیا اور پھر جتنا ملا، ہزاروں پھیروں اور تقاضوں کے بعد ملا، کتب فروش ہمیشہ یہ عذر پیش کر دیتا ہے، کہ ابھی کتابوں کا کوئی خریدار پیدا نہیں ہوا، سچ یہ ہے کہ کون احمق ہے جو نقد دام دے اور اس مایۂ نکبت اور سامان نحوست کو گھر لے جائے، لوگوں نے گدھے کا مغز تو نہیں کھایا؟ جس روپیہ سے زمین خرید سکتے ہیں اور دو چار مہینے بعد معقول منافعہ پر فروخت کر سکتے ہیں، یا کوئی مکان مول لے سکتے ہیں، اور اس کی قیمت ایک سال میں کرایہ دار سے وصول کر سکتے ہیں، بھلا دیوانے ہیں جو اس روپیہ سے اس تودۂ خاک اور انبار ادبار کو خرید لیں؟

بہرحال آج تو ہمارے فاضل ادیب ابراہیم جانباز نے شق القمر کر دکھایا تھا۔ نادہند خریداروں نے بغیر امروز فردا کئے چالیس روپیہ دے دیئے تھے، آج کا دن تاریخ ادبیات ایران میں یادگار تھا، ابراہیم ہر چند سوچتا تھا مگر عقل کام نہ کرتی تھی کہ ایسے تاریخی دن خانم نے یہ بات کیوں کہی تھی کہ "تم کبھی آدمی نہیں بن سکتے"

خدا کا خوف نہ ہوتا تو ہمارا جانباز ایران کے تمام مصنفوں اور انشا پردازوں کو دعوت دیتا کہ آئیں اور ثابت کریں کہ ان میں کون ایسا ہے، جس نے ڈیڑھ سو روپیہ مالیت کی کتابیں چالیس روپیہ میں فروخت کرنے کے باوجود دوسرے ہی روز بغیر لیت و لعل کے ان کی قیمت وصول کر لی ہو۔ اس وقت مہرانگیز خانم رفیقۂ آقا ابراہیم جانباز رئیس المصنفین طہران پر بھی روشن ہو جاتا کہ وہ اگرچہ کبھی آدمی نہیں بن سکتا، مگر اس آدمی سے بالاتر بھی ایک مرتبہ ہے؛

پھر بھی، یہ دو زہر بھرے جملے کہ "تم کبھی آدمی نہیں بن سکتے، سب کے پاس موٹر ہے سوا تمہارے" ابراہیم جانباز کے دل و دماغ کو مسموم کر رہے تھے، دو گھنٹے سے ایک قدیم و نادر کتاب "تاریخ خشت سازی" جو نو سو برس پہلے کی لکھی ہوئی تھی، ابراہیم کے ہاتھ میں تھی، چاہتا تھا کہ نمونہ کے طور پر اس کا ایک صفحہ خوشخط نقل کرے، اور حاشیہ پر ایک دو تین چار نمبر ڈال کر متن کی تصحیح کرے اور مؤلف کتاب اور کاتب نسخہ کے اغلاط بیان کرے لیکن خانم کے وہ دو جملے اس کے حواس گم کر رہے تھے، معلوم ہوتا تھا ساری کتاب میں یہی لکھا ہے کہ "تم کبھی آدمی نہیں بن سکتے سب کے پاس موٹر کار ہے سوا تمہارے"

کیا یہ سچ ہے کہ وہ کبھی آدمی نہیں بن سکتا؟ وہ ابراہیم جانباز جس کا قلم ہر بزاز کی زبان اور ہر پیادے کے پاؤں سے زیادہ تیزی کے ساتھ چلتا ہے، کیوں آدمی نہیں بن سکتا؟ ابراہیم جانباز روزانہ چالیس صفحے سیاہ کرتا ہے کاغذ کا ہر ورق جس میں عطار و بقال کی دکان سے سودا بندھ کر آتا ہے، اور اس پر مطبع کے پروف کے نشانات ہوتے ہیں اسی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہوتا ہے، پھر کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ وہ ہرگز آدمی نہیں بن سکتا۔

آج مہرانگیز خانم شام کو اپنی ایک سہیلی کے ہاں چلی گئی تھی، مشہور مثل ہے کہ "خانہ نشستن بی بی از بے چادری است" (یعنی بی بی گھر سے باہر نہیں جاتی تو سمجھو اس کے پاس چادر یا برقع نہیں ہے) مہرانگیز خانم جو رات کو

کہیں ملتے نہیں۔ جانتی تو اس کو بھی ہی سبب ہے کہ رات کی سردی اور تیز ہوا سے بچنے کے لئے اس کے شوہر کو اونی چادر خریدنے کی توفیق نہیں ہوئی، بے شک وہ ہرگز آدمی نہیں بن سکتا۔

مہر خانم نے اب کے جاڑوں کے لئے نہ کوئلہ اور ایندھن جمع کیا، نہ اچار ڈالا، نہ مربہ بنایا، نہ لحاف سیا، جو پچھلے سال جعفر قلی ملازم کے ہاتھ سے تھوڑا سا جل گیا تھا، ابراہیم جانباز! تم بلاشبہ کبھی آدمی نہیں بن سکتے

شاید ہی کوئی دن گزرتا ہو کہ مہر انگیز ایک مرتبہ اپنی اور اپنے شوہر عزیز کی زندگی تلخ نہ کرتی ہو۔ ابراہیم اپنے دل کو اس طرح فریب دے لیتا کہ خانم جوان ہے، مزاج میں تیزی ہے، اعصاب کا تناؤ ہے، چڑچڑاپن آگیا ہے، اعصاب زدہ لوگ، بدمزاجی کے بہانے ڈھونڈا کرتے ہیں لیکن اس کو بھی خوب یقین تھا کہ میں ہرگز آدمی نہیں بن سکتا۔

آخر مہر انگیز کی بدمزاجی کو کچھ لئے کے سے۔ آدمی بننے کی تدبیر پیدا کرنے کے لئے، حتیٰ کہ موٹر کار خریدنے کے لئے کتاب کے علاوہ اور کیا ذریعہ ہے، کہتے ہیں کتابیں ہر درد کی دوا ہے۔ آخر یہ طب اور ڈاکٹری کی کتابیں کیوں لکھی گئی ہیں؟ دولت پیدا کرنے کا اور کیا کونسا ذریعہ کتاب کے علاوہ ہے۔ یہ علم معاشیات، فن تجارت، اصول سرمایہ و تجارت کی تصنیف کس کام کے لئے ہیں؟ کیا موٹر حاصل کرنے کا بھی کتاب کے سوا کوئی اور وسیلہ ہے؟ موٹر کی ساخت اور موٹر چلانے کے متعلق کتابیں کیوں ترجمہ کرتے اور چھاپتے ہیں؟

ابراہیم جانباز انہی خیالات و افکار میں مستغرق تھا۔ آدمی بننے کی تدبیر، موٹر کی خریداری، مہر انگیز کے لئے اونی چادر کی دستیابی اس کی بدمزاجی کا علاج یہی باتیں ذہن و دماغ کے خانوں میں گردش کر رہی تھیں کہ یکایک مرزا علی محمد کتب فروش اپنا مشہور و معروف چرمی بکس لئے ہوئے کمرے میں داخل ہوا، سلام و مزاج پرسی کے بعد بیٹھ کر بکس کھولا اور نہایت احتیاط سے ایک کتاب نکال کر ابراہیم کو پیش کی، ابراہیم جانباز جیسے حضور قلب اور تعظیم و محبت کے ساتھ کسی قدیم قلمی کتاب کو لیتا اور دیکھتا ہے، اس طرح شاید کسی فرشتہ سے بھی مصافحہ نہ کرتا، میرزا علی محمد کی نظر میں بھی اس سے زیادہ نقد خریدار اور سادہ لوح گاہک تمام ایران میں کوئی دوسرا نہیں، خریدار اور تاجر خوب مل گئے تھے۔

"آقا، یہ تاریخ تسخیر جن و پری ہے، آج تک تمام عالم میں کسی نے اس کی صورت بھی نہیں دیکھی، کہیں اس کا کوئی قلمی نسخہ نہیں ہے تمہارے سر کی قسم میں نے ابھی کسی کو نہیں دکھائی سیدھا تمہارے پاس لے آیا ہوں۔"

"بہت خوب، اچھا اس کی قیمت بتاؤ۔ لیکن شرط یہ ہے کہ جتنے کو خریدی ہے وہی دام بتانا۔"

آخر آدھ گھنٹے کے اصرار، چڑھاؤ اتار، حجت و تکرار کے بعد وہ چالیس روپے کے نوٹ جو آج ڈیڑھ سو روپیہ قیمت کی کتاب کے معاوضہ میں وصول ہوئے تھے، جن کو ابراہیم جانباز مہر انگیز خانم کی بدمزاجی دور کرنے کے لئے جمع رکھنا چاہتا تھا، جن سے اونی چادر خریدنے موٹر کار پیدا کرنے اور آدمی بننے کے لئے سرمایہ کا آغاز کرنا چاہتا تھا، صرف ایک قلمی نسخہ تاریخ تسخیر جن و پری کی نذر ہوگئے! میرزا علی محمد کو علم تھا کہ آج ان چالیس روپوں کے علاوہ اور کچھ بساط میں نہیں ہے، اس لئے اگر یہ تاریخ تسخیر جن و پری زیادہ قیمت کی بھی ہو تو اس کی تلافی آئندہ دوسری کتابوں کی فروخت کے وقت کر لی جائے گی۔

کیا میرزا علی محمد رخصت ہوتے وقت اپنے دل میں نہ کہتا ہوگا کہ تم بھی آدمی نہیں بن سکتے۔ سب کے سب بن سکتے ہیں سوائے تمہارے!

ممکن ہے کسی دوسرے کو علم نہ ہو، لیکن میرزا علی محمد جانتا ہے کہ جس وقت ابراہیم جانباز تاریخ تسخیر جن و پری کے مطالعہ میں محو و منہمک تھا، میرزا علی محمد نے اپنا چرمی بکس بند کرتے وقت آہستہ سے تاریخ خلفت سازی میز پر سے اٹھا کر بکس میں رکھ لی تھی، وہ کوئی بڑی چیز نہ تھی، تسخیر جن و پری سے فقط چوگنی قیمت کی تھی!

اس تاجر کتب اور اس خریدار کے درمیان ایسے معاملے بہت ہو چکے تھے۔ اور ہمیشہ ابراہیم جانباز نے کتابوں کے گھونے کا الزام مہر انگیز کی گردن پر رکھا تھا۔

کیا ایسا شخص کبھی آدمی بن سکتا ہے یا کبھی موٹر کار لے سکتا ہے؟

میرزا علی محمد! اگر ہم میں سے کوئی شخص آدمی بن سکتا، اور موٹر کار خرید سکتا ہے، تو دوست وہ ایک تم ہی ہو۔

مترجمہ حامد حسن قادری

دریا کا منظر

آئینہ دو شیزۂ قدرت ہے یہ دریا
یا نقرۂ سیال کا سر سبز خزانا

[illegible]
یک چادر سیماب
یا پارۂ مہتاب

گل ہنستے ہیں بیساختہ دریا کے کنارے
کس ناز سے کرتے ہیں یہ ہر سمت اشارے

ٹہنی کو جھکا کر
پتوں کو اٹھا کر
عارض کو دکھا کر

رومال ہلانے لگیں پانی پہ ہوائیں
اور لینے لگیں چہرۂ دریا کی بلائیں

موجوں کے کھلے لب
فیشن میں ہوئیں اب
اور گانے لگیں سب

کچھ ان کی زبانوں پہ ہیں مبہم سے فسانے
داؤد کے دل خوش کن و دلبخش ترانے

گائے کوئی جیسے
خیام کی لے سے
رومی ہی کی نے سے

زربفت کی پوشاک ہے ہر گل کے بدن پر
سورج نے بٹھایا ہے اسے اپنی کرن پر

کس درجہ چمک ہے
ہر پتی دھنک ہے
رگ رگ میں جھلک ہے

عکس آب میں پھولوں کا ہے اور جھوم رہے ہیں
جھک جھک کے یہ ساحل کے قدم چوم رہے ہیں

دیکھا ہے تہ آب
اک منظر نایاب
اک گلشن شاداب

پانی میں جو کچھ پودے کھڑے کانپ رہے ہیں
وہ سینۂ دریا کا عمق ناپ رہے ہیں

مرغاب ہیں جنباں
گرداب میں رقصاں
جو شے ہے وہ شاداں

انکار جہاں یاس فزا و الم انگیز
قدرت کے مناظر ہیں سکوں بخش و طرب خیز

گو صورت مدہوش
وہ شہر سے روپوش
ہر وقت ہیں خاموش!

محمود اسرائیلی

(بقیہ صفحہ ۱۵۷)

۲۸ مارچ سنہ ۱۹۴۳ء

اگر سانس کی آمد و شد پر زندگی کا انحصار ہے تو بے شک میں زندہ ہوں۔ بولتی ہوں ہنستی ہوں اور کھاتی پیتی ہوں۔ مگر سینہ خالی۔ آنکھیں ویران۔ دل مایوسی کے اندھیرے میں سویا ہوا اور دماغ سمجھنے سے یکسر قاصر۔ اسی کا نام زندگی ہے؟ دنیا کے سمندر میں ایک جلے ہوئے جہاز کے نیم سوختہ تختے کی مانند بہی جا رہی ہوں اور نہ معلوم کب تک بہتی چلی جاؤں۔ دنیا میں ہر ہر قدم پر شکست کا سامنا ہوا مگر ہمت نہ ہاری۔ برابر کوشش کرتی رہی، مگر یہ شکست!! آہ!!!.... ..

خ۔ ج۔ رامپور

سازِ زندگی

دوست! میرے سازِ زندگی کا وہ فردوس گوش نغمہ جس پر کبھی تیری روح وجد کیا کرتی تھی اب خاموش ہو گیا ہے۔ .. ہاں وہ ساز شکستہ ہو گیا اس کے تار ٹوٹ چکے ہیں .. آہ دوست! اب تو ان شکستہ تاروں کو چھیڑنے کی کوشش نہ کر ورنہ اس سے ایسی ناخوشگوار لرزش پیدا ہو گی جو تیرے دل میں درد و کرب کی لہر دوڑا کر تیرے ننھے سے دل کا خون کر دے گی اور اس سے ایسا دلدوز نغمہ پیدا ہو گا جس کو تیرا نازک دل برداشت نہ کر سکے گا .. بیتے ہوئے ایام دلکش بھول جا، بھول جا میری محبوب سکھی! ان سہانی صحبتوں کی یاد کو دل سے بھلا دے۔ اس شکستہ ساز کے ٹوٹے ہوئے تاروں پر افسانۂ ماضی دہرانے کی کوشش نہ کر۔ اس کی شکستہ آواز فضا میں ارتعاش پیدا کر کے تیرے ننھے سے دل کو لرزا دے گی۔ ہاں جا میری محبوب سکھی! ضد سے باز آ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کا دلخراش نغمہ تیرے جگر کو چھید دے اس کی دلسوزی کہیں تیرے خرمن حیات کو جلا کر خاک سیاہ نہ کر دے... بے فکری کے وہ ایام دلکش زمانے کے ناروا سلوک اور اس کے تلخ تجربوں نے مجھے بھلا دیئے ہیں تو بھی انہیں بھول جا۔ بھول جانے کی کوشش کر میری سکھی! ایسا نہ ہو کہ پھر تو بھی میری طرح مستقبل کی خوشگوار امیدوں کا خواب دیکھتے ہوئے اپنی کشتی حیات کو ہلاکت کی طرف دھکیل دے۔ دیکھ سکھی! کہیں تیری کشتی حیات بھی سراب ہستی کے گرداب میں پھنس کر نہ رہ جائے؟

ب۔ ن۔ آنسہ۔ ابراہیم بنگلور

.... کی ڈائری سے

۴؍مارچ ۱۹۴۳ء

پھر وہی وحشت۔ پھر وہی دماغی انتشار۔ زندگی اور کائنات پر غور کرتی ہوں مگر ہر طرف تلخی ہی تلخی اور تاریکی ہی تاریکی نظر آتی ہے۔ یہ دیکھ کر دل بیقرار اور پریشان ہو جاتا ہے۔ بچپن میں ایک نظم پڑھی تھی جس میں شاعر نے دنیا کی رنگینیوں اور رعنائیوں کا ذکر کرتے ہوئے دنیا کو جنت ثابت کرنے کی کوشش کی تھی، اور سچ تو یہ ہے کہ اس وقت میں بھی دنیا کو جنت ہی سمجھتی تھی، مگر آج دنیا کی حقیقت کوئی میرے دل سے پوچھے۔ مجھے اس ظالم دنیا سے نفرت ہے! شدید نفرت!!

کسی کو کیا معلوم میرے دل پر کیا گزر رہی ہے، لوگ پانی کو دیکھ کر سمجھ لیتے ہیں کہ سمندر ساکن ہے، حالانکہ اس کی گہرائیوں میں ایسے طوفان اور ایسے تلاطم برپا ہوتے ہیں کہ اگر وہ سطح پر آجائیں تو کائنات کے ہر ہر ذرہ کو چند لمحوں میں اپنی آغوش میں لے کر میٹھی نیند سلا دیں مگر دنیا!! دنیا کو اس کی کیا خبر!!

۵؍مارچ ۱۹۴۳ء

آج کا دن بھی کل کے دن اور رات کی طرح بیت گیا، نہ کل کے دن میں کوئی خصوصیت تھی اور نہ آج کے دن کو کوئی امتیازی شان حاصل ہے۔ آزاد قوموں کے لئے زندگی کا ہر دن بذاتِ خود ایک نئی زندگی ہے۔ مگر غلام کے لئے تمام زندگی ایک خوابِ پریشاں سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتی۔ آزاد باشندے زندہ ہیں ان کو آزاد رہنے کا حق ہے لیکن غلام نہ زندہ ہیں نہ مردہ، زندگی کا ہر حادثہ ان کی مرضی کے خلاف ہوتا ہے۔ ان کی بوجھ سے دبی ہوئی روحیں زندگی کے سیلاب میں حقیر تنکوں سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتیں۔ انہیں میں سے ایک میں ہوں۔ ایک تاریک کنوئیں میں پڑی ہوں، جہاں زندگی کی ہلکی سی روشنی بھی نہیں آسکتی جہاں مسرت کی حقیر سی کرن بھی نہیں پہنچ سکتی۔ سینہ میں چند ناکامیوں کے نقوش چھوڑ کر یہ رات بھی اپنی تمام افسردگی اور مردہ دلی کے ساتھ گزر گئی۔ غلام زندگی کے لئے ناکامی کوئی نئی چیز نہیں۔

۷؍مارچ ۱۹۴۳ء

نظاتے ہوئے کئی گھنٹے گذر چکے ہیں۔ کس قدر پیارے اور نصیحت آمیز جملے ہیں۔ ایک ایک جملہ دل میں چبھ کر رہ گیا۔ میں بھی جانتی ہوں کہ "آلام اور مصائب سے تنگ آکر موت کی تمنا کرنا نہ صرف بزدلی اور کم ہمتی ہے بلکہ ایک بہت بڑا مذہبی گناہ اور اخلاقی جرم بھی ہے" لیکن "آدمی کیا نہیں کرتا ہے پریشان ہو کر" تاہم مجھے اپنی غلطی کا اعتراف ہے کاش میں لکھنے سے پہلے کچھ سوچ لیتی، اگر میں ہی ان کی تکلیف کا باعث بنوں گی تو پھر دنیا میں کون راحت پہنچا سکتا ہے۔ اے خدا میں صدق دل سے اپنے گناہوں کی معافی چاہتی ہوں۔ مجھے کوئی حق نہیں کہ اپنی ناکامیوں سے متاثر ہو کر ان کی تمناؤں کا خون کردوں جنہوں نے صرف میری خوشی کی خاطر دنیا کی ہر تکلیف کا سامنا کر کے مجھے پال لیا۔

۱۷؍مارچ ۱۹۴۳ء

معلوم ہوتا ہے کہ کامیابی کو میری کوشش کے ساتھ دشمنی ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو پھر ہر جگہ ناکامی کا سامنا کیوں کرنا پڑتا ہے۔ ہر جگہ مایوسی کا بھیانک چہرہ کیوں دیکھنا پڑتا ہے۔ کیا اس لئے کہ عورت کمزور ہے؟ کمزور کو سب دبانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ظالم ظلم کرتا ہے۔ صرف اس لئے کہ وہ ظلم کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ اور اس طاقت کو استعمال کرنا بھی جانتا ہے، مظلوم ظلم سہتا ہے۔ صرف اس لئے کہ نہ تو اس میں ظلم کا مقابلہ کرنے کی طاقت ہے اور نہ مظلومیت کے دائرے سے باہر نکلنے کی جرأت ظالم مظلوم کی ہر کمزوری سے واقف ہوتا ہے۔ اور اس سے فائدہ اٹھاتا ہے، مظلوم ہر طاقت سے مرعوب اور اس کے آگے سر جھکانے پر مجبور رہتا ہے۔

(باقی صفحہ ۱۵۶ کالم ۲ پر دیکھو)

ہم کیا کھاتے ہیں؟

ہندوستان اصل میں ایک وسیع براعظم ہے جس میں کئی قومیں آباد ہیں۔ ان کی زبان مذہب اور رہنے سہنے کے عام طور طریقوں کی طرح ان کے کھانے پینے کے دستور اور رواج بھی جدا جدا ہیں جس علاقہ میں جو پیداوار زیادہ ہوتی ہے۔ وہی اس کے باشندوں کی عام خوراک بن جاتی ہے، شمالی ہندوستان یعنی کوہ ہمالیہ کا دامن شاید تمام دنیا میں سب سے زرخیز علاقہ ہے۔ جہاں ہر طرح کے کھانے پینے کی چیزیں نہایت افراط سے پیدا ہوتی ہیں۔ ہر قسم کا غلہ یعنی گندم۔ جو۔ مکئی۔ باجرہ چاول اور دوسرے اناج، دالیں۔ کئی قسم کی سبزیاں۔ ترکاریاں اور پھل۔ غرض کسی چیز کی کوئی کمی نہیں، اس کے علاوہ دودھ دینے والے جانوروں کے لئے ہر قسم کا چارہ کثرت سے پیدا ہوتا ہے۔ ہر جگہ بڑی بڑی چراگاہیں موجود ہیں اس لئے دودھ اور وہ تمام چیزیں جو دودھ سے حاصل ہوتی ہیں مثلاً دہی۔ مکھن۔ پنیر گھی وغیرہ کثرت سے موجود ہیں۔ گوشت کھانے والے لوگوں کے لئے گوشت مچھلی۔ انڈے۔ ان چیزوں کی بہتات ہے۔ ہندوستان کے باقی حصوں میں یہ بات نہیں۔ بنگال۔ مدراس اور بمبئی کے علاقوں میں گندم بہت کم اور چاول بہت زیادہ پیدا ہوتے ہیں۔ ساتھ ہی چراگاہوں کی کمی کے سبب سے دودھ دینے والے حیوان بھی کم ہیں۔ اس لئے ان علاقوں میں عام لوگوں کا گذارہ گندم کی بجائے زیادہ تر چاولوں پر ہے۔ دودھ کے ساتھ گھی بھی کم ہے۔ گھی کے بجائے کئی قسم کے تیل استعمال ہوتے ہیں۔ پھلوں میں کیلا۔ ناریل۔ زیادہ پیدا ہوتے ہیں چنانچہ ان علاقوں میں دودھ۔ گھی مکھن اور عمدہ قسم کے پھل اور سبزیاں، ترکاریاں فقط امیر لوگوں کو میسر آسکتے ہیں جو مقام سمندر کے قریب ہیں۔ وہاں مچھلی عام ہے لیکن پرانے خیال کے پرہیز گار ہندو جو کسی قسم کا گوشت نہیں کھاتے اس کو اپنی غذا میں شامل نہیں کرتے۔ درمیانی ہندوستان میں گندم اور چاول دونوں کی کمی ہے۔ اس لئے عام لوگوں کا گزارہ گھٹیا قسم کے غلوں پر ہے۔ اس علاقے میں پھل اور سبزیوں کی پیداوار بھی کم ہے۔ اور دودھ مکھن وغیرہ تو بہت ہی کم ہوتے ہیں۔

پس جغرافیائی لحاظ سے سب سے عمدہ اور مکمل غذا شمال مغربی ہندوستان میں اور سب سے ناقص وسط ہندوستان میں پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے کوئی تعجب نہیں کہ سرحد اور پنجاب کے لوگ بلند قد۔ مضبوط جسم۔ طاقتور اور باہمت ہوتے ہیں۔ ان کے ہاں ملک کے باقی باشندوں کی نسبت بیماری بھی کم ہوتی ہے، اور یہ لوگ عمر بھی زیادہ پاتے ہیں اس کے برخلاف وسط ہند کے باشندے نہ پورے قد کو پہنچتے ہیں۔ نہ اتنی لمبی عمر پاتے ہیں۔ اور نہ اس قدر طاقت اور ہمت رکھتے ہیں۔

لیکن جغرافیائی حالات کے علاوہ اور بھی کئی باتیں ہیں جو غذا کے انتخاب پر اثر ڈالتی ہیں۔ ان میں سب سے اہم مذہب ہے۔ ہر مذہب کئی چیزوں کے کھانے سے روکتا ہے اور کئی چیزوں کا حکم دیتا ہے یا سفارش کرتا ہے۔ چنانچہ بدھ، جینی اور اونچی ذات کے ہندو کئی صدیوں سے گوشت اور انڈے قطعی استعمال نہیں کرتے۔ لیکن دودھ اور اس سے تیار کی ہوئی چیزوں کا استعمال ان کے ہاں جائز ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ نشاستہ۔ چکنائی۔ پروٹین۔ ڈنامن اور کئی قسم کے نمک غذا کے ضروری اجزا ہیں اور ان میں سے کسی ایک کی کمی تھوڑے ہی عرصہ میں اپنے آپ کو ظاہر کر دیتی ہے، اچھی قسم کا نشاستہ اور نشکر نباتات ہی سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ اور ایسے ہی نمک اور کئی قسم کے وٹامن۔ نباتاتی چکنائی یعنی تیل اپنی غذائیت کے لحاظ سے حیوانی چکنائی یعنی گھی اور چربی کے قریباً برابر ہیں۔ لیکن نباتاتی پروٹین کے متعلق غذا کے ماہروں کا یہ فیصلہ

ہے کہ حیوانی پروٹین کے مقابلہ میں ناقص ہے۔ نباتاتی پروٹین زیادہ تر دالوں میں اور کچھ گندم اور جو میں موجود ہوتی ہے اور حیوانی پروٹین گوشت۔ انڈے اور دودھ سے حاصل ہوتی ہے۔ صحت کو قائم رکھنے اور جسم کو مضبوط بنانے اور کام کاج کے لئے طاقت بہم پہنچانے کے لئے پروٹین غذا کا نہایت ضروری جزو ہے۔ اس کے علاوہ پروٹین جسم کو سردی کے موسم میں گرم رکھتا ہے۔ اور کام کاج سے جو نقصان ہر وقت ہوتا رہتا ہے اس کی مرمت کرتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہوتی ہے کہ پروٹین جلد ہضم ہو سکے۔ جس غذا سے یہ چیز حاصل ہو۔ اس کا حجم کم ہو تاکہ معدہ اور آنتوں کو اسے ہضم کرنے میں دقت نہ ہو۔ اور یہ خوبیاں فقط حیوانی پروٹین ہی کو حاصل ہیں۔ دودھ اور انڈوں میں نہایت عمدہ قسم کا پروٹین موجود ہے۔ اس لئے وہ لوگ جو گوشت نہیں کھاتے مگر دودھ ضرور پیتے ہیں۔ عمدہ پروٹین حاصل کر لیتے ہیں لیکن اس ملک میں ایسے لوگ کروڑوں کی تعداد میں موجود ہیں جنہیں نہ گوشت میسر آتا ہے اور نہ دودھ وہ اپنا پروٹین دال ہی سے حاصل کرتے ہیں۔ ایک آدمی کو کم از کم ایک چھٹانک پروٹین کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ مقدار کوئی ڈیڑھ سیر دودھ سے یا پاؤ سیر گوشت سے یا اسی قدر دال سے حاصل ہو سکتی ہے۔ دال کی اتنی مقدار ہاضمہ پر بوجھ ڈالتی ہے۔ اور اکثر ہضم ہی نہیں ہوتی۔ اس لئے اگر اس قدر مقدار کھائی بھی جائے تو اس سے ضرورت کے مطابق پروٹین حاصل نہیں ہوتا۔ چنانچہ اس ملک میں زیادہ آبادی ان لوگوں کی ہے۔ جن کو یہ چیز ضرورت سے بہت ہی کم ملتی ہے۔ اور اس کے علاوہ غذا کی اور ضروری چیزیں خاص طور پر وٹامن عام لوگوں کی خوراک میں موجود نہیں ہوتے۔

بچوں کو عمدہ قسم کے پروٹین اور ہر قسم کے وٹامن کی خاص طور پر زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ ورنہ ان کی نشوونما رک جاتی ہے۔ یا وہ لوگ جن کے ہاں چاول ہی کا استعمال ہوتا ہے۔ انہیں یہ نقصان خاص طور پر زیادہ ہوتا ہے۔ گندم اور جو میں نشاستہ کے علاوہ کچھ پروٹین، نمک اور وٹامن بھی ہوتے ہیں۔ لیکن چاول میں سوا نشاستہ کے اور کچھ نہیں۔ اس لئے کوئی تعجب نہیں کہ بنگال اور مدراس وغیرہ کے لوگ پست قد۔ کمزور جسم اور بے ہمت ہوتے ہیں۔

جو لوگ اچھی خوراک کھانے کی توفیق بھی رکھتے ہیں ان میں سے اکثر ایسے ہیں کہ جو نہیں جانتے کہ اچھی خوراک کیا ہے بعض لوگ پیٹ بھر کر کھانا ہی ٹھیک سمجھتے ہیں اور اس بات کی پرواہ نہیں کرتے کہ اس خوراک میں وہ تمام چیزیں موجود ہیں یا نہیں۔ جن کی جسم کو ضرورت ہے ہمارے ملک میں زیادہ تعداد ایسے ہی لوگوں کی ہے، جو نہ جاننے کے باعث یا غریبی کے سبب سے مکمل خوراک نہیں کھاتے عام طور پر ہندوستانی غذا میں نشاستہ ضرورت سے بہت زیادہ پروٹین بہت کم۔ چکنائی بھی ضرورت سے کم اور وٹامن بالکل نہیں ہوتے۔ یا محض برائے نام ہوتے ہیں۔ اس قسم کی غذا بچوں کو بڑھنے پھولنے سے روکتی ہے جسم کو کمزور رکھتی ہے۔ بیماریوں کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں پیدا ہونے دیتی۔ اعلیٰ دماغی قابلیت نہیں پیدا کر سکتی۔ اور انسان کو بہت جلد بوڑھا کر دیتی ہے۔ ہندوستان بھر کے دیہات میں پھلوں۔ سبزیوں۔ دودھ۔ دہی وغیرہ کی کمی ہے۔ اس لئے غذا میں دودھ اور وٹامن کی کمی میں دیہاتی ہندوستانیوں کی بہت بڑی تعداد مبتلا ہے۔

شہروں میں رہنے والے غریب اور درمیانی درجے کے لوگ بھی مکمل غذا نہیں کھاتے۔ کیونکہ شہروں کی آب و ہوا بھی صاف اور درست نہیں ہوتی۔ اس لئے غذائی کمی کے اثر ان پر بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ چھوت کی بیماریاں اور خاص طور پر تپ دق غریب شہریوں میں نہایت تیزی سے ترقی کر رہا ہے۔

امیر لوگ مکمل خوراک کی توفیق رکھتے ہیں لیکن وہ کبھی ناقص خوراک زیادہ کھاتے ہیں۔ جہاں پروٹین کی کمی جسم کے اندر کمزوری اور بیماریاں پیدا کرتی ہے۔ اس

زیادتی جگر، گردوں اور جسم کے دوسرے بڑے بڑے اعضاء کو کمزور کرتی ہے۔ خاص طور پر گوشت کا پروٹین اگر زیادہ ہو تو بہت نقصان دیتا ہے۔ امیروں کی خوراک میں دوسری خرابی یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی سب غذاؤں کو گھی میں بھون کر کھاتے ہیں۔ ایسا کرنے سے غذا کے ڈیامن ضائع ہو جاتے ہیں۔ اور کھانا جلد ہضم نہیں ہو سکتا۔ تیسری خرابی یہ ہے کہ یہ لوگ ضرورت سے بہت زیادہ خوراک کھاتے ہیں۔ غذا کیا ہے؟ ہمارے جسم کی مشین کا پٹرول۔ مشین کو اسی قدر پٹرول کی ضرورت ہے۔ جتنا کام اسے کرنا ہے۔ مشین کو کام پر نہ لگانا اور اس میں پٹرول ڈالتے جانا کوئی عقلمندی نہیں۔ ایسے ہی زیادہ کھانا اور کام نہ کرنا نقصان دہ ہے۔ اس سے غذا کا فالتو حصہ جو کام کاج میں خرچ نہیں ہوتا۔ یا تو ہضم ہی نہیں ہوتا یا اگر ہو تو چربی کی شکل میں جمع ہونے لگتا ہے امیروں میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں ہے جو موٹاپے کی بیماری میں گرفتار ہوتے ہیں۔ یہ بیماری خطرناک ہونے کے لحاظ سے اور کسی خطرناک بیماری سے کم نہیں۔ جسم کو بدنما کرنے کے علاوہ موٹاپا دل کو اور دوسرے اعضاء کو کمزور کر دیتا ہے بیماری کے مقابلہ میں جسم کو کمزور رکھتا ہے اور لمبی عمر نہیں حاصل ہونے دیتا۔

غذا نہ صرف اپنی ترکیب کے لحاظ سے مکمل ہونی چاہیئے بلکہ اس کے کھانے کا طریق بھی درست ہونا ضروری ہے۔

سکولوں کے طلباء، دفتروں کے کلرک، کارخانوں کے مزدور ان لوگوں کو عام طور پر آرام سے بیٹھ کر کھانے کی فرصت نہیں ملتی جلد جلد کھانے سے اول تو غذا چبانے کے بغیر معدے میں پہنچتی ہے اور دانتوں کا کام معدے کو کرنا پڑتا ہے۔ دوسرے کھانے کے فوراً بعد سکول یا دفتر کو بھاگنے سے خون کا دوران اہم کام کرنے والے اعضاء کی بجائے دوسرے مقامات میں شروع ہو جاتا ہے۔ چنانچہ وہ غذا جو دو تین گھنٹوں میں ہضم ہونی چاہیئے، چار پانچ گھنٹے تک معدہ میں پڑی رہتی ہے۔ کھانا کھاتے وقت پوری بے فکری ہونی چاہیئے تاکہ ہر نوالہ نہایت آہستہ آہستہ چبا کر معدے میں اتارا جائے۔ کھانے کے فوراً بعد کام پر لگ جانے کی بجائے کم از کم ایک گھنٹہ آرام کی ضرورت ہے۔

(آل انڈیا ریڈیو دہلی سے نشر کی گئی)

ڈاکٹر ممتاز حسین

کوہستان شملہ موسم برسات میں

یہ شملہ ہر طرف اک جنت بیدار کیا کہنے؟
فروغ سبزہ و گل، رونق کہسار کیا کہنے؟

امنڈتے [illegible] سرسراتے ریشمیں آنچل
حسیں فطرت کے پاکیزہ تبسم زار کیا کہنے؟

بھری برسات کے بدمست دن، مدہوش سی راتیں
یہ محسوسات کی کیفیت سرشار کیا کہنے؟

نرالی ڈگمگاتے ابر کی تاریک چادر میں
لپٹتے اور الجھتے سرمئی دیودار کیا کہنے؟

جواں نغمات سے گونجی ہوئی نیلی ڈھلوانیں
اور ان کی گود میں معصوم نغمہ زار کیا کہنے؟

مناظر پر جو اک بے نام مستی بن کے چھائے ہیں
وہ دلکش قہقہے، موسیقی گفتار کیا کہنے؟

پہاڑوں کی خنک رس چوٹیوں کی سرد پیشانی
اور اس پہ مہر و مہ کی بارش انوار کیا کہنے؟

سنہری زرفشاں، زرکار، زرافروز صبحوں میں
طلائی وادیاں، سونے کے سے اشجار کیا کہنے؟

ہوا میں سوئی سوئی رس بھری تانیں معاذ اللہ!
فضا میں کھوئی کھوئی نکہت بیدار کیا کہنے؟

افق کی نیلگوں حد تک طلسماتی نظاروں میں
نظر کی وسعتوں میں پھیلتے گلزار کیا کہنے؟

رگ ہر خار و خس میں جوشش ذوق نمو، توبہ
دل ذرات میں اک خواہش گفتار کیا کہنے؟

اری ناہید ان ساون کی مست اور سرد راتوں میں
ترے اشعار، تیری گرمی افکار کیا کہنے؟

سیدہ انیس ناہید

آزادیِ نکاح و شادی

ایک ادبی رسالہ کی ایک تازہ اشاعت میں ازدواجی حالات کی جو عموماً دنیا میں پائے جاتے ہیں چند مثالیں نظر پڑیں جو نہایت اہم اور غور کے لائق ہیں۔

پہلی مثال میں ایک چالیس سالہ ذی حیثیت اور شریف خاندانی شخص ایک اٹھارہ سالہ غریب لڑکی پر محبت اور دولت کے ڈورے ڈال کر اُس سے اپنا گھر آباد کر لیتا ہے۔ اُس کو چاہنے، خوش رکھنے اور اپنی دولت سے مالا مال کرنے میں کوئی کمی نہیں کرتا۔ لیکن لڑکی جلد ہی یہ محسوس کر لیتی ہے کہ اُسے اپنے خاوند سے محبت نہیں۔ وہ ہر چند اُس سے محبت و رغبت پیدا کرنے کی کوشش کرتی ہے مگر ناکام رہتی ہے۔ آخر ایک غریب مفلوک الحال مگر خوش رو قابل جوان سے ملاقات ہوتی ہے اور وہ اُس کے گھر میں جا بیٹھتی ہے اور شوہر کو داغِ مفارقت دے جاتی ہے۔ وہ روتا پیٹتا رہ جاتا ہے اور اُس کے غم میں دیوانہ اور زندہ در گور ہو جاتا ہے۔

دوسری مثال ایک بدچلن مرد کی ہے جسے بے شمار دولت ورثہ میں ملی ہے وہ ایک ایسی عورت سے شادی کرتا ہے جسے صرف اتنا معلوم ہے کہ وہ شریف النسب ہے۔ ابھی ماہِ عروسی ختم نہیں ہوتا کہ وہ اپنی بیوی کو بھلا دیتا اور خالی بوتل کی طرح چھوڑ دیتا ہے۔ قسمت کی ماری عورت کچھ دن روتی پیٹتی ہے آخرش صبر آ جاتا ہے اور وہ سمجھ لیتی ہے کہ اُس کے آنسو اس سے کہیں زیادہ قیمتی ہیں کہ نفس پرست بے وفا مرد پر ضائع کئے جائیں۔ ایسے بھی ایک خوش جمال شیریں خصال جوان کا خیال ہو جاتا ہے۔ اُس کی راحت کے لئے ہر قسم کی قربانیاں کرتی ہے اور اُس کی جیب اپنے شوہر کے زر و مال سے بھرتی رہتی ہے۔ شوہر نے اُس سے آنکھیں پھیر لیں ہیں۔ وہ شوہر سے بے پروا ہو گئی ہے۔

تیسری مثال ایک رئیس زادے کی ہے جو مفلس ہو گیا ہے ایک بدصورت مگر بہت مالدار عورت سے شادی کر کے اُس کی دولت پر قبضہ کر لینے کے بعد اُسے بھلا دیتا ہے اور ایک نوجوان حسینہ سے دوستی گانٹھ لیتا ہے۔ عورت پچھتاتی اور دانتوں سے انگلیاں کاٹتی ہے مگر اس کی پرواہ نہیں کرتی مگر آخر اپنا سارا وقت اپنے تئیں بنانے سنوارنے زیور و لباس کے آراستہ کرنے غازہ مل کر خوبصورت بننے میں گذارتی ہے۔

چوتھی مثال ایک عیش پسند بیوہ کی ہے جو اپنے متوفی شوہر کی بے انتہا دولت کی تنہا وارث ہوئی ہے وہ کسی شخص سے نکاح کر لیتی ہے۔

پانچویں مثال ایک سیٹھ کی ہے۔ جسکو کسی لالچی باپ نے اپنی حسین بیٹی دے دی ہے۔ جو ہنوز جوان بھی نہیں ہوئی۔ جوان ہو کر وہ اب روز بروز گھلتی جا رہی ہے۔ اپنی بے کیف زندگی سے اُکتا گئی ہے۔ موت کی دعا مانگتی ہے۔ یا اُس شخص کی قید سے خلاصی۔ اُدھر وہ شخص اُس سے بیزار ہے کہ اُسے کوئی اولاد اس بی بی سے نہ ہوئی جو اُس کی دولت کا وارث بنتی۔ اور بقائے نسل کا باعث ہوتی۔

چھٹی مثال ایک شاعر کی ہے جس کی بیوی بے عقل، نالائق، بدمزاج ہے۔ اُس کی منظومات کی داد دینے کی قابلیت کجا اُس کے اشعار پر ہنستی، مذاق اُڑاتی ہے۔ شاعر ایک غیر عورت کی محبت میں مبتلا ہے جو اُس کے ذہن کو جلا بخشتی اُس کے دل کو روشن کرتی اور تبسم ریزیوں اور اشارات و کنایات سے غیر فانی خیالات القا کرتی ہے۔

دُنیا اور قانون ان سب کو ان کے اطوار سے روکتے ان کے طرزِ عمل اور چلن کو نامناسب قرار دیتے ہیں۔ لیکن حق و انصاف کیا ہے؟

پہلی مثال میں جو اٹھارہ سالہ لڑکی چالیس سال کے مرد سے شادی کر کے باوجود مرد کی خوش سلوکی، خاطر داری اور محبت کے اُسے داغِ مفارقت دے جاتی ہے تو اپنے فعل کی شاعرانہ حمایت کرتی ہے۔ اور یہ تمام وکالت ایک افسانہ نگار کے قلم سے ہے اور غرض بھی فرضی ہے لیکن اس کی واقعی مثالیں ہر جگہ ہر قوم میں پائی جاتی ہیں اُن کے فعل کی یہی حمایت کی جا سکتی ہے جو افسانہ نگار کے قلم نے کی۔ اس تقریر میں قانون اور مقننینِ قانون کو کافی تماشا کیا ہے۔ لیکن کچھ نکتہ چینی بھی کی جا سکتی ہے۔ اٹھارہ برس کی عمر کوئی ننھی عمر نہیں۔ دُنیا بھر کے قوانین نے اس عمر کی عورت کو عاقل اور سمجھدار اور اپنی مرضی کا مالک مانا ہے۔ اُس نے اسوقت زیور و لباس

اور ٹھاٹ باٹ کو پسند کیا کیونکہ وہ غریب تھی اور ان چیزوں کی بھوکی تھی۔ کیا قانون یہ ہونا چاہیئے تھا کہ وہ ان چیزوں کو پسند کرنے سے روک دی جاتی؟ یا قانون یہ ہونا چاہیئے تھا کہ جب تک اُس کو ان چیزوں سے نفرت اور اُکتاہٹ پیدا ہو اُسے شادی نہ کرنے دیا جاتی؟ کیا اٹھارہ برس کی عمر تک کوئی ہم سِن نوجوان ایسا نظر پڑا تھا جس کی طرف وہ رغبت محسوس کرکے عمر کی پختگی پر نوجوانوں کی ترجیح کو سمجھتی؟ اس قسم کے اور بھی اعتراض اس عورت پر کئے جا سکتے ہیں۔ مثلاً جب یہ نوجوان جس سے اُس نے جوڑا لگایا پڑا نا پڑا اور نوجوانی سے اُترا۔ ساتھ ہی کوئی اَور نوخیز نظر پڑا تو جو اصول اس نے پسند کیا اُس کے مطابق شوہر کو چھوڑ دینے اور اُس نوخیز سے تعلقات قائم کرنے کے لئے اُس کی روح پھڑپھڑائے گی۔ وقس علیٰ ہٰذا اگر بڑھیا بھی ہو جائے گی تب بھی دل تو اس کا وہی رہے گا۔ پس قناعت کرنے اور دل کو جولانیوں سے روکنا لازم آیا ورنہ انجام وہ ہوگا جو خدا نہ کرے شریفوں کا ہو

شوہر کے گھر سے فرار ہونا۔ مرتد ہو کر غیر کی پناہ لینا وغیرہ۔ یہ ٹیڑھی راہیں اختیار کرنے کی عورت کو ضرورت نہیں۔ اگر باہم ناچاقی اور نااتفاقی لاعلاج صورت اختیار کرلے۔ شوہر بے اتفاقی سے باز نہ آئے۔ نان نفقہ نہ دے سکے، مرتد ہو جائے، واقعی مرد نہ ہو، جواری، [illegible]، بدچلن، بدمعاش ہو۔ ان سب حالات میں عورت کو خلع پانے کا قطعی حق ہے اور قاضی کو شرع کی تاکید ہے کہ خلع کرا دے۔ مکرر۔ اگر عورت کو وارثوں نے خلافِ مرضی بیاہ دیا ہے یا بیاہنا چاہتے ہیں تب بھی عورت اگر بالغ ہے ایسے نکاح سے انکار کر سکتی ہے۔ اگر نابالغہ ہے تو بالغہ ہونے پر اس کو مسترد کرا سکتی ہے۔ سوال یہ ہے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانے اور عدالت کا انصاف سہل الوصول ہونے کا ہے اور یہ دونوں چیزیں حاصل ہو سکتی ہیں اگر عورت میں قابلیت ہو۔ عورتوں کو تعلیم کے ذریعے قابلیت پیدا کرنی اور پیدا کرانی لازم ہے۔ جہاں یہ قابلیت موجود ہے اور عدالتیں منصف و ذی اقتدار ہیں عورت کی یہ تمام مشکلیں آسان ہیں۔ خلاصہ یہ کہ قانون نے کوئی ظلم و جبر عورت پر روا نہیں رکھا ہے۔ یہاں شاید یہ سوال ہو کہ مرد کی طرح تین بار طلاق کا لفظ کہہ کر جدا ہو جانے کا اختیار عورت کو کیوں نہیں دیا گیا؟ عورت کے لئے یہ آسانی کیوں نہیں؟ جواب یہ ہے کہ عورت اب تک بمقابلہ مرد کے کمزور ہی رہی ہے۔ قانون نے بھی اس کو کمزور تصور کیا ہے۔ عورت ہزار مرتبہ شوہر سے بیزاری ظاہر کرے اور طلاق دے مگر بغیر کسی زبردست امداد کے اُس کے قبضہ سے نکل کر محفوظ نہیں رہ سکتی۔ نہ اُس کو اپنے سے باز رکھ سکتی ہے۔ اُس کو اپنا پلّہ مرد کے برابر کرنے کے لئے عدالت کا پاسنگ ڈالنا لازم و ناگزیر ہے۔ جو خلع عدالت کے ذریعہ ہوگا عدالت کی تمام قوت و اقتدار اس کی حمایت کو موجود ہوگا۔ پس عدالت کے توسل کی عورت کو خود ضرورت ہے۔ عدالت جب مانع ہو عورت اور مرد کے کنبہ داروں اور رشتہ داروں کو قرآن کا حکم ہے کہ وہ بیچ میں پڑ کر زوج و زوجہ کے مناقشے کا انصاف سے تصفیہ کردیں۔ عورت کو مدعی بننا آسان نہ ہو تو وہ اپنے اعزّہ کے زیرِ حمایت خانہ نشین رہ کر مرد کو مدعی بننے پر مجبور کر سکتی ہے۔ اس صورت میں عورت کو مرد کے دعوے کا صرف جواب دینا واجب رہ جاتا ہے۔ ہم نے خود دیکھا کہ عورت میکے میں جا بیٹھی شوہر نے بازدہی عورت کا دعویٰ کیا اور ثابت کر دیا کہ اُس کی طرف سے کوئی بدسلوکی وغیرہ نہیں، "عدالت نے اُس کے موافق فیصلہ کرکے عورت کو حکم دیا کہ اُس کے گھر جائے ورنہ قید رکھی جائے" عورت نے جیل خانہ کو ترجیح دی۔ یہ دیکھ کر شوہر نے جو واقعی ایک نیک مرد اچھا آدمی تھا دعوے سے دست برداری اختیار کر لی۔ کہ جیل میں رکھے جانے کے واسطے اُس نے دعویٰ نہیں کیا تھا۔

ہم نے شوہر کو خود دیکھا تھا نہایت خوش رو، صالح، تندرست، کماؤ، شریف، جوان تھا مگر پسند کا کیا علاج۔ اپنی اپنی پسند ہے۔ زوجہ اُس کو ناپسند کرتی تھی۔ اُس کی طبیعت اُس مرد سے راضی نہ تھی۔ عدالت کا حکم البتہ بیوقوفی سے خالی نہ تھا بلکہ مہمل تھا جبکہ عورت راضی ہی نہیں تو اس صورت میں عدالت کا فرض عورت کی طرفداری کرنا اور مرد سے طلاق دلانا تھا جیسا کہ ہمارے آنحضرت صلعم نے کیا۔ ذیل میں ہم اس کے متعلق صحاح ستہ کی حدیث نقل کر دیتے ہیں۔ جو اپنی حکایت آپ بیان کرتی ہے۔ اور ثابت کرتی ہے کہ آنحضرت کا انصاف بیسویں صدی عیسوی کی انگریزی عدالتوں کے انصاف سے کس قدر بڑھا ہوا تھا!

حدیث یہ ہے:- عن ابن عبّاس ان امرأة ثابت بن قیس اتت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالت یا رسول اللہ ثابت بن قیس اما انی ما اعیب علیہ فی خلق ولا دین ولٰکنی

اکرہ الکفر فی الاسلام فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اترد ین علیہ حدیقتہ؟ قالت نعم - قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم - اقبل الحدیقۃ وطلقہا تطلیقۃ (نسائی)

(ترجمہ) ابن عباس سے روایت ہے کہ ثابت بن قیس کی عورت (ام حبیبہ نام) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہنے لگی "یارسول اللہ میں ثابت بن قیس پر کسی طرح کا عیب نہیں لگا سکتی نہ اُس کی عادات میں نہ دینداری میں لیکن میں کفر (انکار) کو اسلام میں ناپسند رکھتی ہوں" پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم ثابت کا دیا ہوا باغ اُس کو واپس کر دوگی؟ عرض کیا جی ہاں" رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے (ثابت سے) فرمایا "باغ لے لو اور اسے ایک طلاق دے دو۔"

یہ حدیث دو طرح سے صحیح نسائی میں وارد ہوئی ہے۔ دوسرے طریق میں آخر میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ "اُم حبیبہ اپنے کنبہ میں جا بیٹھیں" یعنی کہ آنحضرت صلعم کے فیصلہ پر عمل درآمد ہو گیا۔ آپ کا فیصلہ ناطق و نافذ ہوا۔

شمس العلما ڈاکٹر مولوی نذیر احمد دہلوی مرحوم کا اس حدیث شریف پر یہ حاشیہ بھی دیکھنے کے قابل ہے۔ فرماتے ہیں "ثابت بن قیس کی بی بی کو اپنے شوہر سے کوئی طبعی منافرت ہوگی جس کی وجہ سے اُسنے مفارقت چاہی لیکن اُس کی وجہ کو ظاہر نہیں کیا۔ کفر کو اسلام میں ناپسند رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ شوہر کی نافرمانی کو کفر سمجھتی اور اسلام میں اس کفر کو ناپسند کرتی ہوں"

اللہ اللہ اسلام میں ایسی بیبیاں بھی ہو گذری ہیں جو شوہر سے ناخوش رہنے کو کفر سمجھتی تھیں۔

آنحضرت صلعم کی تہذیب اخلاق کو صد آفرین کہنا چاہیئے کہ آپ نے ام حبیبہ سے وجہ ناراضی دریافت کرنے سے پرہیز فرمایا۔ آج بیسویں صدی عیسوی کی یورپ کی عدالتوں میں بھی یہ تہذیب مفقود ہے۔ وجہ ناراضی وہ ضرور پوچھتے ہیں اور اس پوچھنے پر جو جو عقدے کھلتے ہیں وہ اخباروں کے ذریعہ مشرق سے مغرب تک کی محفلوں میں نقل محفل بنتے ہیں!

یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ آنحضرت کی زندگی میں یہ ایک مثال گذر گئی۔ پھر کبھی اور کہیں ایسا نہ ہوا ہوگا کہ زوجہ کے محض ناراضی ظاہر کرنے پر خلع ہو گیا ہو یا خلع ہو جایا کرتا ہو۔ اصلی نمونے کے جہاں سچے مسلمان ہیں اور تعلیم اسلام اُن کی معاشرت میں نفوذ کر گئی ہے۔ وہاں اس حدیث پر عملدرآمد اب بھی موجود ہے۔

میرے ایک معزز کرم فرما جو الریاض (پایۂ تخت سلطان ابن سعود) میں سرکار انگریزی کے نمایندے رہ چکے ہیں فرماتے تھے کہ وہاں کے امیروں میں سے ایک سے اُن کی گہری ملاقات تھی خوب ملنا جلنا رہتا تھا ایک دن جو گئے تو سنا کہ اُن کی بیوی کو طلاق ہو رہی ہے اُنہوں نے بپاس ہمدردی و انسانیت سمجھانا چاہا کہ بچے ویران ہو جائیں گے یہ کیا حماقت ہے۔ اپنا بنا بنایا گھر کیوں بگاڑتے ہو؟ امیر نے کہا کہ میں تو طلاق نہیں دے رہا میری زوجہ خود اُس کی طلبگار ہے۔ پوچھا کیوں؟ کیا وہ کسی اَور سے نکاح کرنا چاہتی ہے! میرے کرم فرما کہتے تھے کہ یہ سُن کر مجھے بہت ہی غصہ آیا اور میں نے اُن سے کہا کہ میری بیوی مجھے ایسا کہتی تو میں اُس کی گردن اُڑا دیتا۔ ہندوستان میں کسی کی بیوی بھی ایسا کہے تو وہ اُسے مار ڈالے یا مارتے مارتے بدتر کر دے۔ آپ ہرگز طلاق نہ دیں" امیر سُن کر ہنسا اور کہا "اگر میری بیوی نے صداقت اور صفائی سے کہہ دیا کہ وہ کسی اَور کو پسند کرتی ہے تو اس میں کیا بُرائی ہے؟ دل سے انسان مجبور ہے سچ بولنے کا یہ بدلہ نہ دینا چاہیئے جو آپ تجویز کرتے ہیں۔ اور یہ بھی حماقت ہے کہ اُس کو زبردستی رکھا جائے اس کا نتیجہ اُس کی دشمنی اور اپنا نقصان مول لینا ہے۔ دشمن ہو کر وہ میری خیرخواہ نہیں رہ سکتی مجھکو نقصان پہنچائے گی، طرح طرح سے ایذا دے گی ممکن ہے مجھے زہر دیدے یا مروا ڈالے۔ مجھے کیا حق ہے جو اس کو زبردستی قید کر کے رکھوں؟" میرے کرم فرما کہتے تھے کہ میں اُس امیر کا منہ دیکھتا رہ گیا!

اس حکایت کا ضمیمہ بھی دلچسپی سے خالی نہیں جو میرے کرم فرمانے کہا کہ ایک روز جو امیر مذکور کے یہاں گیا تو معلوم ہوا کہ امیر صاحب آج کہیں جا رہے ہیں۔ اُن سے ملا تو پوچھا کہ کہاں کا ارادہ ہے؟ کہا کہ "ہماری زوجۂ سابقہ نے ہماری اور اپنے بچوں کی ضیافت کی ہے اُس کے شوہر موجودہ کے مکان پر جانا ہے" القصہ امیر مذکور نے وہاں جا کر ضیافت کھائی۔ ماں نے بچوں کو گلے لگایا۔ اُن کے دیدار سے دل شاد کیا اور ہنسی خوشی واپس آ گئے۔

ہمارے ہندوستانی بھائیوں کو اس حکایت پر انتہائی تعجب ہوگا۔ شاید جھوٹ سمجھیں مگر میرے معزز کرم فرما بفضلہٖ حق وفا تم

اور ہندوستان میں موجود ہیں اُن سے تصدیق کرائی جاسکتی ہے نامہ نامی خان بہادر صدیق حسن ہے۔

خیال کرنا چاہیئے کہ اسلام نے عورت کو کس درجہ آزادی عطا کی ہے۔ مگر چونکہ اسلامی فقہ مردوں نے مرتب کیا ہے عورتوں کے اس حق کو دبانے سے قلم چرایا گیا ہے۔ کنز الدقائق جو فقہ حنفی کی معتبر کتاب ہے۔ اس میں خلع کے متعلق بہت سے مسائل ہیں۔ نہیں تو یہی مسئلہ نہیں ہے کہ عورت خلع کی طالب ہو تو اُس کو بخوشی زرِ ضمانت بلا چون و چرا خلع دلا دینا اور دینا واجب ہے جیسا کہ حدیث صحیح منقولہ بالا سے ثابت ہے!

مگر عورتوں کو جو حقوق اسلام نے عطا کئے ہیں اُن سے مستفید ہونے کے لئے عورتوں کا خود قابل و تعلیم یافتہ ہونا لازم ہے بغیر تعلیم و قابلیت کے عورتیں تو عورتیں ہی ہیں مرد بھی اپنے حقوق کما حقہٗ حاصل کرنے پر محروم رہ سکتے ہیں۔ بخوبی مستفید نہیں ہو سکتے

اگر یہ حقِ خلع عورتوں کا تسلیم کر لیا جائے اور مسلمان مرد ٹھیٹھ مسلمان ہوں تو بیہودہ صورتیں بھی جو مثال ۲ اور اُس کے بعد کی مثالوں میں مذکور ہیں پیش ہی نہیں آسکتیں اور گناہ کا راستہ اختیار کرنے کی عورتوں کو ضرورت باقی نہیں رہتی! دونوں اپنے اپنے گھر خوش رہ سکتے ہیں۔ چونکہ شرع کی جگہ شرم و رسم نے غصب کر رکھی ہے اسلئے یہ رسوائیوں کی صورتیں پیدا ہوتی اور پیش آتی ہیں۔ جن کا مندرجۂ بالا چھ مثالوں میں مذکور ہے۔ حالانکہ شرع میں سنسرم نہیں ہے۔

یہ نہایت لازم و ضروری ہے کہ عورتوں کے نصابِ تعلیم میں ایک باب یا کوئی کتاب ایسی مقرر کی جائے جس سے اُن کو اپنے حقوق اور شرعی حیثیت سے کما حقہٗ آگاہی ہو۔ یہ صرف تھوڑی سی باتیں ہیں۔ کوئی لمبا چوڑا کورس نہیں ہے۔ دوسرے عورت سے عین وقتِ نکاح پر جبکہ وہ دلہن بنی دبی سکڑی مجمع میں گھری ہوتی ہے اُس کی مرضی پوچھنے کے علاوہ نسبت منظور کرنے سے پہلے ہی عندیہ لے لینا واجب ہے۔ سمجھ دار مائیں اس پر اب بھی عمل کرتی ہیں اور نسبت نامنظور کرنے میں اکثر اُن کا انکار در حقیقت لڑکی کا انکار ہوتا ہے۔ جسے وہ اپنے اوپر اوڑھ لیتی ہیں۔ لڑکی کی پسند کا مرد ملنا اتنا ہی دشوار اور ایک اتفاقی امر ہے جتنا کہ لڑکے کی پسند کی لڑکی میسر آنا۔ لڑکا ہزار چاہے کہ فلاں لڑکی سے اُس کی شادی ہو لیکن جب تک لڑکی کے والدین یا خود لڑکی نہ چاہے ناممکن ہوتا ہے۔ یہ صرف ہم ہی لوگوں میں نہیں بلکہ دُنیا کی اعلیٰ سے اعلیٰ اور آزاد سے آزاد سوسائٹی میں یہ کیفیت پائی جاتی ہے۔ مثلاً کوئی شخص نامور ہوتا ہے تو اُس کی شادی کی لئے سینکڑوں لڑکیوں کی درخواستیں آجاتی ہیں۔ لیکن بعض اوقات ایک بھی مقبول نہیں ہوتی۔ اکثر رشتے غرض کی بنا پر ہوتے ہیں۔ عموماً خوشحالی پر فریفتہ ہو کر۔ بہت کم محبت کی بنا پر۔ جو رشتے محبت کی بنا پر ہوتے ہیں وہ بھی آگے چل کر اتنے ہی ٹوٹتے ہیں جتنے دیگر قسم کے رشتے آیندہ ناکام رہتے ہیں۔ یورپ و امریکہ کی طلاقوں کے اعداد و شمار اس کے گواہ ہیں۔ پس ہماری لڑکیاں یا لڑکے اس بارے میں کسی خاص بدقسمتی کی حالت میں نہیں ہیں۔ ان حالات سے بعض لوگوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ شادی کا رواج ہی سرے سے لغو ہے لیکن اگر اس رواج کو اُٹھا دیا جائے تو انسانی سوسائٹی جانوروں کا گلّہ رہ جاتی ہے۔ پس لازم آیا کہ کبوتر اور کبوتری کی طرح جوڑا لگا کر ہیں جوڑا جیسا بھی میسر آئے یا آگے چل کر ثابت ہو۔ اُس پر حتی الامکان قانع و شاکر رہیں۔ اور جب یہ ناممکن ہو جائے تو قانون میں ایک دوسرے سے جدا ہو جانے کی آسانی موجود ہو۔ یورپ کے قانون اب اس اصول پر پہنچے ہیں۔ شرع اسلامی تیرہ سو برس قبل اس کو مقرر کر چکی ہے لیکن طلاق میں اس نے روڑے اٹکا کر جلد بازی کو رد کیا ہے۔ تین مہینے میں تین بار کرکے ٹھیر ٹھیر کر سوچنے سمجھنے کو کافی وقت ملے طلاق یا خلع دینے کا مشورہ دیا ہے اس عرصہ میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ صلح و مصالحت ہو جاتی ہے گھر بگڑنے سے بچ جاتے ہیں۔ اور بچے ویران ہونے نہیں پاتے ہیں۔ بچوں کی ویرانی کا بھی شرع نے خیال رکھا ہے۔ نابالغی میں اُن کو ماں کے پاس رہنے کا اَحق و مستحق قرار دیا ہے اور باپ پر اُن کی پرورش کے مصارف عائد کئے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر بچہ شیر خوار ہو تو ماں کو دودھ پلانا فرض نہیں۔ انّا رکھی جائے یا ماں کو دودھ پلانے کا معاوضہ دیا جائے۔

اسلام نے آخر میں یہ بھی کہہ دیا ہے کہ مباحات میں بدترین چیز طلاق و خلع ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ لوگ اس کو کھیل نہ بنائیں کچے سوت کی طرح اس رشتہ کو ہر اُدنیٰ بات پر توڑ لینے پر مستعد نہ ہوں۔ جوشِ جذبات کو قابو میں رکھیں۔ ایک جذبہ جو دل میں پیدا ہو خواہ کسی قدر قوی ہو پیروی کرنے کے لایق نہیں ہے۔ عقدِ نکاح ایک پیمانِ وفاداری ہے اس کو توڑنا غداری سے

"ابّا.......سے"

بیگم نے برقعہ اوڑھتے ہوئے فرمایا "بچوں کا دھیان رکھئے گا میں تین بجے تک تو واپس آجاؤں گی" میں نے کہا" لیکن دیکھو تو، مسلسل کئی گھنٹہ تک ماشاءاللہ تینوں بچوں کو بہلانا میرے ساتھ زیادتی ہے" بیگم کے تیور بدل گئے جھنجلا کر بولیں: "میں آپ سے یہ تھوڑی کہہ رہی ہوں کہ آپ گود میں لے کر بہلائیے یا کندھے لگا کر ٹہلئے میرا مطلب یہ ہے کہ اَنّا نئی ہے بچّے اُس سے مانوس نہیں ہیں آپ خیال رکھئے گا"

یعنی کس کا؟" میں نے چندرا کر پوچھا۔

بیگم بولیں" ارے بھئی بچوں کا اور کس کا"

" معاف کرنا میں سمجھا کہ اَنّا کا"

" آپ کے سمجھنے کا کیا ہے یوں ہی سمجھا کرتے ہیں"

میں نے کہا" بیگم تمھیں معلوم تو ہے کہ میں قریب قریب ساری رات کا جاگا ہوا ہوں سوچا تھا کہ صبح اتوار ہے دو ڈھائی گھنٹہ سو جاؤں گا لیکن تمہیں بھی آج ہی جلسہ میں جانا ہے"۔

" پھر اِن باتوں سے آپ کا مطلب کیا ہے؟ یہی نا کہ میں نہ جاؤں"

" نہیں نہیں خدانخواستہ میرا یہ مطلب کیوں ہونے لگا تم جاؤ شوق سے جاؤ۔ کہہ تو رہا ہوں کہ تمھارے بچوں کو بھی بہلا لوں گا۔ اور...

...... لاحول ولا قوۃ"

وہ کھِل کھِلا کر ہنس پڑیں اور جلد ہی چلی گئیں اور بندہ اپنے تینوں بچوں کی رکھوالی کو رہ گئے۔

چھوٹی بچی تقریباً ڈیڑھ سال کی تھی اُس سے بڑی ریحانہ چار سال کی اور ظہیر ریحانہ سے دو سال بڑا تھا۔ مجھے ریحانہ سے خاصی محبت تھی اور وہ بھی ابا جان ابا جان کرکے ہر وقت لپٹتی تھی۔ لڑکوں کے متعلق مشہور ہے کہ بیٹے تو کھرے پنے ہوتے ہیں یہی حال ظہیر کا تھا۔ چھوٹی منّی سے میں کچھ گھبراتا تھا پھر بھی وہ مجھ سے کافی مانوس تھی المختصر ہم اپنے چیتھی پوتوں کو لے کر ڈرائنگ روم میں چلے گئے اور اَنّا نے دھوتی کا پلّو جھاڑتے ہوئے فراغت کا سانس لیا۔ ظہیر کو ہم سے تو دلچسپی نہیں تھی لیکن ہماری چیزوں سے اُنہیں خاص اُنس تھا۔ پہلے تو وہ لپک کر دوسرے کمرے میں پہنچے اور ہمارا ہیٹ جو برسوں ہی خریدا تھا، سر پر رکھ آگئے۔ میز کے اوپر سے عینک کا کیس اُٹھا کر عینک کی کمانیاں کانوں پر لٹکا لیں اور کھونٹی پر سے پیٹی اُتار کے کمر پر باندھ لی اور چھڑی تو وہ بہت پہلے ہی سے اُٹھا لائے تھے۔ میں نے چمکار کے ڈرتے ڈرتے کہا بھی کہ میاں شیشہ ٹوٹ جائیگا عینک اُتار دو لیکن اس وقت وہ خود ابا جان بنے ہوئے تھے!

ریحانہ اور چھوٹی منّی کے آگے میں نے دو تین تصویروں کی کتابیں ڈال دیں وہ دونوں تصویریں دیکھنے میں مشغول ہوگئیں اور میں صوفہ پر لیٹ کر اونگھنے لگا۔ ریحانہ کی ہلکی سی چیخ سے میں نے جھک کر دیکھا۔ منّی نے دیا سلائی جلالی تھی اور ریحانہ گھٹنوں پر دونوں ہاتھ رکھ بے تحاشا پھونکیں مار رہی تھی۔ اور منّی ہنس رہی تھی۔ دیا سلائی بجھ گئی تھی۔ میں نے منّی کے ہاتھ سے جلا ہوا تنکا پھینک کر کہا" کیوں پیٹوں؟ ہوں" منّی کا ہونٹ آگے نکل آیا اور وہ چیخ مار کر رو دی۔ اَنّا نے بہتیرا بہلایا مگر وہ نہ بہلی۔ آخر میں نے ہی ہار جھک مار کے منّی کو اُٹھا کر پیٹ پر بٹھا لیا۔ اور چیا (چڑیا) لوٹنر کو پکار کے اُن کا دھیان بٹایا۔ اب وہ راضی ہو گئی تھیں اور تالیاں بجا بجا کر میرے پیٹ پر کدائیاں لگاتے لگاتے میرا منہ نوچنے لگیں۔

" کیا لو گی منّی کیا بات ہے" میں نے پچکارا۔ وہ میری ناک گھسیٹ کر بولی۔" ابّا ماموں موتے" میں اُس کا مطلب سمجھ گیا اور جلدی سے ٹانگوں پر بٹھا کر جھوجھو جھوجھو ننّھے ماموں موتے" کرتا رہا۔ جب میں پاؤں روک لیتا تو وہ کہتی "اول۔ اول" اور میں پھر اُسی طرح ماموں موتے کی تسبیح کے ساتھ پاؤں ہلانے لگتا۔ اور "راجہ کا کر تھا کرتا ہے کرتا ہے" کہہ کر دھمّا کر دیتا۔ میں گھبرا گیا تھا آخر کب تک یہ بے وقت کی ورزش کئے جاتا۔ وہ تو ظہیر میاں کا بھلا ہو کہ باہر سے ایک چڑیا کا بچّہ پکڑ کر لے آئے۔ منّی کود کر ظہیر کے پاس گئی اور میں پیچھے جھاڑ کر اُٹھ دوں تو بیٹھا۔

گھڑی نے ٹن ٹن بارہ بجا دیئے۔ میں اُٹھ کر غسلخانے میں گیا۔ منہ ہاتھ دھو کر کھانا کھانے بیٹھ گیا۔ بچّوں نے بھی میرے ہی ساتھ کھانا کھایا۔ کھانے سے فارغ ہو کر میں نے اَنّا کو ہدایت کی کہ وہ بچوں کو دوسرے کمرہ میں لے جا کر بہلائے میں سونا چاہتا ہوں۔ اَنّا بچوں کو لے گئی اور میں بھی

دراز ہوگیا۔ نیند بھی ایسے غضب کی آرہی تھی کہ میں لیٹتے ہی سوگیا۔ یکایک کسی زور کے دھماکے سے میں چونک پڑا اور ننگے پیر باہر صحن کی طرف دوڑ گیا۔ ظہیر میاں کے ہاتھ میں میری ہاکی سٹک تھی اور پانی کا مٹکا ٹوٹا پڑا تھا اور وہ خود پانی میں شور بہ شور سبکیاں لے رہے تھے۔ میں نے انّا سے غصّہ میں کہا کہ انّا تم ذرا سی دیر بھی بچّوں کو نہیں بہلا سکیں بچّے کے کپڑے جلدی تبدیل کرو۔ اور ہاکی سٹک اندر رکھ آؤ۔ انّا ملک ہکلا کر بولی "سرکار میں بہلا تو رہی ہوں ننھے میاں گیند مانگ رہے تھے مجھے کیا معلوم آپ کی گیندیں کہاں رکھی ہیں اُنہوں نے مٹکے پر ہی لکڑی دے ماری"۔ میں نے کہا اچھا کوئی بات نہیں ہے تم اِس کے کپڑے بدل کر دو میں بہلاؤ اور دیکھو غل نہ ہونے پائے۔ میں نے ظہیر اور ریحانہ کو بھی سمجھا دیا کہ اب شور نہ مچانا میں سو رہا ہوں۔ سمجھا بجھا کر مسہری پر آگیا اور تھوڑی دیر میں پھر سوگیا۔ مجھے نیند کی حالت میں مشکل سے پندرہ منٹ گذرے تھے کہ کسی نے میرا پاؤں جھنجھوڑا۔ کروٹ لے کر دیکھا ریحانہ کھڑی تھی۔ میں نے جھنجھلا کر کہا "تم یہاں کیوں آئی ہو" ریحانہ سہم کر آنکھیں جھپکاتے ہوئے بولی "میں تو یہ کہہ رہی ہوں ابّا جان ..... کہ میں شور مت مچاؤں گی۔ ... آپ سو جائیے ہیں نا؟" خاک سو جاؤں، دھول سو جاؤں میں دل ہی دل میں بُرا بھلا کہنے لگا۔ "اچھا۔ تم اِس کمرہ میں مت آنا۔ سنا ریحانہ جاؤ انّا کے پاس کھیلو میں سو رہا ہوں"۔

ریحانہ بولی "لیکن ابّا جان آپ تو کہتے تھے کہ سوتا ہوا آدمی پاؤں اٹھا لیتا ہے" میں نے جلدی سے پاؤں اُونچا کرلیا۔ ریحانہ یہ سمجھ کر کہ میں واقعی سو رہا ہوں، باہر چلی گئی۔ باربار جاگنے سے نیند بھی کچھ اچاٹ سی ہوگئی تھی میں نے سگریٹ جلا لیا اور میز پر سے ایک پُرانا اخبار اُٹھا کر الٹ پلٹ کرنے لگا ابھی پانچ سات منٹ ہی گذرے تھے کہ پھر نیند کا خمار آنے لگا اور میں نے سگریٹ بجھا کر آنکھیں بند کرلیں۔ یہ میری نیند کا تیسرا دَور تھا .... سوتے میں ایکدم ایسا معلوم ہوا کہ کسی نے میرے ہونٹوں پر ہتھوڑی کھینچ ماری۔ میں نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں چھوٹی منّی گودے کی ہڈی میرے مُنہ میں ٹھونستے ہوئے بولی، "ابّا ..... لے"

میں نے اُس کا ہاتھ پرے ہٹا کر گھنٹے کی طرف دیکھا ابھی دو ہی بجے تھے۔

آمنہ نازلی

(بقیہ صفحہ ۱۶۷ کالم ۲) جس کے ڈھکن میں اسی طرح باریک سوراخ کرلئے جائیں پھر بوتل یا ٹین میں شربت بھر کر برووڈ چیمبر کے فریموں پر اُلٹ دیا جائے۔ اس طرح متواتر کئی روز تک حسب ضرورت شربت نوش کو دیا جائے۔ دیگر حالات موزوں رہتے ہوئے کالنی یقیناً ترقی کریگی۔ کسی کسی موسم میں مگس بان کو مونوں سے چھتّے بنوانے کی سخت ضرورت پیش آتی ہے۔ تاکہ بائیو میں مونوں کی تعداد بڑھانے کے لئے کافی جگہ مل سکے یا شہد اکٹھا کرنے کے لئے مومی خانے (Cells) حسب ضرورت دستیاب ہوسکیں۔ ایسی صورتوں میں مگس بان کو چاہیئے کہ برابر مقدار میں چینی اور پانی کا پتلا، نیم گرم شربت تیار کرکے مونوں کو دے۔ وہ اس خوراک کی موجودگی میں مومی چھتّے تعمیر کرنے کا کام بخوبی انجام دیں گی۔

اکثر جاڑے کے ایام میں دیکھا گیا ہے کہ بعض مگس بان اپنی غلطی سے مونوں کے پاس موسم سرما گذارنے کے لئے کافی مقدار میں شہد نہیں چھوڑتے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خوب سردی پڑتے ہی جب وہ سکڑ کر ایک گنبد نما شکل (Cluster) بنا کر آپس میں گرمی پیدا کرکے زندہ رہنے کی کوشش کرتی ہیں اور باہر سے خوراک نہیں لاسکتیں اُسوقت اُن کی موت ہوجاتی ہے۔ یہ بات پہاڑی اضلاع میں خصوصاً جہاں برف گرتی ہے عام طور پر دیکھی گئی ہے۔ میدانی خطّے اِس معاملے میں محفوظ قرار دئے جا سکتے ہیں۔ اگر ایسی صورت کسی سال جاڑے کے موسم میں آجائے اُس وقت زیادہ سردی پڑنے سے قبل ہی ڈھائی سیر عمدہ چینی میں ایک سیر پانی ملا کر مصری تیار کرلی چاہیئے۔ اور پھر مصری کے ٹکڑے برووڈ چیمبر کے فریموں کے اوپر رکھ دئے جائیں۔ ضرورت کے وقت یہ خوراک مونوں کو مرنے سے بچائے گی۔ مصری کے بجائے اگر اس وقت چینی کا پتلا شربت دیا جائے تو مونیں اسے پختہ کرکے خانوں میں مہر بند نہ رکھ سکیں گی۔ ظاہر ہے وہ شربت سڑ کر خراب ہوجائے گا۔ اسی لئے مصری کا استعمال اِن حالتوں میں ضروری سمجھا جاتا ہے۔

جب پھولوں سے پالن کم مقدار میں دستیاب ہوتا ہو اُس وقت مصری کے ساتھ یا الگ سے سویابین کا آٹا دیا جاتا ہے اس خوراک کو پولن سپلمنٹ (Pollen Supplement) کہتے ہیں۔

(باقی آئندہ) بیگم م۔ح۔ ہاشمی

مگس بانی

(سلسلہ کے لئے اگست ۴۳ء کا پرچہ ملاحظہ فرمائیے)

اگر کالنی بہت زبردست ہے تو اس میں کئی سوارم نکل سکتے ہیں۔ سب سے پہلے نکلنے والے سوارم کو پرائم سوارم (Prime Swarm) کہتے ہیں اور بعد والوں کو (Cust Swarm) کاسٹ سوارم۔ سوارمنگ کے لئے اندرونی اور بیرونی دونوں حالات موزوں ہونا ضروری ہے۔ کالنی کی اندرونی خوشحالی اس لئے ضروری ہے کہ نہ جانے والی مونین کامیابی سے پرانا کنبہ قائم رکھ سکیں۔ باہر کی موسمی حالات کا اچھا ہونا اور پھولوں کی موجودگی اس لئے ضروری ہے کہ نکلنے والا سوارم گھر بسا سکے۔ کارخانۂ قدرت میں مون کی نسل قائم رکھنے کا یہی انتظام ہے۔

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ سوارمنگ مندرجۂ ذیل وجوہ سے زیادہ ہوتی ہے۔ پرانی ملکہ کی زیادہ عمر ہونا۔ چھتے میں جگہ کی کمی، سایہ کی کمی یا ہائیو پر زیادہ دھوپ پڑنا۔ کم عمر مونوں کی زیادتی، ڈرون کا زیادہ تعداد میں موجود ہونا۔ ان تمام باتوں کے ساتھ ساتھ خوشحالی بھی ضروری ہے۔ مگس بان کے لئے سوارمنگ کا ہونا شہد کی پیداوار میں کمی کا باعث ہوگا۔ ظاہر ہے کہ سوارمنگ نکل جانے کے بعد کارکن مونوں کی تعداد گھٹ جائے گی اور زیادہ سے زیادہ مقدار میں شہد نہ اکٹھا ہو سکے گا۔ ایک بات یہ بھی دیکھی گئی ہے کہ سوارمنگ کی تیاری کرتے وقت مونوں کا دل شہد جمع کرنے میں زیادہ نہیں لگتا۔ انہیں اسباب سے مگس بان ہمیشہ سوارمنگ روکنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ مونوں کی نسل بڑھانے کا کام بند ہو جائے گا کیونکہ خوشحال کالنی کو بعد میں مگس بان خود ہی تقسیم کر کے ایک سے دو کنبہ بنا لیتا ہے۔ سوارم روکنے کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ ملکہ کے ایک پَر کا تہائی حصّہ کتر دیا جائے۔ اور جتنے نئے کوئین سِل بنیں اُنہیں توڑ دیا جائے۔ اس کے علاوہ ہائیو میں ہمیشہ کافی جگہ کا انتظام کیا جائے۔ اگر ایک بروڈ چیمبر کافی نہ ہو تو دو رکھ دیئے جائیں۔ سایہ اور روشنی کا مناسب انتظام کرنا بھی ضروری ہے۔

مونوں کو خوراک دینا۔ قدرت نے درحقیقت مونوں کو اپنے لئے شہد کی خوراک جمع کرنا سکھایا ہے لیکن ہم زیادہ تر شہد کا حصّہ اپنے مطلب کے لئے نکال لیتے ہیں ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ مونوں کو کبھی کبھی خوراک دینے کی ضرورت ہوگی ورنہ شہد کی پیداوار میں کمی ہو جائے گی۔ خوراک کے لئے خالص اور اچھی قسم کی چینی استعمال کرنا چاہیئے۔ بعض لوگ غلطی سے خراب قسم کی شکر یا گڑ کا شربت مونوں کو دے دیتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ غریب پیچش کے عارضہ میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔ مونوں کی خوراک تین طرح کی ہو سکتی ہے۔

(۱) اسٹارویشن فیڈنگ (Starvation Feeding)

(۲) اسٹیمولیٹیو فیڈنگ (Stimulative Feeding)

(۳) کومب بلڈنگ (Comb Building)

یعنی چھتہ بناتے وقت۔ پہلی قسم جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اُس وقت دی جاتی ہے جب مونین بہت زیادہ بھوکی ہوں یعنی اُن کے پاس خوراک کا ذخیرہ نہ ہو اور باہر کے پھولوں سے رس بھی زیادہ نہ ملتا ہو۔ یہ خوراک ایک حصّہ پانی میں ۲ حصہ شکر ملا کر پتلا شربت تیار کرنے سے بن جاتی ہے اسے ہائیو کے اندر فریموں کے اوپر یا اندر جگہ ہو تو پاس ہی کسی کھلے پیالہ نما برتن میں رکھ دینا چاہیئے۔ اس شربت سے بھرے برتن میں گھاس کے ٹکڑے ڈال دینا ضروری ہے۔ ورنہ بعض مونین شربت دیتے وقت ڈوب جائیں گی۔

دوسری قسم کی خوراک کالنی کو خوشحال بنانے کے مقصد سے دی جاتی ہے۔ تاکہ انڈے بچوں کی تعداد میں اضافہ ہو اور پھولوں کے موسم میں کارکن مونین بکثرت موجود ہوں اگر یہ ترکیب کامیاب ہو سکے تو فی کالنی زیادہ سے زیادہ مقدار میں شہد اکٹھا ہو سکتا ہے۔ اس قسم کی خوراک ایک حصّہ چینی میں دو حصہ پانی یا چینی اور پانی برابر مقدار میں ملا کر بنائی جا سکتی ہے۔ شربت پتلا ہونا چاہیئے۔ اسے مونوں کو دینے کا طریقہ یہ ہے کہ شیشہ کی ایک پونڈ والی بوتل لی جائے جس میں پتلی یا ٹین اسکرو دار ڈھکن ہو پھر اُس ڈھکن میں دو چار باریک باریک سوراخ کر دیئے جائیں۔ اگر ایسی بوتل نہ مل سکے تو اوسط سائز کا ٹین کا ڈبہ لیا جائے۔

باقی برصفحہ (۱۶۹ کالم ۲ پر)

اصلاح اور ترقی۔

محمد عبد الغفار الجزری۔

سرسید احمد خاں مرحوم نے مسلمانوں کی اصلاح اور ترقی کے لئے محمڈن اورینٹل کالج کی بنیاد علی گڈھ میں رکھی۔ اور آج یہ کالج مسلم یونیورسٹی کے نام سے موسوم ہے۔ ایجوکیشنل کانفرنس قائم ہوئی، انجمن حمایت الاسلام لاہور بنی، خلافت کمیٹی نے بھی خوب دھوم مچائی جمعیۃ علمائے ہند اور مجلس احرار بھی موجود ہیں مسلم لیگ بھی زور پر ہے۔ ملک میں مسلمانوں کے سرکاری مدارس اور کالج بھی بکثرت موجود ہیں۔ یتیم خانے بھی ہیں۔ وہ مدارس جو دینی کہلاتے ہیں لاتعداد ہیں لیکن با وجود اس کے مسلمان ہر لحاظ سے رو بتنزل ہیں۔ اخلاق میں دیکھو، ارکانِ اسلام کی پابندی میں دیکھو، معاملات پر نظر ڈالو، تعلیمی یا اقتصادی حالت ٹٹولو، تہذیب اور تمدن پر نظر کرو، دیکھو گے کہ ایک جنگل ہے۔ جہاں قسم قسم کی خودرو گھاس اُگ رہی ہے جس کا پہچاننا ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس وقت جبکہ آپ اکیلے اور تنہا تھے اصلاح کی آواز اُٹھائی سب سے پہلے فرقہ بندیوں کا علاج کیا اور اللہ رب العالمین کا گرویدہ بنایا۔ کوئی جماعت یا قوم اگر اخلاقِ حسنہ سے عاری ہو تو قوت اور استحکام حاصل نہیں کرسکتی۔ اور اخلاق کی درستی بغیر دانا و بینا عالِم وخبیر پر ایمان لائے ناممکن ہے۔ یہ اخلاقِ حسنہ وہ مصالحہ ہے جو افرادِ قوم کو اس مستحکم عمارت کی اینٹوں کی طرح وابستہ اور مربوط کر دیتا ہے جو لوٹ کر ہی ایک دوسرے سے جدا ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ وابستگی میں قوم کی تعمیر کے ساتھ ساتھ قومی استحکام بھی ہوتا چلا جاتا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ سے تعلق صحیح ہوگیا اور اُس کی شانِ عظمت اور جلال کا تصور دل نشین ہوگیا تو انسان بول اُٹھا کہ پروردگار تو نے مجھ کو خلق فرمایا، نوازا، اور اپنی شانِ ربوبیت سے سرفراز فرما کر دُنیا و ما فیہا پر اختیار عطا فرمایا۔ میں تیرا ہوں۔ میرا جینا اور مرنا میری صلوٰۃ اور قربانی تیرے اور صرف تیرے لئے ہے۔ اس کیفیت پر پہنچکر اللہ تعالیٰ کا ہر حکم قابلِ تسلیم ہر ہدایت قابلِ عمل ہوگئی تعمیلِ حکم میں مصلحت اندیشی حکم سے انحراف کفر ہوگیا۔

یاد کرو وہ ۳۱۳ تلواروں والی ۳۱۳ مجاہدینِ اسلام کی چھوٹی سی جماعت رہبرو رہنمائے اعظم کی سپہ سالاری میں جو بدر میں صف آرا تھی کس بھروسے اور کس اطمینان پر مقابلہ کو آئی تھی۔ کیا اپنی کثرت پر، یا سامانِ جنگ پر بھروسہ تھا نہیں بلکہ اللہ کے وعدے پر یقین کامل کے ساتھ کہ اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تم کو پائے ثبات بخشے گا۔ ایک ہزار تلواروں نیزوں، برچھیوں کے جنگل میں اور ایک ہزار پیٹ بھرے بہادر جنگجوؤں کے مقابلہ میں ان پیٹ سے پتھر باندھنے والوں ہمتوں کے لئے ثبات کا باعث اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان اور یقین کے سوا کچھ اور بھی تھا عقل تو یہی کہتی اور کہی گی کہ میاں پاگل ہو تم ۳۱۳ وہ ایک ہزار تمھارے پاس ۳۱۳ تلواریں اُن کے پاس ایک ہزار۔ تمھارے پیٹوں پر پتھر وہاں روز سو اونٹوں کا گوشت تم فاقوں سے ناتواں وہ طاقت میں بھرے ہوئے۔ اس مقابلہ کا نام خودکشی ہے مگر یہ ایمان کی قوت تھی اور ہے جو قلت کو کثرت پر کمزور کو طاقتور پر محتاج سامان کو صاحبِ وسعت پر فتحیاب کر دکھاتی ہے۔ آج مسلمانوں سے یہ تریاق، یہ جوہر یہ ایقان یہ ایمان گم ہو گیا تو شیرازہ منتشر ہوا۔ ہمدردیاں رخصت ہوئیں۔ ایثار اور قربانی کا نام رہگیا۔ نفس پرستی اور خودغرضی عود کر آئیں تصنع جذبہ بن گیا اور وہ قوم جو اعلیٰ بننے اور رہنے کے لئے وجود میں آئی تھی ادنیٰ ترین اور غلام بنکر رہ گئی۔ وہ جو عالم کے لئے رہنما بنائے گئے تھے آج اغیار کو اپنا رہنما بنانے پر فخر کر رہے ہیں۔ زندگی کے ہر شعبہ میں محتاج غیر ہیں اور خوش ہیں

اسلام کی تعلیم نے ۲۳ برس کی قلیل مدت میں مسلمانوں کو اعلیٰ بنا دیا اغیار کی محتاجی سے نجات دلائی۔ اپنی زندگی کے ہر شعبے پر قابض ہوگئے۔ گھر گھر امن کا ڈنکا بج گیا۔ عورت ہو یا مرد سب کی زندگی اللہ کے واسطے وقف تھی ہر دل میں اور ہر گھر میں اللہ کی حکومت قائم تھی۔ عالمِ بشریت میں گناہ ہو جاتا تو حکومتِ الٰہی کی گرفت سے تھرا جاتے۔ اور اُس سے بچنے کے لئے دُنیا کی سخت سے سخت سزا کو بطیبِ خاطر برداشت کرتے۔ اللہ کی حکومت کے قیام اور استحکام کے لئے جانوں تک کی پرواہ نہ کرتے۔

یاد رکھئے مسلمانوں کی بحیثیت مسلمان اصلاح اور ترقی محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ کے سایۂ دامن سے ہٹکر اور حضور صلعم کی تعلیم و اسوۂ حسنہ کو نظرانداز کرکے قطعی ناممکن ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا طریقہ مقبول نہیں مسلمانوں نے سیکڑوں تدابیر اصلاح اور ترقی کے لئے کیں مگر نتیجہ کیا ہوا؟

آؤ رہنمائے اعظم رہبر کامل کے نقش قدم پر۔ روٹیوں کا سوال یہاں

ـہ حل ہوتا ہے۔ امن یہاں ملتا ہے۔ پاکستان یہاں حاصل ہوتا ہے۔ اور آزادیٔ کامل کا پھریرا یہاں لہراتا ہے۔ توقف گناہ اور تاخیر مہلک ہے۔

خوشامد

خوشامد انسان کو ذلیل کرنے والا فعل ہے۔ اس سے انسانی خودداری کو کس قدر ٹھیس لگتی ہے۔ اور خودداری کا جذبہ کس بری طرح مجروح ہوتا ہے۔

نہ معلوم لوگ خوشامد کیوں کرتے ہیں۔ اگر اس خیال کے ماتحت کرتے ہیں کہ اس طرح آسانی سے ان کو ترقی اور دوسرے فوائد حاصل ہوں تو یہ امید بہت کم پوری ہوتی ہے۔ کیونکہ ہر عقلمند خوشامدی شخص سے نفرت کرتا ہے۔ اور اپنی خوشامد سے بجائے خوش ہونے کے طبیعت میں ایک قسم کی الجھن ہونے لگتی ہے۔ ایسے لوگ بھی ہیں جو خوشامد کو شیر مادر کی طرح پی لیتے ہیں۔ لیکن زیادہ تر خوشامد بجائے خوش کرنے کے نفرت دلانے کا باعث ہوتی ہے۔ خوشامد عموماً اپنے سے زیادہ متمول اور ذی عزت لوگوں کی کی جاتی ہے۔ اور عموماً یہ صورت اختیار کرتی ہے کہ بار بار ان کے دروازے پر سلام کے لئے حاضر ہو جاتے ہیں۔ ان کو بے اختیار اصرار سے اپنے گھر پر مدعو کیا جاتا ہے۔ ان کی خدمت میں تحفے تحائف پیش کئے جاتے ہیں۔ موسم کے پھل اور میوے بھجوائے جاتے ہیں اور اگر کبھی دس منٹ بات کرنے کو میسر آ گئے تو زبانی مدح و ثنا بھی کی جاتی ہے۔ لیکن ان کوششوں کا نتیجہ عموماً حکام اعلیٰ کی طرف سے مزید بیزاری کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ اگر یہی برتاؤ اپنے برابر والوں سے کیا جائے تو واقعی دوستی اور محبت پیدا ہو جائے لیکن خوشامدی لوگ تو اپنے ہم رتبہ لوگوں سے کنارہ کش رہتے ہیں۔ ان کا سارا وقت اپنے سے بڑے لوگوں کی دربارداری میں خرچ ہو جاتا ہے۔ ان کی نظر عنایت تو نصیب ہوتی نہیں۔ اپنے ساتھ والوں کی دوستی سے بھی محروم رہتے ہیں۔

بدقسمتی سے اقتصادی فرق کی خلیج اتنی وسیع ہے کہ اس نے انسانوں کے مختلف گروہوں کو بالکل ہی ایک دوسرے سے الگ کر دیا۔ ان کا باہم ملنا اور دوستی قریب قریب ناممکن ہے۔ کیونکہ اقتصادی فرق کے ساتھ ساتھ ان کے رہنے سہنے کے طور طریقے ان کے مذاق اور ان کے مشاغل میں بھی بہت بڑا فرق پڑتا ہے۔ اگر وہ چاہیں بھی تو اپنے طبقے کے علاوہ دوسرے طبقوں سے میل جول نہیں رکھ سکتے۔ کیونکہ ان کو اپنے حلقہ میں ہی آنا جانا اور رہنا مشکل ہے۔

بعض لوگ خوشامد کی سے فائدہ اٹھانے سے بھی دریغ نہیں کرتے میں نے دیکھا ہے کہ بعض اعلیٰ حکام کی کوٹھیوں پر دو چار ماتحت افسر بطور اردلی کے ہر وقت حاضر رہتے ہیں۔ اور ان کی بیویاں بے تنخواہ کی گورنس اور ہاؤس کیپر کا کام انجام دیتی ہیں اور اس کو فخر سمجھتی ہیں کہ بیگم فلاں ان سے سب ہی کام کراتی ہیں یا اپنے بچوں کے کپڑے نہلانے کا بکھیڑا ان کے ذمہ کر دیا ہے۔ واقعی خودداری کا یہ فقدان دیکھ کر خون کھولتا ہے۔ اگر یہ لوگ واقعی غریب ہوتے تو ان کا یہ رویہ قابل معافی سمجھا جا سکتا تھا کہ مجبوری انسان سے سب کچھ کراتی ہے۔ لیکن عموماً یہ لوگ اچھے خاصے فارغ البال ہوتے ہیں۔ پھر دوسروں کی خوشامد کرتے رہتے ہیں۔ اس کی وجہ سوائے حرص کے اور کچھ نہیں۔ چاہتے ہوں گے کہ خوشامد کے ذریعہ ان کو مزید ترقی ملے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ انہیں اس میں کسی قسم کا حظ حاصل ہوتا ہو گا کہ جو کوئی اپنے سے ذرا اونچا مرتبہ رکھے اس کی کفش برداری کریں۔ [illegible] اپنے سے ذرا اونچے درجے کے لوگوں کی خوشامد کرنا تو خیر ان کا مقصد ہے ہی۔ ساتھ اس کے کہ وہ خوشامد ہی کو فخر سمجھتے ہیں۔ اور یہ لوگ بڑے لوگوں کی ذرا سی توجہ کو کتنا غنیمت سمجھتے ہیں۔ اگر افسر اعلیٰ ان سے سیدھے منہ بات کرے تو کہتے پھرتے ہیں۔ واہ کیا اخلاق ہے واللہ بہت ہی اچھے آدمی ہیں۔ ایسے فقرے سننے کے بعد تو مجھ کو وہ لطیفہ یاد آتا ہے کہ ایک تعلقہ دار صاحب نے کسی گارڈن پارٹی میں وزیر بہادر کی تعریف میں فرمایا تھا کہ "گو حضور صاحب خود اپنے ہاتھ سے سب سے ہاتھ ملا رہے ہیں"۔

ایسے ہی لوگوں نے امراء اور افسروں کو فرعون بے سامان بنا دیا ہے۔ ان کی اتنی خوشامد کرتے ہیں۔ اور ان کی ذرا سی نظر عنایت کو ایسی نعمت تصور کرتے ہیں کہ یہ لوگ انسانیت اور

شرافت اور اخلاق سے عاری ہوتے جاتے ہیں۔ اپنے سے کم حیثیت لوگوں کے ساتھ سیدھے منہ بات کرنا ان کے لئے عار ہے۔ اور اخلاق اور تہذیب کے معمولی قوانین کو برتنا غیر ضروری خیال کرتے ہیں۔ کیونکہ بغیر ان کے برتے ہی لوگ پروانہ وار ان پر فدا اور نثار ہوتے رہتے ہیں۔

خوشامد نے جہاں ان لوگوں کو فرعون بے سامان بنا دیا ہے وہاں بعض خود دار لوگوں کی زندگی بھی اجیرن کر دی ہے۔ جو خودداری اور عزت کھو کر ترقی خریدنے کو تیار نہیں۔ ایسے لوگ مغرور مشہور ہو جاتے ہیں۔ اور خوشامد کے عادی افسر اور حکام کو ان سے خواہ مخواہ کا بغض ہو جاتا ہے۔ لیکن تب بھی ان کی حالت ان سے بدرجہا بہتر ہوتی ہے۔ جو خوشامد کے ذریعہ اپنی ترقی کرا لیتے ہیں۔ جو انہیں ترقی دیتے ہیں۔ خود ان کی نظر میں ان کی ذرا بھی وقعت نہیں ہوتی اور نہ وہ دنیا سے اس بات کو چھپا سکتے ہیں۔ ان کو ترقی کس طرح سے حاصل ہوئی۔ اور جو سچ مچ قابل ہیں۔ چاہے وہ خوشامد کریں یا نہ کریں کبھی نہ کبھی ان کو ترقی مل کر رہے گی۔ کیونکہ قابلیت کے سونے کو خوشامد کے ملمع کی ضرورت نہیں۔ ترقی اعلیٰ عہدہ۔ دولت۔ ان چیزوں کی خواہش انسان کو کیوں ہوتی ہے۔ اس لئے نا کہ ان کے ذریعہ عزت حاصل ہو لیکن ان کو حاصل کرنے کے لئے اگر خوشامد کا ذریعہ اختیار کیا جائے تو عزت ملنے سے پہلے جو تھوڑی بہت ہوتی ہے۔ وہ بھی مجروح ہو جاتی ہے اور بعد میں کوئی درجہ یا عہدہ خوشامد کی ذلت کو چھپانے میں نہیں ہوتا۔

جو خواتین پارٹیوں میں دھکا پیلی کرکے آگے بڑھ کر بیٹھ جاتی ہیں۔ تاکہ اس پارٹی کے معزز مہمان ان سے بھی دو باتیں کریں۔ ان کو اس اعزاز کی کیا خوشی ہوتی ہوگی جب کہ سب حاضرین کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کن کوششوں سے آپ نے ان تک باریابی حاصل کی ہے۔ عزت (اگر کسی معزز خاتون سے بات کرنا عزت سمجھا جا سکتا ہے) اصلی عزت جب تھی کہ وہ خاتون خود آپ کو ڈھونڈھ کر آپ سے باتیں کرتیں۔ اور اگر آپ کی [illegible] یاد ان کے دل میں اتنی ہوتی جتنی کہ ان کی آپ کے دل میں تو وہ ضرور خود آپ کو ڈھونڈھ نکالتیں۔ اور اگر انھوں نے آپ کو یاد نہیں رکھا تو آپ میں اتنی خودداری ہونی چاہئے اور یقیناً ہونی چاہیئے کہ آپ ان کو یاد دلانے کی زحمت ہرگز ہرگز نہ اٹھائیں۔

اگر خوشامد عیب ہے تو خوشامد پسندی اس سے بھی بڑا عیب اور نہ صرف عیب بلکہ حماقت بھی۔ میں نے دیکھا کہ عموماً لوگوں کو خوشامد سے الجھن ہوتی ہے۔ لیکن چند حضرات و خواتین ایسی بھی نظر سے گزری ہیں جن کی مہربانی اور التفات انہی تک محدود ہوتی ہے۔ جو ان کی خوشامد کریں

خوشامد کرنا میرے خیال میں ایک ایسی کمزوری ہے جس کو مرض کہہ سکتے ہیں۔ اسی طرح خوشامد پسندی بھی بعض لوگوں میں مرض کی حد تک ہوتی ہے۔ اچھے خاصے عقلمند خوشامد سے ایسے مسحور ہو جاتے ہیں کہ ان کو برا کچھ نہیں سوجھتا۔ اچھے برے کی تمیز نہیں رہتی۔ ان کا خوشامد کرنے والا انسان صرف اس لئے کہ وہ ان کی خوشامد کرتا ہے۔ دنیا کی بہترین مخلوق میں شمار ہونے لگتا ہے۔ وہ اتنا نہیں سوچتے کہ یہ حضرت جو ابھی مجھ سے ملے ان کو میرے معاملات سے اتنی ہمدردی۔ میری مشکلات سے اتنا تفکر کیوں کر پیدا ہو سکتا ہے۔ یہ جو مجھ کو سخی اور صاف گوئی اور ذہانت ولیاقت وغیرہ وغیرہ کا مخزن سمجھ رہے ہیں۔ تو کس بنا پر؟ انہیں کیا معلوم کہ مجھ میں یہ اوصاف ہیں یا نہیں؟ لیکن خوشامد ایک ایسا جادو ہے جس کے آگے خوشامد پسندوں کی عقل ماری جاتی ہے۔ اور وہ اپنے قصیدے مزے لے لے کر سنتے ہیں۔ اور اس کو سچ سمجھتے ہیں۔

خوشامد پسندی خود پسندی کی انتہا ہے۔ لیکن ہر ایک اخلاقی کمزوری نہ صرف بطور خود بری ہے۔ بلکہ اس سے نقصان بھی ہوتا ہے۔ اسی طرح خوشامد پسند اگر سخت دھوکا کھاتے ہیں لیکن خوشامد کی چاٹ بھی نشہ کی طرح ایک ایسی چیز ہے۔ خوشامد پسند سو بار دھوکا کھا کر بھی پھر خوشامد کے فریب میں آ جاتا ہے۔

شائستہ اختر سہروردی

تبدیلی پتہ کی اطلاع خریداری نمبر کے حوالہ سے دفتر کو فوراً دے دینی چاہیئے۔ — مینجر

مالی کی بیٹی

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

مسٹر کیلاش نے مسکرا کر راجکماری سے پوچھا "مس نرملہ یہ تو کہئے کہ آپ کے یہ عجیب و غریب مہمان سیٹھ جی کس قسم کے انسان ہیں؟ مجھ کو تو کچھ ان کا دماغ صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ شکل تو بہت اچھی ہے۔ بہن بھی خوبصورت ہے۔ حسین اور ہنس مکھ لڑکی ہے۔ مگر وہ کیسے ہیں؟" راجکماری نے جواب دیا "میں زیادہ تو جانتی نہیں۔ آج میری ہی ملاقات تھی۔ مگر سنا ہے کہ کسی دماغی بیماری سے ابھی صحت پائی ہے۔ ہاں یہ کہئے بہن پسند آئی؟ معلوم ہوتا تھا وہ بھی آپ کو پسندیدگی کی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔" اس پر کیلاش ہنسے اور کہا "مجھ غریب کو کیا دیکھتیں البتہ ڈاکٹر صاحب پر بہت مہربان معلوم ہوتی تھیں۔ بہت ہی محبت آمیز نظروں سے دیکھ کر ان سے بات کرتی تھیں۔ آپ مجھ کو کیوں بے وجہ پھانس رہی ہیں؟" راجکماری نے جواب دیا "ڈاکٹر صاحب کو دیکھ کر ہیں مسٹر کیلاش بہت سمجھ دار حقیقت کو کس قدر جلد بھانپ گئے" ڈاکٹر اپنی عادت کے موافق خاموش رہے اور خفیف مسکرا دیئے۔ پھر کیلاش صاحب نے کہا "کیوں ڈاکٹر صاحب کیسا بھیچا ناپہلی ملاقات میں" ان کے دوبارہ چھیڑنے پر ڈاکٹر بولے "آپ سب بڑے بڑے لوگ ہیں۔ راجکماری اور راجکمار کروڑ پتی مہاجن، ریاست نہ سہی روپیہ راجاؤں سے زیادہ ہے۔ ان سیٹھ صاحب کے گھر۔ ان سب میں بھلا میری کیا پرسش؟ ان کی والدہ کا علاج کیا ہے تب سے ملاقات ہے۔ ہماری راجکماری بھی خوب ہیں۔ خود تو مذاق بنا ہی رکھا تھا۔ کیلاش صاحب کو بھی وہی سبق پڑھا دیا۔ میرا ان معاملات میں کچھ دخل نہیں ہے۔ آپ سب سے بہت بڑا ہوں اب یہ باتیں زیبا نہیں۔" یہ کہتے ہوئے ڈاکٹر صاحب اپنے کمرے میں چلے گئے۔ کیلاش نے کہا۔ "کیا خفا ہو گئے ڈاکٹر؟ میں نے تو ویسے ہی مذاق کیا تھا۔ معافی مانگ لوں گا" "نہیں وہ بہت اچھے ہیں خفا کبھی نہیں ہوتے۔ میں بھی کچھ دن سے سرد مہری سے ان کا مذاق کر رہی ہوں۔ آپ نے بھی کہا ذرا چڑھ گئے۔ ابھی راضی کر لوں گی" وہ خود ان کے پیچھے گئیں۔ دفتر کے کمرے میں کھڑے میز پر کچھ کاغذات دیکھ رہے تھے۔ پیچھے سے جا کر راجکماری نے ان کی آنکھوں پر ہاتھ رکھا۔ گھبرا کر دیکھا تو ہنسنے لگے۔ انہوں نے سامنے ہو کر کہا "ڈاکٹر صاحب خفا نہ ہوں ہم چھوٹے ہیں۔ آپ کو اس عمر میں اکیلا بے خانماں دیکھ کر جی چاہتا ہے کہ آپ کو بھی دنیا میں لگایا جائے۔ بس کیلاس کی طرف سے بھی معافی مانگتی ہوں۔ چلئے کھانا تیار رہے۔ کیلاش صاحب کو بھی یہیں کھلالیں گے۔"

"نرملہ جی میں برا نہیں مانتا۔ جس قدر آپ کا جی چاہے بنایئے مگر خوف یہ ہے کہ کہیں یہ چھیڑ چھاڑ سرو جنی تک نہ پہنچ جائے ورنہ غضب ہوگا۔ وہ غریب لڑکی ہے۔ آپ کی دوست ہے۔ آنا جانا ہے۔ اس کا لحاظ رکھنا چاہیئے۔ اور کیلاش بیچارے سے میں کیوں بگڑتا وہ میرا چھوٹا بھائی ہے۔ آپ کو دیکھ کر اس نے بھی زبان کھولی ہے میری شادی یہاں ناممکن ہے پھر ایسی باتیں بیکار ہیں۔" "ناممکن کیوں ہے ڈاکٹر؟" "اس لئے کہ آن کو اور مجھ کو کرنا نہیں"۔ "کیوں نہیں کرنا آج میں کہوں کل شادی ہوتی ہے" ڈاکٹر نے جواب دیا کہ "آپ کا خیال بالکل غلط ہے۔ مجھ سے عمر میں وہ بیس۔ بائیس سال چھوٹی ہوگی" "اچھا ڈاکٹر صاحب میرے زبان سے نکالنے ہی راضی ہو جائے گی۔ مگر آپ اتنا دل کہاں سے لائیں۔ آپ تو اس مسلمان لڑکی کے جو ہتے تھے۔ آٹھ سال کی مدت گذر گئی مگر آپ کا دل ابھی اس کو بھولا نہیں۔" ڈاکٹر صاحب نے دریافت کیا کہ "آپ نے یہ کیسے خیال کر لیا کہ بھولا نہیں"

"خط وکتابت جاری ہے، شادی ہوجانے پر بھی تعلقات قائم ہیں۔ کل ہی تو میں نے آپ کی میز پر اس کی تصویر دیکھی جو اسی ماہ کی کھنچی ہوئی ہے۔ جس میں وہ گود میں ایک بچہ لئے بیٹھی ہے۔" یہ سنکر ڈاکٹر صاحب خوب ہنسے پھر کہا۔ "اس سے کیا ہوتا ہے، خط وکتابت بہتوں سے ہوتی ہے۔ تصویروں کا تبادلہ بھی ہوتا ہے۔ نرملہ بہن یہ خیال دل سے نکال دو۔ مجھ کو اس غریب کا کچھ خیال نہیں ہے ویسے بھی کوئی لڑکی آج تک ملی نہیں جیسی کہ میں شریک زندگی بنانا چاہتا تھا، یوں ہی دیر لگتی گئی۔ اب سوچتا ہوں کیا کرنا شادی کرکے اور مصیبت ہی سر لینی ہے۔ ابھی آزادی ہے۔" "کوئی فکر نہیں۔ چلیئے کھانے کی گھنٹی ہوگئی۔ کیلاش منتظر ہوگا۔"

:::(۵):::

دونوں بہن بھائی وہاں سے گھر پہنچے، بہن نے تو کھانا کھالیا مگر بھائی نے کہہ دیا کہ "شام بہت کچھ کھا آیا ہوں بھوک نہیں۔" اور اپنے کمرے کے آگے برآمدے میں آرام چیر کی پر لیٹ کر سوچنے لگا کہ اب کیا کروں گا۔ میں کیوں آیا، سخت مصیبت میں پھنس گیا۔ راجکماری نے کس عقلمندی اور دھوکہ سے مجھ کو بلایا ہے۔ کہ مالی کی بیٹی کو بلا دیا جائے گا۔ اور یہ راز ظاہر کر دیا۔ اب بہن بنکر کس قدر محبت سے مل رہی ہے واقعی وہ بہن اسی قابل ہے کہ عمر بھر اس کی پوجا کی جائے مگر میری عقل کام نہیں کرتی۔ میرا دماغ معطل ہے۔ میں نے کل سے اس کو بہن مان لیا۔ خدا شاہد ہے کہ بہن سروجنی کی طرح سمجھ لیا مگر دل کی عجیب کیفیت ہے، اس کی شکل دیکھ کر مالی کی لڑکی اور پہلی محبت یاد آتی ہے، دل نفرت کرتا ہے وہ پہلے ذرا محبت سے پیش نہیں آتی تھی۔ مگر اب بھائی بنا کر کس قدر بے تکلفی سے اظہار محبت کررہی ہے میرے لئے یہی بہت کافی ہے۔ عمر بھر کو کافی ہے اس کی اس قدر محبت کے سہارے پر اپنی زندگی گذار سکتا ہوں۔ آخر وہ شادی شدہ ہے اب تو بہن ہی ہے، پھر یہ کیلاش کون تھا کیوں آیا۔ مجھ کو اس کا ہونا اس قدر ناگوار کیوں گزرا۔ اگر وہ راجکماری کو یا راجکماری اس کو چاہتی ہے۔ تب بھی مجھ کو کیا۔ وہ شادی شدہ ہے، راجکمار سے بھی شادی نہ کرسکے گی۔ ہاں وہ محبت کرسکتی ہے، اور ممکن ہے کر رہی ہو۔ اس سے دوستی کی محبت ہو۔ مجھ سے بھائی کی۔ کیا میں پھر چلا جاؤں مگر میری ماں رہ جائے گی، راجکماری کو چھوڑ کر جانا بھی تو مشکل نظر آتا ہے۔ کیا کروں؟ یہی کچھ سوچ رہا تھا کہ سروجنی آگئی اور پوچھا "بھیا کھانا نہیں کھایا اور ابھی تک سوئے بھی نہیں، دیکھو کس قدر تیز سرد ہوا ہے۔ کمرے میں بیٹھنا چاہیئے۔" بہن کو پاس بٹھاکر اس نے کہا "سروجنی میں بہت پریشان ہوں اب مجھ کو کیا کرنا چاہیئے۔ راجکماری بہت محبت کررہی ہے مگر اس کا برتاؤ سب سے یکساں ہے۔ اپنے ڈاکٹر کو بھی ایسا ہی چاہتی ہے، کیلاش صاحب آج ایک اور دوست دیکھئے مجھ کو تو خیر بھائی بنالیا۔"

"مصیبت کیا ہے بھائی؟ بہت اچھا ہوا ایک معزز قابل قدر راجکماری بہن بن گئی، مالی کی بیٹی ہی اگر نکلتی تو پھر مشکل کا سامنا تھا، اب تو پتاجی بہت خوش ہیں۔ آپ کو آج کس شوق سے ۵۔۶ ہزار کا زیور اور جوڑا بیٹی بنا کر دے آئے۔ بس ملنا جلنا اچھا وقت گزار دے گا۔ یہی زندگی کا مقصد ہے۔ چھوڑو پچھلے خیال کو۔ اب بہن راجکماری سے ملو مجھ کو بھی وہ بہت چاہتی ہے۔" "مگر یہ کیلاش کون تھا سروجنی؟" "بھائی آپ کو کیلاش کمبخت کی کیوں فکر پڑ گئی۔ ہوگا وہ بھی اس کا ملنے والا یا رشتہ دار رجواڑے کے لوگ ہیں۔" "اس کی وہ بہت قدر دان معلوم ہوتی ہے۔" "ہوا کرے۔ بھائی آپ ہی کو بنایا ہے اس کو تو استاد کہتی ہے، چونکہ بیاہی ہوئی ہے، شادی اس سے بھی نہ ہوگی۔ ہمیں کیا فکر؟" "تم سروجنی ڈاکٹر صاحب سے علیحدگی میں پوچھنا کیلاش کا حال۔" "بھائی بیکار کی فکر ہے، کیلاش اس کا دوست ہے۔ بس مگر آپ تو عزیز بھائی ہیں۔" (باقی آئندہ)

نذر سجاد حیدر

ماں کا گیت

مجھے اس کی خاطر ہے سب کچھ گوارا — کرے گا زمانے میں نام آشکارا
وطن کی بدل دے گا قسمت دوبارا — مرے دل کی ٹھنڈک مری آنکھوں کا تارا
اُمیدوں کی دُنیا مرا ننھا پیارا

وطن کے لئے مرنا سکھاؤں گی اس کو — شجاعت کے جوہر بتاؤں گی اس کو
جہاں میں دلاور بناؤں گی اس کو — بنے گا یہ ٹوٹے دلوں کا سہارا
اُمیدوں کی دُنیا مرا ننھا پیارا

یہ پابندِ طاعتِ ذوالمنن کا — نہ خاطر میں لائے گا زور اہرمن کا
بہادر سپاہی بنے گا وطن کا — بڑا پُر اثر ہوگا اس کا نظارا
اُمیدوں کی دُنیا مرا ننھا پیارا

فدا اس پہ دل میرا قربان جاں ہے — کہ دُنیا میں یہ نازشِ خانداں ہے
شرافت کا رنگ اس کے رُخ سے عیاں ہے — بلندی پہ چمکے گا اس کا ستارا
اُمیدوں کی دُنیا مرا ننھا پیارا

خدا اس کو بخشے گا شیریں زبانی — کرے گی اثر اس کی جادو بیانی
جب آئے گی اس پہ نکھر کر جوانی — چمک جائے گا بن کے یہ ماہ پارا
اُمیدوں کی دُنیا مرا ننھا پیارا

لڑائی میں جب اس کے جوہر کھلیں گے — رقیبانِ قوم و وطن کٹ مریں گے
اسے دیکھ کر اپنے سارے کہیں گے — یہ ہے قابلِ فخر افسر ہمارا
اُمیدوں کی دُنیا مرا ننھا پیارا

الٰہی یہ مقبول میری دُعا ہو — علومِ زمانہ سے یہ آشنا ہو
وہ اس کی خوشی ہو جو تیری رضا ہو — اور اس کے موافق زمانہ ہو سارا
اُمیدوں کی دُنیا مرا ننھا پیارا

خلیق برہانپوری

رباعیات

ہو دُور کہ نزدیک ہر اک پہلو دیکھ — سادہ ہو کہ باریک ہر اک پہلو دیکھ
انساں ہے تو اپنی زندگی کا غافل — روشن ہو کہ تاریک ہر اک پہلو دیکھ

آسودہ و کامیاب ہونا ہے تجھے — اس دہر میں لاجواب ہونا ہے تجھے
اے ذرّہ صفت خاک پہ سونے والے — بیدار! کہ آفتاب ہونا ہے تجھے

کہتی ہے خرد مجھ سے زباں اپنی نہ کھول — تقدیر کی میزان میں ہر چیز کو تول
جو دُور سے دیتے ہیں سنائی ہم کو — کہتے ہیں کہ ہوتے ہیں سہانے وہ ڈھول

صادق اندوری

بھول جاؤ

بھول جاؤ اُن خیالات کو جو تمہارے ماحول کو پریشان کریں۔ فراموش کر دو اُن لمحات کو جو ناخوش گوار حالت میں گذرے ہوں کیونکہ وہ موجودہ خوشی کو بھی چھین لیں گے۔ گذشتہ مسرّت و مصیبت۔ فکر اور مایوسی کو دور کر دو جو تمہارے مستقبل پر قبضہ کرے کیونکہ زوال کی حالت ہو یا ترقی کی کچھ عرصہ کے بعد بدل جاتی ہے۔ مٹا دو اُن خواہشات کو جو تمہیں خود غرض۔ خود پسند اور غمگین بنائیں۔ جو تمہاری محبّت، کامیابی، اور قوتِ ارادی میں حائل ہوں۔

کنارہ کر لو اُن رہبروں سے جو تمہیں شاہراہِ ترقی سے دُور لے جائیں۔ مٹا دو پریشان کن خیالات اور احساسات کو کیونکہ وہ تمہارے نفس پر قابو پا لیں گے اور شاہراہِ حیات پر ظلمت کے پردے چھا جائیں گے۔

ترک کر دو اُس ارادے کو جو حق پرست اور حق بین نہ ہو یا جس پر تم عمل نہ کر سکو کیونکہ ایسے ارادے محض وقت کی موت ہیں۔

بھول جاؤ اُس فکر کو جو زندگی کی دوڑ دھوپ اور جد و جہد میں کام نہ آ سکے اور سکون و اطمینان کی کھیتی کو پامال کر دے۔

بھول جاؤ اُن اُستادوں کو جو تمہیں صبر۔ استقلال اور اپنے نفس پر فتح پانا نہ سکھائیں۔ خیرباد کہہ دو اُن کتابوں کو جن سے تمہیں سادگی عزّت اور سعادت کا سبق حاصل نہ ہو۔ چھوڑ دو اُس زندگی کو جس میں بناوٹ تصنع۔ فریب۔ نمائش۔ خود پسندی۔ غصّہ اور رنج جیسے جراثیم پوشیدہ ہوں۔

مسعودہ محمد اعظم عباسی
راولپنڈی

پڑھے لِکھوں کی جہالت

" اس لئے بندوق اُٹھاکر توکّل کے بھروسہ پر جدھر سے آیا تھا اُدھر ہی کو ہولیا "

بیگم رخ نے ایک ادبی رسالہ سے یہ الفاظ پڑھے اور کہا " یہ جملہ ملک کے مایۂ نازادیب م کے افسانہ کا ہے۔ کیوں بہن " توکّل کے بھروسہ " کے کیا معنی ہوئے ؟ "

بیگم ضیا نے جواب دیا " یہ معمولی سی بات ہے۔ آج کل کے ادیب یہ نہیں سوچتے کہ معنی کیا ہیں نہ زبان اور محاورہ کی پرواہ کرتے ہیں۔ ک کو تو بے کی آہنی زنجیریں" نظر آتی ہیں اور س ش کی رائے میں " فراخ دلی کو وسیع تر بنایا جاسکتا ہے۔"

ایک مشہور ادیب کے ایک مضمون سے

" اُونگھ آگئی "

" اُونگھنے لگے " لکھنا چاہیئے تھا۔ " نیند آگئی " کے وزن پر " اُونگھ آگئی " کہنا خلافِ محاورہ ہے۔

ایک ترقی پسند افسانہ نگار کے ایک مختصر افسانہ سے

" اس نے کُھرپا اور پھاوڑا ایک طرف رکھ دیا "

کُھرپہ اور پھاوڑے کا جوڑ صحیح نہیں۔ کُدال سے زمین کھودی جاتی اور پھاوڑے سے مٹی سمیٹی اور نکالی جاتی ہے۔ رئیس کا مکان بن رہا ہے۔ مزدور اینٹیں اور مٹی ڈھوتا ہے اور زمین کھودتا ہے۔ کُھرپہ کا یہاں کیا کام ؟

ب " آج چاند گرہن ہے۔ آپکو معلوم ہے۔"

ج " مجھے نہیں معلوم۔ ہوگا "

ب " پنڈت کہتے ہیں آج دو بجکر دس منٹ پر شروع ہوگا اور پونے تین تک رہیگا "

ج " دن کو ہے یا رات کو ؟ "

ب " اگر دن کے دو بجے چاند گرہن ہوسکتا ہے تو یقیناً دن کو ہے "

ایک نامور مسلم انشا پرداز نے ایک مشہور غیر مسلم رئیس کی ایک کتاب پر کئی صفحوں کی تقریظ لکھی۔ رئیس کی داد و دہش اور جود وسخا کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

" اس انسانِ کامل میں وہ خوبیاں نظر آئیں "

بانیٔ اسلام صلعم دوسرے مذہبی رہنماؤں کی طرح خدا نہیں۔ خدا کے بندے تھے مگر اس ذاتِ اقدس کی پاک زندگی کے واقعات پیشِ نظر رکھ کر " انسانِ کامل " سوائے سرورِ کائنات صلعم کے اور کسی کو نہیں کہا جا سکتا۔ یہاں تک کہ ابوبکر صدیقؓ کو بھی " افضل البشر " کہا گیا ہے۔ تشبیہ۔ استعارہ۔ مبالغہ۔ بلاغت کی خوبیاں سہی۔ مگر ایسے الفاظ جو طبع سلیم کو ناگوار ہوں۔ جن سے احساسات کو ٹھیس لگے انشا پردازی کی شان سے بعید ہیں۔ پھر جو شخص مجموعہ حسنات ہے اس کا " ناقص انسانوں " سے مقابلہ کچھ کم مضحکہ خیز نہیں !

سلمہ " بہتری کی کوئی اُمید نہیں۔ ازغیب سے کوئی سامان ہوجائے تو اَور بات ہے "

طلعت " تم نے پڑھ لکھ کر بھی ڈبویا " از " کے تو معنے ہی " سے " ہیں۔ " غیب سے " پہلے از ایسا ہی ہے جیسے ایک مشہور مصنف نے " یا خدایا " لکھا تھا۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ پڑھے لکھوں سے ایسی ایسی غلطیاں ہوں "

اُس وقت طلعت خوب بڑھ بڑھ کر بول رہی تھیں مگر تھوڑی دیر بعد کچھ رونکھی سی ہوگئیں جب اس فقرے پر سلمہ نے اعتراض کیا :-

" ازبرائے خدا خاموش بھی ہوجاؤ "

سر

خانہ داری

(جس میں سنگھار و آرائش بھی شامل ہے)

سنگھار کی ضرورت ۔ وہ زمانہ گیا جب سنگھار اور بناؤ چناؤ بیکار اور آسودہ حال عورتوں کا مشغلہ سمجھا جاتا تھا۔ گھر بار والی عورتوں کو اس سے سروکار بجائے خود ایک نقص متصور ہوتا تھا۔ اب یہ خیال فضول قرار دیا جاتا ہے۔ ہر ایک عورت کو اپنے جسم اور چہرہ کی دیکھ بھال میں روزانہ تھوڑا بہت وقت صرف کرنا چاہیئے روزانہ لفظ کا ذرا خیال رکھیں۔ اس سنگھار کا طریقہ اور طرز البتہ مختلف نتائج پیدا کرتا ہے اگر صحت جسمانی اور خوبروئی کے لئے اس شغل کو قائم رکھا جائے تو یہ خوبی ہے۔ اگر اس سے خانہ داری میں خلل پڑتا ہو اور عورت خوشنما پتنگ بننے کی سعی کرے تاکہ ایک کی نظر پتنگ کی صورت اور اُن کے غوطوں اور داؤں پر ہی رہے تو حقیقت میں یہ مذموم اور قابل نفرت شغل بن جاتا ہے۔

اکثر بیبیاں کہیں گی کہ آج کل نوکر تیار نہیں ملتیں۔ ہر ایک اس قابل نہیں ہے کہ نوکر رکھ سکے۔ گھر کا کام کاج بھلا اتنی مہلت کہاں دیتا ہے کہ بدن اور چہرہ کی دیکھ بھال کی جائے۔ افسوس کا مقام ہے کہ دیگچیاں، کمرے، پلنگ اور گھر کی چھوٹی موٹی چیزیں تو روزانہ صفائی کی محتاج ہیں مگر جس چیز پر ان سب کی رونق اور مسرت کا انحصار ہے یعنی گھر والی وہ اسے بیکاری کا مشغلہ سمجھتی ہے کیونکہ وہ اسے گھر کے روزانہ کاروبار سے زائد بات سمجھتی ہے!

کوئی بھی گھر والی ایسی نہیں جسے ۲۴ گھنٹوں میں اتنا وقت نہ ملے جس میں وہ اپنے بشرہ اور انداز صوری کی طرف دھیان دے سکے۔ ہنسی خوشی اور اطمینان وہ چیزیں ہیں کہ آدمی پہاڑ ڈھا سکتا ہے اور پھر بھی اسے آرام کے لئے وقت مل سکتا ہے۔ گھروں میں بیبیاں کیوں دکھ سے کراہتی ہیں؟ کیوں انہیں روزانہ خفیف شکایتوں سے بڑی بڑی بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں؟ اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ ہر وقت ایک خلجان میں، ایک وحشت، بے صبری، جلد بازی، اور بوکھلاہٹ میں ڈوبی رہتی ہیں۔ خود پریشان رہتی ہیں، اپنے شوہر اور بچوں کو بدحواس اور بے چین رکھتی ہیں۔

مختصر یہ ہے کہ صورت، شکل، قاعدہ سے رکھنے کے لئے روزانہ تھوڑا سا وقت نکال لئے پھر دیکھئے کیا اچھے نتیجے برآمد ہوتے ہیں۔ جن عورتوں کو مہاسے، مردنی، بدنما جلد، قبل از وقت بڑھاپے کی کھال، موسم کے زیر اثر خشکی وغیرہ کی شکایت رہتی ہو انہیں معمول سے زیادہ صفائی جلد کی درستی اور پرورش کی ضرورت ہے۔ انہیں خاص طور سے احتیاط و توجہ دینی چاہیئے۔

بڑے بڑے شہروں میں ایسی دوکانیں ہیں جہاں سنگھار کے ماہر کام کرتے ہیں۔ مشاطہ کی تبدیلی و درستی کے لئے اُن کو اس صحبت کی ضرورت ہے۔ لیکن ملازم جو اس زمانے میں بحالی رکھتے ہیں مگر وقت اور مال دونوں صرف کرنے پڑتے ہیں۔ اُن کی واقفیت اور علم سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ جن مقامات پر یہ سہولتیں نہیں ہیں وہاں نسخے کے طور پر وہ دستور استعمال کی جاسکتی ہیں جو اُن کی خاص قسم کے لئے موزوں ہیں اور ہر جگہ دستیاب ہو سکتی ہیں۔

چہرہ کی خدمت ۔ اوسط عورت کی عام شکایت قبل از وقت جلد کی خشکی اور وقت سے پہلے بڑھیا ہو جانا ہے اس کے لئے کریم کے لیپ کی ضرورت ہے۔ یہ جلد کو خشک نہیں کرتی اور نہ اسے سکیڑتی ہے بلکہ اسے سکون دیتی اور قوت بخشتی ہے۔ سب سے پہلے اپنا چہرہ دھو کر نرم کریں۔ احتیاط سے خشک کرکے اوپر کی طرف حرکت کا رخ رکھتے ہوئے یہ برابر لیپ کرلیں۔ اپنے چہرے کو کم از کم آدھ گھنٹے بالکل آرام دیں۔ اس کے بعد گرم پانی سے لیپ دُور کر دیں۔ اب پھر جلد خشک کرلیں اور جلد کو قوت دینے والی چیز (Skin Tonic) لگائیں اور پھر قوت دینے والی کریم نرمی سے پھیلائیں۔ پانچ دس منٹ لگی رہنے دیں پھر وہ ٹونک لگائیں۔ اب آپ کو معلوم ہوگا کہ نوجوانی کی سی آب و تاب جلد میں آگئی ہے۔ اور تازگی محسوس ہونے لگی ہے۔ ہفتہ میں دو تین دفعہ یہ عمل جاری رکھنا چاہیئے تاکہ پورا فائدہ پہنچے۔

جلد پر جھائیاں یا دھبے نمودار ہو جاتے ہوں تو زیادہ محنت کی ضرورت ہے کیونکہ یہ کمال کی سستی کی علامت ہے اور اسے چمکانے کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے مرہم اور لیپ دستیاب ہو سکتے ہیں۔ مگر

ان کو استعمال کرتے وقت اُن کی ملفوف ہدایات پر سختی سے عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہے۔ پیلے پن اور بدرنگی کے لئے جو مرکب استعمال کیا جائے اُسے لگانے سے پہلے ہمیشہ کوئی اچھی سی اعلیٰ درجہ کی قوت بخش کریم کی باریک تہ پھیلا دی جائے اور پھر اُسے پٹھوں کے تیل (Muscle oil) سے صاف کر دینا چاہیئے۔

جن لیپوں میں انڈے کا جزو شامل ہوتا ہے یا اُن میں کوئی اور کس دینے والی چیز شامل ہو اور عمدہ موثر تیل جھری دار جلدوں کے لئے خاص طور پر مفید ہیں کیل اور مہاسوں کے لئے خاص توجہ درکار ہے اس کا باعث عام طور سے خوراک ہے۔ نشاستے۔ میٹھے مصالحہ والی اور تلی ہوئی غذائیں ترک کر دینی چاہیئے۔

روزانہ آٹھ گلاس پانی پینا لازمی ہے اور اس کے بعد بیرونی کامل صفائی کیل مہاسہ کا لوشن لگا کے پوڈر لگایا جائے۔ کیونکہ عمدہ سے عمدہ کریم اور پوڈر سے مہاسوں سے باہر رکھنے کی ضرورت ہے۔ آرام جس میں میسر ہو سکتا ہے۔ ایسا لیپ جس سے گردش خون میں مدد ملے ضروری ہے اور باقاعدہ لگایا جائے۔ اس کے بعد صحت بخش کریم اور لوشن لگائیں ہر لیپ کو اثر کرنے کے لئے کافی وقت دیا جائے سنگھاری اشیاء لگانے سے قبل جلد کامل طور سے صاف کی جائے۔ اور سب سے ضروری بات ہے کہ جب تک لیپ چہرہ پر رہے آپ بالکل سکون کی حالت میں اپنے آپ کو رکھیں کیونکہ سکون و بے فکری ہر وقت ساری سنگھاری اشیاء سے زیادہ موثر ثابت ہوئی ہے۔

جلد کی دیگر ہدایات۔ گوری عورتوں کی بڑی مارا ان کی جلد ہے۔ عمدہ اور کامل ہے سب اُس کی تعریف کرتے ہیں۔ اگر نقص پڑ جائے تو سب سے زیادہ بُری ہو جانے کی وجہ سے سب بُرائی کرنے لگتے ہیں۔ ایسی کھال میں ذرا سا نقص نمایاں ہو جاتا ہے کیونکہ جلد نازک اور باریک ہوتی ہے کیل اور مہاسے معمولی مصائب ہیں اس لئے گوری عورت پگھل جانے اور صفائی کرنے والی کریم روزانہ لگاتی ہے۔ گوری کو باہر نکلنا پڑتا ہو تو پوڈر کے لئے بنیاد قائم کرنا چاہیئے۔ اس سے دو فائدے ہیں۔ اول تو وہ جلد کو ہوا اور دھوپ سے بچاتی ہے دوسرے جلد پر رعنائی نمودار ہو جاتی ہے۔

چکنی جلد پر جئی کا آٹا (Oatmeal) صبح اور شام کو ملنا مفید پڑتا ہے۔ یہ آٹا ایک ململ کی تھیلی میں باندھ دیں۔ گرم پانی ہو جلد کو دھوئیں اور پھر اُس تھیلی کو گرم پانی میں ڈبو ڈبو کے جلد پر لگائیں۔ جلد پر ایک ہلکی ہلکی تہ لیپ کی طرح رہ جائے گی۔ اُسے سوکھ جانے دیں۔ پھر رات کے وقت تو گرم پانی سے اور صبح کے وقت ٹھنڈے پانی سے دھو ڈالیں۔ اوٹین کریم (Oatine Cream) میں جیسا کہ نام سے ظاہر ہے عمدہ قسم کا سنگھاری جئی کا آٹا خاص مقدار میں شامل ہوتا ہے۔ اسی لئے دوسری کریموں پر فوائد کے لحاظ سے فائق ہے جو بیبیاں زیادہ آب و تاب کی شائق نہیں۔ اُنہیں ہر رات دستور العمل کے طور پر یہ کریم جلد میں مل کے جذب کر لی چاہیئے۔ اور اسے عادت بنا لینی چاہیئے۔ اوٹین سنو (Oatine Snow) جلد میں نرمی سے مل مل کے جذب کرنے سے حتیٰ کہ وہ غائب ہو جائے تمام دن خوشگوار پائدار سطح نمودار ہو جاتی ہے اور چہرہ کے پوڈر کے لئے بے نظیر بنیاد کا کام دیتی ہے۔

پاؤں چہرہ بگاڑ۔ پاؤں دکھتا ہو تو چہرہ کا رنگ بدل جائے گا اور دکھ کا اثر چہرہ پر پڑنے سے رونق جاتی رہے گی۔ جب توجہ پاؤں کے دُکھتے مقاموں کی طرف بار بار مبذول ہو تو ذاتی دلکشی رخصت ہو جاتی ہے۔ مگر بسا اوقات یہ تکالیف غیر ضروری ہوتی ہیں کیونکہ ان کا سبب دور کیا جا سکتا ہے اور ان کی تکرار کو بخوبی روکا جا سکتا ہے۔ جو بیبیاں لنگ کرنے لگیں یا اچک کے چلیں یا بیٹھنے کا موقع ملتے ہی سکون کا سانس لیں کہ پیروں پر سے جسم کا بوجھ ہٹ گیا اچھا نظارہ پیش نہیں کیا کرتیں بسینا عمرہ کی حور تیرہ جن کے نام چار دانگ عالم میں زبان زد خلائق ہیں پاؤں کی درست حالت کا بڑا اہتمام کرتی ہیں۔ سب سے بڑا اصول یہ پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ نیا جوتہ کیسا ہی دلفریب و پسند ہو چند ہفتوں تک مسلسل ایک دفعہ میں چند گھنٹوں سے زیادہ نہ پہنیں۔ اس طریقہ سے رفتہ رفتہ پاؤں کو نئے جوتہ کا عادی بنایا جائے اس طریقہ سے وہ تکلیف پاؤں کو نہیں ہونے پاتی جو بالعموم نیا جوتہ دیا کرتا ہے نیا جوتہ خریدتے وقت اس کا خاص خیال رکھیں کہ وزن ایڑی اور پنجہ پر برابر پڑتا ہے۔ جوتہ کی نوک تنگ نہ ہو جو انگلیوں پر دباؤ پڑے اور تکلیف معلوم ہو۔

جب پاؤں میں ٹھیک دراڑیں پڑ جائیں تو اُنہیں خود چاقو یا اُسترے سے نہ کاٹیں۔ پاؤں کا ماہر شخص ہی ان کی درست طریقہ سے تراش خراش کر سکتا ہے ورنہ پاؤں پک جاتا ہے اور ہفتوں تک آدمی مصیبت میں مبتلا رہتا ہے پاؤں تھک جائیں اُنہیں تازہ دم کرنے کے لئے چند مرتبہ پہلے گرم پانی کی ٹب ...

سیر بین

ریشمی جُراب

ریشم عجیب ملائم اور چمکیلی چیز ہے۔ اس کی جرابیں آج کل بہت پسند کی جاتی ہیں۔ چونکہ مغرب میں سلائے جانگیہ نما ہو گئے ہیں۔ اس لئے گھٹنوں تک ٹانگیں ننگی رہتی ہیں۔ جلد کا رنگ عام طور سے اچھا نہیں ہوتا لیکن ریشمی جرابیں ٹانگوں کو خوش نما اور دلکش بنا دیتی ہیں۔ ننگی ٹانگوں کی طرف دیکھنے والوں کی اتنی توجہ نہیں ہوتی جتنی ریشمی جُراب والی ٹانگوں کی طرف ہوتی ہے۔ یورپ میں سب سے پہلے انگلستان کی ملکہ الزبتھ نے جُراب پہنی تھی۔ اُس وقت وہ کپڑے کی طرح سی کے تیار کی جاتی تھی۔ گویا پاؤں پر غلاف چڑھا لیا گیا ہے ملکہ مذکور نے اس غلاف کو بڑے ناز سے پہنا تھا آج کل کی جرابیں اُسے خواب میں نظر آجاتیں تو وہ آنکھیں ہی نچھاور کرنے پر آمادہ ہو جاتی۔

ریشم کا رواج دُنیا میں کیسے ہوا؟ کہا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش سے پہلے ایک چینی عورت نے اسے دریافت کیا۔ وہ چینی شہنشاہ کی ملکہ تھی۔ چنانچہ اُس کے مرنے کے بعد چینیوں نے ریشم کی دیوی کے طور پر اسے پوجنا شروع کر دیا۔ لوگوں کے ریشم کے متعلق عجیب و غریب خیالات رہے۔ کوئی کہتا کہ ایک قسم کا انڈا ریشم پیدا کرتا ہے۔ کوئی کہتا ایک قسم کی مکڑی اسے تانتی ہے۔ کوئی سمجھتا کہ بھیڑ سے اون کی طرح اسے حاصل کیا جاتا ہے۔ ایسے بھی تھے جو کہتے تھے کہ نفیس قسم کی مٹی سے یہ بنائی جاتی ہے۔ ایک رومی بادشاہ نے مشرق میں آدمی بھیجے، تاکہ ریشم کی حقیقت معلوم کریں۔ اس کا نام جسٹی نی اَن تھا۔ وہ چین گئے اور وہاں اُنھیں معلوم ہوا کہ ریشم کا کیڑا اسے پیدا کرتا ہے۔ چنانچہ بانس کے نلوں میں وہ اس کے انڈے بند کر کے لے گئے۔ اور بحیرہ روم کے ساحلوں پر شہتوت کے درخت لگا کر ان پر اُنہیں لگایا گیا۔ اُنہیں یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ یہ کیڑا شہتوت کے ہی پتے کھاتا ہے بحیرہ روم کے ساحل کی آب و ہوا اس کے موافق پائی گئی آسٹریلیا اور امریکہ میں بھی بعد میں اس کیڑے کو پالنے کی کوشش کی گئی مگر کامیابی بہت کم ہوئی۔ ریشم کے کیڑوں کی خبر گیری بڑی صبر آزما ہے۔ مغربی طبائع اس کی تاب کب لا سکتی ہیں۔ غرض میں مطالعہ کیا گیا کہ کیڑا شہتوت کے پتے کی صاف شفاف ڈوریوں کو کھاتا ہے چنانچہ اُنہوں نے ایسی مصنوعی ڈوریاں سیلولائڈ کی صورت میں بنا کے الکحل اور ایتھر میں حل کیں۔ اور پھر اسے نازک شیشہ کی نلکیوں میں ڈال کے باریک اور چمکدار تاگہ ایک سرے سے برآمد کیا گیا، جو ریشم سے ملتا جلتا ہے۔ اس مصنوعی ریشم نے اب ایسی ترقی کی ہے کہ کوئی بڑا ہی ماہر اصلی کو نقلی سے پہچان سکتا ہے۔

قہوہ کی ابتدا

قہوہ کی ابتدا کے متعلق عجیب و غریب روایات مشہور چلی آتی ہیں ان میں سے ایک مستند بتائی جاتی ہے کہ درویشوں کا ایک گروہ حبش میں بھیڑ بکریوں کے گلے سمیت پھر رہا تھا، وہ یہ دیکھ کر ایک روز حیران رہ گئے کہ اُن کے بیشتر ضرورت سے زیادہ اُچھل کود میں مصروف ہیں اور وہ آرام لینے کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ اُنہیں وہم ہوا کہ اُنہیں جِن ہو گیا ہے۔ اُن پر دُعائیں پڑھیں۔ منتر پھونکے مگر چند روز لد رگئے۔ اور اثر مطلق نہ ہوا۔ آخر اُن کے سرگروہ نے کہا کہ آج میں اُنہیں چرانے لے جاؤنگا۔ چراگاہ میں اُس نے دیکھنا شروع کیا کہ وہ کیا کیا گھاس پات چرتی ہیں۔ آخر اُسے معلوم ہوا کہ وہ ایک خاص پودے کے پتے اُن پر یہ اثر کر رہے ہیں۔ چنانچہ چند پتے اُس نے خود چبا کے کھائے رات بھر اُسے نیند نہ آئی۔ اور اُسے اس سے عبادت میں بڑی مدد ملی۔ شروع زمانہ میں قہوہ کوٹ پیس کے ٹکڑی کے طور پر کھایا جاتا تھا۔ چنانچہ اسی طرح صلیبی جنگ کے فوجی کھا کر اپنی ہمت بڑھاتے تھے۔ اس کے بعد اسے اُبال کر پینے لگے۔ پندرھویں صدی کے درمیان عدن میں یہ مقبول عام ہو گیا۔ تھوڑے ہی دنوں بعد عرب کے دیگر مقامات میں یہ پھیل گیا اور سولھویں صدی کے شروع میں یہ قاہرہ میں بھی جا پہنچا۔ اس طرح عرب میں بھی اس کی تخم ریزی ہوئی۔ اور وہیں سے سارے یورپ کو پہنچتا رہا۔ اس کے بعد جزائر غرب الہند اور جاوا میں اس کی کاشت ہوئی۔ اب آخر میں برازیل میں یہ بویا جاتا ہے۔ اور دنیا کی کل پیداوار کا ¾ حصہ اسی ملک سے مہیا ہوتا ہے۔

ہندوستان میں بابا بڈن عرب سے اس کا بیج لائے اور جنوبی ہند میں دو صدی پیشتر اس کی کاشت پہاڑیوں میں شروع ہوئی۔ میسور اور ٹراونکور اس کا مرکز ہے۔ سنہ ۱۸۲۳ء میں یہاں اس کی کاشت باقاعدہ صورت میں جاری ہوئی۔ سنہ ۱۸۳۰ء میں تین انگریزوں نے جنوبی ہند کے مختلف پہاڑی علاقوں میں قہوہ کے کھیت قائم کئے۔ یہ علاقے مغربی گھاٹ کے نشیبوں میں پھیلتے چلے گئے ہیں زیادہ حصہ میسور، کُرگ اور نیلگری کی پہاڑیوں میں واقع ہے۔ اس کے بعد اس کام نے بڑی تیزی سے ترقی کی۔ البتہ برازیل کے سستے قہوہ کی کثرت نے یہاں کی کاشت بہت کچھ کم کر دی ہے۔ قہوہ کی مسلّمہ اسّی قسمیں ہیں۔ ان میں سے دو زیادہ کاشت کی جاتی ہیں عربی اور لائبیری۔ یہ گرم ملکوں کی پیداوار ہے۔ یہ گرم اور مرطوب آب و ہوا میں خوب پھلتا ہے۔ اور آبپاشی کا زیادہ محتاج ہے۔ بلند مقامات پر کاشت کیا جاتا ہے۔ عربی کے مقابلہ میں لائبیری نشیبی علاقوں میں بھی بویا جا سکتا ہے۔ لائبیریا افریقہ کا ملک ہے سردی اور بہت گرم و خشک ہوائیں اس کے لئے مہلک ہیں۔ زمین پر اچھی طرح ہل چلا کر اور دھوپ سے بچا کر بیج ڈال دیا جاتا ہے۔ جب وہ پھوٹ کر پودا ایک سے دو فٹ کا ہو جاتا ہے تو اسے اکھاڑ کر احتیاط سے مستقل مقام پر جا کر گاڑ دیتے ہیں، یہ کام ایامِ بارش میں ہوتا ہے۔ اس وقت بھی کھجور کے پتّوں کا عارضی سایہ ان پر رکھا جاتا ہے۔ ہر ایک پودا دوسرے سے دس سے پندرہ فٹ کے فاصلہ پر لگایا جاتا ہے۔ نلائی کی بڑی ضرورت رہتی ہے کیونکہ گھاس پات اور جھاڑ جھنکاڑ اس کے آس پاس بڑی کثرت سے اُگتا رہتا ہے اس میں پھول اور تیسرے سال میں پھل آتا ہے۔ پانچویں سال میں زیادہ اور چھٹے ساتویں اور آٹھویں سال میں پوری مقدار سے پھل آتا ہے۔

ہندوستان میں اپریل میں اس میں پھول آتے اور وہ نظّارہ قابلِ دید ہوتا ہے دسمبر اور زیادہ موافق حالات میں آخر نومبر میں پھل چننے کے قابل ہو جاتا ہے اس وقت یہ سیاہی مائل سرخ بیر کی شکل کا ہوتا ہے۔ اس میں دو بیج ہوتے ہیں ہر ایک پر نقرئی غلاف ہوتا ہے، اور اس پر خشک اور صاف چھلکا ہوتا ہے ہر ایک بیج میں گری ہوتی ہے جسے بیرونی غلافوں سے ماہر فن علٰحدہ کرتا ہے بیج اور مغز پانی کے حوض میں ڈال دیئے جاتے ہیں بیج بیٹھ جاتا ہے اور مغز تیر کر چھلکے پانی کے ساتھ باہر آ جاتا ہے۔ پھر ۱۲ سے ۴۰ گھنٹوں تک بیجوں کو سڑایا جاتا ہے۔ تاکہ بیرونی غلاظت دور ہو جائے۔ کیونکہ اس کی تہ اس وقت تک باہر جمی رہتی ہے۔ پھر انہیں دھو کر دھوپ میں سکھا لیا جاتا ہے۔ اسی کی برآمد کی جاتی ہے ان پر نقرئی غلاف اور چھلکا بدستور قائم ہوتا ہے جسے استعمال سے پہلے ہٹا دیا جاتا ہے اس کے لئے مختلف مشینیں استعمال کی جاتی ہیں پھر بھون کر قہوہ حاصل کر لیا جاتا ہے۔

کیڑوں کی قوت شامہ

اس زمانہ میں زیادہ تلقین اس طرف ہے کہ مکھیوں اور مچھروں وغیرہ کو تلف کر دیا جائے۔ ہم ان کے عادات و خصائل کی طرف اس قدر متوجہ نہیں ہوتے۔ ان کیڑوں کی زندگی ان کی عادات ان کے دوست دشمن کا علم بڑی اقتصادی اہمیت رکھتا ہے، مگر ہمیں اس کے لئے اپنے محدود حواس و واقفیت پر انحصار کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ کوئی اور چیز اس معاملہ میں ہماری رہنمائی نہیں کرتی۔ مثال کے طور پر کیڑوں کے سونگھنے کی قوت کو لیجئے پاخانہ کی مکھی گوشت کی سڑاند کیسے معلوم کر لیتی ہے وہ کہیں بھی گوشت رکھتے ہی آموجود ہوتی ہے۔ شہد کی مکھیاں شہد والے پھولوں کو پا لیتی ہیں ہمیں ان میں سے کوئی خوشبو نہیں آتی معلوم نہیں انہیں کیا محسوس ہوتا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ ان کیڑوں کی سونگھنے کی قوت جہاں تک ان کی غذا کا تعلق ہے بہت مکمل ہے بعض پتنگے جھینگے اور تیتریاں اپنے جوڑے کو محض بُو سے تلاش کر لیتے ہیں یہ حس ان کی اس قدر لطیف ہوتی ہے کہ ہماری فہم سے باہر ہے، بعض محقق اسے قوت شامہ سے منسوب نہیں کرتے۔ بلکہ ان کا قول ہے کہ ان میں کوئی چھٹی حس حاصل ہے جس سے ہم محروم ہیں، مور وغیرہ میلوں دُور سے مادہ کے پاس اُڑ کر آموجود ہوتے ہیں وہ کیا تار برقی ہے جو مادہ منتشر کرتی ہے کہ آؤ اور میرے پاس رقص کرو۔ مادہ کو پکڑ کر مقفل کر دیں۔ بکس میں یا پنجرہ میں بند کر دیں نر آموجود ہوں گے یہ زنانہ اشتعال کا ہوتا ہے خدا جانے کیا مخفی پیغام ہے کہ نر کو تعمیل کئے بغیر نہیں بن آتی۔ سونگھنے کی قوت دیکھنے اور سننے سے زیادہ کیڑوں کی دنیا میں کام کرتی ہے۔ اس کے متعلق ہمارا علم بہت محدود ہے۔ ہمیں ٹڈے کی آواز سے واقفیت ہے وہ نر حریف کو دیکھ کر بولتا ہے یا مادہ کو پچکارنے کے لئے آواز نکالتا ہے اس سے خیال آتا ہے کہ شاید اس کے کان ہوں۔ یہ درست ہے کیونکہ اس کی ٹانگ میں پورا کان پایا جاتا ہے نر مچھر مادہ کے پروں کی آواز اپنی مونچھ سے معلوم کر لیتا ہے مگر ہمارے کان اس آواز سے ناآشنا ہیں کیونکہ ہماری سماعت محدود ہے۔ کاغذ پر مکھی کے چلنے کی آواز ہمیں نہیں آتی مگر آلۂ سماعت سے اس کی حرکت کی آواز سنائی دیتی ہے۔ یہ خیال ہے کہ ہم اپنے محدود وسائل سے بساطِ عالم کے راز نہیں معلوم کر سکتے، جو کچھ ہمیں حاصل ہوتا ہے بہت معمولی ہے۔ تمام ارد گرد کی دنیا سے ہم بے خبر ہیں۔ ہمارے حواس زیادہ قوی ہوں تو شاید ایسی آوازیں سننے میں آئیں جو نغمہ ہوں اور ایسے رنگ نظر آئیں جو پہلے نہ دیکھے ہوں۔

محمد ظفر

بزمِ عصمت

(۱) بزمِ عصمت میں صرف وہی خطوط درج کئے جاتے ہیں، جن میں خریداری نمبر کا حوالہ ہو (۲) خط بہت مختصر ہو (۳) وہی استفسار نہ ہو جس کے جواب عصمت میں پہلے شائع ہو چکے ہیں (۴) رسالہ کے انتظامی امور یا مضامین کے بارے میں کوئی بات نہ ہو (۵) علیحدہ کاغذ پر روشن سیاہی سے لکھا ہوا ہو۔ ایڈیٹر

میں نہایت خوشی کے ساتھ یہ خبر سناتی ہوں کہ میری باجی امرت کور کی شادی سردار کشن سنگھ صاحب جاگیردار کے ساتھ ، مئی کو بخیر و خوبی انجام پائی دعا ہے کہ اس خالق دو جہاں جوڑے کو ہمیشہ شاد و آباد رکھے اس خوشی میں دو روپیہ کی حقیر رقم نادار فنڈ کے لئے ارسال کرتی ہوں

اندر کور اورنگ آباد دکن

میں انتہائی مسرت و دلی شادمانی کے ساتھ یہ خوشخبری سناتی ہوں کہ ۸ اگست ۱۹۴۳ء کو میری عزیز سہیلی فاطمہ بائی بنت گل محمد مرحوم کی شادی خانہ آبادی بمقام بنگلور بخیر و خوبی انجام پذیر ہوئی اللہ تعالیٰ دولہا دلہن کو ہمیشہ شاد و آباد رکھے۔ اور انہیں زندگی کا یہ نیا دور مبارک کرے۔ اس خوشی میں دو روپیہ کی حقیر رقم عصمت کے نادار فنڈ کے لئے بھیجتی ہوں

خریداری نمبر ۴۰۹۰۴

خریدار نمبر ۶۴۲۹ کی خدمت میں عرض ہے کہ آپ یہ نسخہ استعمال کریں۔ ایک آنہ کی خالص چنبیلی کی کھلی اور تھوڑا سا میٹھا تیل کھلی کو میٹھے تیل میں سخت کریں اور پھر چہرے پر مل لیں، تھوڑی دیر خشک رہنے کے بعد ہتھیلیوں سے رگڑ کر بتیاں اتار دیں۔ روزانہ اسی طرح کریں۔ انشاء اللہ فائدہ ہوگا۔

اور جن بہن صاحبہ کے بال کمزوری سے سفید یا سرخ ہوگئے ہیں انہیں یہ نسخہ استعمال کرنا چاہئے۔ آنولے ۵ تولہ ہاچھڑ ۲ تولہ سرخ صندل، ۲ تولہ ببول کی چھال ۲ تولہ۔ ان سب چیزوں کو کوٹ کر رات کو لوہے کے کسی برتن میں بھگو دیں۔ صبح ان سب کو پیس کر سر دھولیں صابن بالکل استعمال نہ کریں ہمیشہ انہی چیزوں سے سر دھویا کریں بال سیاہ ہو کر گھنے ہو جائیں گے

عطیہ مشتاق بنت مشتاق حسین خاں۔ لاہور

اگست کے رسالہ میں خریدار نمبر ۴۴۳۶۲ کے لئے اور ستمبر کے رسالہ میں بنت متوفی مہر دل خاں صاحب خریدار نمبر ۱۶۹۹ کے واسطے (رکن مساز ہیر آئل) کے استعمال کرنے کا مشورہ دیتی ہوں۔ مندرجہ شکایتوں میں مفید پایا ہے پتہ ملنے کا:۔ ملکی دواخانہ شہر آمادہ یو۔پی

اس کے علاوہ بنت متوفی مہر دل خاں صاحب ذیل کا نسخہ نہار ہر روز پیا کریں :۔ عناب ۵ دانہ مغز تخم کدو شیریں ۳ ماشہ تخم کاہو ۳ ماشہ۔ مغز تخم خیارین ۳ ماشہ سونف ۳ ماشہ مویز منقی ۶ دانہ مغز بادام شیریں ۵ دانہ پانی میں پیس کر چھانکر دانہ شکر بقدر ذائقہ ملاکر مسکہ الائچی کا داغ دیکر یا بغیر داغ دیئے پی لیا کریں پھر قدرت خدا کا تماشہ دیکھیں تمام شکایتیں کافور ہو جائیں گی۔

خریدارہ نمبر ۴۰۵۸

میرے سر کے بال عرصہ آٹھ ماہ سے جھڑنے لگے ہیں ہمیشہ ناریل کا تیل استعمال کرتی ہوں اگر کسی بہن کو بال گھنے اور مضبوط کرنے کا کوئی آزمودہ نسخہ معلوم ہو تو بذریعہ عصمت مطلع فرمائیں۔ بیحد ممنون ہوں گی۔

نمبر خریداری ۶۵۳۱

مختصر افسانوں کے مجموعے اور ناول

دودھ کی قیمت

منشی پریم چند ہندوستان کے بہترین افسانہ نگاروں میں سے تھے۔ اور دودھ کی قیمت منشی جی کے بہترین افسانوں کا مجموعہ ہے۔ دودھ کی قیمت میں ایک ڈرامہ ہے اور ۸ افسانے اور یہ سب کے سب خاص طور پر رسالہ عصمت کے لیے منشی جی آنجہانی نے لکھے تھے۔ عنوانات یہ ہیں (۱) دودھ کی قیمت (۲) کسم (۳) اکسیر (۴) عیدگاہ (۵) سکونِ قلب (۶) ریاست کا دیوان (۷) وفا کا دیوتا (۸) دو بھنیں (۹) زاویہ نگاہ۔ ان عنوانوں میں بظاہر جاذبیت اور کشش نہیں لیکن کوئی سا افسانہ اس مجموعہ کا پڑھ لیجئے۔ ممکن ہی نہیں کہ منشی جی آنجہانی کی سحر نگاری کے آپ قائل نہ ہو جائیں۔ اصلاح اخلاق اصلاح معاشرت اور جذبات نگاری کے لحاظ سے یہ افسانے اردو کے بہترین افسانوں میں سے ہیں جن میں دیہاتیوں اور شہریوں کی پرمسرت اور دردناک زندگی کا ہوبہو نقشہ کھینچا ہے ہر افسانہ میں ایک پیام ہے شرافت اور انسانیت کا اور ہر افسانہ لبریز ہے درد واثر سے۔ پہلا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل گیا، اب دوسری بار شائع ہوا ہے۔ کاغذ سفید چکنا لکھائی چھپائی عمدہ ضخامت ڈیڑھ سو صفحوں سے اوپر قیمت علاوہ محصولڈاک عہ

دامنِ باغبان

ہندوستان کے مشہور افسانہ نگاروں میں یہ خصوصیت ڈاکٹر سعید احمد صاحب بریلوی ہی کی تحریر میں ہے کہ وہ خشک سے خشک مضمون کو نہایت دلچسپ پیرایہ میں بیان فرماتے ہیں۔ جذبات نگاری اور واقعات نویسی میں ڈاکٹر صاحب کو کمال حاصل ہے۔ اور زبان روزمرہ نہایت ہی عام فہم لکھتے ہیں تاکہ معمولی استعداد والے بھی ان کی تحریروں سے فائدہ اٹھا سکیں۔ ڈاکٹر صاحب کے متعدد مختصر افسانے مختلف رسائل میں شائع ہو کر مقبول ہو چکے ہیں ان افسانوں میں سے سات بہترین افسانے منتخب کر کے یہ مجموعہ شائع کیا گیا ہے۔ (۱) نصیبن کا بیان۔ ایک غریب آرکش کی لڑکی کی شادی ایک دولتمند سے کس وجہ سے کی جاتی ہے (۲) خدا کا باغی ایک مفلس دہریہ کس طرح راہ راست پر آ جاتا ہے۔ (۳) بخار کا تعویذ ایک بڑے آدمی کی خودغرضی نفس پروری اور ایک چھوٹے آدمی کا حیرت انگیز ایثار اور انسانی ہمدردی (۴) بڑا آدمی۔ ایک نقیر کس طرح ایک دولت مند اور کامیاب انسان بن جاتا ہے۔ (۵) سکون نا آشنا دل کو حقیقی مسرت کس طرح حاصل ہوئی۔ (۶) حسرت نصیب مزدور ایک دولت مند وکیل کی اپنی قوم کی خاطر بے مثل قربانیاں ایک خوددار انسان کی دردبھری کہانی (۷) حفاظت کا فرشتہ۔ کناہ جی کے کرتوت اور عفت مآب خاتون کی جرأت کا افسانہ۔

یہ افسانے دلچسپ ہیں اور بے حد دلچسپ۔ مگر بڑی خوبی یہ ہے کہ ان افسانوں سے جرأت، ہمت، بہادری۔ ایثار۔ محنت۔ صداقت۔ اولوالعزمی استقامت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ اور کامیاب زندگی گذارنے کا راز انسان کو معلوم ہو جاتا ہے۔ ایک ہی افسانہ پڑھنے سے کتاب کی قیمت وصول ہو جاتی ہے۔ دوسرا ایڈیشن ایک روپیہ چار آنے عہ

نجمہ

از محترمہ نذر سجاد حیدر

ہندوستان کی بہترین ناول نگار خاتون کا بہترین ناول۔ جس کی رسالہ عصمت میں شائع ہو کر دھوم مچ چکی ہے۔ کتابی صورت میں آتے ہی جس کا پہلا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ آٹھ ماہ میں نکل گیا اور اب دوسری دفعہ شائع ہوا ہے۔ یہ ایک خودسر آزاد خیال ناعاقبت اندیش، اعلیٰ تعلیم یافتہ مغرب زدہ لڑکی کی ناکام محبت کا عبرت انگیز قصہ اور ایک نیک خصلت شریف الطبع مگر منچلے دولت مند بیرسٹر کی شادی سے پہلے اور شادی کے بعد کی نہایت ہی دلاویز داستان ہے۔ اس ناول میں مختلف طبیعتوں اور مختلف عادات وخصائل بڑے آدمیوں کے حالات بیان کئے گئے۔ اور اونچے طبقے کے ایک دو نہیں کئی خاندانوں کی معاشرت دکھائی گئی ہے۔ واقعات کی دلچسپی طرز بیان کی دلکشی کتاب شروع کر کے ختم کرنے پر بھی مجبور کرتی ہے۔ ناول میں ۴۳ باب ہیں لیکن ایک باب بھی نام کو ایسا نہیں کہ طبیعت کہیں اکتا جائے۔ واقعات محض دلچسپ ہی نہیں ہیں۔ دردانگیز۔ سبق آموز بھی ہیں نذر سجاد حیدر صاحبہ نے اس ناول کا بیشتر حصہ اپنی طویل علالت کے زمانہ میں لکھا۔ مگر حق یہ ہے کہ خوب لکھا اور بہت خوب لکھا۔ سفید چکنا کاغذ کچھ کم دو سو صفحے قیمت عہ

روحانی شادی

از منشی پریم چند آنجہانی۔ یہ اصلاحی ڈرامہ۔ پلاٹ۔ مکالمہ۔ کیرکٹر ہر اعتبار سے کامیاب اور نتیجہ خیز سبق آموز ہے۔ دلچسپ دلاویز، عبرتناک اور کافی تفریحی مذاحیہ بھی۔ اصلاح معاشرت پر اتنے موثر اور بلند پایہ مختصر ڈرامے بہت کم نکلیں گے۔ قیمت ۱۰/

شہیدِ وفا

سلمیٰ نے دنیا کے سامنے محبت اور وفا کا وہ دردناک نمونہ پیش کیا ہے شہید وفا پڑھئے دل لرز جائیگا آنکھیں پرنم ہو جائیں گی لوایک بہادر لڑکی کی تصویر آنکھوں کے سامنے آ جائیگی۔ ہندوستان کی مشہور افسانہ نگار محترمہ امۃ الوحی صاحبہ کا یہ مشہور افسانہ ہے جس کے ساتھ مونہ کے ۸ اور دلچسپ افسانے بھی آپ کی دلچسپی کے لئے حاضر کئے گئے ہیں عنوانات یہ ہیں (۱) بیٹے کی تمنا۔ (۲) تکلم کا افسوس (۳) مجذوب کی سرگذشت (۴) سیاہ نقاب پوش (۵) تصویر عبرت (۶) بگلی کا راز (۷) جوہری کی دوکان (۸) تین خون۔ یہ معمولی افسانے نہیں، حیات انسانی کی تفسیریں اور جذبات کی سچی تصویریں ہیں یہ سب افسانے دلکش اور نتیجہ خیز ہیں۔ عصمت۔ تہذیب۔ تحلیل انقلاب جیسے بلند پایہ رسالوں اخباروں نے شاندار ریویو کئے ہیں۔ دوسری دفعہ شائع ہوئی ہے ضخامت ۲۰۰ صفحوں کے قریب قیمت عہ

چار رخ

عصمت کی مشہور انشاپرداز محترمہ نسیم فاطمہ بنت محبوب مرحوم کا لکھا ہوا ایک نتیجہ خیز افسانہ ہے جس میں چار عورتوں کی عبرت انگیز اور سبق آموز آپ بیتی ہے چاروں کہانیاں اچھی ہیں۔ اور ان میں مغربی تمدن کی اندھادھند تقلید، عیسائی مشنریوں کی صحبت، رواج کی پابندیوں کے نہایت دردناک نتائج دکھائے گئے ہیں۔ کتاب مختصر ہے لیکن جو نتیجے اس سے نکلتے ہیں وہ نہایت اہم ہیں۔ ۶/

دوربین

روس کا میدان - روس میں جرمنوں کو بدستور پسپائی سے سامنا ہو رہا ہے۔ روسی فوجوں کو اہم فتوحات برائنسک اور نووروسیسک میں نصیب ہوئیں۔ اول الذکر مقام وسطی روس میں ہے اور موخر الذکر کوہ قاف میں جرمن گویا اب اس علاقہ سے بے دخل ہو گئے بحیرۂ ازوف کے خیال میں جرمنوں کے ہاتھوں سے ٹگن روگ اور میری پول نکل گئے۔ اب روسی فوجیں بڑی تیزی سے ہر جگہ بھاگتے ہوئے جرمنوں کا تعاقب کر رہی ہیں۔ یوکرین میں تو وہ اس کے دارالسلطنت کیف سے بہت قریب ہو گئی ہیں۔ اور کوئی دن جاتا ہے کہ وہ زیروپینے اور نیپروپیٹروسک پر قابض ہو جائیں گی۔ وسط میں اب سمولنسک کی باری آ رہی ہے۔ پولٹاوا بھی گھر گیا ہے۔ جرمن کیف اور سمولنسک پر ضرور لڑیں گے۔ دونوں مقام پولینڈ کی سرحد کے قریب واقع ہیں۔ روسی لشکر پانچ سے دس میل روزانہ بڑھ رہا ہے۔ ہٹلر کو مجبور ہو کر اپنی تقریر میں کہنا پڑا کہ ہم مصلحت وقت سے کسی مقام سے ہٹ جاتے ہیں۔ اور کسی مقام پر لڑنے سے گریز کیا کرتے ہیں مگر اس سے اس فولادی حلقے پر جو جرمنوں نے اپنے وطن مالوف کے گرد قائم کر دیا ہے کوئی اثر نہ پڑے گا۔ مجھے اپنی قوم سے امید ہے کہ وہ ہمت مردانہ سے کام لے کر لڑتی رہے گی۔ ان فقروں سے پسپائی اور بے بسی کی بو ضرور آتی ہے ایسا نظر آتا ہے کہ روسی جلد جرمنوں کو اپنے ہتھیائے ہوئے حصۂ ملک سے نکال دیں گے۔ اور پھر جرمنی کی باری آئے گی۔

اٹلی کی شکست اٹلی نے ۳ ستمبر کو بلا شرط ہتھیار ڈال دیئے اس خبر کو اتحادیوں نے چار پانچ روز پوشیدہ رکھا۔ اس عرصہ میں اُنہوں نے نیپلز کے علاقہ اور سلرنو میں اپنی فوجیں اُتار دیں۔ اٹلی کے ہتھیار ڈالتے ہی شمالی اور وسطی حصوں پر جرمنوں نے قبضہ کر لیا۔ اور روم کو بھی معمولی جنگ کے بعد اپنے قبضہ میں لے لیا۔ پوپ کا علاقہ بھی اُن کی نگرانی میں آ گیا۔ سلرنو کے مقام پر جرمن فوج مستعد ملی۔ چند روز تک انگریزی اور امریکی افواج پر بھاری رہی اور حالات نازک ہو گئے۔ مگر جنوب سے آٹھویں فوج بھاگی بھاگی اس سے جا ملی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جرمنوں کا دباؤ کم ہو گیا۔ اور اُن کو خود پیچھے ہٹنے پر مجبور ہونا پڑا۔ اتحادیوں نے نیپلز کے آس پاس کے جملہ اطالوی جزیروں پر قبضہ کر لیا۔ ٹارنٹو، برنڈزی، اور باری بھی ان کے قبضے میں آ گئے۔ اس طرح اطالوی بوٹ کی نوک پنجہ اور ایڑی ٹخنوں تک اتحادیوں کے قبضے میں آ گئی۔ اب اطالوی سرزمین ہی سے اتحادی ہوائی جہاز اُڑ کے جرمنوں کے مقبوضہ اطالوی علاقہ پر تباہی پھیلاتے ہیں۔ اطالوی ہر جگہ اتحادیوں کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ جرمنوں نے جگہ جگہ اطالویوں سے ہتھیار چھین لئے ہیں اور اپنی دانست میں اطالوی لشکر ختم کر دیا ہے یورپ میں جہاں جہاں وہ اس سے کام لے رہا تھا ان سب سے ہتھیار لیکر ان کو نگرانی میں لے لیا گیا ہے۔ اتحادی اٹلی میں برابر بڑھ رہے ہیں۔ ترکی کے پاس کا مجمع الجزائر جسے ڈوڈی کانی کہتے ہیں اور جن پر اٹلی کا قبضہ تھا ایک طرف تو جرمنوں کا دعویٰ ہے کہ اُنہوں نے اس پر قبضہ کر لیا ہے مگر اتحادیوں نے اعلان کیا ہے کہ اس کے بڑے بڑے جزیروں کاس لیرو اور سموس پر خود اُن کا قبضہ ہو گیا ہے۔ اور بڑے جزیرہ روڈس پر اُن کی فوجیں اتر کر قبضہ کرنے میں مصروف ہیں مارشل بدولیو اور شاہ وکٹر عمانوئیل روم سے چلے گئے ہیں۔ ایک مرتبہ یہ خبر اُڑی کہ شاہ نے اپنے بیٹے کے حق میں دستبرداری دیدی ہے۔ مارشل موصوف اب انگریزوں کی حفاظت میں ہیں۔

مسولینی قید و آزاد ہٹلر سے ملنے کے بعد مسولینی جب بادشاہ اٹلی سے ملنے گیا تو محل کے دروازے بند کر لئے گئے۔ وہ محل میں بادشاہ سے ملاقات کر رہا تھا کہ اُس کے محافظ اور ڈرائیور سب گرفتار کر لئے گئے۔ اور اس کی موٹر وہاں سے ہٹا دی گئی۔ وہ جب بادشاہ سے مل کے باہر آیا تو اپنی موٹر کی بجائے اور ہی موٹر کھڑی دیکھی۔ اُس نے اپنی موٹر طلب کی۔ مگر افسر موجود نے کہا کہ آپ اس موٹر میں زیادہ محفوظ رہیں گے۔ مسولینی بگڑا مگر دیکھ کر معاملہ کچھ اور ہی ہے بے بسی کے عالم میں بانہیں پھیلا کر اس میں جا بیٹھا۔ موٹر چلی اور اُسے قید خانہ پہنچا دیا گیا۔ جہاں سے اُسے جگہ جگہ لے جایا گیا سارڈینیہ کے قریب کسی جزیرہ سے ہٹلر کے حکم سے جرمن سپاہیوں نے ترکیب سے اسے ہوائی جہاز کے ذریعہ قید خانہ سے نکالا۔ اس عرصہ میں بدولیو

Ismat Delhi october 1943

لیور کا پیام
پبلک کے نام
نمبر ۳

ذرا احتیاط سے برتا جائے تو

صابن بہت دن کام دیتا ہے

چونکہ وہ تمام اشیاء جن سے صابن تیار ہوتا ہے لڑائی کی ضرورتیں ہیں کافی مقدار میں نہیں مل رہی ہیں اس لئے اسٹاک میں بھی اتنا کافی صابن نہیں جو ہر جگہ ہر ایک کو مہیا کیا جا سکے تاہم کپڑوں اور جسم کی صفائی کے لئے صابن تو ہر ایک کو ملنا ہی چاہئے کیونکہ تندرستی کے لئے نہایت ضروری ہے لہٰذا اپنے صابن پر خاص توجہ دیجئے اور جہاں تک ممکن ہو سکے زیادہ سے زیادہ عرصہ تک چلائیے۔ ذیل میں ہم چند ہدایات پیش کرتے ہیں ان سے آپ کو کفایت میں بڑی مدد ملے گی

صابن کو گیلا نہ ہونے دیجئے

صابن کو استعمال کرتے وقت ایک لمحہ کے لئے بھی پانی میں نہ رکھئے صابن غیر ضروری تراوٹ پاتے ہی فوراً گھلنے لگتا ہے اور چند ہی منٹ میں کافی مقدار میں ضائع ہو جاتا ہے جیسا کہ اکثر بچوں کو نہلاتے وقت ہوتا ہے۔ اپنی صابن کی ٹکیہ تاروں سے بنی ہوئی جالی دار ڈبیا یا ایسی ترکیب کی پیالی میں رکھ دیجئے تاکہ غیر ضروری تراوٹ نیچے بہہ جایا کرے۔ اگر آپ صابن کو اس طرح خشک رکھنے میں اہتمام کرتے رہیں گے تو اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کا اندیشہ نہ رہے گا اور وہ آخری پپڑی تک قائم رہے گا۔

پرانے کو نئے پر چپکا دیجئے

صابن کی کسی پپڑی کو کبھی پھینکئے نہیں اسے اور نئی ٹکیہ دونوں کو تھوڑا تر کر کے چپکا دیجئے اور سوکھنے کے لئے چھوڑ دیجئے پرانی ٹکیہ کی پتلی پپڑی نئی ٹکیہ پر چپک جائیگی اور بالکل آخر تک کام دے گی سن لائیٹ، لائیف بوائے یا لکس ٹائلیٹ تینوں کو آپ اسی طرح برت سکتے ہیں

لیکن غلط فہمی نہ ہونا چاہئے

صابن کے استعمال کرنے میں ہم آپ کو احتیاط برتنے کا مشورہ دیتے ہیں لیکن ہمارا یہ منشا ہرگز نہیں ہے کہ آپ صابن کم استعمال کرنے کی جوکھم اٹھائیں۔ صابن صفائی کے لئے بہت ضروری ہے اور صفائی کپڑوں کی ہو خواہ جسم کی، تندرستی کے لئے بہت ضروری ہے اس لئے آپ اپنے کپڑوں اور جسم کو بلا ناغہ اور پورے طور پر صابن سے دھوتے رہیں۔ لیکن ایسا کرتے ہوئے صابن کو ضائع نہ کریں۔

لیور برادرس ان نفیس صابنوں کے بنانے والے

سن لائیٹ — لکس ٹائلیٹ سوپ — لائیف بوائے — لکس — لائیف بوائے ٹائلیٹ — وِم — منکی براند

نے اُس کے پاس کوئی اخبار نہ پہنچنے دیا تھا۔ اُس نے حالات سے اور اٹلی کے ہتھیار رکھ دینے کا حال معلوم کر کے وہ غصے سے کانپنے لگا۔ اُس نے قید سے آزاد ہوتے ہی ٹیلیفون پر ہٹلر سے بات چیت کی۔ اور پھر گھر جا کے خوب سویا وہ بہت دُبلا ہو گیا تھا۔ غالباً اُسے یقین ہو گیا تھا کہ بدولیو اسے اتحادیوں کے حوالے کر دے گا۔ اب ہٹلر نے اُسے شمالی اٹلی کا ڈکٹیٹر بنا دیا ہے اور وہ اپنے خاص وفاداروں میں سے [illegible] حکومت قائم کر رہا ہے۔ اُس کے رفیق اور اُس کا داماد چیانو بھی جرمنوں نے آزاد کر دیئے ہیں۔ شاہ اٹلی سے حلف وفاداری منسوخ کر دیا گیا ہے کسی اطالوی افسر نے اپنے ملک کی بے بسی دیکھ کے خودکشی کر لی۔ مسولینی نے ایک تقریر کی جس میں اطالویوں کو شرم دلا کے تلافی مافات کی ہدایت کی۔

جاپانیوں کی پسپائی

اتحادیوں نے جزیرہ نیو جارجیہ پر قبضہ کر لیا نیو گنی میں دو بندرگاہیں لیتے دیتے آخر سالاموا اور لے کی بندرگاہیں جاپانیوں سے چھین لیں۔ جاپانی بہت بہادری سے لڑے شکست کے بعد بہت سے جاپانی سپاہی اور افسر خودکشی سے مرے۔ نیو گنی کے پاس چند اور جزیروں میں بھی اتحادی گھس گئے۔ شمال میں الیوشین کے جزیروں سے جاپانیوں کو بالکل بے دخل کر دیا گیا۔

برما میں رات دن امریکی اور برطانوی ہوائی جہاز گولہ باری کر کے جاپانیوں کا سخت نقصان کر رہے ہیں۔ اٹلی کے بحری بیڑے کے اتحادیوں سے مل جانے سے برطانوی بیڑہ جو بحیرۂ روم میں حفاظت پر مامور تھا اب آزاد ہو کے بحر الکاہل جا رہا ہے۔ اور جاپانیوں کی شکست میں حصہ لے گا۔ برما پر زمانۂ قریب میں حملے کی امید کی جاتی ہے۔ چینیوں کا ارادہ پہلے سے زیادہ جاپان کے خلاف مضبوط ہو گیا ہے۔

سیاسی ملاقاتیں اور نتائج

کیوبک میں مسٹر چرچل صدر روزویلٹ سے پھر ملے اور وہاں اہم معاملات طے کر لئے گئے تھوڑی بہت بدگمانیاں جو روس اور اتحادیوں میں پیدا ہو گئی تھیں اُنہیں بالکل دور کر دیا گیا۔ امریکہ اور برطانیہ میں انگریزی زبان کی بنیاد پر یگانگت زیادہ وسیع کی گئی۔ اس کے بعد ہی اٹلی پر حملہ کیا گیا اور بدولیو کی حکومت نے بلا شرط ہتھیار رکھ دیئے۔ اب سٹالین سے ملاقات کے لئے زور دیا جا رہا ہے اور اس سے تعلقات استوار کئے جا رہے ہیں۔ ایران نے بھی جرمنی کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ سوئٹزرلینڈ کو جرمن فوجوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ ڈنمارک پر اتحادی حملہ کا اندیشہ تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ جرمنوں نے وہاں کے بادشاہ کو بے بس کر کے اپنا پورا قبضہ جما لیا ہے۔ فرانس کے جنوبی حصے میں جہاں اطالوی قابض تھے جرمن قابض ہو گئے ہیں۔ بلقان میں شورش پیدا ہو گئی ہے یونانی اور یوگوسلاوی اطالوی فوجوں کے ساتھ مل کر جرمنوں کے خلاف لڑ رہے ہیں۔ بلقان پر حملہ ہونے والا ہے بلغاریہ کا شاہ بورس کسی حادثہ سے مر گیا۔ اُس کے نابالغ بیٹے کی طرف سے کونسل قائم ہوئی ہے اس کی فوجیں پسپا ہوتی جا رہی ہیں۔ اطالوی فوجیں بلقان کی جنگ میں اتحادیوں کے ساتھ نمایاں حصہ لینے کا ارادہ ظاہر کر رہی ہیں۔ جرمنوں نے سارڈینیا سے اپنی فوجیں ہٹا لی ہیں فرانسیسی آزاد فوجیں نصف جزیرہ کارسیکا پر قابض ہو گئی ہیں آدھے پر جرمن ہیں۔

تاروں کا جھرمٹ

بنگال میں قحط سالی نے دہشت ناک صورت اختیار کر لی ہے گلیوں اور بازاروں میں فاقہ زدہ بچے اور مرد اور عورت دم توڑتے نظر آتے ہیں۔ ان کی تصویریں سٹیٹسمین میں چھپتی رہی ہیں جو تعداد معلوم ہو سکی ہے ۲۱ اگست سے ۱۶ ستمبر تک ۳۵۸۲ فاقہ زدہ لوگ شفاخانوں میں داخل ہوئے ان میں سے ۲۵۰۷ مر گئے۔ یکم اگست سے ۱۵ ستمبر تک پولیس اور ہندو مسلم جماعتوں نے ۲۱۰۷ مردوں کی تدفین کا انتظام کیا۔ مختلف صوبوں سے لاکھوں روپیہ چندے کے طور پر وہاں بھیجا جا رہا ہے اور بچوں کو کھلانے پلانے کا انتظام کیا جا رہا ہے۔ پنجاب سے گیہوں بھیجا جا رہا ہے۔

انگلستان ۔ کوئلہ وغیرہ کی کانوں میں کام کرنے والوں نے ہڑتال کر کے دو روپیہ فی گھنٹہ مزدوری کا مطالبہ کیا ہے آپس میں بات چیت کے بعد مزدور اپنے کام پر چلے گئے۔

سنہ ۴۳-۱۹۴۲ء میں ہندوستانی ریلوں کو ایک ارب ۹۲ کروڑ روپیہ کی آمدنی ہوئی ۸۲ کروڑ کی بچت ہوئی سنہ ۴۲-۱۹۴۱ء میں ہمیشہ سے آمدنی ہوئی ایک ارب ۵۴½ کروڑ کی آمدنی میں ۴۴ کروڑ کی بچت ہوئی جنگی ضروریات کے لئے ۵۵ ہزار میل کی پٹریوں میں سے صرف ۶۵۰ میل کی پٹری اُتاری گئی۔

انگلستان میں ۴۰ سال عمر کی عورتیں بھی جنگی کاموں کے لئے طلب کر لی گئی ہیں۔ اس حکم کی تعمیل میں تین لاکھ عورتیں جنگی کاموں میں لگ جائیں گی۔

مسز لائی چوکاف ایک ۲۹ سالہ گریجویٹ چینی عورت ہے اور کنی میں چین کی طرف سے غیر سرکاری سفیر ہے۔ اُس نے لندن میں ۱۷ تقریبوں میں حصہ لیا۔ اور ہوائی جہاز موٹر اور لاری سے سفر کرتی رہی۔ اُس نے ان موقعوں پر تقریریں بھی کیں اور سپاہیوں اور جنگی کارکنوں کو اُن کے سوالات کے جوابات دیئے۔

جس مسلمان نے مسٹر جناح پر حملہ کیا تھا اُسے سیشن سپرد کر دیا گیا۔

ISMAT Delhi October 1943

جنگ کے زمانہ میں آگ کے مول چیزیں خرید کر روپیہ ضائع نہ کیجئے

آجکل عام طور پر چیزوں کی قیمت بہت بڑھی ہوئی ہے۔ جنگ کے زمانے میں واقعی ضروریات کے علاوہ اور کچھ خریدنا فضول خرچی ہے۔ اسکے برخلاف جو پیسہ بھی آپ بچا سکیں آئندہ آپ کے بڑا کام آئیگا۔ جنگ کے بعد جب قیمتیں گر جائیں گی تو آپ اپنی رقم کی پائی پائی سستی چیزیں خرید کر وصول کر سکیں گے۔

ان کے دنوں میں خرچ کرنے کے لئے اسوقت خرچ روک لیجئے

آئندہ کے لئے

روپیہ بچانے کا محفوظ طریقہ اختیار کیجئے

بچت کا غیر محفوظ طریقہ

اگر آپ سونے، چاندی جواہرات۔ زمین۔ مکان یا سامان وغیرہ میں روپیہ لگائیں گے تو قیمتوں کے عام سطح پر آجانے کے بعد آپکے اس روپیہ کی مالیت کم ہو جائے گی۔

محفوظ طریقہ

اپنی رقم کو محفوظ رکھنے اور اس کی مالیت کو برقرار رکھنے کے لئے اسے انجمن امداد باہمی، بیمہ بینک کے سیونگ کھاتے یا ڈاکخانے کے سیونگ بینک میں لگائیے۔ اگر آپ ان سے بھی اچھی جگہ رقم لگانا چاہیں تو سرکاری قرضوں یا سیونگ سرٹیفکٹ میں لگائیے۔

آٹھ آنے روز بچائیے!

آپ تھوڑی تھوڑی بچت بھی کریں تو بہت کچھ جمع کر سکتے ہیں۔ آٹھ آنے روز، ہو سکے تو اس سے زیادہ بچائیے اور صندوقچی میں ڈالنا شروع کیجئے پھر اس بچائی ہوئی رقم کو نیچے لکھی ہوئی محفوظ مدوں میں برابر لگاتے رہئے۔

قوم کیلئے قومی جنگی محاذ کی اپیل

کاغذ کی گرانی کی وجہ سے تماموں کی قیمت قریباً چار آنے فی روپیہ بڑھ گئی ہے

مصورِ غم حضرت علامہ راشد الخیری کی تصانیف

تاریخ و سیرت
- آمنہ کا لال
- سیدہ کا لال
- الزہرا
- نوبت پنج روزہ و وداع ظفر
- وداع خاتون
- امین کا دم واپسیں
- دلی کی آخری بہار
- بزم رفتگاں
- داستان پارینہ

مذہبی مضامین
- احکام نسواں
- حسن حقیقی
- دعائیں
- قرانی جھنکے (?)
- نیو یا اسلام (?)

سیاسی صحافی سیاسی مضامین
- شہید مغرب
- یادگار زمانہ (?)
- عالم نسواں
- سیاحت [illegible]

مضامین کے متفرق مجموعے
- [illegible]
- گنجی میں سمل (?)
- مسلمان عورت کے حقوق
- نالۂ زار
- بلبل صبا (?)
- ساس بہو (?)
- شادی کا انتخاب
- غریب بستی
- بے گناہ کی آخری رات (?)
- جنستان مغرب (?)
- بکھرے ہوئے موتی (?)

اصلاحی معاشرتی ناول
- حیات صالحہ
- منازل السائرہ
- صبح زندگی
- شام زندگی
- شب زندگی دو حصے
- نوحۂ زندگی
- طوفان حیات
- جوہر قدامت

اسلامی تاریخ بطرز ناول
- ماہ عجم
- عروس کربلا
- یاسمین شام
- محبوبۂ خداوند
- تیغ کمال
- شہنشاہ کا فیصلہ
- مظلوم الیس (?)
- شاہین و دراج
- وزیر شہوار (?)

ڈرامیہ افسانے
- نانی عشو
- ولایتی بلی (?)
- دادا اماں کا [illegible]

نظموں کے مجموعے
- روداد قفس
- [illegible] قفس

ادب لطیف و انشا
- قلب حزیں
- لڑکیوں کی انشا
- سلی ہوئی بیتیاں (?)
- لڑکیوں کا نصاب زیر طبع

اصلاحی معاشرتی افسانے
- [illegible]
- سراب مغرب
- فسانۂ سعید
- [illegible]
- تغیر شیطانی (?)
- [illegible]
- [illegible]
- سیوگ (?)
- ستونتی (?)
- سوکن کا جلاپا
- موودہ
- تمغۂ عصمت (?)
- انگوٹھی کا راز
- منازل ترقی
- بچہ کا [illegible]
- ویڈیا کی سرگزشت (?)
- بہار عالم

مختصر افسانوں کے مجموعے
- جوہر عصمت
- [illegible]
- خون اشک (?)
- قطرات اشک
- فدائی [illegible]
- نسوانی زندگی
- گلدستۂ عید
- گوہر مقصود
- گرداب حیات
- بساط حیات
- [illegible] افسانے
- شب [illegible]

کھانا پکانے کی مستند کتابیں
- عصمتی دستر خوان
- مشرقی مغربی کھانے
- عصمتی ہند [illegible]
- ناشتہ
- بچوں کے کھانے
- بیماروں کے کھانے
- [illegible] کھانے

دیگر تصانیف محترمہ آمنہ نازلی
- دولت [illegible]
- [illegible]
- عقل کی باتیں
- [illegible] کی باتیں

تصانیف منشی پریم چند
- دودھ کی قیمت (افسانے)
- روحانی شادی [illegible]

تصانیف رازق الخیری
- وداع راشد
- [illegible] کی کہانی

تصانیف مولانا سیماب اکبرآبادی
- [illegible]
- آفتاب زندگی
- [illegible] زندگی

نامور خواتین کے افسانے و ناول
- انوری بیگم
- جان باز
- غیرت کی پتلی
- [illegible] وفا
- [illegible]
- [illegible]

تصانیف صاحبزادہ [illegible]
- [illegible]
- [illegible]

بچوں اور زنانہ کتابیں

کچھ اور کتابیں
- صنعت و حرفت
- [illegible]
- [illegible]
- [illegible]
- [illegible]

دستکاری کی بہترین کتب
- عصمتی کروشیا
- عصمتی کشیدہ
- گلزار و نقش (?)
- گلدستۂ کشیدہ
- گلشن زہرہ (?)
- چمنستان [illegible]
- گلستان [illegible]
- موتیوں کا کام
- سلمہ ستارہ کا کام
- اونی کام سلائیوں سے
- گوٹہ کناری کا کام
- جالی کا کام
- تارکشی کا کام
- گلدستۂ تارکشی
- کراس اسٹیچ ورک
- جوہر نسواں [illegible]
- شمیم سوزن کاری
- خواتین کی دستکاریاں
- لڑکی کا [illegible]
- وصلی کا کام

عورتوں کی خاص کتابیں
- [illegible] خانہ داری
- [illegible] خانہ

تصانیف محترمہ سیدہ خاتون اکرم مرحومہ
- جمال ہمنشیں
- گلستان خاتون و افسانے
- پیکر وفا
- بچھڑی بہنیں

تصانیف محترمہ صغرا ہمایوں مرزا
- شیر نسواں یا زہرہ
- سرگذشت ہاجرہ
- تحریر النساء
- [illegible]

تصانیف محترمہ بلقیس بیگم
- خانہ داری کے تجربات
- امید نسواں

تصانیف محترمہ حجاب اسمٰعیل
- ادب زریں
- ظلمات موت

تصانیف محترمہ سرو جہاں [illegible]
- [illegible]
- شہزادی نیلوفر [illegible]

زنانہ افسانے و گیت
- افسانۂ حرم
- داستان باغبان (?)
- دیہاتی گیت

زنانہ نظمیں
- شمع خاموش
- آئینۂ جمال

بچوں کے لئے کہانیاں
- جاپانی کہانیاں
- مزیدار کہانیاں
- بچوں کی دنیا

خواتین کے لئے دوسرے مصنفوں کی کتابیں [illegible] عصمت [illegible]

عصمت بک ڈپو دہلی

کاغذ کی گرانی کی وجہ سے کتابوں کی قیمت قریباً چار آنے فی روپیہ بڑھ گئی ہے

زنانہ دستکاری کی مفید کتابیں

عصمتی کروشیا

کروشیا کا شوق رکھنے والی بہنوں کے لئے بہترین نصاب کروشیا کی مشہور ماہر محترمہ فاطمہ ... علی بیگم صاحبہ نے ترکیبیں اور ہدایات لکھ کر مرتب کی ہے ... قیمت ...

مختصر فہرست عصمتی کروشیا

گلدستۂ تارکشی

محترمات سیدہ اشرف ... نے یہ کتاب تیار کی ہے پہلے دھاگے نکالنے کے طریقے عام فہم پیرایہ میں سمجھائے گئے ہیں پھر تکیے کے غلاف، تائی پوش، میز پوش، کشتی پوش ... جالیاں ... ہیلیں، ہیمسٹچ وغیرہ ... کے اعلیٰ نمونے ... خوب واضح ...
قیمت ...

تارکشی کا کام

جس کی مدد سے لڑکیاں گھر بیٹھے دھاگے نکالنے کا کام بہت آسانی کے ساتھ سیکھ جائیں گی ... اس کام میں ماہر ہو جاتی ہیں ... میز پوش ... پنکھا ... وغیرہ ... نمونے ہیں اور سب مفصل ترکیب ...

کراس اسٹچ ورک

یعنی دوسوتی کام ... نمونے ... خوبصورت گلدستوں ... کے خوبصورت نمونے ہیں ... قیمت ...

عصمتی کشیدہ

اس کتاب میں میز پوش، پلنگ پوش ... تکیوں کے غلاف، پلنگ کی چادروں ... وغیرہ کے لئے ... نمونے ہیں ... بیلیں ... مختلف قسم کی ... نمونے ... مکمل ... ہے۔
قیمت ایک روپیہ

گلدستۂ کشیدہ

جسے ... دستکار بہنوں نے تیار کیا ہے اس میں ... خوبصورت ... مختلف قسم کے پھولوں ... چادروں وغیرہ کے کونے ... غلاف تکیہ ... مختلف قسم کے گول پھول ... پلنگ کی چادریں، ساڑی وغیرہ کی بیلیں ... قمیص ... مشرقی ... ترکیبیں مکمل۔ قیمت ...

گلزارِ درخشاں

جس میں محترمہ ... درخشاں صاحبہ نے ... نفیس و دلفریب ... میز پوش ... خوبصورت بیلیں ... بلاؤز، میز پوش، رومال ... کے پھول ... سو نمونے ہیں اور سب خوشنما۔ قیمت ...

گلشنِ زہرا

مرتبہ محترمہ زہرا ... پھول ... کونے ... مرکزی یا وسطی خانے ہیں ... پنکھوں کے نمونے ہیں ... نمونے ... ہیں۔
قیمت ...

اونی کام سلائیوں سے

فن بننے ... کتاب ... کے متعلق مضامین اور ہدایتیں بہت عام فہم پیرایہ میں ... بچوں کی اونی ٹوپیوں ... موزوں ... سویٹر ... مختلف قسم کی بناوٹ ... تصویریں ... ہیں۔ بار دوم۔ قیمت ...

موتیوں کا کام

یہ مفید کتاب دستکاری کی ماہر ... عصمتی بہنوں نے تیار کی ہے۔ اس میں حسب ذیل ... نمونے ہیں۔

... جھالریں	... قسم کی لیس	... وضع کے پھول
... جامیاں	...	...
... خوان پوش	...	...
...	... پنکھے	...
گلاس پوش	...	...
لیمپ کے جھاڑ	...	مشرقی ...

سلمہ ستارہ کا کام

ہندوستان کی ... دستکار ... کتاب ہے جس میں ... سلمہ ستارہ ... کے نمونے ... خاص سلمہ کے پھول بیلیں ... سلمہ ستارہ کا خاص کام ... سلمہ اور سوتی کے نمونے ... مشرقی ... نمونے نہایت خوبصورت ہیں ... دوسرا ایڈیشن قیمت ...

جالی کا کام

ہندوستان کی قدیم صنعت ... یہ کتاب دو حصوں میں ... جالی کے کام کے مختلف وضع اور مختلف طرز کے ... دلکش نمونے ... جالی ... ترکیب ... قیمت ...

چمنستانِ خیاطی

یعنی سوئی کا کام ... مشہور دستکار ... کے کپڑے ... بلاؤز ... قمیص ... لباس ... مشرقی ... متعلق مفید ہدایتیں ...

گلستانِ خیاطی

مضامین کے چند عنوانات یہ ہیں خیاطی یعنی سلائی کا بکس، سلائی کرنے سے پہلے سیا پرونا، لباس کے طریقے، کمائی کے مشورے ... لڑکیاں سلیقہ شعار بن جاتی ہیں ... زنانہ مردانہ کپڑوں کے کارآمد نمونے ہیں اور لڑکوں لڑکیوں کے لئے کپڑوں کے کارآمد نمونے اور مشرقی اشیا کے متعلق ہدایات۔
قیمت صرف ...

شمیم سوزن کاری

مرتبہ محترمہ سعیدہ ... صاحبہ جس میں ... کام ... کا کام ... ٹکڑوں کا کام ... کروشیا کے نمونے ہیں ... مختلف زنانہ دستکاریوں کے عمدہ عمدہ نمونے ہیں اور ... نمونے ... اور ترکیبیں مفصل دی گئی ہے۔
قیمت صرف ...

گوٹہ کناری کا کام

ہندوستان کی قدیم و مقبول صنعت کے متعلق ... کتاب ہے ہندوستان کی نامور دستکار محترمہ ... تارکشی ... نے مرتب کیا ہے ... نمونے ... آپ دیکھ کر ... نمونے نہایت صاف ... ترکیبیں ... نہایت عام فہم۔
قیمت ...

عصمت بک ڈپو دہلی

محصول ڈاک بذمہ خریدار

محصول ڈاک بذمہ خریدار

جملہ حقوق محفوظ

یادگار حضرت علامہ راشد الخیری رحمۃ اللہ علیہ

The ISMAT. Delhi.

عصمت

شریف ہندوستانی بیبیوں کے لیے
پاکیزہ خیالات
علمی۔ ادبی مضامین
اور
مفید معلومات کا ماہوار ذخیرہ

ایڈیٹر۔ رازق الخیری

چندہ سالانہ چار روپے

کاغذ کی گرانی کی وجہ سے کتابوں کی قیمت قریبا چار آنے فی روپیہ بڑھ گئی ہے

انگریزی و جرمنی کھانے	ترکی و عربی کھانے	ایرانی اور افغانی کھانے	بنگالی اور بہاری کھانے	کشمیری اور مدراسی کھانے	
گجراتی اور پنجابی کھانے	حیدرآبادی اور برادی کھانے	لذیذ لذیذ کھانے	دلی اور لکھنؤ کے کھانے	بنارس اور [illegible] کھانے	

سینکڑوں قسم کے کھانے تیار کرنے کی اُردو زبان میں بے نظیر کتاب

عصمتی دسترخوان حصہ اول

جس کی ایک نمایاں خصوصیت جو اس موضوع کی اور کتاب میں نہ ملے گی یہ ہے کہ تمام ترکیبیں تجربہ کرنے کے بعد لکھی گئی ہیں اس لئے ترکیبیں بالکل صحیح ہیں اور وزن بالکل درست! ہندوستان بھر کے ہر حصہ کی تقریباً عصمتی بہنوں نے اس کتاب [illegible] ادارہ عصمت کی اہلیہ محترمہ آمنہ نازلی صاحبہ نے بڑی محنت سے کتاب [illegible] انتظام اور کھانوں کے متعلق نہایت قیمتی ہدایات اور مضامین درج کئے گئے ہیں [illegible] چیزیں [illegible] تیار کرنے کے لئے عصمتی دسترخوان سے بہتر کتاب ملنی [illegible] مثال کے طور پر چند پڈنگ اور کباب [illegible] ملاحظہ فرمائیے

[illegible] پڈنگ	[illegible] پڈنگ	[illegible] کے کباب	کباب [illegible] مرغ	[illegible] کباب
[illegible] پڈنگ	[illegible] پڈنگ	[illegible] کے کباب	[illegible] کی ٹکیاں	[illegible]
نارنگی [illegible] پڈنگ	[illegible]	[illegible] آلو کے کباب	گوشت کے ننھے کباب	[illegible] کے کباب
جنجر پڈنگ	[illegible] پڈنگ	نال [illegible] کباب	کباب مرغ مسلم	[illegible] کباب
روز پڈنگ	[illegible] پڈنگ	مچھلی [illegible] کباب	[illegible] کباب	[illegible] کے کباب
اناناس پڈنگ	[illegible] پڈنگ	[illegible] کے کباب	مچھلی کے شامی کباب	اور کئی قسم کے
کمزور بیماروں [illegible]	مالائی پڈنگ	[illegible] کے کباب	[illegible] کے کباب	کباب

یہ صرف دو چیزوں کی فہرست ہے

اسی سے کتاب کا اندازہ کر لیجئے۔ چاول سلونے اور میٹھے سوئیاں کھیر فیرنی۔ سادے اور ترکاری کے سالن مچھلی مرغ جیلی بسکٹ کیک دالیں سنوا پاں حلوے۔ چٹنیاں مربے۔ اچار۔ سموسے نمسے پوری کچوریاں پراٹھے۔ ۔ روٹی غرض ہر قسم کے کھانوں کی بڑی بڑی اچھی ترکیبیں ہیں اور ہر چیز کی کئی کئی درجن صحیح ترکیبیں اس کتاب کا ہر گھرانے میں ہونا ضروریات میں سے ہے ہندوستان بھر میں اس کی دھوم مچ گئی بہت سی عورتیں اس کتاب کی بدولت عمدہ عمدہ ذائقہ دار کھانے پکانے لگیں۔ لڑکیوں کو یہ کتاب [illegible] جہیز میں دیجاتی ہے سینکڑوں خواتین نے اس کی تعریف میں خطوط بھیجے ہیں اور کتنے ہی مردوں نے اپنی کتاب کی اشاعت پر مؤلفہ و پبلشر کا شکریہ ادا کیا ہے۔ اس کی مقبولیت کا اندازہ اس سے کریں کہ چند ہی سال میں ہاتھوں ہاتھ ۸ ایڈیشن نکل گئے۔ قیمت دو روپے مجلد سوا دو روپے۔ حصہ دوم مشرقی مغربی کھانے عہ مجلد عہ

عصمتی ہنڈکلیا

یہ کتاب بچیوں کے لئے ہے تاکہ وہ شادی سے قبل کھانے پکانے کے فن میں ماہر ہو جائیں اور ایک کنواری بچی کو جو کچھ جاننا چاہئے عملی طور پر اس سے واقف ہو جائے سوا سو کھانوں کی صحیح صحیح ترکیبیں بچیوں ہی کے مطلب کی درج کی گئی ہیں اور خوبی یہ کہ کھانے پکانے کے متعلق نہایت مفید مضامین اور کارآمد ہدایتیں بھی ہیں قیمت صرف ۸ر

ناشتہ

دوپہر اور رات کے کھانے سے قبل صبح اور تیسرے پہر کیا کیا ناشتہ کیا جاتا ہے اس موضوع پر قابل قدر کتاب جس میں چاء۔ کوکو شربت لسی۔ فالودہ۔ آئس کریم بسکٹ۔ کیک نوشت۔ کوہائی وغیرہ وغیرہ نیز ہندوستان کے ہر صوبے اور ہر حصے کے مختلف قسم کے ناشتوں کی کئی کئی ترکیبیں ہیں گویا اس کتاب کی مدد سے آپ جس حصہ ملک کا مہمان [illegible] آجائے [illegible] مطلب کی چیز مہیا کر سکتے ہیں۔ قیمت ۱۰

بچوں کے کھانے

بچوں کو اصول صحت [illegible] غذا دینی چاہئے کون سے کھانے مفید [illegible] تیار ہوتے ہیں۔ اس موضوع پر [illegible] بچوں کے صحت بخش اور مفید کھانوں کی [illegible] تجربہ [illegible] صحیح ترکیبوں کے علاوہ کئی نہایت کارآمد مضامین بھی [illegible] کے قابل ڈاکٹروں اور تجربہ کاروں کے لکھے ہوئے ہیں قیمت [illegible]

بیماروں کے کھانے

بیماروں کے [illegible] کھانے [illegible] ہیں اس میں صرف انہی کی ترکیبیں ہیں [illegible] قابل تجربہ کار ڈاکٹروں سے اس کی تیاری میں مشورہ لیا ہے تمام ترکیبیں تجربہ کی ہوئی ہیں مضامین بھی بے انتہا مفید اور قابل قدر ہیں ہر گھر میں [illegible] کتاب کا ہونا ضروری ہے قیمت ۱۰ر

مذاقیہ کھانے

[illegible] سے بہلو [illegible] سے مہذب مذاق کرنے کے لئے نہایت دلچسپ کتاب جس کی ہر ترکیب صحیح ہے بیہودہ مذاق کی جگہ اس کتاب سے شائستہ مذاق کر کے دوستوں سے ہنسانے والی کتاب سے زندہ دلی کا ثبوت دو۔ لڑکیوں کی شادی کے وقت دولہا بھائی کی تواضع کے لئے [illegible] یہ کتاب نہایت موزوں ہے [illegible] ہیں۔ قیمت [illegible]

عصمتی دسترخوان حصہ دوم
مشرقی مغربی کھانے

باعتبار مضامین پہلے حصے پر فوقیت رکھتا ہے قریبا . . اصولوں کے نہایت ہی کارآمد اور قابل قدر مضامین ہیں۔ چند عنوانات یہ ہیں۔ ہماری خوراک اور غذا کے متعلق تحقیقی مضامین۔ کھانے کے اصول۔ کھانے کی حفاظت۔ جرمنی باورچی خانہ۔ جاپانی باورچی خانہ۔ کچی سبزی۔ ترکاریوں کے خواص۔ کھانے کا کمرہ۔ اناج کا صندوق ایرانی دعوت وغیرہ وغیرہ۔ ترکیبیں سب نئی اور آزمودہ ہیں اور ایک ایک چیز کی متعدد ترکیبیں۔ عربی۔ ایرانی۔ ترکی۔ جاپانی۔ عراقی۔ روسی۔ اطالوی۔ انگریزی۔ فرانسیسی کھانوں کی اچھی اچھی ترکیبیں ہیں۔ عصمتی دسترخوان بغیر حصہ دوم کے مکمل نہیں یہ بھی بہت مقبول ہوا ہے۔ قیمت عہ مجلد عہ۔ عصمتی دسترخوان مکمل یعنی دونوں حصوں کی قیمت للعہ مجلد للعہ

محصول ڈاک بذمہ خریدار — **پتہ منیجر عصمت بک ڈپو دھلی** — محصول ڈاک بذمہ خریدار

تصانیف علامہ راشد الخیری رح

عروس کربلا

علامہ مغفور کے تمام تاریخی ناولوں میں بہ لحاظ درد و اثر کے ممتاز ہے۔ کربلا کے تاریخی [illegible] پہلے ہی کچھ کم درد انگیز نہیں۔ اس پر مولانا کے قلم گوہر ریز سے قیامت ڈھا دی ہے۔ کہیں کہیں جگہ ہچکی بندھ جاتی ہے۔ اس پرلطف بہت کہ بہت کا دلاویز افسانہ ہے۔ بہت مشہور کتاب ہے ہزاروں کی تعداد میں شائع ہو چکی ہے۔ قیمت عہ

یاسمین شام

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ثانی کے عہد کی اسلامی جنگ۔ ہلال و صلیب کے معرکے اسلام کی فتح و تسخیر شام کے حالات اس کے ہمراہ حسن و محبت کی داستان نہایت متانت اور تہذیب سے لکھی گئی ہے۔ قیمت ۱۲ر

محبوبۂ خداوند

طرابلس کے مقابل خداوند کا تعیش شمالی افریقہ کی حسینہ سفیر یہ کو قابو میں کرنے کے لئے اپنے فرضی دعووں میں کیا کیا کرتب دکھاتا ہے۔ یہ ایک راز ہے جو محبوبۂ خداوند کے مطالعہ سے حل ہوگا۔ حضرت عثمانؓ خلیفہ ثالث کے زمانہ میں اسلام اور عیسائیت کے معرکے اور لڑائیوں کے حالات لکھے گئے ہیں۔ قیمت صرف عہ

شہنشاہ کا فیصلہ

عہد عباسی کے بغداد کا دلچسپ افسانہ ایک شوہر اپنی بیوی کی شادی کن اسباب کے تحت ایک دوسرے شخص سے [illegible] ایک مصیبت زدہ ماں کا بے گناہ بچہ کس وجہ سے [illegible] قتل ٹھہرایا جاتا ہے۔ ملکہ اپنے حصول مقصد کے لئے کیا کیا کوششیں کرتی ہے۔ اور آخر میں کس خوبی سے شہنشاہ کا فیصلہ [illegible] دودھ پانی کا پانی الگ الگ کر دیتا ہے۔ قیمت ۴ر

شاہین و دراج

مرحوم حضرت علامہ راشد الخیری مرحوم کا وہ معرکۃ الآرا تاریخی ناول جس نے مصنف کی سحر نگاری کا بڑے بڑے ادیبوں کو قائل کر دیا تھا۔ علامہ مغفور کا سب سے پہلا تاریخی ناول ہے جس میں محبت کے جذبات لطیفہ کو نہایت لطف اور رنگینی سے بیان کیا گیا ہے بلحاظ زور قلم اور جذبات نگاری اردو ناولوں میں بے شبہ نہایت نمایاں درجہ رکھتا ہے۔ پانچواں ایڈیشن۔ قیمت ۱۲ر

منظر طرابلس

تسخیر طرابلس کے لئے مسلمانوں کا جوش ایمانی حضرت زبیر بن عوام کی بے مثل بہادری۔ ایثار و شجاعت محبت کے آتشکدہ میں بے گناہ لڑکی کی قربانی۔ حبشی بہو کے ہاتھوں بھائی کا قتل مذہبی پیشوا کی سیاہ کاریاں قیمت ۸ر

دُرِ شہوار

ایران و مازندران و سیستان کی ہولناک لڑائیوں کا مرقع۔ بہرام کے شجاعانہ کارنامے اور ملکہ پر احسانات۔ شہزادی سلطورہ کی فراست اور بہادری۔ اور وزیر کی مکاری اور فریب قیمت صرف دس آنے ۱۲ر

سودائے نقد

جس سے معلوم ہوگا کہ مرد کا نکاح ثانی اور اسلام میں عورت کی حیثیت کیا ہے۔ یہ افسانہ تاثیرکا نوجوان بچی کی شادی نہ کرنا سوسائٹی کا کیسا زبردست گناہ ہے۔ [illegible] بہنوں کی کوششیں اور [illegible] ان بیٹے کو قتل [illegible] قیمت ۶ر

تیغ کمال

اگر آپ کو غازی مصطفیٰ کمال کے [illegible] یونان کے برخلاف مسلمانوں کی کوششیں [illegible] دیکھنے ہیں تو اس کتاب میں دیکھئے جس میں یورپ کی [illegible] سازشیں [illegible] گئے ہیں شکست یونان سے [illegible] مصطفیٰ [illegible] کی شجاعت اور کمال پاشا کا کمال قیمت ۸ر

مضامین اور افسانوں کے [illegible] مجموعے

قرآنی قصے

ان نبیوں اور پیغمبروں کے مقدس حالات جن کا قرآن مجید میں ذکر ہے۔ حضرت علامہ [illegible] نے مسلمان لڑکیوں کے لئے اُن کی [illegible] زبان میں مگر اپنے خاص رنگ میں لکھے تھے قیمت صرف [illegible]

عروس مشرق

وہ مضامین جو یورپ [illegible] مغربی تہذیب کے [illegible] کے لئے مرحوم مغفور نے تحریر فرمائے تھے۔ ان میں [illegible] کو جو روز بروز [illegible] رہی ہیں اور جن پر [illegible] والے نار [illegible] نہایت موثر پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے۔ قیمت ۱۲ر

گرداب حیات

حضرت مصور غم نے [illegible] اصلاح [illegible] چھوٹے چھوٹے [illegible] عام فہم پیرایہ میں عصمت میں لکھے تھے ان کا مجموعہ۔ ان افسانوں نے بیسیوں عورتوں کو افسانہ نگار بنا دیا۔ اور سینکڑوں عورتوں کی زندگی سنور گئی۔ قیمت صرف ایک روپیہ چار آنہ للعہ

بزم رفتگان

اردو ادب کے عرفانی مرثیے جو ملک کے نامور [illegible] اور باکمال شعراء اور ادباء کی یاد میں لکھے گئے تھے اور جو معدن ادب کے بیش بہا جواہر ریزے ہیں۔ ایک ایک فقرہ اور ایک ایک لفظ درد و اثر میں ڈوبا ہوا ہے۔ قیمت ۱۲ر

گدڑی میں لعل

لڑکیوں اور عورتوں کو سلیقہ مند، ہنرمند اور کفایت شعار بنانے اور کامیاب زندگی بسر کرنے کے لئے خانہ داری کے متعلق نہایت دلچسپ [illegible] پیرایہ میں [illegible] وہ مضامین جنہوں نے [illegible] میں انقلاب پیدا کر دیا۔ [illegible] کامیاب گھر والی بن کر [illegible] زندگی گزارنے لگیں۔ قیمت عہ

سیاحت ہند

جو ہندوستان کے مختلف مقامات کی تعلیم یافتہ و روشن خیال خواتین و حضرات کا تذکرہ جن سے مختلف صوبوں کی معاشرت تمدن سے واقفیت ہوتی ہے اور علامہ مرحوم کی صحبت، عادات، خصائل کا بھی پتہ ملتا ہے۔ قیمت عہ

دادا لال بجھکڑ

پانچ نہایت ہی پُرلطف مزاحیہ قصے جنہیں پڑھ کر

...تصنیف جسے پیش ... دہلی ... حالات تھی ... نشو کی تفریح لیکن ... تہذیب جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور غم علیہ الرحمۃ ... نگاری میں کس ... کمال رکھتے تھے۔ قیمت ۱۰؍

بیفکری کا آخری دن
اور دوسرے مضامین۔ کنواری بچیوں ... کے لئے جن ... تمام ... عادات وخصائل پیدا ہوں۔ وہ اپنے فرائض کو سمجھے سکیں۔ قیمت ۵؍

نالۂ زار
خواتین ہند کے حسن انتظام کے ... دلگیر مضامین جن میں عورت کی مختلف حیثیت پر بحث کی گئی ہے۔ عورتوں کی مظلومیت کا مرقع اور ان کے مصائب و آلام کی دردانگیز داستانیں ہیں جنہیں پڑھ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ اور سنگدل سے سنگ دل انسان کی آنکھیں نمناک ہو جاتی ہیں۔ قیمت ۱۲؍

احکام النسواں
قرآن مجید کے وہ احکام جو عورتوں سے متعلق ہیں معہ ترجمہ و تفسیر جس نے مسلمان عورتوں کی ایک اہم ضرورت کو پورا کر دیا۔ کتاب زنانہ لٹریچر میں نہایت اہمیت رکھتی ہے۔ اور ہر مسلمان خاتون کے پاس رہنی چاہئے۔ اس کی پوری ... قیمت مطالعہ کے بعد ہی معلوم ہو سکتی ہے۔ قیمت ۱۲؍

دعائیں
مصنفہ علامہ مغفور کی سب سے آخری تصنیف جسکو ... علیہ الرحمۃ نے اپنے مخصوص رنگ میں اردو زبان میں نثر و نظم کی پیرایہ میں لکھی تھیں۔ جو اس قدر سوز و گداز اور درد اثر میں ڈوبی ہوئی ہیں کہ ایک ایک جملہ اور ایک ایک مصرعہ کلیجہ کے پار ہو جاتا ہے۔ قیمت ۱۰؍

دلی کی آخری بہار
ساٹھ برس پہلے دلی کیا تھی۔ مرد عورتیں بوڑھے بچے کس طرح بے فکری اور سادگی کے ساتھ زندگی کا لطف اٹھاتے تھے میلے ٹھیلے کس طرح منائے اور رسم و رواج کس طرح کی جاتی تھی۔ اس کتاب میں قدیم معاشرت محبت تعلقات۔ اور وضعداری کی دردانگیز کہانیاں اور بربادی دلی کے جگر خراش افسانے ہیں۔ قلعہ معلی کی خوبصورت دہلی بولی زبان میں مصنف نے فسانۂ بشر کر کے دردمند دلوں کو تڑپا دیا ہے۔ قیمت صرف ۱۲؍

شخصیت حقیقی
مسلمانوں کے آقا، مولا سردار، رہنما سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زندگی کے چند متفرق واقعات ... علامہ ... کے قلم سے اور اس قدر موثر پیرائے میں کہ آنکھ سے آنسو نکل پڑیں۔ مجالس میلاد کے متعلق چند اصلاحی مضامین بھی اس کتاب میں ہیں۔ قیمت ۸؍

داستان پارینہ
تاریخی مضامین کا مجموعہ جن میں متعصب غیر مسلم مورخوں کے ان حملوں کا دندان شکن جواب بھی دیا گیا ہے جو مسلمان بیگمات اور حکمرانوں پر کئے جاتے ہیں۔ افسانوں سے زیادہ دلآویز ہے۔ قیمت مع تصویر ۱۲؍

بلبل بیمار
لڑکیوں کی تعلیم و تربیت اور پردہ کے نقصانات پہلووں

یہ حقیقۂ نسواں کے سب سے بڑے نباض نے نہایت مدت تک غور و فکر کے بعد ... تحریر فرمائے تھے۔ ان کا بے انتہا قیمتی مجموعہ۔ قیمت ... ۱۲؍

مسلی ہوئی پتیاں
دلی کی بیگماتی زبان میں زنانہ خطوط حیات انسانی کے وہ راز جن کو پڑھ کر حیات بھی چاہتا ہے کہ الفاظ کو اٹھا کر آنکھوں پر رکھ لیجئے۔ قیمت ۱؍

چمنستان مغرب
خانہ داری تاریخ معاشرت۔ ادب۔ غرض ہر موضوع پر جو خواتین کے لئے مفید ہو سکتا ہے۔ انگریزی زبان کے چند بہترین مضامین کے عام فہم ترجمے جن میں حضرت علامہ مغفور کا خاص رنگ بھی جھلک رہا ہے قیمت ۱۲؍

حور اور انسان
اب سے تقریباً تیس سال قبل رسالہ تمدن میں علامہ مغفور نے حقوق نسواں کی حمایت میں چند نہایت پرتاثیر دردانگیز افسانے تحریر فرمائے تھے جنہوں نے تعلیم یافتہ مردوں میں ایک تہلکہ مچا دیا تھا۔ ان کا مجموعہ قیمت ۱۲؍

بساط حیات
چار مختصر افسانوں کا مجموعہ حیات انسانی کے متعلق نہایت غائر نظروں کا مشاہدہ اور مطالعہ چاروں افسانے دلاویز اور نتیجہ خیز ہیں۔ قیمت ۸؍

نشیب و فراز
آٹھ عورتوں نے اپنی اپنی زندگی کا کوئی اہم واقعہ بطور مشاہدہ بیان کیا ہے ہر افسانہ نہ صرف حد درجہ دلچسپ ہے۔ بلکہ نسوانی زندگی کے کسی نہ کسی پہلو پر کافی روشنی ڈالتا ہے قیمت ۵؍

مسلمان عورت کے حقوق
جو مرد خانگی زندگی خوشگوار بنانے کے آرزومند ہیں، جو عورتیں معلوم کرنا چاہتی ہیں کہ اسلام میں ان کی کیا وقعت اور کیا درجہ ہے وہ اس مجموعہ کا مطالعہ کریں۔ جس دل میں مسلمانوں کی ترقی اور بہتری کا درد ہے ممکن نہیں وہ ان مضامین کو پڑھ کر متاثر نہ ہو۔ قیمت ۱۲؍

آفتاب دمشق
خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ کا اسلام۔ مذہب مقدس کے لئے مسلمانوں کی سرفروشانہ قربانیاں۔ توحید و تثلیث کے مقابلہ اسلام اور نصرانیت کے معرکے مسلمانوں کی جانبازی۔ ایثار شجاعت، صداقت کے ولولہ انگیز واقعات۔ یہ مغفور غم رحمۃ اللہ علیہ کا وہ مشہور و مقبول تاریخی ناول ہے جس کے کئی زبانوں میں ترجمے ہو چکے ہیں اور ایک ایک ہاتھ میں کئی کئی ترجمے قیمت ۱۲؍

تربیت نسواں
جس کا دوسرا نام سمرنا کا چاند ہے۔ اس اصلاحی ناول میں دو حقیقی بہنوں کے سبق آموز حالات زندگی ہیں۔ جن میں ایک کی تربیت صحیح اسلامی اصولوں پر کی جاتی ہے۔ اور دوسری کی تربیت کی طرف سے ماں کی غفلت کا دردناک انجام ہوتا ہے۔ واقعات نہایت نتیجہ خیز۔ قیمت صرف ۱۲؍

پتہ عصمت بک ڈپو۔ دہلی

رسالہ عصمت دہلی

چھتیسواں سال	نومبر ۱۹۴۳ عیسوی	جلد ۷۱ نمبر ۵

فہرست مضامین

کتابوں کی قیمتوں میں اضافہ		منیجر	۱۸۴
اہل علم خواتین		رازق الخیری	۱۸۸
تقدیر		حضرت ظاہرہ رشید [illegible]	۱۸۹
عادت		جمیلہ بیگم صاحبہ	۱۹۰
بے کس وطن	(نظم)	مولانا محمد [illegible]	۱۹۲
پہلے پہل		[illegible]	۱۹۳
دوشالہ	(ڈرامہ)	آمنہ نازلی صاحبہ ادیب فاضل	۱۹۴
بچے اور غیر مساوی سلوک		بی فاطمہ صاحبہ	۱۹۷
کامیاب پارٹیاں		[illegible] صاحبہ [illegible]	۱۹۸
دل ڈھونڈتا ہے	(نظم)	ساجدہ بنت [illegible] صاحبہ [illegible]	۲۰۰
منزل	(افسانہ)	ڈاکٹر اعظم صاحب کریوی	۲۰۱
آرزو	(نظم)	نصیبہ دراز صاحبہ	۲۰۲
صبح خیزی	(نظم)	ابوالانجاد ازل صاحب	۲۰۳
حیدرآباد کے دو خاندان		مولوی [illegible] صاحب ہاشمی	۲۰۳
ایک آرزو	(نظم)	سعیدہ صاحبہ بی اے	۲۰۶
عورت کے کام		کلثوم محمد صاحبہ	۲۰۶
دو سوال		[illegible] حسن صاحبہ	۲۰۷
غزل [illegible]	(نظم)	عبدالعزیز صاحب فطرت صدیقی	۲۰۸
[illegible] بانی		بیگم م ح ہاشمی صاحبہ	۲۰۹
[illegible] میں طاعون	(افسانہ)	رشیدہ عزیز صاحبہ بی اے بی ٹی	۲۱۱
[illegible]	(افسانہ)	نذر سجاد حیدر صاحبہ	۲۱۲
[illegible]		ایس بی طاہرہ صاحبہ	۲۱۳
پڑھے لکھوں کی جہالت		" "	۲۱۴
[illegible]		مولوی محمد ظفر ام اے ال ال بی	۲۱۵
[illegible]		مولوی محمد ظفر ام اے ال ال بی	۲۱۷
بزم عصمت		[illegible]	۲۱۹
[illegible]		[illegible]	۲۲۱

چندہ سالانہ پیشگی مع محصول ڈاک وغیرہ [illegible] روپیہ قیمت فی پرچہ [illegible] ممالک غیر سے دس شلنگ
اُمراء سے دس روپیہ [illegible] روپیہ [illegible] روپیہ والیان ریاست سے سو روپیہ

کتابوں کی قیمتوں میں اضافہ [illegible] عصمت بک ڈپو کی [illegible] کی قیمتوں میں [illegible] مفصل اعلان اسی رسالہ میں صفحہ ۱۸۴ پر ملاحظہ فرمایئے۔ [illegible] ان میں بعض کتابوں کی قیمتوں میں اب [illegible] اضافہ کیا جاتا ہے [illegible] نہیں [illegible] نہیں بڑھائی گئی تھیں۔ مگر اب بڑھانی پڑیں۔ اگر آپ کے پاس عصمت بک ڈپو کی فہرست [illegible] نہیں ہے تو [illegible] طلب فرمایئے۔ [illegible] نومبر ۴۳ء
[illegible] میں کتابیں منگانے میں آپ کو کافی کفایت [illegible]

منیجر

(باہتمام رازق الخیری [illegible] [illegible] عصمت [illegible] دہلی سے شائع ہوا)

عصمت بک ڈپو دہلی

کتابوں کی قیمتوں میں اضافہ

گرانی کی وجہ سے عصمت بک ڈپو کی مندرجہ ذیل کتابیں یکم دسمبر ۱۹۴۲ء سے اضافہ شدہ قیمتوں پر فروخت کی جائیں گی۔ ہر کتاب کے آگے اضافہ شدہ قیمت درج کی گئی ہے۔ بعض کتابیں جن کے جدید اڈیشن اسی سال میں شائع ہوئے ہیں پہلے ہی اضافہ شدہ قیمتوں پر فروخت کی جا رہی ہیں مگر چونکہ عصمت کے صفحہ ۲۰۶ پر جو اعلان شائع ہوا تھا اس میں نمبر مئی ۱۹۴۲ء میں جو قیمتیں درج ہیں ان میں بہت تھوڑا سا اضافہ اور کیا گیا ہے سلسلہ ان کتابوں کے نام مع قیمت درج کر دیئے گئے ہیں۔ اس اعلان کے بعد بقیہ تمام فہرستیں منسوخ سمجھی جائیں گی عصمت بک ڈپو کی جن کتابوں کے نام درج ذیل نہیں ہیں وہ موجودہ قیمتوں پر ہی (مطابق فہرست کتب ستمبر ۱۹۴۲ء نیز اعلان عصمت مئی صفحہ ۲۰۶) فروخت ہوں گی۔

تزئین عصمت	۲ر	بیاروں کے کھانے	۱۲ار	لکڑی کا باریک کام	۱۰ار
[illegible]	۸ر	ناشتہ	۱۲ار	روحانی شادی	۱۰ار
[illegible]	۱۲ار	خواتین امریکہ	۸	صبیحہ	۶ار
[illegible]	۸ر	جاپانی کہانیاں	۱۲ر	منصورہ نسا	۸ر
[illegible]	۸ر	شہزادی شبلو فر	۱۴ار	انشائے سیمی	۱۰ار
نشیب و فراز	۵ر	[illegible]	۱۴ار	[illegible]	۵ر
محسن حقیقی	۸ر	گلدستہ کشیدہ	۶ر	کپڑے کی چھپائی	۱۲ار
زیور اسلام	۸ر	گلشن زہرا	۶ر	تعلیم سوزن کاری	۶ر
مسلی ہوئی پتیاں	۸ر	عصمتی گردشیا	۶ر	گلدستہ تارکشی	۶ر
یادگار تمدن	۷ر	چمنستان خیاطی	۶ر	گوٹہ کناری کا کام	۶ر
یاسمین شام	۱۲ار	گلستان خیاطی	۶ر	راشد الخیری نمبر جوہر نسواں	۶ر
تیغ آمال	۱۲ر	موتیوں کا کام	۶ر	جالی کا کام	۶ر
شاہین و دراج	۱۲ار	اونی کام سلائیوں سے	۶ر	مجموعہ کشیدہ کاری	۶ر
دُرِ شہوار	۱۲ار	کراس اسٹیچ ورک	۶ر	روح کشیدہ	۸ر
شادی کا انتخاب	۱۰ار	سرگزشت ہاجرہ	۱۴	کڑھت کی قسمیں	۶ر
وداع راشد	۱۲ار	مقصد نسواں	۱۲ار	خواتین کی دستکاریاں	۱ار
عصمت کی کہانی	۱۲ار	ادب زریں	۱۲ار	صنعت و حرفت	۶ر
عصمتی گلدستہ	۱۰ار	نغمات موت	۱۰ار	آفتاب دمشق	۶ر
بچوں کے کھیل	[illegible]	خواتین کی دستکاریاں	۱۰ار	سمرنا کا چاند	۸ر

اُردو کی اہلِ قلم خواتین

عصمتی بہنوں کی ایک مدت سے یہ خواہش تھی اور متعدد خطوط میں ہم سے بار بار اصرار کیا جاتا تھا کہ اُردو ادب کی نشوونما میں خواتین نے جو حصہ لیا ہے۔ اور جو ادبی شاہکار ان کے قلم سے نکلے ہیں۔ ان کا ایک جامع تذکرہ شائع کیا جائے۔ ان خواتین کے حالات زندگی۔ و ان کے نظم و نثر کے مضامین و تصانیف پر مفصل تبصرہ ہو۔ جس سے اُس بے انصافی کی بھی تلافی ہو جائے۔ جو مرد تذکرہ نویسوں نے اہل قلم خواتین کے ساتھ کی ہے کہ ان کے ادبی شاہکاروں کو اکثر بالکل نظرانداز کر دیا ہے۔ اور اسی کے ساتھ اہل قلم خواتین کا ایک ایسا جامع تذکرہ بھی مہیا ہو جائے۔ جس سے آئندہ نسلیں استفادہ کر سکیں۔

اکتوبر ۱۹۴۰ء کے عصمت میں ہم نے اس کا وعدہ بھی کیا تھا کہ عنقریب ہم اس کام کو شروع کرنے والے ہیں مگر مختلف موانع حائل ہوتے رہے اور ہمارے اس وعدہ کو بھی تین سال ہو گئے۔ اب بعض عصمتی بہنوں کی یاد دہانی سے ہم نے پھر اپنے اس ارادہ کی تجدید کی اور اس کے ابتدائی انتظامات شروع کر دیئے ہیں۔ عنقریب ایک سوالنامہ ہم اُردو کی مصنفات، شاعرات اور مضمون نگار خواتین کے پاس بھیجیں گے۔ امید ہے کہ تمام اہل قلم خواتین اس تذکرہ کو مکمل کرنے میں ہماری مدد کریں اور سوالنامہ کے مطابق اپنے حالات زندگی ارسال کریں گی۔ جن بہنوں کی نظر سے یہ اعلان گزرے۔ وہ اگر خود مضمون نگار یا مصنفہ نہ ہوں تو اپنے رشتہ داروں یا سہیلیوں یا جاننے والیوں میں سے جو خاتون ادبی ذوق رکھتی ہوں۔ اُنہیں اس طرف توجہ دلائیں اور نیز ہمیں ان کے نام و پتہ سے اطلاع دیں۔ تاکہ اُن کے پاس سوالنامہ ارسال کیا جائے۔

کتاب کا کام شروع کر دیا گیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال رہا تو بہت جلد یہ تذکرہ شائع ہو جائے گا جو عصمت بک ڈپو کے معیار اور نفس مضمون کی اہمیت کے شایان شان ہوگا +

رازق الخیری

تقدیر

از حضرت علامہ راشد الخیری علیہ الرحمہ

مسلمانوں کی جتنی ردی حالت روز بروز ہوتی جا رہی ہے۔ اتنی ہی اس لفظ کی آواز کان میں بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ شاید بہتر بلکہ اسی فیصدی مسلمان تقدیر ہی کو روتے نظر آئیں گے۔ جس بیمار مرجیوڑے روگی سے پوچھیے "بھائی کیا حال ہے؟" وہ یہی جواب دے گا "تقدیر کی خوبی ہے۔" غریب، مفلس، فقیر کو دیکھیے وہ بھی یہی کہتا ہوا نظر آئے گا "تقدیر کا لکھا بھگت رہا ہوں۔"

کسی قوم کی تباہی و بربادی کے واسطے اس سے زیادہ کیا اسباب فراہم ہو سکتے ہیں کہ جو مسلمانوں کے واسطے علمائے کرام نے پیدا کر دیئے۔ تقدیر کا یقین اسلام میں صرف سخت سے سخت وقت میں تسکین کے واسطے رکھا گیا تھا۔ ایک شخص کا جوان بیٹا مر جاتا ہے، اس کی تجارت برباد ہو جاتی ہے۔ آگ لگ جاتی ہے۔ بیوی ہو جاتی ہے۔ ان مواقع پر اگر اس کے واسطے تسکین نہ ہو تو اس کا زندہ رہنا مشکل ہے۔ اسی تسکین کا نام تقدیر ہے۔ اور تقدیر کا حقیقی فلسفہ یہی ہے۔ ورنہ قرآن کا یہ صاف فیصلہ ہے کہ "ہم قوموں کی حالت میں تبدیلی نہیں کرتے" اور قوم نام ہے مجموعہ افراد کا۔ اس سے ظاہر ہے کہ انسان اپنی حالت کے تغیر کا خود ذمہ دار ہے۔ مگر آج مشکل سے ایک فی صدی بھی مسلمان ایسا نہ نکلے گا جو اپنے افعال کا ذمہ دار خدا کو نہ ٹھیرائے اور صریح ظلم کر کے اپنی غلطیوں کا الزام خدا پر نہ ڈال دے۔ بابو صاحب دفتر میں غلطی کرتے ہیں، جرمانہ ہوتا ہے، اس کی ذمہ داری کس پر آتی ہے؟ خدا پر۔ کس طرح! اسی طرح کہ وہ سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تقدیر میں یہی تھا۔ بیگم صاحبہ بچے کو بخار میں سنگھاڑے کھلا دیتی ہیں دماغ پر ورم ہو جاتا ہے ذمہ دار کون؟ تقدیر۔ بس یہ کہ تقدیر میں یہی لکھا تھا۔

اگر دور اول کے مسلمان تقدیر پر اسی طرح یقین کرتے اور جدیوں کی طرح ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جاتے اور سمجھتے کہ جو تقدیر میں ہوگا ہو جائے گا۔ تو جو کچھ میسر ہوا یقیناً میسر نہ ہوتا۔ اور ان کی مٹی ہم سے زیادہ پلید ہوتی۔ وہ تقدیر پر اگر یقین رکھتے تھے تو صرف اسی قدر کہ تقدیر نام ہے نتیجۂ تدبیر کا۔ چنانچہ یہی تھا وہ جوش جس نے قسطنطنیہ فتح کروا دیا۔ لیکن آج جس قدر جہالت بڑھ رہی ہے۔ اسی قدر چاروں طرف تقدیر کے نعرے لگ رہے ہیں۔ میں نہیں سمجھتا تقدیر کا یہ غلط یقین مسلمانوں کو کس نتیجہ پر پہنچائے گا۔ اور وہ ابھی کس حد تک اپنی جہالت سے تباہ اور برباد ہوں گے۔

مجھ سے ایک موقع پر مرحوم اردت علی بیرسٹر نے کہا تھا کہ پانچ برس ولایت میں رہا۔ مگر میں نے کبھی کسی شخص کی زبان سے خدا کا نام نہیں سنا۔ جب میں واپس ہوا ہوں۔ تو پورٹ سعید پر ایک قلی نے واللہ کہا یہ ایک عرصہ دراز کے بعد پہلی آواز تھی۔ جو میرے کان میں آئی۔ اور میں خوش ہوا۔ مگر افسوس جہاں میں نے خدا کا نام نہ سنا تھا وہاں پانچ سال میں مجھے کسی نے دھوکا نہ دیا۔ مگر جس شخص نے چند لمحوں کے تعلق میں خدا کو درمیان میں دیا تھا۔ اسی نے دغا کی۔

مسلمان اگر اپنے خدا کو صرف اسی کام کے واسطے محفوظ رکھ سکتے ہیں تو وہ اپنے دل میں شرمائیں، اس غفور الرحیم پر ترس کھائیں اور اس جلیل القدر ذات سے ایسے کام نہ لیں جو اس کی اعلیٰ اور ارفع شان سے گرے ہوئے ہیں۔

میں سمجھتا ہوں فلسفۂ تقدیر اس سے بہتر نہیں ہو سکتا۔ جو دور اول کے مسلمان سمجھتے تھے کہ کوشش میں کمی نہ ہو اور

عیادت

ایسا کونسا گھر ہوگا جہاں دکھ بیماری نہ ہو۔ آئے دن کوئی نہ کوئی علیل۔ یا زخمی یا اتفاقی حادثات سننے میں آتے ہیں، ایسے موقعوں پر عزیزوں، دوستوں اور ملاقاتیوں کا فرض ہے کہ اظہار ہمدردی کریں۔ اسلام میں عیادت بھی عبادت ہے۔ بیمار انسان دنیا کی تمام دلچسپیوں سے الگ تھلگ رہتے درد و تکلیف میں گھرا ہوا بے کیف زندگی گزارتا ہوتا ہے۔ اس کے پاس اگر معقول طور سے رشتہ دار اور ملنے والے آتے جاتے رہیں تو اس کی اداسی میں کچھ کمی ہو جاتی ہے۔ اور کچھ دیر کے لئے نئے آنے والے کی باتوں میں وہ اپنا دکھ اور تکلیف بھول جاتا ہے لیکن سچ تو پوچھئے تو عیادت بھی ایک مصیبت ہے۔ اگر کسی کی بیماری میں پریشانی بڑھانے کے خوف سے کوئی نہ جائے تو وہ وہ شکایتیں ہوں گی کہ دامن چھڑانا دشوار ہو جائے گا کسی موقع پر نگاہیں چار ہوتے ہی شکایت کا دفتر کھل جائے گا۔ کہ زوج تمہاری طرح بھی کوئی سنگدل ہو۔ سب ہی ہیں دیکھنے آئے مگر تم ہی نے الٹ کر نہ پوچھا۔ جو میں مر گئی ہوتی تو شاید حسرت دل میں ہی لئے جاتی۔ یا شاید تم ہمارے جنازے پر شرکت کی منتظر تھیں۔ اور یہی راہ دیکھ رہی ہوں گی کہ ایک ہی دفعہ ہو آؤں گی۔ خدا بچائے تم جیسے کٹڑوں سے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہم کسی عزیز کی بیمار پرسی کو گئے۔ تو انہیں برا معلوم ہوا کہ گویا تم اسی دن کی منتظر تھیں کہ کوئی بیمار پڑے تو میں جاؤں۔ کیا تماشہ دیکھنے سب جوق جوق آ رہے ہیں۔" تیمار دار ناک بھوں چڑھاتے ہیں کہ ان کی آمد و رفت سے مریض کی خاطر خواہ دیکھ بھال ہم نہیں کر سکتے۔ آنے والوں کے لئے چائے پان وغیرہ میں مشغول ہونا پڑتا ہے۔ کوئی کسی سے سیدھے منہ بات نہیں کرتا۔ ایسے ہی غریب عیادت کو آنے والے اپنا سا منہ لے کر رہ جاتے ہیں۔ اور دل ہی دل میں پچھتاتے ہیں کہ ناحق یہ دردسری مول لی۔ کسی کے ہاں کوئی متعدی بیماری پھیلی تو اب صاحب خانہ اور مریض کے عزیز شاکی ہیں کہ تیمارداری کو یہاں کوئی نہیں آتا ہے۔ مجبوراً شکایتوں کے ڈر سے اور عزیز داری کے خیال سے اس وقت بھی عیادت کو جانا پڑتا ہے۔ گو بعض بہنیں حفظ ما تقدم کے طور پر کچھ اپنی صحت کا خیال کر لیتی ہیں۔ یوکلپٹس آئل کافور یا اسی قسم کی دوسری ڈس انفکٹنٹ چیز پاس رکھ لیتی ہیں۔ مگر تیمار داروں اور مریض کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ ہم ان کے بستر پر بیٹھیں یا ان کے بالکل قریب کرسی پر بیٹھیں۔ اب بتائیے مریض کے سانس اور لمس سے کس قدر نقصانات رونما ہو سکتے ہیں؟ کیا اس میں کوئی فائدہ ہے کہ ایک شخص کی چھوت میں سب کے سب گرفتار ہو جائیں۔ یا عیادت کے صلے میں دکھی بیماری کے بیج اپنے جسم میں بو کر آئیں۔

بعض متعدی امراض جیسے خسرہ۔ انفلوئنزا۔ دق تھرما مس۔ اور ٹائیفائڈ وغیرہ اس قدر احتیاط طلب ہیں کہ تھوڑی سی غفلت سے دوسرے کو یہ امراض ہو جانے کا اندیشہ ہے ایسے موقعوں پر مناسب ہے کہ عیادت کو آنے والے الگ بیٹھیں۔ بلکہ دوسرے کمرے سے بیمار پرسی کریں تو زیادہ بہتر ہے۔ لیکن ہماری ہندوستانی ذہنیت اس قدر فرسودہ اور پامال ہے کہ ماں بہنیں تو اپنے ننھے بچوں کو بھی ساتھ لا کر اس مسموم فضا میں جھونک دیتی ہیں۔ پھر ننھے بچوں کا قاعدہ ہے کہ جھٹ کوئی چیز اٹھائی اور منہ میں رکھ لی۔ اس سے جرثومہ زدہ چیزیں بیماری پھیلانے میں اور بھی معاون ہو جاتی ہیں۔ بچوں کو ڈفتھیریا۔ اور نمونیا۔ بڑی سخت تکلیف دہ اور مہلک ثابت ہوتا ہے۔ اور ایک بچے سے با آسانی دوسرے کو لگ جاتا ہے۔ اس لئے عیادت میں بچوں کو ہرگز ہرگز ساتھ لانا نہ چاہئے بلکہ خود بھی احتیاطاً ان کپڑوں کو جو بیمار پرسی کے وقت پہن کر گئی تھیں۔ الگ کمرے میں اتار کر دوسرے پہن کر اور منہ ہاتھ دھونے کے بعد بچوں کے پاس جائیں۔

ٹائیفائڈ سب سے بڑھ کر تکلیف دہ مرض ہے۔ اس

میں جا بجا ہونا بھی دشوار ہے۔ اور مصیبت یہ کہ ہر عمر کے لوگوں کو یہ مرض ہو جاتا ہے۔ اس لئے بڑی احتیاط کے ساتھ عیادت کے لئے جانا چاہیئے۔ تاکہ بیماری آپ کے ساتھ آکر آپ کے گھر میں نہ پھیل جائے۔

تپ دق جیسے خوفناک مرض میں کوئی مبتلا ہوتا ہے۔ اور اس کی عیادت کو لوگ آتے ہیں۔ تو ان کی خاطر تواضع کی جاتی ہے۔ اور بعض اوقات مریض کے مستعملہ برتنوں میں انہیں پان، شربت یا فواکہات پیش کئے جاتے ہیں اور اس طرح اس کی جان پر آفت آجاتی ہے۔ گویا عیادت کے شکریہ میں عداوت کی جاتی ہے۔ بیمار کے برتنوں کو ہمیشہ تندرست لوگوں کی چیزوں سے علیحدہ رکھنا تیمارداری کا بہت ہی ضروری اصول ہے۔

بعض گھروں میں یہ قاعدہ ہے کہ مریض کے سامنے کوئی روک ٹوک نہیں رکھتے۔ عیادت کو آنے والا شخص اس کی بیماری اور علاج کے متعلق آزادی کے ساتھ رائے زنی کر سکتا ہے۔ کوئی رائے دیتا ہے کہ ڈاکٹر کی تشخیص غلط ہے یونانی علاج کروایئے۔ کوئی مشورہ دیتی ہیں کہ ہومیوپیتھک علاج اس مرض کے لئے بہت درست ہے۔ غرضکہ جتنے منہ اتنی باتیں۔ علاج ٹھیک ہو رہا ہے مگر مطمئن نہیں کہ اس سے فائدہ ہوگا۔ اس لئے کہ خیال ستا رہا ہے، کہ فلاں صاحب نے ایسی ہدایت کی ہے۔ یا فلاں نے فلاں ڈاکٹر کی طرف رجوع کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ غرض عیادت کو آنے والے کافی پریشانی میں تیمارداروں اور مریض کو مبتلا کر دیتے ہیں۔ اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ حد سے زیادہ ہمدردی دکھانے کو اس کی حالت بد سے بدترین کہنے میں لطف آتا ہے۔ یہ نہیں جانتے کہ اس طرح وہ مریض کو بن موت مار دیں گے۔ مریض کے سامنے کبھی ناامیدی ظاہر نہیں کرنی چاہیئے۔ اس کی زندگی کی امید نہ ہو۔ جب بھی ہمت افزائی کی باتیں کیجئے۔ بوڑھوں کی تو بات اور ہے۔ مگر مہلک امراض کے شکار نوجوانوں کے سامنے ان کی تباہ حالی کو زیادہ وضاحت سے بیان کرنا ان کی تکلیف میں مزید اضافہ کرنا ہے۔ جیسے ہی اس بیمار کا دل امید و بیم کی آماجگاہ بنا ہوتا ہے۔ اس وقت حوصلہ شکن اور مایوسی کی باتیں کرنا اس پر شدید ظلم کرنا ہے۔

میں ایک نوجوان دق کے مریض کو دیکھ چکی ہوں۔ جو زندگی اور صحت کا خوش آئیند خیال آخری وقت تک اس کے دل پر طاری رہا۔ ہر گاہ یہی تصور تھا کہ کسی ترکیب سے یہ منحوس مرض دور ہو۔ اگرچہ معلوم تھا کہ یہ مرض اچھا ہونے والا نہیں۔ تاہم امید کی جھلک بار بار نظر آتی۔ اس کے سوا ایک بار سنبھل چکا تھا امید تھی کہ اس مرتبہ پھر سنبھل جائے گا جس وقت کوئی عیادت کو آکر افسوس یا ہمدردی کی نگاہ سے اسے دیکھتا تو وہ سہم جاتا اس کا چہرہ زرد پڑ جاتا۔ اور پسینے کے ننھے ننھے قطرے اس کی زرد پیشانی پر نمایاں ہوتے۔ مگر تیمارداروں کی حکمت عملی سے جونہی عیادت کرنے والا وہاں سے اٹھ جاتا تو اس کو امید دلانے اور اس ناامیدی کے تخیلات کو دور کرنے کے لئے دلخوش کن اور ہمت افزا باتیں کی جاتیں۔ اور وہ پھر تھوڑی دیر کو اپنی تکلیف بھول جاتا ہے۔ مریض کے سامنے کبھی اس کی خراب حالت پر اسف نہ کرنا چاہیئے۔ بعض گھروں میں یہ قاعدہ ہے کہ عیادت کو اگر کوئی آتا ہے۔ تو مریض کی تکلیفوں کو بڑھا چڑھا کر بیان کرکے اور حتی الامکان خود بھی مریض کے سامنے ناامیدی ظاہر کرتے ہیں جس سے اس کی ہمت اور بھی ڈگرگوں ہو جاتی ہے۔ اکثر ڈاکٹروں کے سامنے بھی مریض کے نقص کا تذکرہ نہیں کیا جاتا وہ ٹھیک اس راز سے بے خبر رہتا ہے کہ واقعی مریض کی حالت بد سے بدتر ہوتی جا رہی ہے یا دوا کا غلط خواہ نخواہ اثر ہو رہا ہے تشخیص مرض کے لئے ڈاکٹر ان باتوں کا بھی بہت لحاظ رکھتا ہے اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ فلاں دوا مفید ثابت ہوئی یا کوئی فائدہ نہیں ہوا۔

عیادت اور تیمارداری کے لئے ایثار، اولوالعزمی اور قربانیوں کی ضرورت ہے۔ اگر ایثار نفسی ہم عیادت کے بہانے کسی مریض کو آرام پہنچانے کے ارادے سے جائیں اور تیمارداروں کی تائید کا خیال رکھیں تو صحیح معنی میں ہم اپنا مذہبی فرض ادا کرتے ہیں۔ ورنہ یہ بھی ایک رسم ہے۔ اور بہت بُری رسم۔

جمیلہ بیگم کلکتہ

بے کس وطن

(بنگال کے ہولناک قحط سے متاثر ہوکر)

آسودگیٔ دہر سے ناآشنا وطن　　آشوبِ روزگار سے وقفِ بُکا وطن
کس دل سے ہو بیان ترا ماجرا وطن　　اے بدنصیب، اے ہدفِ ابتلا وطن
بے کس وطن، غریب وطن، بے نوا وطن!

پھل ہو کے بارِ خاطرِ نخلِ چمن رہا　　گُل ہو کے دل فگار رہا، خستہ تن رہا
ہو کر وطن بھی آہ غریب الوطن رہا　　تو یوں رہا بھی دہر میں تو کیا رہا وطن
بے کس وطن، غریب وطن، بے نوا وطن

تو گرسنہ ہے اور ہے خرمن ترے قریب　　دریا میں رہ کے تشنہ ہو، تو ہے وہ بدنصیب!
بے موت مر رہا ہے، یہ افتاد ہے عجیب　　مجھ سے نہ پوچھ اس میں ہے کس کی خطا وطن
بے کس وطن، غریب وطن، بے نوا وطن

تن پر لباس، پیٹ کو روٹی، نہ گھر نہ در　　غربت کی راہ، پاس اقارب نہ چارہ گر
اس حال میں عفیفۂ بنگال کا سفر　　کیا اس سے بڑھ کے ہوگی قیامت بپا وطن
بے کس وطن، غریب وطن، بے نوا وطن

زندہ ہیں نیم مُردہ کہ لب پہ سخن نہیں　　جز خاک ایک جامہ بھی اب زیبِ تن نہیں
مُردے پڑے ہوئے ہیں کہ گور و کفن نہیں　　کیا دردمند کوئی نہ تجھ میں رہا وطن
بے کس وطن، غریب وطن، بے نوا وطن

دُنیا سے رحم ہو گیا معدوم ہائے ہائے　　دم توڑتے ہیں خاک پہ معصوم ہائے ہائے
نانِ جویں سے بھی ہیں وہ محروم ہائے ہائے　　تو کچھ تو شرمِ اہلِ وطن کو دلا وطن!
بے کس وطن، غریب وطن، بے نوا وطن

تو نے ازل سے لاکھوں مصائب اٹھائے ہیں　　لیکن تری جبین پہ تیور کب آئے ہیں
فیاضیوں کے دہر میں دریا بہائے ہیں　　جس طرح ہو یہ بار بھی تنہا اٹھا وطن
بے کس وطن، غریب وطن، بے نوا وطن!

محمود اسرائیلی

۱۵ نومبر ۱۹۳۳ء کو ادیبۂ جلیلہ محترمہ خاتون اکرم جنت مکانی۔ مصنفہ جمالِ ہمنشیں۔ گلستانِ خاتون۔ پیکرِ وفا۔ وغیرہ کی رحلت کو پورے ۱۹ برس ہو جائیں گے۔ ۱۵ نومبر خواتینِ ہند کی محسنہ اور مایۂ ناز افسانہ نگار اور انشا پرداز خاتون کی رحلت کی تاریخ ہے۔ مبارک ہیں وہ بہنیں جو تلاوتِ کلامِ پاک یا اور کسی طریقہ سے مرحومہ کی روح کو ثواب پہنچائیں گی۔

پہلے پہل

حارث بن ابی ہالہ کا خون اسلام کی راہ میں بہا۔ آپ نے کافروں کو حضور صلعم کے ساتھ حرم شریف میں گستاخی کرتے ہوئے روکا اس لئے کافروں نے شہید کر ڈالا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود نے نستنیہ گرہ کی۔ آپ حرم شریف میں سورۂ رحمٰن کی تلاوت کر رہے تھے۔ کافروں نے دیکھ پایا اور زدوکوب کرنا شروع کیا۔ آپ خاموشی کے ساتھ ہر ایذا کو برداشت کرتے رہے۔ لیکن تلاوت قرآن نہ روکی۔

نعرۂ تکبیر حضرت عمر فاروق رضؓ کے مشرف باسلام ہونے پر بلند کیا گیا۔

بیعت عقبیٰ کی گھاٹی میں ہوئی۔ یثرب کے چار اصحاب نے حضور صلعم کے دست مبارک پر کی۔

امان نامہ سراقہ کو دیا گیا۔ حضور صلعم کی ہجرت کے وقت انعام کے لالچ میں حضور صلعم کو گرفتار کرنے چلا تھا۔ عجیب واقعات ظہور پذیر ہونے پر امان کا طالب ہوا۔

اسلامی علم حضرت بریدہ رضؓ نے لہرایا۔ حضور صلعم کی ہجرت کے وقت معہ اپنے ستر ہمراہی کے مشرف باسلام ہوئے۔ اور بوقت روانگی حضور صلعم کی اجازت سے ایک سبز چادر کو نیزے پر باندھ کر علم اٹھایا۔

مسجد کی بنیاد قبا میں پڑی۔ دورانِ ہجرت میں آپ قبا میں ٹھہرے۔ اور مسجد کی بنیاد ڈالی

ز۔ن۔ انصاری

دوشالہ

افرادِ ڈرامہ

کلّو کی ماں:- مردہ کو غسل دینے والی۔ بوڑھا:- اس کا خاوند
بہو:- کلّو کی بیوی۔ ایک نامعلوم شخص۔ سیٹھ ن
سیٹھانی کی لڑکی۔ چند مامائیں۔

پہلا منظر

(ایک تنگ سی پُر شور گلی کے آخر میں چھوٹا سا مکان ہے جس کے دروازہ پر ٹاٹ کا پھٹا ہوا پردہ لٹک رہا ہے۔ مکان کی متعفن اور تنگ سی انگنائی میں ایک بکری بندھی ہوئی ہے جس کے پاس روٹی کے سوکھے ٹکڑے اور چھلکے پڑے ہیں۔ سامنے کی کوٹھری میں ایک نحیف اور پچکے ہوئے گالوں کا بوڑھا ٹوٹی ہوئی چارپائی پر بیٹھا چلم پی رہا ہے کبھی کبھی وہ اپنی گول گول ڈری ڈری آنکھیں چاروں طرف پھرا کر کوٹھری کی تاریک چھت پر جما دیتا ہے۔ جو مکڑیوں کے جالے اور دیمک کے سوراخوں سے عجیب بھیانک سی ہو گئی ہے۔ باہر سائبان میں کلّو کی بیوی پیڑھی پر بیٹھی اپنے کرتہ پر لال سبز پھول کاڑھ رہی ہے)

بوڑھا:- (سینہ پر ایک ہاتھ رکھ کر کھانستے ہوئے) "اری بہو! کلّو کی ماں اب تک نہیں لوٹی۔ بھلا میت کے نہلانے میں اس نے اتنی دیر لگا دی۔ اگر دو چار میتوں کا نہلانا ہوگا تو کیا کرے گی۔ اب تو دو بج رہے ہوں گے۔"

بہو:- "ہاں ابا جی ڈھائی بجے ہیں۔ تمہیں بھوک لگ رہی ہو تو روٹیاں ڈال دوں۔ لیکن لگاون کے لئے تو کچھ بھی نہیں ہے۔"

بوڑھا:- "بھوک تو بہت زوروں کی لگ رہی ہے بیٹی لیکن روٹی کیسے حلق سے اترے گی۔ جہاں اتنی دیر گزری وہاں تھوڑی دیر اور سہی۔"

(ایک ادھیڑ عمر چیچک رو عورت میلا کچیلا برقعہ اوڑھے ایک پتیلیا ہاتھ میں اور دوسری بغل میں دبائے گھر میں داخل ہوتی ہے)

عورت:- (ہانپتے ہوئے) "آ بہو بہو۔ تھام یہ پوٹلی۔"

(بہو جلدی سے کھانے کی پوٹلی لے لیتی ہے)

بوڑھا:- "کلّو کی ماں، او کلّو کی ماں"

کلّو کی ماں:- "آئی ہوں ابھی! تم اور مجھے کھائے جاتے ہو؟"

بوڑھا:- "ارے اللہ کی بندی میرا تو بھوک کے مارے برا حال ہے دیکھتی ہے؟ بہو بیٹے یہاں سے آ کھانا۔ میں بھی تو دیکھوں تیری ساس کیا کیا مال مسالے لائی ہے۔"

کلّو کی ماں:- (مسکراتے ہوئے) "جا دے جا بیٹی۔ یہ جب تک کھا نہیں لیں گے دم تھوڑی لینے دیں گے۔"

بہو:- "اچھا اماں۔"

(بوڑھا جلدی جلدی پوٹلی کھول کر قورمہ کا پیالہ سامنے رکھ لیتا ہے۔ اور گرم گرم شیرمال کو شوربہ میں بھگو بھگو کر کھانے لگتا ہے)

بوڑھا:- "کلّو کی ماں! تمہاری جان کی قسم آج تو شیرمال اس قدر خستہ ہے کہ شوربے کے نیچے آتے ہی حلوہ ہوئی جا رہی ہے اور قورمہ میں تو آدھا آدھ انگشت گھی اور زعفران پڑا ہے جب ہی تو اس قدر نمک ہے۔ جی چاہتا ہے کہ بس کھائے ہی جاؤں۔ یہ کس کے ہاں کا کھانا ہے؟"

کلّو کی اماں:- "ارے وہی نواب مصطفےٰ کی بہو کی حاضری کا ہے ان کے میکہ سے آیا تھا تمہیں نہیں معلوم کہ صبح سے میں ان کی ہی میت کو غسل دینے گئی ہوئی تھی۔"

بوڑھا:- "جب ہی تو اتنا عمدہ کھانا ہے۔ ہاں جی بڑے آدمیوں کی بڑی باتیں۔ دیکھو گوشت بھی تو نہایت عمدہ ہے (بوٹی دکھا کر) دیکھو دُنبی کی بوٹی ہے۔ اور دوسری پوٹلی میں کیا ہے؟"

کلّو کی اماں:- "ارے ہاں میں بھول ہی گئی۔ بہو وہ دوسری پتیلیا تو اٹھا لا۔"

بہو:- "اچھا اماں (پوٹلی لا کر) لو اماں۔"

کلّو کی ماں:- (پوٹلی کھول کر) "کلّو کے ابا یہ سفید چادر تو اوپر کی ہے۔ دیکھو اس کا ٹھپہ کتنا اچھا ہے۔ تمہارا بھی کفن بن جائے گا اور یہ زر دوشالہ میت کے اوپر ڈال کر لے گئے تھے میں نے بیگم صاحب سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ میرا حق ہے۔ ان بیچاری نے اسی وقت منگا کر مجھے دے دیا اس کو تو میرے کلّو کی بہو اوڑھے گی۔ کل رانی لگے گی رانی۔"

[illegible]

بوڑھا [illegible] بہو کیسی معلوم ہوتی ہو؟"

کلو کی ماں [illegible] تمہیں تو ہر وقت دل لگی سوجھتی ہے۔ [illegible] بھلا کسی [illegible] کی؟"

بوڑھا "دوشالہ کلو کی ماں کو اوڑھا کر) لو آئینے میں دیکھو ایسی معلوم [illegible] جیسے [illegible] کی بیگم یا سیٹھانی، بہو کو دے کر کیا کرو گی [illegible] اوڑھ [illegible]

کلو کی ماں [illegible] بہو کے سر پر شنے یا اوڑھول لی۔ کلو دل [illegible] ہو گا"

بوڑھا "اجی سوچتے ہو کلو کو صبح سے شام تک خود تو تیرے میرے مردوں کو نہلاتو [illegible] کی اچھی چیز ملے تو کلو کی بہو کو دیدو"

کلو کی ماں "یہ دوشالہ کلو کی بہو کو ہی دے دیتے دو۔ اور دیکھو یہ جو گلی کے نکڑ [illegible] سیٹھ [illegible] اللہ کی حویلی ہے [illegible] لڑکی [illegible] رہے [illegible] شام کی [illegible] لڑکی [illegible] بلائیں گے" [illegible] بچوں کے [illegible] ہو گا"

کلو کی ماں [illegible] کوئی بچہ [illegible] دو بچوں کی ماں [illegible] رہتے"

بوڑھا "بس وہاں سے جو دوشالہ ملے وہ بہو کو دیدینا سچ جانو [illegible] مکمل رہا ہے"

کلو کی ماں [illegible] دوشالہ [illegible] ہو گئے سیٹھ جی کے یہاں [illegible] دوشالہ ملے تو [illegible] سے رہا۔ نہ معلوم [illegible] کہ کلو کی ماں تم تو بہو لیتو"

بوڑھا "بھاگ بھی جیسی تمہاری مرضی"

کلو کی ماں "بہو او بہو!"

بہو "ہاں آئی"

کلو کی ماں "بہو سے یہ دوشالہ لو بڑھے میرا کلو بھی خوش ہو جائے گا"

(بہو [illegible] دوشالہ اوڑھ لیتی ہے)

کلو کی ماں "دیکھو کلو [illegible] دوشالہ اوڑھ کر [illegible] لگ رہی ہے۔ جب [illegible] بہو [illegible] کلو دیکھے گا تو بہت ہی خوش ہو گا"

بوڑھا "[illegible] سے کلو خوش ہو گا۔ کلو خوش ہو گا۔ [illegible] نہ تیرے اوڑھنے سے خوش ہو تا کہ بہو کے اوڑھنے سے"

کلو کی ماں "تم تو گھبرائے جاتے ہو۔ ابھی تو سمجھ دیکھ میں اس سے اچھا دوشالہ اوڑھ لوں گی۔ پھر کاہے کی فکر"

بوڑھا "لیکن۔ تو سوچو کلو کی ماں آخر کو وہ سیٹھ جی ہیں نہ جانے کون کون سی دوائیں اور ڈاکٹر رہے ہوں گے۔ میرے منہ میں خاک اگر وہ لڑکی چنگی ہو گئی تو کیا ہاتھ موقعہ مشکل سے ہاتھ آئے گا"

کلو کی ماں "لڑکی کی حالت تو دن دونی خراب سننے میں آ رہی ہے" (ٹھنڈا سانس لے کر) "اب اگر اچھی ہو جائے تو ہمارے کرم کا کھوٹ ہے"

دوسرا منظر

(وہی مختصر مکان، وہی بوڑھا، کلو کی ماں اور اس کی بہو)

بوڑھا "[illegible] کلو کی ماں دیکھ آج [illegible] دن ہو گئے لیکن سیٹھ جی کے یہاں سے ابھی کوئی ابھی [illegible] تم تو کہتی تھیں کہ ان کی لڑکی صبح شام [illegible] ہی ہے"

کلو کی ماں "تم اور [illegible] بڑے بڑے بیٹھے ہو کے دیتے رہتے ہو۔ جیسے مجھے کچھ خیال ہی نہیں ہے"

بوڑھا "[illegible] دل [illegible] کہہ رہا تھا کہ ذرا [illegible] دیتے"

کلو کی ماں "[illegible] گھر کا حال معلوم کرنا آسان کام تو ہے نہیں۔ ان کے نوکر [illegible] رکھتے ہیں [illegible] اندر جانے میں [illegible] کر دم کر بیٹھیں گی۔ [illegible] کے نکال دیں"

بوڑھا "[illegible] کلو کی ماں [illegible] تو معلوم [illegible] گی"

([illegible] کی کھٹکھٹانے کی آواز آتی ہے)

کلو کی ماں "کون ہے"

آواز "[illegible] جی ہیں!"

کلو کی ماں "[illegible] سیٹھ جی [illegible] البتہ [illegible] خیر تو ہے"

آواز "دیکھو [illegible] گلی کے نکڑ سے نکل کر جو حویلی ہے۔

اس میں "

کلّو کی ماں "[illegible] [illegible] آ لالا باوا نا لیے۔ جون [illegible] بھیا [illegible] جلدی سے میرے سر سے تو نکال [illegible] نہلانے جانا ہے"

وبھو "اچھا آپ ابھی لائی"

کلّو کی ماں۔ (کلّو کے باپ سے) "لو کلّو آخر یہی ہونا تھا میں کہہ رہی تھی، تم تو خواہ مخواہ گھبرا رہے ہو"

بوڑھا "کلّو کی ماں میں تو خود کہہ رہا ہوں کہ بڑی عقلمند ہو اب تم دیر نہ کرو۔ جلدی ست [illegible] جب تو [illegible] دوسری عورت کو نہ بلا لیں ورنہ اس کو ہی [illegible] جائے"

کلّو کی ماں "میں [illegible] رہی ہوں۔ اطمینان رکھو دو شالہ تو ہی لے گی"

بوڑھا "[illegible] سیٹھ جی کے [illegible] کا کھانا۔ تو سب ہی مزہ کا ہوگا [illegible] [illegible] کلّو کی ماں میرے لئے [illegible] [illegible] مجھے بھونک کے مارے [illegible] آئے [illegible]"

کلّو کی ماں [illegible] گھر میں [illegible] کر لے کم کوئی دے جاؤں گی۔ [illegible] کر لے چلی ہوں لیکن ابھی تو جاکر نہلانا ہے کھانا ہے اور پھر [illegible] [illegible] آئیں گے سب ہی لوگ تو ورنہ دو شالہ ملے گا

تیسرا منظر۔ (سیٹھ صبا اللہ کی حویلی)

[illegible] سیٹھانی بہت خوش نظر رہی ہے [illegible] کے بعد اس کی لڑکی کو غسل صحت ہے۔ [illegible] میں بیٹھی ہیں۔ کوئی چاول تول رہی ہے کوئی پیلے [illegible] رہی ہے اور [illegible] سامنے بیٹھی [illegible] [illegible] رہی ہیں۔ سیٹھ جی کی وہ لڑکی جس کو غسل صحت ہونا ہے سنہری [illegible] لگائے بیٹھی ہے۔ اپنے دو سالہ بچے سے مسکرا مسکرا کر باتیں کر رہی ہے۔

سیٹھانی۔ (ایک نوجوان ملازمہ سے) "دیکھو نرگس پہلے تم چھوٹی بہو کا سر تیل ڈال کر دبا دو" (اپنی لڑکی سے) "بیٹی تم زیادہ باتیں نہ کرو خدا نخواستہ [illegible] آ جائیں"

[illegible] نہیں [illegible] بہت [illegible]

[illegible]

[illegible] [illegible] ملازمہ [illegible]

امیر [illegible]

سیٹھانی [illegible] ہوئی [illegible]

امیر [illegible]

کلّو کی ماں [illegible] سیٹھ جی کی حویلی [illegible]

ایک ملازمہ [illegible]

کلّو کی ماں [illegible] [illegible] جی سے [illegible] ہے میں کلّو کی ماں [illegible]

سیٹھانی [illegible] [illegible]

ملازمہ عرفانی "[illegible] سیٹھانی جی [illegible] [illegible] سیٹھانی جی نے بلایا ہے"

سیٹھانی "ہم نے، ہنس رو۔ [illegible] [illegible]"

عرفانی۔ (کلّو کی ماں کا ہاتھ پکڑ کر لاتی ہے) "یہ عورت ہے سیٹھانی جی"

سیٹھانی "کون ہو تم، کیسے [illegible] تمہارا کیا نام ہے؟"

کلّو کی ماں "مجھے آپ کا [illegible] [illegible] [illegible] آپ کو [illegible] [illegible]"

سیٹھانی۔ (غور سے دیکھ کر [illegible]) [illegible] منہ میں [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] جانے کیا کیا [illegible] بکنے لگی:

امیر [illegible] [illegible] سیٹھانی [illegible] [illegible] ہوئے نکل [illegible]۔ یہاں سے [illegible] کے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

چوتھا منظر:۔ (کلّو کی ماں کا گھر)

(وہی بوڑھا شخص کوٹھری سے پکارتا ہے:) "اری بہو! او بہو کیا کر رہی ہے؟"

بہو:۔ "کچھ نہیں ابا! ذرا کرتے میں پیوند لگا رہی ہوں۔"

بوڑھا:۔ "آ یہاں آ جا، یہیں بیٹھ کر سی لیجیو۔"

بہو:۔ "اچھا ابا! ابھی آئی۔"

بوڑھا:۔ "اری بہو تجھے معلوم ہے کہ آج تیری ساس کہاں گئی ہے۔"

بہو:۔ "ابا معلوم کیوں نہیں ہے سیٹھ جی کی لڑکی کی میت کو غسل دینے گئی ہے۔"

بوڑھا:۔ "جانتی ہے بہو وہاں سے کیا کیا آئے گا۔"

بہو:۔ "کیا آئے گا؟"

بوڑھا:۔ "زردہ، بریانی، قورمہ، شیرمال اور نہ جانے کون کون قسم کے کھانے ہوں گے۔ اور دیکھ یہ تیری ساس کو دوشالہ ملے گا دوشالہ وہ تیرے دوشالہ سے بہت بڑھیا ہوگا سنا تو نے؟"

بہو:۔ "ہاں ابا میں کوئی جلتی تھوڑی ہوں اچھا ہے مل جائے۔"

(کلّو کی ماں لنگڑاتی اور ہائے ہائے کرتی خالی کٹورداں لئے گھر میں داخل ہوتی ہے)

بوڑھا۔ (بوکھلا کر) "کلّو کی ماں! کلّو کی ماں! کیا بات ہے۔ ابھی سے کیوں آگئیں تم، اور رو کیوں رہی ہو؟"

کلّو کی ماں۔ (روتے ہوئے) "سیٹھ جی کی نوکرانی نے ایسا دھکا دیا کہ میں اوندھے منہ چوکھٹ پر گری۔ اور سیٹھانی جی نے الگ لاکھوں نعلتیاں دے ڈالیں۔"

بوڑھا:۔ "کیوں؟ آخر کیا ہوا؟ کیا دوسری نہلانے والی آگئی تھی۔ میں تو تم سے پہلے ہی کہہ رہا تھا کہ خدا کے لئے جلدی چلی جاؤ۔ مگر تم سنتی کب ہو۔"

کلّو کی ماں۔ (جل کر) "عجب الٹی کھوپڑی کا آدمی ہے۔ وہاں تو دلہنیں ٹھنک رہی تھیں۔ اور وہ لڑکی مسہری پر بیٹھی پان چبا رہی تھی۔"

بوڑھا۔ (حیرت سے) "یہ تم کیا کہہ رہی ہو کلّو کی ماں؟"

کلّو کی ماں:۔ "یہی کہہ رہی ہوں کہ وہ لڑکی زندہ ہے۔ پھر نہلاتی کس کو۔ میں الٹی جوتیاں کھا کر آئی ہوں۔"

بوڑھا:۔ (ٹھنڈا سانس لے کر) "لیکن کلّو کی ماں تمہارا دوشالہ اور سیر کھانا! ہونے تو چولھا بھی نہیں سلگایا!"

کلّو کی ماں:۔ "چھوڑو دوشالہ اور کھانے کے ذکر کو نہیں تو میں اپنا سر پیٹ لوں گی۔"

بوڑھا۔ "بگڑتی کیوں ہے بھاگوان۔ میں نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ رئیس آدمی ہیں۔ علاج معالجہ میں یوں نہ ٹیک دیں گے۔ اور سچ پوچھو تو کلّو کی ماں ان امیروں کی جان بڑی مشکل سے نکلتی ہے یہ ہماری تمہاری جان تھوڑی ہے کہ موٹر دبا کر چلی گئی۔ سردی سے اکڑ کے ختم ہو گئے۔ یا لوؤں کے جھکڑوں نے دے پٹخا۔" (پردہ)

آمنہ نازلی

(بقیہ صفحہ ۱۹۷)

ضرورت کا بھی لحاظ کریں تو لاڈلے کو نہایت ہی ناگوار گزرے گا۔ فوراً تیور بدل جائیں گے۔ لب و لہجہ بدل جائے گا۔ آخر کار ناگواری اور ناخوشی کے اظہار میں کبھی پس و پیش نہ ہوگا۔

جب تک بچے چھوٹے ہیں۔ والدین من مانی کر لیں۔ بچوں کے سیانے ہونے کے بعد عجیب کشمکش کا سامنا ہوگا جس قسم کا سلوک آج تک لاڈلے کے ساتھ اپنی مرضی اور خوشی سے کیا گیا۔ اس وقت اس کی افتاد مزاج سے مجبور ہو کر کرنا پڑے گا۔ کیونکہ نہ کریں تو دل نہ مانے گا۔ اس خیال سے کہ لاڈلے کی دل شکنی ہوگی۔ خواہ دل شکنی کی بات ہو۔ خواہ نہ ہو۔ اور کریں تو دوسرے فریضے اور مصلحتیں جو درپیش ہوں گی، ان کا خون ہوگا۔ اور لاڈلے کو دیکھئے تو اسے نہ ان کی مجبوری کا احساس ہے نہ ضرورت کا خیال، نہ خوشی کا پاس کسی بات کی پروا نہیں وہ تو اپنی سی کرائے گا۔ کیونکہ جب سے اس نے ہوش سنبھالا اس کی بات ہمیشہ مانی ہی ہے

اس نوعیت کا لاڈ پیار بچوں میں غضب کی خود پسندی خود ستائی اور خود غرضی پیدا کر دیتا ہے۔ وہ ابتدا ہی سے اپنی معمولی معمولی خواہش پر ہر ایک کی اہم سے اہم ضرورت اور مفاد کو نظر انداز کر دینے کے عادی ہوتے ہیں۔ اور ایک والدین کیا تمام دنیا سے سلوک میں امتیاز کے متمنی رہتے ہیں۔ اگر بچوں کے مابین برتاؤ میں فرق نہ کیا جائے اور سب سے مساوی سلوک ہو تو جو بچہ ماں باپ کو زیادہ پیارا ہوگا۔ بھائی بہنیں بھی اسے زیادہ پیار کریں گے اور لطف و محبت سے پیش آئیں گے۔

بنی فاطمہ

بچے اور غیر مساوی سلوک

یوں تو ماں باپ کو جتنے بچے بھی ہوں سب سے محبت ہوتی ہے وہ سب کے رنج و تکلیف سے یکساں متاثر ہوتے ہیں سب کے آرام و آسائش کا خیال رکھتے اور ہر ایک کی بہبودی کے خواہاں ہوتے ہیں اور ان کی ضروریات بہم پہنچانے میں کوشاں رہتے ہیں۔ لیکن کبھی ماں کبھی باپ دونوں کو چند بچوں میں کسی ایک سے (خواہ لڑکا ہو یا لڑکی) کسی وجہ سے زیادہ محبت ہو جاتی ہے۔ محبت کا زیادہ ہونا کوئی ایسی قابل اعتراض بات نہیں، نہ ضرورتاً کسی معمولی رُو رعایت کا مضائقہ ہے۔ مگر محبت کا حد سے بڑھ جانا یا محبت کے جوش میں اعتدال سے گزر جانا اور یہ بھول کر کہ ہم پر تمام بچوں کے ایک سے حقوق ہیں یہ نسبت دیگر بچوں کے جس بچے سے زیادہ محبت ہو اس کے ساتھ ہمیشہ اور عمداً خاص التفات سے پیش آنا۔ اور بہتر سلوک کرنا درست نہیں خصوصاً جب اسے مقابلۃً اچھا کھلایا جائے، اچھا پہنایا جائے۔ اس کے آرام و خوشی کا زیادہ خیال رکھا جائے۔ اس کی پسندیدگی اور خوشنودی کو اور بچوں کی ضروریات پر بھی مقدم سمجھا جائے یعنی بلا وجہ ہر اعتبار سے اسے اور بچوں پر فوقیت دی جائے تو بے شک اعتراض کا محل ہے۔

اول تو خود والدین کی سرپرستانہ اور مربیانہ حیثیت کو سخت صدمہ پہنچتا ہے۔ اور بچوں کے دلوں میں ان کا وہ اعتماد و احترام قائم نہیں رہتا۔ جو معمولاً ہوا کرتا ہے۔ اور جس کا ہونا نہایت ضروری ہے دوسرے جہاں والدین نے یہ خلاف انصاف امتیاز روا رکھا۔ بھائی بہنوں کے تعلقات ایسے اچھے نہیں رہ سکتے۔ جیسے رہنے چاہئیں۔ وہ میل ملاپ سے رہنے کی بجائے لڑنے جھگڑنے، ایک دوسرے کی عیب جوئی اور نکتہ چینی میں مصروف ہوں گے۔ خواہرانہ و برادرانہ خلوص و ہمدردی معدوم ہو گی۔ یکجہتی اور خوشدلی مفقود ہو کر کشیدگی و بدمزگی کا پایا جانا بلکہ رشک و حسد کی صورتوں کا نمودار ہونا بھی بعید نہیں۔ الغرض باہمی تعلقات اور بچوں کے اخلاق پر اس کا بہت برا اثر پڑتا ہے۔ بچے اور بچیاں خود کو کاملاً بہر طور ایک بھائی اور بہن کے برابر اور ہمسر تصور کرتے ہیں۔ ان کے لئے اس بات کے احساس سے زیادہ کوئی شے تکلیف دہ نہیں ہوتی کہ ماں باپ انہیں میں سے کسی اور کی خاطر یا کسی کے مقابلے میں ان کی بے قدری اور حق تلفی روا رکھتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے بچے بھی بہت جلد بشدت اس امر کو محسوس کرتے ہیں۔ اور اکثر علانیہ اپنے بھولے بھالے لیکن مؤثر انداز میں معترض بھی ہوتے ہیں۔ درحقیقت کسی اور سے بچوں کو رنج و ایذا پہنچے یا کوئی غیر ان کا کوئی حق تلف کرے تو وہ والدین سے داد چاہیں۔ امداد طلب کریں لیکن جب والدین ہی کی طرف سے ایسا کیا جائے تو بیچارے کیا کریں۔

بعض لوگ تو یہ غضب کرتے ہیں کہ جس بچے سے زیادہ محبت ہوئی، اسے بھائی بہنوں سے بدسلوکی کی شہ دیتے ہیں۔ اور اگر اس کی شکایت کی گئی۔ تو ہنس کر ٹال دیتے ہیں۔ یا اسے سرزنش کرنے کی بجائے الٹا شکایت کرنے والے سے ناخوش ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ کیسا غلط رویہ ہے۔ بچے اس رویہ کے سبب سے اور دوسرے بھائی بہن پر والدین کی تمام ایسی عنایتوں اور شفقتوں کو دیکھ کر جن سے وہ محروم ہوں گے۔ بخواہ دل گرفتہ و رنجیدہ ہوں گے۔ اگر یہ رنجیدگی دور نہ کی گئی اور والدین ایسے غیر منصفانہ طریقے پر کاربند رہے تو عجب نہیں جو بچے لاڈلے بھائی یا بہن کی ذات کو اپنی بے قدری اور حق تلفی کا سبب قرار دے کر اس کی مخالفت اختیار کریں اُسے والدین کی نظروں سے گرانے اور بے وقعت کرنے کی کوشش کریں یا والدین ہی سے بدظن ہو جائیں۔

اس خلاف انصاف اور نا واجب ناز برداری سے یہ گر بچے بھی کچھ اور ہی رنگ نکالتے ہیں۔ وہ یہ نہیں خیال کرتے کہ ایسے خاص سلوک کا سبب محض فرط محبت ہے۔ بلکہ وہ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ والدین کے مہر و محبت کے وہی حق دار ہیں اور تمام تر شفقت و رعایت انہیں سے مخصوص ہونی چاہیئے۔ وہ اور بھائی بہنوں کو اپنے سے کمتر سمجھتے ہیں۔ اگر والدین دوسرے بچوں سے بتقضائے انصاف یا ضرورتاً یا شاید رفع شکایت کی خاطر یا مامتا ہی کے باعث کہ آخر وہ بھی اولاد ہی ہیں کبھی شفقت سے پیش آئیں اور ان کی کسی واقعی

(باقی صفحہ ۱۹۶ کالم ۲ پر)

کامیاب پارٹیاں

دعوت اور مہمانداری، خانہ داری کے لوازمات میں سے ہیں اور دلچسپ اور کامیاب پارٹیوں کے لئے بھی سلیقہ چاہیئے۔ آجکل پارٹیوں کا دستور بہت زیادہ ہو گیا ہے۔ جہاں پہلے سال بھر میں ایک آدھ دفعہ ایک بڑی پارٹی اور ایک دو چائے کی پارٹیاں دیجاتی تھیں وہاں اب مہینہ میں دو تین دفعہ پارٹیاں ہوتی ہیں۔

انگریزی معاشرت اختیار کرنے والے ہندوستانیوں کے ہاں پارٹیاں فرض سمجھ کر دی جاتی ہیں۔ جو دراصل ایسی طرز معاشرت کے لوازمات میں سے ہیں۔ اکثر اوقات ایسی جبریہ پارٹیز نہایت غیر دلچسپ ہوتی ہیں۔ اور لوگ طوعاً و کرہاً ایسی پارٹیوں میں جاتے ہیں اور گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ جبراً بیٹھ کر گھر واپس آجاتے ہیں۔ ایسی پارٹیاں دینے سے سوائے اپنا اور دوسرے کا وقت ضائع کرنے کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ پارٹیاں ایسی ہونی چاہئیں کہ لوگ خوشی خوشی شریک ہوں اور وقت نہایت دلچسپی کے ساتھ گزار کر گھر واپس آئیں۔ لیکن ایسی پارٹیوں کے لئے میزبان کو کسی قدر تکلیف اٹھانی پڑے گی۔ صرف بہت سے مرغن اور لذیذ کھانے مہمانوں کے سامنے رکھ دینے سے یہ مطلب حاصل نہیں ہوگا۔

پارٹیاں کئی قسم کی ہوتی ہیں۔ ڈنر پارٹی یعنی رات کے کھانے پر لوگوں کو بلانا۔ لنچ یعنی دن کے کھانے پر بلانا۔ ٹی پارٹی میں شام کی چاء، جس کے ساتھ اکثر اوقات برج ہوتا ہے۔ لنچ اور ڈنر کے بعد بھی اکثر برج کھیلا جاتا ہے۔ خاص کر لنچ کے بعد۔

یہ پارٹیاں ان میزبانوں کے ہاں جن میں کسی قسم کی جدت یا دلچسپی پیدا کرنے کا مادہ نہیں ہوتا۔ اس طرح دی جاتی ہیں۔ کہ مہمان آئے۔ کھانے سے پہلے ان کے آگے کچھ فواکہات اور شربت سے تواضع کی گئی۔ اس کے بعد کھانے پر بیٹھے۔ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ تک کھانا ہوتا رہا۔ اس کے بعد واپس ملاقات کے کمرے میں آئے کچھ دیر باتیں کیں۔ اور واپس گھر آگئے۔ ایسی پارٹیوں میں تقریباً روزانہ سوسائٹی کے لوگوں کو جانا پڑتا ہے اور کتنا بڑا بار خاطر ہوتا ہے وہ ان کو ہی معلوم ہے جنہیں بھگتنا پڑتا ہے۔

اگر ہر مہینہ ایک ڈنر یا ٹی پارٹی ایسی دینے کے بدلے چار چھ مہینے میں ایک پارٹی ایسی دی جائے جو دلچسپ ہو تو کہیں اچھا ہے پارٹی کے کامیاب ہونے کی پہلی شرط یہ ہے کہ اس میں ایسے لوگ بلائے جائیں جو یا تو پہلے سے ایک دوسرے کو جانتے ہوں یا اس عمر و طبیعت کے ہوں کہ وہ ایک دوسرے سے مل کر خوش ہو سکیں۔ ایک ہی قسم کی طبیعت کے اور ہم مذاق ہوں۔ جیسا اکثر میزبان صرف اس خیال کے ماتحت لوگوں کو ایک ساتھ بلاتے ہیں کہ ہمیں ان لوگوں کی دعوت کا احسان اتارنا ہے۔

ایسے بلائے ہوئے مہمانوں کا باہم گفتگو کرنے کے لئے کوئی موضوع نہیں ہوتا۔ اور میزبان یہ کوشش کر کر کے تھک تھک جاتے ہیں کہ ان کے مہمان کسی طرح سے آپس میں اچھی طرح ملیں۔

مہمانوں کو ہم عمری اور ہم مذاقی کا لحاظ رکھ کر بلانے کے بعد پارٹی کو دلچسپ بنانے اور اس میں جدت پیدا کرنے کی صورتیں سوچنی چاہئیں ڈنر کی پارٹی اگر مختصر سی ہے تو اس کے بعد کوئی کھیل کھیلنا چاہیئے بہت سی قسم کے کھیل جو گھر کے اندر کھیلے جا سکتے ہیں کھلونوں کی دکان میں ملتے ہیں۔ دو چار قسم کے خرید کر رکھنے چاہئیں لیکن کھیل ایسے ہوں جن میں سب شریک ہو سکیں۔ اور جن کے سمجھنے میں بہت دیر نہ لگے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ مذاقیہ اور ہنسانے والا ہو۔ جس کو کھیلنے سے مہمانوں میں بے تکلفی پیدا ہو۔ ایسے کھیل جو خاموش چپ چاپ بیٹھ کر کھیلا جائے کچھ فائدہ نہیں۔

آجکل دہلی شملہ میں خصوصاً stand-up dinners یا Buffets ڈنرس بہت مقبول ہیں۔ یعنی آٹھ یا دس آدمیوں کو بٹھا کر کھانا کھلانے کے بدلے تیس تیس چالیس چالیس آدمیوں کو کھڑے کھڑے کھلایا جاتا ہے۔ کھانے کی ہر چیز برتن چمچہ پانی۔ گلاس۔ میزوں کی قطار پر موجود ہوتے ہیں۔ مہمان خود ہی ہر ایک چیز لے کر کھاتا ہے۔ میزبان اور نوکر بس یہ خیال رکھتے ہیں کہ ہر چیز موجود ہے کچھ گھٹ تو نہیں گئی۔ اور پانی وغیرہ کو پوچھتے رہتے ہیں۔ ایسے کھانوں کا یہ فائدہ ہے کہ بہت سے لوگوں کو ایک دفعہ

بلایا جا سکتا ہے۔

ایسے ڈنر بہت دلچسپ ہو جاتے ہیں مثلاً چاندنی رات میں باغ میں دینے سے ایسے ڈنر کا لطف دوبالا ہو جاتا ہے اور یہی جدت کرنی ہو تو سارے مہمانوں کو سفید اور رو پہلے لباس میں آنے کو کہا جائے چاندنی رات میں سیمیں پوش خواتین بہت ہی خوبصورت معلوم ہونگی۔

اس کے علاوہ ایسے ڈنر کو "پریڈ" بنایا جا سکتا ہے یعنی جتنے مہمان آئیں سب شاہجہاں کے عہد کا لباس پہن کر آئیں۔ یا نورجہاں کے زمانے کے لباس میں ہوں۔ انگلستان میں اکثر Period Balls ہوتے ہیں جن میں سب لوگ سولہویں یا سترھویں صدی کے لباس میں آتے ہیں۔ مہمان و میزبان لوئیس چہاردہم۔ ملکہ میری وہم اور ماری انٹوئینٹ کے لباس میں ہوتے یا چارلس دوئم اور اس کی ملکہ کے بھیس میں نظر آتے ہیں یعنی جس عہد اور جس حکومت کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ اس کے بادشاہ اور ملکہ کے لباس میں۔

مہمانوں کو کسی خاص عہد کے لباس میں آنے کے بدلے کسی فینسی ڈریس Fancy Dress یعنی کھیل کے لباس میں آنے کو کہا جا سکتا ہے۔ انگلستان میں یہ بھی بہت مقبول ہے لوگ مشہور بادشاہ ملکہ سپاہی کے لباس میں آتے ہیں یا پھر کوئی چیز یا موسم بنے ہوتے ہیں مثلاً بہار یا پھول کی کلی وغیرہ۔ جس کے لباس میں سب سے زیادہ جدت ہوتی ہے انعام ملتا ہے۔

بعض وقت مہمان مشہور شخصیتوں کے بھیس میں آئیں مثلاً کوئی مسز سروجنی نائیڈو۔ کوئی بیگم شاہ نواز وغیرہ اور دوسرے مہمان اس کی گفتگو اور وضع سے یہ پتہ لگانے کی کوشش کریں۔ کہ وہ کون شخص ہے۔ اس طرح بہت سے کھیل ہیں۔ جو پارٹی کو دلچسپ اور کامیاب بنانے میں مدد دیتے ہیں۔ اور میزبان کی جدت طبعی پر دلالت کرتے ہیں۔

چاء کی پارٹی کے بعد جن کے ہاں ٹینس کورٹ ہے ٹینس پارٹی کی دلچسپی کا باعث ہو سکتی ہے۔ گرمیوں کے موسم میں جن کے یہاں گھر پر تالاب ہیں۔ وہ گھر پر جن کے نہیں ہیں کلب میں شام کے لئے تالاب کرایہ پر لے کر تیرنے کی پارٹیاں دے سکتے ہیں۔ تیرنا نہ آئے تب بھی صرف ڈبکیاں لگانے سے بہت کچھ لطف آتا ہے خاص کر جب آٹھ دس سہیلیاں ہوں۔

اگلے زمانہ کی طرح برسات کے موسم میں جھولے کی پارٹیاں اور آم کی پارٹیاں دی جا سکتی ہیں ٹینس کے علاوہ بیڈمنٹن ٹینی کوئٹ بکٹ کوئٹ۔ "کوکونٹ شائی" وغیرہ ایسے کھیل ہیں جن کے کھیلنے میں زیادہ وقت نہیں لگتا۔ اور جو چاء کی پارٹی کے بعد کھیلے جا سکتے ہیں جن کھیلوں کا میں نے نام لیا یہ جہاز کے عرشہ پر برابر کھیلے جاتے ہیں۔ اور اس کے کھیلنے کے طریقہ سے اکثر مرد واقف ہیں۔ جن سے عورتیں سیکھ سکتی ہیں۔ ان کے کھیلنے کے لئے بہت زیادہ جگہ کی بھی ضرورت نہیں تھوڑی سی جگہ چاہئیے۔

ٹینی کوئٹ Deck Tennis کے کھیلنے کے اصول بالکل بیڈمنٹن جیسے ہیں۔ اور اتنا ہی بڑا کورٹ اس کے لئے چاہئیے صرف بیٹ اور شٹل کاک کے بجائے ایک ربڑ کے حلقہ سے کھیلا جاتا ہے ایسی ربڑ کے حلقوں کے کسی بالٹی یا ٹوکری میں ڈالنے کی کوشش کا نام Bucket Quoits ہے۔

پورے سیزن میں بلکہ پورے سال میں ایک پارٹی دیجئے لیکن ایسی جس کا ذکر لوگ مہینوں کرتے رہیں۔ اس کو دلچسپ بنانے کے لئے پوری کوشش کیجئے اور سوچ سوچ کر ایسی باتیں ایجاد کیجئے جس سے اس میں ندرت پیدا ہو۔

یہ تو ہوئے پارٹی میں دلچسپی پیدا کرنے کے طریقے۔ پارٹی کو آرام دہ بنانے کے لئے مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھنا چاہئیے ٹینس کی پارٹی ہو تو شربت خوب ٹھنڈے کافی مقدار میں موجود رکھئے ٹینس پارٹی میں لوگ کھانے کے بدلے شربت پینا زیادہ پسند کرتے ہیں۔

ہر ایک پارٹی میں چھوٹی چھوٹی تپائیاں پیالے پلیٹ یا سلائی اور ایش ٹرے موجود رہنی چاہئیں تاکہ لوگوں کو اٹھ کر تلاش نہ کرنی پڑے۔ چاء کی پارٹی ہے۔ تو ہر ایک کے آگے یا دو آدمیوں کے درمیان ایک چھوٹی میز ضرور ہونی چاہئیے ورنہ ہاتھ میں لئے لئے چاء پینا بہت دشوار ہوتا ہے۔ ان موقعوں کے لئے Nest یعنی میزوں کی رکھنی چاہئیے۔ جو کہ ایک دوسری میں آ جاتی ہوں۔ اور بہت زیادہ جگہ نہ لیتی ہوں۔ ٹرے ٹیبل Tray Table ایسی میز جس کے دونوں سرے ہوں ٹینس کی پارٹیوں کے لئے بہت آرام دہ ہے اس پر گلاس شربت وغیرہ رکھ کر ٹینس کورٹ پہ لے جا سکتے ہیں۔ کھانے کے متعلق

یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ کھانا مزہ دار اور چٹ پٹا ہو لیکن بہت زیادہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ ہندوستانی دعوتوں میں ہمیشہ بہت زیادہ چیزیں پکائی جاتی ہیں۔ اور جن کے یہاں انگریزی معاشرت ہے۔ وہاں تو پہلے پورا انگریزی ڈنر اس کے بعد ہندوستانی ہوتا ہے۔ چاء پر بھی کیک۔ سینڈوچ وغیرہ اور ساتھ ہی ساتھ تلی ہوئی مٹر کے دانے، پکوڑے اور ہر طرح کی مٹھائی ہوتی ہے۔ اور اصرار کر کر کے کھلایا جاتا ہے۔ دو طرح کی چیزوں کی ہرگز ضرورت نہیں۔ آپ کو اپنے مہمانوں کے متعلق معلوم ہونا چاہیئے کہ ان کا کیا مذاق ہے۔ ہندوستانی کھانا تو چاہے کتنا ہی مغرب زدہ ہندوستانی ہو انگریزی کھانے سے زیادہ ہی پسند ہوتا ہے اس لئے ہندوستانیوں کو بلا کر انگریزی کھانا کھلانے کی کیا ضرورت ہے۔ پھر دونوں قسم کے کھانے کرنا چاہتی ہیں۔ یا اگر دعوت میں انگریز اور ہندوستانی دونوں ہیں۔ تو ایک آدھ چیز انگریزی اور ایک آدھ ہندوستانی ہونی چاہیئے۔ مثلاً شوربہ اور مچھلی انگریزی طریقے سے اور اس کے بعد دو ایک چیزیں ہندوستانی طریقے کی پکی ہوئی اور پھر یا پڈنگ یا ہندوستانی میٹھا۔ نہ کہ شوربہ۔ مچھلی۔ گوشت کی کوئی چیز انگریزی۔ اس کے بعد روٹی۔ چاول۔ دو تین طرح کے سالن رائتہ بھرتہ۔ چٹنی۔ یعنی پورا ہندوستانی کھانا۔ پھر پڈنگ اور ایک دو ہندوستانی میٹھا۔ پھر انگریزی "پوبری" اور کافی!

اتنا کھانا چاہے کتنا ہی لذیذ پکا ہوا ہو کون کھا سکے گا۔ اور کیسے ہضم ہوگا۔ یہ فضول کی نمائش ہے۔ جس سے سوائے اپنا نقصان کرنے کے کچھ فائدہ نہیں۔

کھانا اور چاء دونوں پر دو ایک چیزیں چٹ پٹی ضرور رکھنی چاہئیں۔ جیسے تلے مٹر۔ لیموں کے عرق کے ساتھ چنے۔ رائتہ۔ دہی بڑے۔ پکوڑے۔ سلاد۔ تلی ہوئی دال وغیرہ ایسی چیزیں بڑے شوق سے کھائی جاتی ہیں۔

کھانے کا کمرہ۔ اور کھانے اور چاء کے برتن کی خوبصورتی میز اور ٹی پارٹی کی چادروں کی نفاست، چاندی کے ظروف کی جگمگاہٹ سے پارٹیوں کی دلچسپی میں اور اضافہ ہوجاتا ہے۔

شائستہ اختر سہروردی

دل ڈھونڈھتا ہے جن کو وہ صحبتیں کہاں ہیں؟

غیبت، دروغ و بہتان اُف زینتِ زباں ہیں
انگشت ہائے رعنا مصروفِ پاندان ہیں
اس درجہ کبر و نخوت ہر گام پر عیاں ہیں
یہ طائرانِ زرّیں مائل بہ آسماں ہیں
مسلم زنانخانے عبرت کی داستاں ہیں   دل ڈھونڈھتا ہے جنکو وہ صحبتیں کہاں ہیں

نظریں ہوس بداماں رعنائیوں پہ قرباں
آرائشوں کا دفتر رنگینیوں کا دیواں
جلسوں میں بن کے آئیں اندر سبھا کی پریاں
دریائے زندگی میں آزادیوں کا طوفاں
مسلم زنانخانے عبرت کی داستاں ہیں   دل ڈھونڈھتا ہے جنکو وہ صحبتیں کہاں ہیں

آغوشِ مادرانہ جوشِ دروں سے خالی
گُل کی ہے تربیت سے اُف بے نیاز مالی
خوش خوش بجا رہی ہیں وہ تھیٹروں میں تالی
بچے پڑے ہیں تنہا اللہ جن کا والی
مسلم زنانخانے عبرت کی داستاں ہیں   دل ڈھونڈھتا ہے جنکو وہ صحبتیں کہاں ہیں

محفلوں میں جلوہ فرما ہیں بیگماتِ عالی
تدبیرِ منزلی سے جن کے دماغ خالی
خوش آپتوں پہ شیدا بدمست و لاابالی
ایجاد کر رہی ہیں تہذیب اک نرالی
مسلم زنانخانے عبرت کی داستاں ہیں   دل ڈھونڈھتا ہے جنکو وہ صحبتیں کہاں ہیں

عشرت کدے ہیں اُن کے ایماں فروشِ تکبیر
چلتی نہیں ہوائے مذہب کبھی ہے دل پر
خاکِ حجاز چشمِ دل پر ہوئی گراں تر
وہ راہرو ہیں مغرب جن کا فقط ہے رہبر
مسلم زنانخانے عبرت کی داستاں ہیں   دل ڈھونڈھتا ہے جنکو وہ صحبتیں کہاں ہیں

عزلت نشیں ہوئی ہوں کچھ سوچ کر میں ہمدم
صد چاک قلبِ مضطر۔ ہر لحظہ چشمِ پُرنم
دامانِ زندگی پر اک داغِ بد نما ہم
اے ساجدہ سنائیں کس کو فسانۂ غم
مسلم زنانخانے عبرت کی داستاں ہیں   دل ڈھونڈھتا ہے جنکو وہ صحبتیں کہاں ہیں

ساجدہ بنت دانش شاہجہانپوری

منزل

صفدر علی ہمارے رشتہ دار نہ تھے، پھر بھی گاؤں کے تعلق سے میں انہیں ماموں کہتا تھا۔ سنتا ہوں کہ ان کے آبا و اجداد نے اچھے دن دیکھے تھے، لیکن میں نے جب سے ہوش سنبھالا صفدر ماموں کو مفلوک الحال ہی دیکھا۔ دو چار بیگھے موروثی کاشتکاری تھی، اسی میں ان کی بھلی یا بری بسر اوقات ہو جاتی تھی، گھر میں ان کے سوا ان کی بیوی اور ان کا اکلوتا لڑکا ہمت علی تھا۔ صفدر ماموں کی بیوی تھیں تو دیہاتی لیکن ان کی شادی شہر میں ہوئی تھی۔ ان کی بیوی جب پہلے پہل گاؤں میں آئیں تو بہت گھبرائیں۔ شہری جب پنجرے میں بند ہوتی ہے تو باہر نکلنے کے لئے بہت تڑپتی ہے۔ لیکن رفتہ رفتہ اسے پنجرے کے گوشے گوشے میں سکون ملنے لگتا ہے۔ ممانی بڑی نفیس، شستہ اور سلیس اردو، اس کے برخلاف صفدر ماموں کی بولی دیہاتی تھی۔ کچھ دن خوب لاگ ڈانٹ رہی۔ ممانی جب گرم ہوتیں تو صفدر ماموں کو اجڈ اور گنوار بناتیں۔ کچھ عرصہ تک تو صفدر ماموں خدا جانے کس مصلحت سے خاموش رہے لیکن "سو سنار کی تو ایک دن لوہار کی" ایک دفعہ جو دیہاتی ماموں کو جلال آیا، تو انہوں نے ڈنڈا سنبھال لیا۔ مار کے آگے تو بندر ناچتا ہے۔ شہری ممانی سب "واللہ باللہ" بھول گئیں۔ اور پھر شاید انہوں نے کبھی صفدر ماموں سے "جنگ عظیم" مول نہیں لی۔ دیہات میں رہتے برسوں گزر گئے۔ اب ممانی دیہاتی اور شہری ملی جلی بولی بولتی ہیں۔ صرف زبان ہی سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کبھی وہ شہر میں رہی ہوں گی۔ ورنہ اب تو وہ دیہاتی معاشرت ہی میں رنگی نظر آتی ہیں۔

صفدر ماموں بڑے محنتی اور جفاکش کسان تھے۔ جس سال ہمارے گاؤں میں اچھی فصل ہو جاتی تو گاؤں کے کنجوس بنئے بھی اپنے بچوں کو پڑھانے کے لئے تیار ہو جاتے۔ صفدر ماموں کچھ ہندی پڑھے لکھے تھے وہ اس زمانے میں "گوروجی" بن جاتے اس طرح بھی دو چار روپے کی آمدنی ہو جاتی تھی۔ جب تک والد صاحب ملازمت چھوڑ کر گھر آ گئے۔ اور انہوں نے اپنی زمینداری کا کام خود سنبھالا تو صفدر ماموں کا وہ عہدہ چھن گیا۔ پھر بھی یہ واقعہ ہے کہ والد صاحب ہمارے صفدر ماموں کا خاص خیال رکھتے تھے۔ والدہ صاحبہ ان کو اپنا بھائی کہتی تھیں۔ اس رشتہ سے ہم سب بھائی ان کو صفدر ماموں کہنے لگے تھے۔

جوانی میں صفدر ماموں پہلوانی کرتے تھے، بڑا کسرتی جسم پایا تھا لیکن ایک مرتبہ کا ذکر ہے شاید بھادوں کا مہینہ اور ناگ پنچمی کے دن تھے۔ جھوم جھوم کے بادل آتے اور جھما جھم برس کے نکل جاتے۔ چاروں طرف ہریالی ہی ہریالی تھی۔ دھان لہلہا رہے تھے باغوں میں آموں اور جامنوں کی بہار تھی۔ یہ گاؤں گنگا جی کے کنارے ایک نہایت ہی پرفضا مقام پر واقع ہے برکھا رت اور گنگا جی کا کنارہ ہر دیہاتی مست و بے خود ہو رہا تھا۔ غریب دیہاتی بچوں کو تن پوشی کے لئے مشکل سے دو انگل کپڑا نصیب ہوتا ہے۔ لیکن یہ تو بھادوں کا مہینہ تھا، ڈنڈ بیٹھک اور اکھاڑوں کے دن تھے لنگوٹ میں کپڑا ہی کتنا لگتا ہے، جس بچے یا جوان کو دیکھئے لنگوٹ کسے اپنی پہلوانی کا اظہار کر رہا ہے۔ ہاں تو ایسے ہی بہار موسم میں گنگا کے اس پار دنگل تھا ایسے موقع پر صفدر ماموں کیسے نہ جاتے، اب وہ جوان نہ تھے کشتی بھی نہ لڑتے تھے۔ لیکن اکھاڑہ کے کنارے کھڑے ہو کر وہ "پٹھوں" کا دل تو بڑھا سکتے تھے۔ وہ بھی تماشائی کی حیثیت سے دنگل میں پہنچ گئے لیکن وہاں یہی مثل ہوئی کہ "گھر چھوڑ چلا ہے جائے ناحق مار بیجا کھائے"۔ پہلوانوں میں نہ جانے کس بات پر لاٹھی چل گئی اور صفدر ماموں بیچارے بری طرح سے پٹ گئے۔ بڑی مشکلوں سے لوگ انہیں چارپائی پر لاد کر گاؤں واپس آئے کئی مہینے تک دیہاتی علاج ہوتا رہا زندگی تھی، بچ گئے لیکن ان کی صحت ہمیشہ کے لئے خراب ہو گئی۔

صفدر ماموں اپنے اکلوتے لڑکے ہمت علی کو بہت چاہتے تھے وہی ان کے گھر کا چراغ تھا۔ ان کی دلی خواہش تھی کہ وہ اسے اعلیٰ تعلیم دلائیں گاؤں میں کوئی مدرسہ نہ تھا، وہاں سے چھ سات کوس پر ایک قصبہ تھا۔ جہاں صفدر ماموں کی کوئی رشتہ داری تھی انہوں نے ہمت علی کو وہیں اردو پڑھنے کے لئے بھیج دیا۔ ہر مہینہ صفدر ماموں سر پر آٹا دال کی گٹھری لاد کر اپنے بچے کے کھانے پینے کا سامان قصبہ میں دے آتے تھے۔ کاشتکاری میں مشکل سے گزر ہوتی تھی۔

اور اب تو وہ اپنے لڑکے کو تعلیم دلا رہے تھے جتنی بھی تنگی ہوتی کم تھی لیکن صفدر ماموں کی تعریف کرنی پڑتی ہے کہ تعلیم کے سامنے انہوں نے کسی تکلیف کی کوئی پروا نہ کی۔ چلچلاتی دھوپ میں دوپہر کے وقت جب ہر دوسرے (ہل چلانے والے) بیلوں کو کھول دیتے اور کھانے پینے اور کچھ دیر سستانے کے لئے پیڑوں کے نیچے چلے جاتے تب بھی صفدر ماموں آرام نہ کرتے۔ انہیں تو بس ایک ہی دھن اور ایک ہی لگن تھی۔ ہمت علی جلد سے جلد پڑھ لکھ کر قابل بن جائے تاکہ ان کے بگڑے دن بن جائیں۔ جس سال ہمت نے اردو کا درجہ چہارم پاس کیا تو صفدر ماموں کا دماغ چرخ چہارم تک پہنچ گیا۔ ان کی خوشی کی کوئی حد نہ تھی۔ وہ سمجھنے لگے کہ وہ ترقی اور کامیابی کی منزل پر پہنچ گئے لیکن میری غلطی سے اُن کا یہ خیال دور ہوگیا۔ میں زمیندار کا لڑکا ہوں، ہر قسم کی آسائش مجھے نصیب نہیں میں دیہاتی مدرسہ میں کیوں پڑھتا۔ میں شہر میں ایک انگریزی اسکول میں تعلیم پا رہا تھا اور گرمیوں کی چھٹیوں میں اپنے گاؤں آیا ہوا تھا جب صفدر ماموں سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے مجھے خوشخبری سنائی کہ ہمت علی نے درجہ چار پاس کرلیا۔ مجھے ان کی یہ خوشی نہ دیکھی گئی۔ اور میری زبان سے نکل گیا کہ "تو اس سے کیا ہوتا ہے۔ جب تک ہمت علی مڈل پاس نہ کرلیں گے اور انگریزی پڑھ نہ لیں گے کچھ فائدہ نہ ہوگا" صفدر ماموں سمجھتے تھے کہ میں خوشی کا اظہار کروں گا لیکن اس کے بجائے میں نے ان کا دل توڑ دیا۔ وہ میری طرف حسرت بھری نظروں سے دیکھنے لگے۔ مدتوں کا بنایا ہوا قلعہ زمین پر گر گیا۔ ریت کی دیوار ہوا کے ایک ہی جھونکے میں بیٹھ گئی۔ بڑی مشکل سے تو انہوں نے ہمت علی کو درجہ چہارم تک پڑھایا تھا اور میں نے مڈل اور انگریزی کی شرط لگا کر "ہنوز دلّی دور است" کا معاملہ کردیا۔ رشک کا مادہ ہر انسان میں ہوتا ہے۔ لیکن صفدر ماموں اس معاملے میں دنیا سے نرالے تھے۔ وہ زمین پر لیٹ کر آسمان کو چھونے کی خواہش رکھتے تھے ایسے موقع پر وہ پاؤں پھیلانے میں اپنی چادر کی وسعت کو بھی بھول جاتے تھے دوسرے دن وہ علی الصباح ہمت علی کو میرے پاس لائے اور کہنے لگے۔

"بیٹا ذرا اپنے اس بھائی کو بھی انگریزی پڑھا دیا کرو" میں اپنی ہی پڑھائی سے بہت پریشان تھا۔ مجھے خود پڑھنا مصیبت تھی۔ اس دوسری مصیبت کا کیسے سامنا کروں گا لیکن صفدر ماموں کی بزرگی اور ان کی خوشامد کے سامنے میں مجبور ہوگیا۔ صبح ہوتے ہی صفدر ماموں اپنے لخت جگر کو ساتھ لے کر میرے یہاں آجاتے لڑکا پڑھتا اور وہ غور سے سنتے رہتے۔ کبھی ایسا بھی اتفاق ہوتا کہ ہمت علی پڑھنے میں کچھ اٹک جاتا میں تو خفگی کا اظہار بھی نہ کرتا لیکن صفدر ماموں بے تکلف ہمت علی کے منہ پر دو چار چپت رسید کردیتے گویا پڑھانے کے لئے تو میں تھا۔ اور سزا دینے کے لئے صفدر ماموں۔ ان کو تو جلد از جلد منزل تک پہنچنے کی پڑی تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ ہمت علی کو انگریزی گھول کر پلا دیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ وہ اپنے گھر پر ہمت علی سے کہتے کہ کتاب کھول کر پڑھو۔ سعادت مند بچہ باپ کے حکم کی تعمیل کرتا۔ صفدر ماموں انگریزی تو کیا اردو سے بھی ناواقف تھے لیکن وہ بڑی شان سے اس پر بھی جھوٹی تجی لے کر سبق سننے کو بیٹھ جاتے۔ اگر اتفاق سے ہمت علی پڑھنے میں کہیں رک جاتا تو صفدر ماموں سمجھتے کہ وہ اپنا سبق بھول گیا۔ اور پھر اس کو ٹھونکنا شروع کردیتے۔ میں نے انہیں کئی مرتبہ سمجھایا کہ اس طرح بلا خطا قصور مارنے سے بچے پڑھ نہیں سکتے مگر صفدر ماموں پر میرے کہنے کا کوئی خاص اثر نہ ہوتا۔ وقت ناوقت ناکردہ گناہ ہمت علی پر مار پڑ ہی جاتی۔ وہ ہر وقت ہمت علی کو سمجھاتے رہتے کہ جس طرح زمیندار کا لڑکا صیب پھرتا اٹھتا اور بیٹھتا ہے۔ تم بھی اسی طرح سیکھ لو۔ تم کو ایک دن بڑا آدمی بننا ہے۔

جب گرمیوں کی چھٹیاں ختم ہونے کو ہوئیں، تو ایک دن پتہ چلا کہ صفدر ماموں اپنے لڑکے کو تحصیلی اردو مڈل اسکول میں داخل کرانے کو لے گئے ہیں۔ دو چار دن کے بعد ان سے ملاقات ہوئی تو معلوم ہوا کہ ہمت علی کا داخلہ ہوگیا ہے۔ اب تو صفدر ماموں کو اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے بس اسی بات کی فکر تھی کہ کھیت کی پیداوار بڑھ جائے تاکہ ہمت علی کے پڑھانے کا خرچ پورا ہو۔ وہ اب کولھو کا بیل بن گئے تھے کھیت، کھلیان اور ہمت کا خرچ پورا کرنا بس اب ان کی زندگی کا مقصد رہ گیا تھا۔

مڈل کا آخری سال تھا۔ سالانہ امتحان میں تین چار مہینے باقی تھے صفدر ماموں کچھار کے کسی کھیت میں "جو اسا" گوڑ رہے تھے کہ ان کے پاؤں میں کوئی بڑا سا کانٹا لگ کر ٹوٹ گیا۔ کسانوں کے لئے جو ننگے پاؤں پھرتے ہیں۔ کانٹا لگنا معمولی بات ہے۔ مگر نہ معلوم کس بری

ساعت سے صفدر ماموں کا کانٹا لگا۔ نہ وہ ان کے لئے بلائے جان ثابت ہوا پھر بھی کچھ دنوں تک انہوں نے کھیت کا جانا نہ چھوڑا اٹھتے بیٹھتے رکتے اور ستاتے ہوئے صفدر میاں کھیت پر پہنچ ہی جاتے گاؤں والوں نے بہت سمجھایا کہ کچھ دن آرام کرلیں ورنہ زخم بڑھ جائے گا۔ مگر صفدر ماموں ایسے مسافر نہ تھے جو منزل کے قریب پہنچ کر ہمت ہار دیتے۔ یہی تو آخری سال ہے اگر چند مہینے اور وہ ہمت علی کی فیس اور کھانے پینے کا انتظام نہ کرسکے تو پھر ہمت علی "بڑا آدمی" نہ بن سکے گا۔ ان کو یہی پروا نہیں کہ وہ رہیں یا نہ رہیں۔ مگر ان کا نام تو روشن ہو جائے گا۔ لیکن جب زخم میں پیپ پڑ گئی، تو صفدر ماموں چلنے پھرنے سے مجبور ہو گئے کچھ دن تک تو اینڈ اور نیم کی پتیوں ہی کا لیپ ہوتا رہا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ زخم سے روزانہ خون اور پیپ کے بہنے سے صفدر ماموں کی حالت خطرناک ہوگئی، وہ سوکھ کر خود کانٹا بن گئے۔ جب گاؤں کی سب دوائیں بیکار ہوگئیں تو صفدر ماموں بیل گاڑی میں سوار ہو کر شہر پہنچے اور وہاں ایک خیراتی ہسپتال میں داخل ہوگئے۔ دیہات سے مفلس کسان کو کون پوچھتا کسی ڈاکٹر نے شاید کہا بھی کہ زخم میں کیڑے پڑ چکے ہیں۔ پاؤں کاٹنا پڑے گا لیکن صفدر ماموں نے انکار کردیا۔ جب صفدر ماموں کی حالت بہت نازک ہوگئی تو کسی نے کہا۔ "کہو تو ہمت علی کو بلوا دیں" مگر صفدر ماموں نے جھڑک دیا "نہیں نہیں! اس کو نہ بلاؤ . . . یہی تو آخری سال ہے . . . امتحان قریب ہے . . . " صفدر ماموں یہی کہتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کی آخری ساعت آگئی۔ ہمت علی ابھی مڈل پاس بھی نہ کرنے پائے تھے کہ صفدر ماموں اپنی آخری منزل پر پہنچ گئے۔

اعظم کریوی

آرزو

آنسوؤں کی چمک سے اے ہمدم — جگمگاتے ہیں دل کے ویرانے
جیسے غم کی طویل راتوں میں — یاد آتے ہیں بھولے افسانے

یوں مچلتی ہے "آرزو" دل میں
جیسے شمع کے گرد پروانے

نسیمہ راز ردولی

صبح خیزی

چاک ہو جاتا ہے جب کچھ کچھ گریبانِ سحر
جانبِ مشرق نظر آتے ہیں عنوانِ سحر
دائیں بائیں بولنے لگتے ہیں مرغانِ سحر
لے کے آتی ہے صبا اُس دم میزبانِ سحر
سونے والو بستر آرام و راحت سے اٹھو — رات بھر تو سو چکے اب خوابِ غفلت سے اٹھو

کیا سہانا وقت ہے کیسا سماں ہے دلربا
ہو کے مخلوقات میں اشرف نہیں سستی روا
چاہئے اس وقت تو وردِ زباں نامِ خدا
جھٹپٹے ہی میں کچھ آتا ہے عبادت کا مزا
سونے والو بستر آرام و راحت سے اٹھو — رات بھر تو سو چکے اب خوابِ غفلت سے اٹھو

اٹھو اٹھو یہ دعا کی ہے قبولیت کا وقت
حق کی بخشش کا کرم کا فضل کا رحمت کا وقت
سارے دن میں پھر نہ ایسا پاؤ گے فرصت کا وقت
لو لگا لو حق تعالیٰ سے یہ ہے ہمت کا وقت
سونے والو بستر آرام و راحت سے اٹھو — رات بھر تو سو چکے اب خوابِ غفلت سے اٹھو

دل فریب و دل کش کیسا ہے منظر صبح کا
روح پرور جاں فزا کیسا ہے منظر صبح کا
مظہرِ شانِ خدا کیسا ہے منظر صبح کا
قابلِ صلِ علیٰ کیسا ہے منظر صبح کا
سونے والو بستر آرام و راحت سے اٹھو — رات بھر تو سو چکے اب خوابِ غفلت سے اٹھو

[illegible]
صبح کا منظر نہ دیکھا تم نے آنکھیں کھول کر
تم سے اچھے ہیں پرندے تم سے بہتر جانور
کرتے ہیں اس وقت سب ذکرِ خدائے بحر و بر
سونے والو بستر آرام و راحت سے اٹھو — رات بھر تو سو چکے اب خوابِ غفلت سے اٹھو

عمر کم ہو گی بڑھاؤ گے جو اپنی نیند کو
آنکھ کی پتلی بنا لینا نہ میٹھی نیند کو
ہو زیاں جس میں ازل تم چھوڑ دو ایسی نیند کو
چاہتا ہے حق بھی پچھلی رات تھوڑی نیند کو
سونے والو بستر آرام و راحت سے اٹھو — رات بھر تو سو چکے اب خوابِ غفلت سے اٹھو

ابوالاعجاز ازل

حیدرآباد کے ۲ خاندان

ہندوستان کثرت اولاد اور جہالت میں مشہور ہے۔ دولت و ثروت کے مقابلے میں پیدائش کی تعداد زیادہ سے زیادہ ہوتی ہے۔ دولت کی کمی کے ساتھ ساتھ علم کا فقدان ہے۔ پڑھے لکھوں کی تعداد فی صد چند نفوس پر مشتمل ہے۔ اس سے قطع نظر جو تعلیم یافتہ خاندان ہیں۔ ان میں جن والدین کی اولاد دو چار سے زیادہ ہو جائے۔ اُن کے لئے ہر ایک کو اعلیٰ تعلیم دلانا دشوار ہے۔ اور سب بچوں کا اعلیٰ تعلیم پاکر یونیورسٹیوں کی ڈگریاں حاصل کرنا دشوار نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ غرض ہر خاندان میں ایک یا دو تین افراد کا اعلیٰ تعلیم پالینا تو آسان ہے۔ مگر ایسے خاندان ہندوستان کے طول و عرض میں بہت کم نظر آئیں گے جن کے تمام افراد خواہ وہ لڑکے ہوں یا لڑکیاں۔ ہر ایک نے اعلیٰ تعلیم پائی ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کسی خاندان کے پورے لڑکے اعلیٰ تعلیم حاصل کرلیں اور اپنے خاندان کے لئے موجب فخر ہوں۔ مگر شاید ہندوستان میں ایسے خوش نصیب والدین بہت کم ہوں گے جن کی تمام لڑکیاں اعلیٰ تعلیم پاکر ممتاز ہوئی ہوں۔ کیونکہ ہندوستان میں اول تو تعلیم نسواں کا رواج بمقابلہ مردوں کے بہت کم ہے۔ ہندوستان کی مسلم آبادی میں ایسی مستورات بہت ہی کم نظر آئیں گی۔ جنہوں نے یونیورسٹیوں سے اعلیٰ ڈگریاں حاصل کی ہوں۔ اگر کسی خاندان کی سب لڑکیوں نے اعلیٰ تعلیم پاکر امتیاز حاصل کیا ہے تو وہ خاندان قابل تعریف اور لائق ستائش ہے۔ اور اس کو بطور نظیر پیش کیا جا سکتا ہے۔

ہم ذیل میں دو ایسے ہی خاندانوں کا تذکرہ کرتے ہیں جن کی پوری اولاد خواہ لڑکے ہوں یا لڑکیاں۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔ اور پھر یہ نہیں کہ ایک آدھ لڑکی بلکہ چار چار لڑکیوں کا جامعات کی ڈگری حاصل کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔

(۱) مولوی اسداللہ صاحب مرحوم مدراس یونیورسٹی کے ان مسلمانوں میں شامل تھے جنہوں نے اس کے ابتدائی دور میں بی اے ایل۔ ایل۔ بی۔ کی ڈگری حاصل کرکے صوبہ مدراس کے مسلمانوں کے لئے مثال قائم کی تھی۔ آپ نے عرصہ تک حیدرآباد میں مددگار معتمد عدالت کوتوالی امور عامہ کی خدمت پر کارگزار رہ کر انتقال کیا، جس وقت آپ کا انتقال ہوا آپ کی اکثر اولاد کم سن تھی۔

اسداللہ صاحب کی شریک زندگی سیدہ احمد النساء بیگم بھی تعلیم یافتہ ہیں۔ انہوں نے پنجاب یونیورسٹی سے منشی اور ادیب فاضل کا امتحان پاس کیا ہے۔ شوہر کے انتقال کے بعد قابل ماں نے اولاد کی تعلیم کا خاص طور پر خیال رکھا اور ہر حیثیوں میں ممتاز بنایا چنانچہ آپ کی اولاد کی تفصیل اور اُن کی ڈگریوں کی صراحت حسب ذیل ہے:۔

(۱) محبوب النساء بیگم۔ ایم۔ ایس۔ سی (عثمانیہ)
(۲) خورشید بیگم۔ بی۔ اے (مدراس)
(۳) حسینہ بیگم بی۔ ایس۔ سی (عثمانیہ)
(۴) شہنشاہ بیگم ایم۔ اے (مدراس)
(۵) " " فرزند ایم۔ اے (مدراس)

دوسرا خاندان مولوی سید عبدالحفیظ صاحب کا ہے، آپ سرکار انگریزی کے وظیفہ یاب ہیں۔ آپ کی شریک زندگی بھی تعلیم یافتہ ہیں۔ آپ کی اولاد اور ان کی تعلیمی صراحت حسب ذیل ہے۔

(۱) سیدہ نور النساء بیگم بی۔ اے (لکھنؤ)
(۲) حضور النساء بیگم ایم۔ اے ڈپ ایڈ (لکھنؤ)
(۳) ڈاکٹر صبور النساء بیگم ایم۔ بی۔ بی۔ ایس (دہلی)
(۴) غیور النساء بیگم ڈپلوما ڈومسٹک سائنس (لیڈی اروِن کالج دہلی)
(۵) فرزند بی۔ اے۔ بی ٹی۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان خواتین کے متعلق مختصر وضاحت بھی کردی جائے تاکہ ان کے مشاغل کا حال بھی معلوم ہو سکے۔

(۱) محبوب النساء بیگم، اسداللہ صاحب مرحوم کی پہلی دختر ۱۹۱۲ء میں تولد ہوئیں۔ محبوبیہ گرلز اسکول سے جونیر کیمبرج اور سکندرآباد کے کینرہائی سکول سے ایچ۔ ایس۔ ایل سی کامیابی حاصل کی اور ممالک محروسہ سرکار نظام میں اول آکر انعام پایا۔ ۱۹۳۰ء میں ویمن کرسچین کالج مدراس سے انٹرمیڈیٹ اور پھر جامعہ عثمانیہ سے

بی، ایس، سی۔ اور ایم، ایس، سی۔ میں کامیاب ہوئیں۔ آپ جامعہ عثمانیہ کی پہلی خاتون ہیں جنہوں نے ان امتحانوں میں کامیابی حاصل کی ہے۔ عرصہ تک آپ کالج کی یونین کی سکریٹری رہیں۔ اس وقت زنانہ کالج حیدرآباد میں لکچرار ہیں۔ اُردو سے بڑی دلچسپی ہے افسوس ہے۔ حال میں اُن کے شوہر کا انتقال ہو گیا۔

(۲) خورشید بیگم، اسد اللہ صاحب کی دوسری دختر ۱۹۱۶ء میں تولد ہوئیں۔ اپنی بہن کی طرح اولاً محبوبیہ گرلز اسکول پھر گرلز ہائی سکول میں تعلیم پائی۔ اور اس کے بعد ویمن کرسچن کالج مدراس سے بی اے کی ڈگری حاصل کی۔ اُردو میں اوّل آئیں اور انعام حاصل کیا۔ اس وقت محبوبیہ گرلز ہائی اسکول حیدرآباد میں معلمہ ہیں۔

(۳) حسنیہ بیگم، اسد اللہ صاحب کی تیسری دختر ۱۹۱۹ء میں پیدا ہوئیں۔ اولاً محبوبیہ گرلز اسکول پھر نامپلی ہائی اسکول میں تعلیم پائی اور اس کے بعد کلیہ اناث جامعہ عثمانیہ میں شریک ہو کر بی ایس سی میں کامیاب ہوئیں۔ گلبرگہ ہائی اسکول میں سائنس کی معلمہ ہیں، اردو سے شغف ہے۔

(۴) شہنشاہ بیگم، اسد اللہ صاحب کی چوتھی دختر ہیں ۱۹۲۳ء میں تولد ہوئیں۔ محبوبیہ ہائی اسکول اور کینز ہائی اسکول کے بعد ویمن کالج مدراس سے بی اے میں کامیاب ہوئیں۔ اس کے بعد حیدرآباد کے نظام کالج میں جہاں مخلوط تعلیم ہوتی ہے۔ شریک ہوئیں۔ اور ۱۹۴۳ء میں ایم اے کی ڈگری اعزاز کے ساتھ حاصل کی۔ بچپن سے اردو سے دلچسپی ہے۔ اخبار خاتون وغیرہ میں کہانیاں اور مضامین لکھتی رہی ہیں۔

سید عبد الحفیظ صاحب کی بیٹیوں کے مختصر حالات حسب ذیل ہیں۔

(۱) نور النساء بیگم بی اے، آپ عبد الحفیظ صاحب کی بڑی دختر ہیں۔ حیدرآباد میں ۱۹ء میں تولد ہوئیں۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔ مڈل کا امتحان گھر میں تعلیم پا کر دیا اور کامیاب ہوئیں۔ اس کے بعد آپ لکھنؤ روانہ کیا گیا۔ ازابلا تھوبرن کالج سے صرف بائیس سال کی عمر میں آپ نے بی اے کی ڈگری اعزاز کے ساتھ بی۔ اے کی ڈگری حاصل کی۔ آپ کا انگریزی مقالہ "ٹامس ہارڈی بحیثیت ناولسٹ" خاص حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے صلہ میں آپ کو عماد الملک مڈل ملا ہے۔

ختم تعلیم کے بعد اولاً محبوبیہ گرلز اسکول میں آپ کو مقرر کیا گیا سات سال تک یہاں رہیں۔ اس کے بعد کلیہ اناث میں لکچرار کی خدمت دی گئی۔ جہاں کئی مضمون مثلاً تاریخ اسلام، اخلاقیات، تاریخ ہندوستان وغیرہ کی تعلیم دیتی رہیں۔ اس کے بعد آپ کو اورنگ آباد کے زنانہ مڈل اسکول کی سرپرستی دی گئی۔ جس وقت آپ کا تقرر ہوا اس وقت یہ مدرسہ صرف مڈل تک تھا۔ لیکن نور النساء بیگم کی دلچسپی اور محنت کے باعث ایک ہی سال میں ہائی اسکول بنا دیا گیا۔ تین سال تک یہاں کارگزار رہیں۔ اور پھر آپ کو صوبہ اورنگ آباد کی مہتممی مدارس نسواں دی گئی۔ آپ نے پورے تین سال تک اس اہم خدمت کو خوش اسلوبی اور نہایت حسن و خوبی کے ساتھ انجام دیا۔ اس کارگزاری اور محنت کے باعث ۱۹۴۲ء میں آپ کو حیدرآباد کے مشہور زنانہ مدرسہ نسواں نامپلی ہائی اسکول کی صدارت پر مامور کیا گیا ہے۔ یہ مدرسہ سنہ ء میں قائم ہوا تھا۔ اور آج تک کوئی ملکی خاتون اس کی صدر نہیں ہوئی تھیں۔ اس کی صدارت پر یورپین خواتین ہی مامور ہوا کرتی تھیں۔ آپ پہلی مسلم اور ملکی خاتون ہیں جن کا اس اہم خدمت پر تقرر ہوا ہے۔ نور النساء بیگم اس خدمت کو کامیابی کے ساتھ بڑی خوبی سے انجام دے رہی ہیں۔

نور النساء بیگم کو انگریزی مضمون نگاری کا بڑا شوق رہا ہے۔ آپ کے مضامین نہایت سلیس اور زود فہم ہوتے ہیں۔ آپ کو جو عماد الملک طلائی تمغہ ملا تھا۔ وہ اس حیثیت سے بھی قابل تذکرہ ہے کہ یہ تمغہ پہلے پہل ایک مسلم خاتون کو ملا۔ کیونکہ اس سے پہلے ہمیشہ اینگلو انڈین ہی اس اعزاز کو پاتے رہے تھے۔

(۲) حضور النساء بیگم، عبد الحفیظ صاحب کی دوسری دختر ہیں۔ گھر کی تعلیم کے بعد لکھنؤ گئیں اور اس کالج سے جہاں آپ کی بڑی بہن نور النساء نے کامیابی حاصل کی تھی آپ نے ایم اے اور ڈپ ایڈ کی ڈگری اعزاز کے ساتھ حاصل کی۔ لکھنؤ یونیورسٹی میں ایم کے امتحان میں اوّل آنے کے باعث یونیورسٹی کی جانب سے کامرٹ اسکالرشپ ملا۔ انگریزی مضمون کے باعث عماد الملک تمغہ آپ نے بھی حاصل کیا۔ تعلیم کے بعد ملازمت کا آغاز ہوا۔ زنانہ ٹریننگ اسکول کی صدارت کے بعد صوبہ میدک میں مہتمم مدارس نسواں

ہیں۔ اور حسن و خوبی سے اپنے فرائض انجام دیا کرتی ہیں۔

(۳) تہور النساء بیگم ابتدائی تعلیم کے بعد میڈیکل کالج دہلی میں شریک ہوئیں۔ اور ایم بی بی ایس کا امتحان پاس کیا۔ اس وقت سلطان بازار کی لیڈی سرجن ہیں۔ ہر دلعزیز ہیں، اپنے فرائض کو نہایت دلچسپی اور تندہی سے انجام دیا کرتی ہیں۔

(۴) غیور النساء بیگم۔ عبد الحفیظ صاحب کی چوتھی دختر ہیں۔ ابتدائی تعلیم کے بعد ہائی اسکول نامپلی میں شریک ہوئیں انٹرمیڈیٹ (سائنس) کی کامیابی کے بعد آپ کو سرکاری طور پر دہلی روانہ کیا گیا۔ آپ نے لیڈی ارون کالج میں ڈومسٹک سائنس کا سہ سالہ نصاب ختم کر کے ڈپلوما حاصل کیا۔ آپ حیدر آباد میں پہلی مسلم خاتون ہیں جنہوں نے یہ ڈپلوما حاصل کیا ہے۔ اس وقت زنانہ سٹی ہائی سکول میں ڈومسٹک سائنس کی معلمہ ہیں۔

اس تفصیل سے واضح ہو سکتا ہے کہ والدین کی توجہ اور دلچسپی سے لڑکے ہی نہیں لڑکیاں بھی تعلیم میں امتیاز حاصل کر سکتی ہیں۔ قابل صد ستائش ہیں وہ والدین جو اپنی پیاری بیٹیوں کو اعلیٰ تعلیم یافتہ بناتے ہیں۔ کاش ہندوستان کے دوسرے والدین بھی ان دو مثالوں پر عمل کریں!

نصیر الدین ہاشمی

(بقیہ صفحہ ۲۱۱)

کا اثر زائل ہو جائے۔ ابھی انہوں نے فقرہ ختم بھی نہ کیا تھا کہ پولیس کے آدمیوں نے چاروں ڈاکوؤں کو پکڑ کر یہ کہتے ہوئے ہتھکڑی ڈال دی کہ "طاعون خود بہت مصروف ہے۔ اس لئے اس نے تمہارا کام تمام کرنے کے لئے پھانسی بھیجی ہے"۔

یہ دیکھ کر تمام ڈاکو بہت حیران ہوئے مگر بلیک فیس نے کہا "اچھا مجھے یہ تو بتا دو کہ اس مردہ لڑکی اور بیمار آدمی کا کیا ہوا۔ جنہیں میں نے خود دیکھا تھا"۔

اتنے میں ایک آدمی روشنی لئے آگے بڑھا۔ ڈاکوؤں نے دیکھا کہ وہ آدم تھا۔ مگر اس کی آنکھوں کے گرد کالے حلقے نہ تھے آدم نے بتایا کہ وہ مردہ لڑکی اس کی مالکہ کے بچوں کے کھیلنے کی موم کی بنی ہوئی گڑیا تھی۔ اور اس نے گڑیا کی اور اپنی آنکھوں کے گرد کوئلے سے کالے حلقے ڈاکوؤں کو دھوکا دینے کے لئے بنائے تھے۔

(ترجمہ) تھامسن ہڈ

رشیدہ عزیز بی اے۔ بی ٹی۔

ایک آرزو

ہوائے ہند کو رہتا ہے اس کا انتظار اب بھی
مسلمانوں کا ہو جائے وہی پہلا شعار اب بھی
اگر قدر دین و ملت کی انہیں معلوم ہو جائے
تو پھر آباد ہو جائے یہی اجڑا دیار اب بھی
انہیں اقبالؒ کے اشعار دیں پیغام خودداری
خودی کے باغ میں آئے وہی پہلی بہار اب بھی
کریں کوشش تو ان کی غیر حالت ٹھیک ہو جائے
بدلنا اپنی حالت ہے بزیر اختیار اب بھی
ہمیں اپنی حکومت کی وہ شوکت پھر سے مل جائے
یہی امید رہتی ہے مجھے لیل و نہار اب بھی

سعیدہ حسن، بی اے آنرز

عورت کے کام

پنگوڑے ہلانا۔ بچوں کی پرورش کرنا۔ گھر صاف رکھنا اور آتشدان کو گرم رکھنا۔ یہ عورت کا کام ہے۔

آنسو پونچھنے، دکھ درد مٹانا۔ نقصان اور رنج برداشت کرنا۔ تنہا لوگوں کو خوش کرنا۔ دکھے دلوں کو تسکین بخشنا۔ دوسرے کے بوجھ میں شریک ہونا۔ یہ عورت کا کام ہے۔

ناامید نہ ہونا۔ گھبرا کر پیچھے نہ ہٹنا جب کام بگڑ جائیں کسی کو یہاں کسی کو وہاں سارا دن خوش کرتے رہنا۔ یہ عورت کا کام ہے۔

اپنا سب سے بہتر سرمایہ دے ڈالنا۔ اور اپنے آپ کو اس سے محروم رکھنا۔ مسکرانا اور پیار کرنا۔ سب کی برائیاں بھولتے ہوئے سب کو معاف کرتے ہوئے خدمت کرنا، عبادت کرنا اور دوسروں کے لئے رحمت بننا یہی عورت کا کام ہے۔

عورت کے لئے اس سے مکمل اور شاندار زندگی اور کیا ہو سکتی ہے؟ اس سے زیادہ اور نیک کام کیا کر سکتی ہے۔ مرد کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو اس کے متعلق میں اتنا جانتی ہوں کہ چاہے وہ کتنا بڑا ہی کیوں نہ ہو عورت سے بڑا نہیں ہو سکتا جس نے اسے ایسا بنایا۔

(انگریزی کے میگزین سے ترجمہ) کلثوم حمید یاس امرتسر

دو سوال

نفسیات سے واقفیت رکھنے والوں نے کچھ سوالات اس طرح سے مرتب کئے ہیں۔ کہ جن سے ہم اپنے متعلق فیصلہ کر سکیں۔ سب سے پہلا سوال یہ معلوم کرنے کے لئے ہے کہ آیا آپ بھی رفیق حیات ثابت ہو سکی ہیں یا نہیں یا اگر آپ کی شادی ہو چکی ہے تو پھر تخیل کو دخل اندازی کا موقع کم ملے گا۔ اور آپ یہ جان سکیں گی کہ آیا آپ اچھی رفیق حیات ہیں۔ آپ کا شوہر آپ سے خوش ہے یا نہیں۔ مندرجہ ذیل سوالات کو پڑھئے۔ اگر آپ کسی سوال کا جواب اثبات میں دے سکتی ہیں تو اپنے کو ۲ نمبر دے لیجئے۔ اگر آپ یقین کے ساتھ کسی سوال کا جواب "ہاں" یا "نہ" میں نہیں دے سکتی ہیں۔ تو اپنے کو ایک نمبر دے لیجئے۔ اور اگر یقین کے ساتھ آپ کا جواب نفی میں ہو تو صفر۔ جب آپ سب سوالات کے نمبر دے چکیں تو نمبر جوڑ لیں۔ اگر آپ کی میزان ۲۱ سے ۲۸ تک ہے۔ تو آپ بہترین رفیق حیات اور کامیاب بیوی ہیں۔ اور اگر نمبروں کی میزان ۸ سے ۲۰ تک ہو تو پھر آپ اوسط درجہ کی بیوی ہیں جس سے شوہر اگر خوش نہیں تو ناخوش بھی نہیں ہو سکتا۔ اور اسے کم از کم کوئی شکایت کا موقع نہیں مل سکتا اگر آپ کی میزان صفر سے لے کر ۷ تک ہے تو پھر ذرا اپنے ضمیر کو دیکھئے اپنی عادات کو بدلئے اپنے طور طریقے تبدیل کر دیجئے۔ مبادا آپ اپنا گھر اور شوہر دونوں کھو بیٹھیں۔

(۱) کیا آپ کو ہر سال اپنے شوہر کا یوم پیدائش یاد رہتا ہے؟

(۲) کیا آپ نئے کپڑوں کے لئے منع کر سکتی ہیں؟

(۳) کیا آپ اب بھی اپنے شوہر سے اتنی ہی محبت کرتی ہیں، جتنی اس وقت کرتی تھیں جب آپ کی شادی نئی نئی ہوتی تھی؟

(۴) جب آپ کا شوہر آپ کی کسی مطلوبہ چیز کے متعلق کہہ دے کہ وہ بہت مہنگی ہے تو آپ اس کی رائے کو قبول کر لیتی ہیں؟

(۵) جب وہ گھر آتا ہے تو کیا اس وقت آپ گھر ہی میں ہوتی ہیں۔ اور کھانا تیار رہتا ہے؟

(۶) کیا آپ اچھا کھانا پکاتی ہیں۔ اور کیا آپ کا شوہر آپ کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا پسند کرتا ہے؟

(۷) کیا آپ ہمیشہ اپنے شوہر کے کپڑوں کا خیال رکھتی ہیں۔ اور انہیں ہمیشہ باقاعدہ رکھنے کی کوشش کرتی ہیں؟

(۸) کیا آپ ہمیشہ اپنے شوہر کو آڑے وقت میں تسلی دیتی ہیں اور جب وہ تھکا ہوا گھر میں داخل ہوتا ہے تو اسے خوش کرنے اور آرام دینے کی کوشش کرتی ہیں؟

(۹) کیا آپ گھر میں بھی بناؤ سنگھار کا اتنا ہی خیال رکھتی ہیں جتنا کہ گھر سے باہر جاتے وقت؟

(۱۰) کیا آپ اس کے "ڈیسک" اور میز لگانے کے طریقے سے مطمئن ہیں۔ اور جس حالت میں وہ "ڈیسک" اور میز کو چھوڑ جاتا ہے اس حالت سے بھی؟

(۱۱) اگر آپ کا شوہر تھکا ہوا ہے تو کیا آپ کہیں باہر جانے کا پروگرام منسوخ کر سکتی ہیں؟

(۱۲) کیا آپ اپنے شوہر کو گھر کے معمولی کپڑوں یا سونے کے کپڑوں میں جانے دیتی ہیں؟

(۱۳) کیا آپ اپنے دوستوں اور رشتہ داروں سے سینری وغیرہ کے متعلق باتیں کرنا بند کر سکتی ہیں؟

(۱۴) کیا آپ اپنے شوہر کو جب وہ چاہے باہر جانے اور تفریح کرنے کی اجازت دے سکتی ہیں؟

دوسرا سوال نامہ یہ معلوم کرنے کے لئے ہے کہ آپ "جذباتی" انسان ہیں کہ نہیں؟ جذباتی ہونا نفسیاتی طور سے صرف جذبات کی خاطر بہک جانے کے مترادف ہے۔ نوجوان اور بچوں کے لئے جذبات سے بہک جانا کوئی بڑی بات نہیں لیکن ان لوگوں کے لئے جو دنیا میں کسی کام میں لگے ہیں یہ بہت مضر علامت ہے۔ بہت سے لوگوں سے دوسرے انسانوں کے لئے ہمدردی اور محبت کا جذبہ ختم ہو جاتا ہے اور وہ پھر حیوانوں کے لئے پیدا ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر بانجھ عورتیں جانوروں سے بے حد رغبت کرنے لگتی ہیں۔ اس سے یہ مطلب نکالنا کہ ہمیں جذبات سے اونچا اور بالکل سرد مہر ہونا چاہیئے قطعاً غلط ہے بلکہ مطلب یہ ہے

کہ آپ کو یہ خود سوچنا چاہیئے کہ ہمارا جذباتی مظاہرہ کہاں تک اس کے لئے مفید ہو سکتا ہے جس کی وجہ سے جذبات ابھر آئے ہیں۔ مندرجہ ذیل سوالات کا جواب دیجئے اور اپنے متعلق آپ فیصلہ کر لیجئے آپ کو کم از کم چھ سوالوں کا جواب نفی میں دینا چاہیئے۔ ورنہ آپ جذباتی قرار پائیں گے۔

(۱) کیا آپ جذباتی رومان اور کہانیاں پڑھا کرتے ہیں جو ہماری مادی زندگی سے دور کا بھی واسطہ نہیں رکھتیں؟

(۲) کیا آپ پرانے پروگرام، خطوط اور یادگاریں محفوظ رکھتے ہیں اور ان پر جذبات آرائی کیا کرتے ہیں؟

(۳) کیا آپ دوسروں کے دکھوں سے صرف اس لئے ہمدردی محسوس کرتے ہیں کہ دوسرے لوگ بھی اس کے لئے روتے ہیں اور درحقیقت آپ اس کے دکھ کو محسوس نہیں کرتے بلکہ صرف اس کا جذباتی تجزیہ کرتے ہیں؟

(۴) کیا آپ کچھ لوگوں پر اپنی قدردانی اور محبت کی بارش کرتے ہیں اور کچھ لوگوں پر جو درحقیقت آپ کے محتاج ہیں نظرِ کرم نہیں کرتے؟

(۵) کیا آپ سماجی کاموں میں حصہ لیتے ہیں اور وہ بھی صرف اس وجہ سے کہ اس سے آپ کو کچھ جذباتی جوش محسوس ہوتا ہے؟

(۶) کیا آپ انسانوں اور حیوانوں میں بے حد دلچسپی لیتے ہیں؟

(۷) کیا آپ جذباتی الفاظ سے اثر پذیر ہو جاتے ہیں اور سوچے بغیر کہ دراصل ان سے کیا مطلب لیا جا رہا ہے۔ اور ان کا استعمال کرنے والا اس سے کیا مقصد حاصل کرنا چاہتا ہے۔ مثال کے طور پر حق، صداقت، انصاف اور دوسرے الفاظ جو مقرر استعمال کرتا ہے؟

(۸) آپ کسی کے متعلق اپنے جذبات میں حرکت محسوس کرتے ہیں بغیر یہ جانتے ہوئے کہ یہ کس بنا پر پیدا ہوئے؟

(۹) کیا آپ پالتو جانوروں اور ملازموں پر اپنی قدردانی کا اظہار کرتے ہیں۔ بغیر یہ سوچے ہوئے کہ آیا یہ ان کے لئے اور آپ کے لئے مفید ہوگا یا نہیں؟

(ماخوذ از "دی سائیکو جسٹ" لندن) م حسن

فغانِ نیم شبی

الٰہی مسلماں کو بیدار کر دے   مری قومِ تابت کو سیّار کر دے
غلامی کی ہیبت دلوں سے مٹا کر   غلاموں کو اپنے جہاں دار کر دے
ہمیں پھر میسّر جہانبانیاں ہوں   ہماری جبینیں پُر انوار کر دے
ہمیں پھر میسّر ہو تیری خلافت   ہمیں پھر تو آگاہِ اسرار کر دے
بنا دے ہمارے بیاباں خیاباں   ہمارے چمن کو سمن زار کر دے
زمانے کی گردن پھر اکڑی ہوئی ہے   خود اس کی نظر میں اُسے خوار کر دے
نگاہوں میں ہے شانِ رفتہ کی عظمت   ہمیں پھر عطا شانِ احرار کر دے

بنا دے ہمیں قومِ ایمان پرور
مسلماں کو پھر "کفر آزار" کر دے

کبھی ایک سیلِ ہمہ گیر تھے ہم   کبھی دشنۂ دستِ تقدیر تھے ہم
نگاہِ رسولؐ مکرم کے صدقے   شرافت کی بے داغ تصویر تھے ہم
جلالِ شجاعت ہمیں سے تھا قائم   بلالؓ شجاعت کی تکبیر تھے ہم
مروّت، محبت، اُخوت کے پیکر   گلِ تر کی نازک سی تصویر تھے ہم
ہمیں تھے زمانے کے غم کا مداوا   زمانے کے خوابوں کی تعبیر تھے ہم
ہمارا لہو غازۂ رُخ تھا اس کو   کبھی روئے گیتی کی توقیر تھے ہم
ازل کے مہوّس نے بھیجا ماں کو   زمانہ تھا سیماب اکسیر تھے ہم

نگاہِ جہاں منتظر تھی ہماری
کبھی گردشِ چشمِ تقدیر تھے ہم

اب اک قلبِ مُردہ کی تصویر ہیں ہم   تمنائے محرومِ تاثیر ہیں ہم
ہمارا فسانہ سماعت طلب ہے   تباہی کی غمناک تقریر ہیں ہم
زمانے کی بیداد کا کیا گلہ ہو   کہ خود دستِ باطل میں شمشیر ہیں ہم
مروّت نہیں ہے، محبت نہیں ہے   شکستہ اخوت کی زنجیر ہیں ہم
جسے رنگِ خونِ جگر ہو نہ حاصل   وہ بے رنگ و بے آب تصویر ہیں ہم
الٰہی سبب کیا ہے اس ابتلا کا   ہوا کیا کہ برگشتہ تقدیر ہیں ہم
غم انگیز ہے فکرِ انجامِ ملّت   غم ایسا ہے کچھ جس سے دلگیر ہیں ہم

وہ نہیں چہروں پہ آب و تابِ شرافت
جو ظلمت میں گم ہے وہ تنویر ہیں ہم

فطرت صدیقی

مگس بانی

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

مائی گریشن موسم کے مطابق ایک جگہ سے دوسری جگہ سکونت اختیار کرنے کو مائی گریشن کہتے ہیں۔ خوش قسمتی سے ایپس انڈیکا میں یہ بات نہیں پائی جاتی لیکن ایپس ڈارسٹیا کی عادت میں یہ بات شامل ہے وہ اپنے بچاؤ کے لئے جاڑوں میں سرد مقامات سے گرم جگہوں پر چلی جاتی ہے اور زیادہ گرمی وغیرہ سے بچنے کے لئے گرمی کے موسم میں میدانوں سے پہاڑوں پر چلی جاتی ہے۔

ڈزرشن کسی وجہ سے ہائیو چھوڑ دینے کو ڈزرشن کہتے ہیں ہائیو کی خرابی، خوراک کی کمی اور زیادہ گرمی یا سردی کے علاوہ اور بھی وجوہ ہوسکتی ہیں، جیسے دشمنوں سے تنگ آکر ہائیو چھوڑ دینا۔

رابنگ ایپیری میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ مونیں دوسری مونوں کے ہائیو سے شہد اور پولن چرا تی ہیں۔ اس کو رابنگ کہتے ہیں۔ یہ چوری زیادہ تر کمزور کالینز سے کی جاتی ہے۔ لہذا مگس بان کو ایپیری میں کمزور کالنی نہ رکھنا چاہیئے۔ شہد کھلی حالت میں ادھر اُدھر گر جانے سے بھی رابنگ ہوتی ہے۔ خوراک اگر دن میں دی جائے تب بھی اس کا خطرہ رہتا ہے (اسی لئے مغرب کے وقت مونوں کو شربت دیا جاتا ہے) رابنگ اس وقت تک جاری رہتی ہے کہ اس کالنی کا شہد بالکل ختم نہ ہو جائے۔ اس سے تمام ایپیری میں یہ مرض پھیل جاتا ہے اور آپس میں اکثر لڑائی بھی ہوتی ہے جس سے بہتیری مونوں کی جانیں ضائع ہوتی ہیں بس اس سے بچانے کے لئے ایک ہی ترکیب ہے یعنی احتیاط علاج سے بہتر ہے

ڈرفٹنگ اکثر غلطی سے یا تیز ہوا سے مونیں اپنا ہائیو بھول کر دوسرے ہائیو میں چلی جاتی ہیں اسے ڈرفٹنگ کہتے ہیں اگر مونیں پالن یا شکر لئے ہوئے ایسی غلطی کرتی ہیں تو جس ہائیو میں جاتی ہیں ان کا استقبال کر لیا جاتا ہے۔ ورنہ پہرہ دار مونوں سے اچھی خاصی لڑائی ہوتی ہے لہذا مگس بان کو ڈرفٹنگ کا موقع نہ آنے دینا چاہیئے ورنہ پہرہ دار چند کالنیز مضبوط اور بقیہ کمزور ہو جائیں گی۔ سب سے ضروری احتیاط یہی ہے کہ ہائیو کم از کم ۵-۶ فٹ کے فاصلے پر رکھے جائیں اگر تب بھی یہ بات ہو تو ان کے دروازے کے سامنے ہائیو کی سطح [illegible]

اسے ہر ہائیو میں مختلف رنگ [illegible] یا دوسری پہچان کی چیزیں بھی رکھ دی جائیں۔

فائٹنگ (Fighting) مونیں جب [illegible] غلطی سے کسی ہائیو میں چلی جاتی ہیں تب ان میں [illegible] ہے اور اسی کو فائٹنگ کہتے ہیں۔ اس سے بہتوں کی جانیں ضائع ہوتی ہیں۔ جب ایپیری میں ایسی حالت ہو جائے تب [illegible] چاہیئے یا آٹا چھڑک دینا چاہیئے۔ نیلا سینی کا [illegible] چار حصہ پانی) سے تیار کرکے اس کی چھینٹیں دینی چاہیئے۔ کوئی خوشبودار چیز ملا دینا اور بھی اچھا ہے۔ ان ترکیبوں کو عمل میں لانے سے فائٹنگ بہت جلد رک جائے گی۔

موسمی ہدایات پہاڑی مقامات پر جاڑے کے موسم میں جب سردی بہت زیادہ پڑتی ہے یا برف جمتی ہے اس وقت عموماً نہ تو باہر بہت سے پھول ہی کھلے نظر آتے ہیں اور نہ مونیں سرد ہوا میں تمام دن اُڑ کر رس اکٹھا کر سکتی ہیں۔ اس کے بجائے وہ ایک کلسٹر (Cluster) یعنی گیند جیسی شکل بنا کر سردی کے ایام گزارتی ہیں۔ وہ آپس میں قریب مل کر گرمی پیدا کر لیتی ہیں۔ اور اس طرح زندہ رہ سکتی ہیں، جو کچھ خوراک انہیں ہائیو کے اندر موجود ملتی ہے۔ اسی پر اکتفا کرتی ہیں۔ لہذا مگس بان کو چاہیئے کہ کالنی کی ضرورت کے مطابق جاڑے کے لئے کافی خوراک رکھ چھوڑے سردی میں پہاڑوں پر ہائیو کو برڈ چیمبر کے چاروں طرف خشک گھاس سے ڈھک کر (دروازے کی جگہ چھوڑتے ہوئے) بند کر دیتے ہیں اس سے کافی حفاظت رہتی ہے اور مونوں کو اپنی زندگی کے لئے موافق درجہ حرارت پیدا کرنے میں زیادہ دقت نہیں پڑتی۔ سردی سے بچانے کے لئے ہائیو ایسے رُخ پر رکھنا چاہیئے کہ تیز ہوا کے جھونکے نہ لگیں۔

میدانی علاقوں میں گرمی کے زمانے میں مونوں کے لئے خاص انتظام کی ضرورت ہوتی ہے۔ خصوصاً ان اضلاع میں جہاں [illegible]

پیکنگ کیس سے ڈھک دیا جائے۔ ایسا کرنے سے لُو کا اثر نہیں پڑتا۔ اس کے علاوہ صبح اور شام ہائیو کو خوب پانی سے تر کر دینا چاہیئے۔

برسات کے زمانہ میں بارش اور ابر کی وجہ سے مومنیں برابر رفتار سے اپنا کام انجام دے سکتیں اور انہیں پھولوں سے کافی رس بھی نہیں ملتا۔ لہٰذا خوراک کا انتظام اسی جگہ اور وہاں کی ضرورت کے مطابق لازمی ہے۔ ہائیو کے آس پاس نشیب نہ ہونا چاہیئے ورنہ پانی جمع ہوگا یا زمین ہر وقت بھیگی رہے گی جس سے موتوں کو سخت نفرت ہے ہائیو کی چھت ایسی نہ ہو کہ پانی کسی طرح ٹپک کر اندر جا سکے ورنہ مومنیں اس میں نہیں رہ سکتیں۔ برسات کے زمانہ میں ہائیو کے چاروں طرف گھاس اُگنے لگے گی۔ اسے برابر کاٹتے رہنا چاہیئے ورنہ مینڈک چھپکلی یا دوسرے کیڑے مکوڑے نقصان دہ ثابت ہوں گے۔ بارش کے مہینوں میں موم کیڑے سے بھی مگس بان کو کافی نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ جس کا ذکر اور اس سے بچنے کی ترکیب آگے بتائی جائے گی۔

موتوں کے دشمن

موتوں کا سب سے بڑا دشمن وہ انسان ہے جو انہیں جلا کر یا مار کر یا ان کے چھتوں کو نیست و نابود کرنے کے بعد ان کا شہد نکالے۔ یورپ اور امریکہ میں پرانے زمانے کے مگس بان یہی کیا کرتے تھے۔ اور ہمارے ملک میں تو اب بھی اسی ڈھنگ سے شہد نکالا جاتا ہے۔ اب حیوانات میں موم کیڑا، بھڑ (انگار)، مینڈک، مکڑا، بھالو، چیونٹی، چھپکلی، چڑیاں، چوہے اور دوسری قسمیں مثلاً کاک روچ وغیرہ شمار کئے جا سکتے ہیں۔

موم کیڑا ہندوستان میں مگس بانی کے لئے نہایت ہی نقصان دہ ہے۔ اس کی دو قسمیں ہوتی ہیں ایک بڑا اور دوسرا چھوٹا اس کی مادہ ہائیو کے شگافوں میں یا اندر گھس کر چھتے کے موم خانوں پر رات کے وقت ۲۰۰ سے ۸۰۰ کی تعداد میں چھوٹے چھوٹے انڈے دیتی ہے ان انڈوں سے ۸-۱۰ دن کے اندر چھوٹے چھوٹے کیڑے نکل آتے ہیں۔ اور تقریباً ایک ماہ تک چھتے کے اندر سوراخ کرتے اور سفید ریشمی جال بنتے چلے جاتے ہیں۔ ان کی خوراک موتوں کے نئے نکلے بچوں کی وہ جھلی ہوتی ہے جو چھتے کے موم خانوں میں پرورش کے بعد لگی رہ جاتی ہے ظاہر ہے کہ ان موم کیڑوں کی سرنگوں سے سارا چھتہ تباہ اور برباد ہو جاتا ہے اگر حملہ زوردار ہوا تو سارا کنبہ ہائیو چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے ایک ماہ بعد یہ موم کیڑے پیوپا کی شکل اختیار کرتے ہیں عموماً ۹ دن تک یہی حالت رہتی ہے پھر وہ نر اور مادہ بن کر دوبارہ اپنی زندگی کا نیا دور شروع کرتے ہیں۔

ان سے بچنے کے لئے ہائیو کی صفائی اچھی طرح اور برابر ہونی چاہیئے کالونی اگر مضبوط ہے تو وہ اپنی بچت آپ کر سکتی ہے لہٰذا ایپیری میں اچھی اور مضبوط کالونی رکھنے کی کوشش کرنی چاہیئے، موم کیڑے سے بچنے کے لئے مگس بان کو چاہیئے کہ ہائیو میں صرف اتنے ہی فریموں کے چھتے رکھے جن پر مومنیں موجود ہوں۔ خالی چھتے رکھ چھوڑنا موم کیڑوں کی ایک طرح سے دعوت دینا ہے۔ جن چھتوں پر بری طرح نقصان ہو چکا ہو انہیں جلا دینا چاہیئے بقیہ چھتوں کی صفائی کرنے کے بعد انہیں کسی مضبوط کالونی میں رکھ دیا جائے تاکہ مومنیں موم خانوں کی مرمت کر سکیں اور وہ چھتے دوبارہ استعمال کیا جا سکے، خالی چھتوں کو برسات میں موم کیڑے سے محفوظ رکھنے کے لئے گندھک کا دھواں دیا جائے یا کاربن بائی سلفائڈ گیس استعمال کرنی چاہیئے۔

بھڑ یا انگار موتوں کو پکڑ پکڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کرتی ہے اور پھر کھا جاتی ہے یا اپنے بچوں کو کھلاتی ہے، اس کا علاج یہی ہے کہ ایپیری کے قریب جتنے بھڑ کے چھتے ہوں انہیں مٹی کے تیل کا مشعل بنا کر جلا دینے کی کوشش کرنی چاہیئے اور جو بھڑ یا انگار ایپیری میں آئیں انہیں مارتے رہنا چاہیئے۔ احتیاطاً ہائیو کے دروازے چھوٹے کر دینے چاہیئے تاکہ ان کا گزر اندر نہ ہو سکے۔ بعض چڑیاں اڑتی ہوئی موتوں کو پکڑ کر کھا جاتی ہیں اگر ان کی زیادتی ہو تو انہیں مارنا چاہیئے، مینڈک اور چھپکلی وغیرہ سے کالونی کو محفوظ رکھنے کے لئے ہائیو کے چاروں طرف زمین بالکل صاف رکھنا چاہیئے اور بڑھتی ہوئی گھاس کو برابر کاٹتے رہنا چاہیئے۔

چیونٹی شہد کی شیدائی ہوتی ہے اور موتوں کو کافی تنگ کرتی ہے اس سے بچنے کی یہی صورت ہے کہ ہائیو کے پائے ٹین یا مٹی کے پیالوں میں رکھے جائیں اور ان میں برابر پانی بھرا جائے ایسا کرنے سے چیونٹیاں ہائیو میں نہ داخل ہو سکیں گی۔ بقیہ دشمن زیادہ نقصان دہ نہیں ہوتے۔

موتوں کی بیماریاں

خوش قسمتی سے ہندوستان میں اب تک موتوں کی کوئی بیماری نہیں لگی جبکہ دوسرے ممالک یعنی یورپ اور امریکہ میں ہر سال ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں کالونیوں کا خاتمہ محض بیماریوں سے ہوتا ہے، ہمارے ملک میں مگس بانوں نے صرف ایک معمولی سی بیماری موتوں میں دیکھی ہے جسے پیچش کہتے ہیں اسے بیماری نہیں بلکہ مگس بانی کی غلطی کہنا چاہیئے چونکہ جب موتوں کو گڑ یا خراب شکر کا شربت دیا جاتا ہے اسی وقت یہ حالت پیدا ہوتی ہے اس کا علاج بھی بہت آسان ہے یعنی اچھے موسم میں اڑنے سے یہ مرض خود بخود ختم

لندن میں طاعون

سترھویں صدی میں ایک دفعہ لندن میں اس قیامت کا طاعون پھیلا کہ روزانہ ہزاروں جانیں ضائع ہونے لگیں۔ لوگوں کو نہ صرف طاعون نے ہی تباہ کیا۔ بلکہ بدمعاشوں اور چوروں کو موقعہ ملا کہ وہ دل کھول کر گناہ اور جرم کریں۔ اور لوٹ مار مچائیں۔ بچے کھچے شہریوں کو ہر وقت دھڑکا رہتا تھا کہ یا تو انہیں طاعون آ دبائے گا۔ یا چور اور ڈاکو۔

چار ڈاکوؤں نے ایک تن تنہا گھر پر ڈاکہ ڈالنے کا فیصلہ کیا اس گھر کی رکھوالی کے لئے صرف ایک نوکر تھا۔ گھر کے افراد بیماری سے محفوظ رہنے کے لئے کسی کھلی جگہ رہائش کے واسطے چلے گئے تھے طے یہ ہوا تھا کہ ایک ڈاکو جس کا نام بلیک فلیس تھا آہستہ سے دروازہ پر دستک دے گا۔ اور التجا کے لہجہ میں رات گزارنے کے لئے پناہ مانگے گا۔ جب دروازہ کھلے گا تو باقی ڈاکو بھی اندر گھس آئیں گے اور نوکر کو مار ڈالیں گے۔ پھر گھر کی تمام قیمتی چیزیں لوٹ لیں گے جبر تت انہیں وہ مکان لوٹنا تھا۔ بلیک فلیس نے بہت سی شراب پی۔ اور بجائے اس کے کہ دروازہ پر آہستہ سے دستک دے دی جائے چلانا شروع کر دیا کہ "دروازہ جلد کھولو ہمیں چابیاں دیدو۔ ہم تمہیں تمہاری ڈیوٹی سے نجات دلوانے آئے ہیں"۔

نوکر نے جس کا نام آدم تھا۔ اوپر کی کھڑکی میں سے جھانک کر دیکھا۔ اور دھیمی آواز میں بولا۔ "تم چند گھنٹے ٹھہر کر آنا۔ پھر تم مجھے مُردہ پاؤ گے۔ تمہیں چابیاں مل جائیں گی۔ پھر لوٹ لینا۔" بلیک فلیس نے چلا کر کہا۔ "ہمیں تمہارے مشورہ اور نصیحت کی ضرورت نہیں۔ دروازہ کھولو ورنہ ہم آگ لگاتے ہیں"۔

آدم نے جواب دیا۔ "انہیں اس کی ضرورت نہیں مگر جو کچھ کہتا ہوں وہ سن لو۔ پھر بے تکلف اندر آجانا۔ میں بغیر کسی ہتھیار کے اکیلا ہوں اور بیمار بھی ہوں۔ تاہم تم اندر گھسے تو شاید تم سب کو اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑے۔ کیونکہ اس چاردیواری میں خطرناک دیو ہے جس نے ہزاروں جانیں تباہ کی ہیں"۔

یہ سنکر ڈاکو کچھ سہم گئے۔ مگر پھر بلیک فلیس نے انہیں دلاسا دلایا اور کہا کہ "ہمیں ڈاکہ زنی سے روکنے کے لئے یہ اس کی چال ہے"۔

آدم نے ڈاکوؤں کی بحث سن لی تھی۔ اس نے پھر کہا "سچ کہہ رہا ہوں اور میں کل تک زندہ بھی نہ رہوں گا۔ دروازہ میں تمہیں خود کھولے دیتا ہوں۔ مگر التجا ہے کہ مجھ سے پرے رہنا تاکہ تم پر میری بیماری کا اثر نہ ہو جائے۔ گھر میں ایک چھوٹی مُردہ لڑکی بھی ہے۔ جسے کھیلتے کھیلتے طاعون نے آ دبوچا تھا۔ وہ ابھی دفنائی بھی نہیں گئی"۔ یہ کہکر آدم نے دروازہ کھول دیا۔

بتی کی روشنی میں ڈاکوؤں نے دیکھا کہ واقعی ہال میں میز پر ایک چھوٹی سی لڑکی کفنی میں لپٹی پڑی تھی جس کے سر پر ربن باندھا ہوا تھا۔ اور آنکھوں کے گرد کالے حلقے تھے جو طاعون کی علامت تھی۔ جب ڈاکوؤں نے لڑکی کو دیکھ لیا۔ تو آدم نے چابیاں ان کی طرف بڑھائیں۔ ڈاکوؤں کو اب وہ چابیاں سانپ اور بچھو معلوم ہونے لگے۔ اور انہیں موت نظر آنے لگی۔ وہ اپنی بدقسمتی پر ملامت کرتے ہوئے واپس مڑے۔ آدم نے کہا۔ "تم یہاں قتل اور ڈاکہ زنی کے لئے آئے تھے۔ مگر میں تمہیں بہ حیثیت ایک عیسائی نہ صرف معاف کرتا ہوں۔ بلکہ اس بات کی بھی نصیحت کرتا ہوں کہ اب تمہیں اس مصیبت سے چھٹکارا کیسے مل سکتا ہے۔ کیونکہ تم یہاں کافی دیر ٹھہرے ہو۔ میں تو اب مر رہا ہوں۔ مگر تم یہاں سے سیدھے لیسٹن سٹوڈان میں جاؤ۔ جہاں چمڑہ صاف کیا جاتا ہے۔ اور کافی دیر چمڑہ کی بو میں رہو۔ تو پھر یہ بیماری کچھ اثر نہ کرے گی"۔ یہ کہہ کر آدم ایک ہیبت ناک آواز میں کراہا۔ یہ سنکر ڈاکو جلدی سے بھاگے۔ اور چمڑے کے صحن میں جا کر دم لیا۔ وہ لمبے لمبے سانس لیتے رہے تاکہ چمڑے کی بو اچھی طرح ان کے جسم میں داخل ہو اور طاعون کے جراثیم مر جائیں۔ انہیں اس طرح بیٹھے آدھ گھنٹہ گزرا ہو گا کہ چند آدمی روشنی لئے ان کی طرف آتے معلوم ہوئے۔ انہوں نے خیال کیا کہ یہ ضرور چمڑہ کا مالک اور اس کے آدمی ہوں گے۔ اس خیال سے کہ بغیر اجازت صحن میں آئے معافی مانگنے لگ گئے۔ اور کہنے لگے کہ انہیں تھوڑی دیر اور وہاں بیٹھنے کی اجازت ملے تاکہ چھوت

(باقی صفحہ ۲۰۶ کالم ۲ پر)

مالی کی بیٹی

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

راجکماری نرملا کو اس کوٹھی شنکر لاج میں رہتے چار ہفتے گزر چکے تھے۔ ڈاکٹر صاحب تو ان کی نگرانی کے خیال سے کہ وہ تنہا ہیں۔ انہی کے ساتھ ہی رہتے ہیں۔ راجکمار کیلاش صاحب بھی روزانہ دو وقت راجکماری کو وائلن سکھانے کے لئے آتے ہیں۔ چونکہ رات کے گیارہ بارہ بجے تک گانے باجے کا سلسلہ رہتا ہے۔ وہ اکثر شب کا کھانا بھی یہیں کھاتے ہیں۔ کیلاش صاحب خوبصورت دراز قد خوش طبع اور قابل جوان ہیں۔ شاید تیس تیئیس سال کی عمر ہوگی وہ راجکماری کے ہم رتبہ اور موسیقی کے استاد ہیں۔ لیکن دونوں کے آپس میں دوستانہ تعلقات قائم ہوگئے ہیں۔ وہ راجکماری سے بہت بے تکلفی اور محبت کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ جو راجکماری نرملا کو ناگوار نہیں معلوم ہوتا۔ مگر وہ متعجب ضرور ہیں کہ کیلاش نے یہ سنکر بھی کہ راجکماری شادی شدہ ہیں پھر یہ طریقہ کیوں اختیار کیا۔ وہ ان کے اس بکثر برکھی کچھ شبہ نہیں کر سکتیں۔ کیونکہ وہ نہایت قابل سمجھدار اور نیک اطوار معلوم ہوتے ہیں۔ اور ڈاکٹر صاحب بھی ان کو پسند کرتے ہیں۔ اور کوئی روک ٹوک نہیں کرتے وہ تنہائی میں گھنٹوں سوچا کرتی ہیں کہ ڈاکٹر صاحب بھی مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں بمثل اپنی چھوٹی بہن یا بیٹی کے چاہتے ہیں۔ اب چھوٹا سیٹھ معلوم ہوتا ہے کہ مجھ سے دلی محبت رکھتا ہے اور مجھ کو بھی اس سے ہمدردی ہے۔ لیکن معلوم نہیں کیلاش صاحب کا خیال میرے دل میں کیوں رہتا ہے؟ مجھ کو تو ان سے ناخوش ہونا چاہئے کیونکہ ایک شادی شدہ لڑکی سے محبت کرنا ہرگز شرافت نہیں۔ لیکن راجکمار تو نہایت شریف شخص ہے۔ نہ معلوم اس ہاہمی اختلاط کا نتیجہ کیا ہوگا۔ کہیں میرے ڈاکٹر صاحب ناخوش نہ ہو جائیں۔ کہ یہ لڑکی بہت عجیب نکلی۔ ابھی ایک افسوسناک وقابل ندامت واقعہ گزر چکا ہے اور اب یہ دوسرا گل کھلا۔ وہ اسی سوچ میں کتاب ہاتھ میں لئے آرام کرسی پر لیٹی تھیں کہ سامنے سے مسکراتے ہوئے کیلاش صاحب اپنی طرف آتے ہوئے نظر آئے۔ وہ جلدی سے اٹھ بیٹھیں اور کہا "مسٹر کیلاش آج تو آپ بہت ہی جلدی تشریف لے آئے؟" "جلدی نہیں چار بجنے والے ہیں۔ رات کا کھانا تو یہاں سے مل ہی جاتا ہے۔ آج سوچا کہ چائے بھی پی لیں۔ وہاں تنہائی میں کچھ اچھا نہیں لگتا" راجکماری نے سوال کیا "تو آپ ریاست چھوڑے اتنے دنوں سے یہاں پڑے کیوں ہیں؟ اب گھر جانا چاہیئے" "جانا تو ضرور چاہیئے لیکن جی نہیں چاہتا آپ اچھی طرح وائلن بجانے لگیں، تب واپسی کا خیال کیا جائے" "میرے وائلن کا کیا ہے کوئی اور استاد مقرر کر جایئے آپ کے گھر والے تو شاید فکرمند ہوں گے" "فکرمند ہوں گے لیکن ماتا جی پر کام کی بہت زیادتی ہوگی۔ میں وہاں ہوتا ہوں تو ان کو اس قدر کام نہیں کرنے دیتا" "کیلاش صاحب آخر آپ شادی کیوں نہیں کر لیتے؟ جو آپ کو اور ماتا جی کو آرام ملے" یہ سنکر پہلے ایک ٹھنڈا سانس لیا۔ پھر آسمان کی طرف دیکھا اور کچھ خاموشی کے بعد جواب دیا "وہ دن تو ابھی بہت دور ہے یا شاید ناممکن بھی ہو"

یہ سنکر راجکماری اٹھ کر بیٹھ گئیں اور سوال کیا "کیوں کیوں آخر اس قدر ناامیدی کس وجہ سے؟ کیا آپ بھی کسی جگہ شادی کرنا چاہتے ہیں، جو آپ کے شایان شان نہیں؟ یوں تو آپ اکلوتے فرزند اور والئی ریاست ہیں۔ رانی صاحبہ کو آپ کی شادی کی کس قدر تمنائیں نہ ہوں گی؟" "ضرور ہوں گی مگر مشکل یہ در پیش ہے کہ جس کو میں اپنی رفیق زندگی بنانا چاہتا ہوں، میں بدنصیب اس کے شایان شان نہیں" "کیا وہ کسی بہت بڑی ریاست کی راجکماری ہے؟" "ریاستیں تو دونوں برابر ہوں گی لیکن راجکماری صاحبہ ایک تعلیم یافتہ مغرور اور بیحد خود دار ہیں۔ جن سے مجھ کو امید نہیں کہ زندگی میں شادمانی و کامرانی نصیب ہو سکے۔ آہ نرملا جی اچھے وقت میں آپ نے یہ قصہ چھیڑ دیا۔ چلئے تھوڑا سا وائلن بجائیں پھر جائے پئیں۔ وہ دیکھئے کیسی کالی گھٹا اٹھ رہی ہے۔ ابھی بارش ہونے ہی والی ہے۔ اس وقت آپ کو ایک برساتی گانا سکھائیں گے اور اس

بعد چائے پئیں گے" راجکماری نے مسکراتے ہوئے کہا" مسٹر کیلاش اس وقت آپ کو چائے کی بہت ضرورت معلوم ہوتی ہے۔ آیئے پہلے چائے ہی پی لیجئے پھر باتیں کریں گے" انہوں نے گھنٹی بجائی۔ آیا حاضر ہوئی۔ تو چائے لانے اور ڈاکٹر صاحب کو بلانے کو کہا۔ فوراً ہی چائے آ گئی۔ اور معلوم ہوا کہ ڈاکٹر صاحب ابھی سو رہے ہیں۔ ان دونوں نے چائے پی۔ کیلاش صاحب نے بتایا "کہ آج میں نے دن کا کھانا نہیں کھایا تھا۔ اسی وجہ سے بیتابی تھی۔ یہاں آپ دونوں کے ساتھ کھانے کی ایسی عادت پڑ گئی ہے کہ اب تنہائی میں بالکل کھایا ہی نہیں جاتا۔ اور اتفاق سے کسی وقت سیٹھ صاحب اور سروجنی بھی موجود ہوتے ہیں۔ تو اور بھی اچھا معلوم ہوتا ہے؟" راجکماری نے ہنس کر کہا" اچھا تو اب آپ دن کا کھانا بھی یہیں کھایا کیجئے سروجنی کو بھی بلا لیا کریں گے۔ کاش اسی سے آپ کا غم غلط ہو سکے" "آپ کا یہ خیال غلط ہے اور یہ کوشش بھی بیکار ہے۔ یہ غم تو جان کے ساتھ ہے" "مگر میں تو آپ کو کئی ماہ سے یہاں کافی خوش دیکھ رہی ہوں۔ اس وقت معلوم ہوا کہ آپ دل شکستہ ہیں" "آپ کا یہ خیال درست ہے۔ میرا جتنا وقت آپ کے ساتھ گزرتا ہے بہت اچھا گزرتا ہے۔ کوئی سمجھ نہیں سکتا کہ میں دکھی ہوں۔ یہاں تک کہ میں خود بھی گزشتہ آلام کو بھول جاتا ہوں۔ خدا آپ کو خوش رکھے اور اس دنیا میں سرسبز و کامران کرے۔ آپ کی دوستی و محبت میرے لئے ایک بڑی نعمت ہے۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ مجھ کو آپ سے اس قدر انسیت کیوں ہو گئی ہے۔ اور خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آپ کے محافظ و نگراں ڈاکٹر صاحب بھی ہماری دوستی کو ناپسند نہیں کرتے ورنہ زندگی دشوار ہو جاتی۔ راجکماری معاف کرنا میں یہ عرض کرنے کی جسارت کرتا ہوں کہ میری زندگی آپ سے علیحدہ ہو کر دشوار معلوم ہوتی ہے نہیں سمجھ میں آتا کہ اب مجھ کو کیا کرنا چاہیئے۔ میں گھر جانے کا خیال بھی نہیں کر سکتا۔ ایک مدت تک اور اسی طرح آپ کو وائلن وغیرہ سکھایا کروں۔ زیادہ وقت نہیں گزار دوں تو ممکن ہے کہ ڈاکٹر صاحب ناپسند کرنے لگیں اور میرا یہاں آنا بند کر دیا جائے" مسٹر کیلاش کے یہ خیالات معلوم کر کے راجکماری بہت گھبرا گئیں باوجودیکہ ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی اور ہلکی ہلکی بوندیں بھی پڑنا شروع ہو گئی تھیں مگر پسینہ آ گیا نگاہیں نیچے کو جھک گئیں اور وہ بالکل خاموش تھیں، کیلاش بھی کچھ پریشان سے ہو گئے اور کہنے لگے۔

"نہ جانے آپ ناراض ہو گئیں؟ میں نے تو اس دوستی اور عنایت کے بھروسے پر جو آپ مجھ سے کر رہی ہیں۔ اپنے دلی خیالات بیان کر دیئے اگر آپ کو ناگوار گزرا تو معاف کر دیں میں نے از حد مجبور و بے اختیار ہو کر ایسا کیا" راجکماری نے اوپر کو سر اٹھا کر بچشم نم کہا۔ "لیکن - - - کیا ڈاکٹر صاحب نے میری زندگی کی ٹریجڈی سے اب تک آپ کو آگاہ نہیں کیا؟ آہ میری پُر حسرت و پُر الم داستان آپ کسی وقت ڈاکٹر صاحب سے سن لیں۔ پھر آپ کو اپنے یہ خیالات دل سے نکال دینے پڑیں گے" "راجکماری مجھ کو سب معلوم ہے۔ آپ کی افسوسناک حالاتِ زندگی سے میں بخوبی واقف ہوں۔ ڈاکٹر صاحب تو مجھ سے کہتے رہتے ہیں کہ اس غمزدہ لڑکی کو ہمیشہ خوش رکھنے کی کوشش کرو۔ بیچاری اپنے ماں باپ سے ریاست سے علیحدہ ہے۔ اور ہمیشہ کے لئے دکھی ہے" "پھر کیلاش صاحب ایسی بدقسمت لڑکی سے دوستی کر کے آپ کو کیا حاصل ہو گا۔ سوائے اس کے کہ دنیا بدنام کرے۔ اور بلاوجہ ہم سماج کے گنہگار ٹھیرائے جائیں۔ ڈاکٹر بیچارے کا کیا ہے۔ وہ ہر حال میں میرے ہمدرد ہیں لیکن ہر کام کا پہلے انجام سوچ لینا چاہیئے" یہ کہتے ہوئے وہ اٹھی۔ اور کیلاش صاحب بھی۔ اور باہر آ کر بادلوں کی طرف دیکھنے لگے۔ آیا آئی اور چائے اٹھا کر لے گئی اور وائلن رکھ گئی۔ (باقی آئندہ)

نازسجاد حیدر

قاصد

اس کو صرف اپنے فرض کا احساس ہے۔ صبح سے شام تک تمام دنیا سے بے خبر لیکن دنیا کی خبروں کا بوجھ اٹھائے ہوئے۔ دیکھو تو چلا آ رہا ہے۔ کوئی انتظار کرے یا نہ کرے۔ سردی ہو یا گرمی کہر ہو کہ بارش۔ قدرت کے تند عناصر اس کو کبھی نہیں روک سکتے اگرچہ ہزاروں کے لئے خوشی اور غم کا باعث ہوتا ہے۔ مگر اس کو کیا کوئی خوش ہو یا رنجیدہ اس کو تو اپنا فرض انجام دینا ہے۔

ایس۔ بی طاہرہ پشاور

پڑھے لکھوں کی جہالت

ایک مشہور مصنف کے ایک افسانہ سے :-

(ا) " اُس نے ٹاٹ پر دری پھیلا کر اس پہ چاندنی بچھا کر اور چاندنی پر قالین ڈال کر کمرہ کو آراستہ پیراستہ کر دیا "

ب " ہم اسکے ساتھ بمعہ اپنے سامان کے روانہ ہو گیا "

ج " ایسی یہاں وہاں لڑکی ۔ ۔ ۔ آنکھوں کے کھڈاں میں ۔ ۔ ۔ "

د " اب اس نے ایک آنے کے گرم دہی بڑے خریدے اور ۔ ۔ "

ا - (۱) " پیراستہ " لکھنے کی ضرورت نہ تھی - جو نقشہ کھینچا گیا ہے وہ " پیراستہ کرنا " نہیں " آراستہ کرنا " ظاہر کرتا ہے - زیب و زینت یا زیبائش کے دو طریقے ہیں - بدنما یا بے ضرورت چیزوں کا علیحدہ کرنا یا ہٹانا - ایک طریقہ تو یہ ہے اور دوسرا کسی چیز کے یا چند چیزوں کے اضافہ سے دلکشی بڑھانا - انگنائی ، دالان یا کمرہ میں جھاڑو دینا یا ادھر اُدھر جو چیزیں بکھری پڑی ہیں اُنہیں ہٹا دینا - چھت کے جالے لینا - برتنوں پر سے داغ دھبے دور کرنا - ناخن کترنا - بال کتروانا یہ سب صورتیں میں " پیراستہ کرنے " کی - مہندی لگانا ناخن پینٹ کرنا - کریم ملنا - پاؤڈر یا سرمہ لگانا - زیور پہننا - تکیہ پر غلاف چڑھانا - چاندنی پہ قالین بچھانا - دروازوں پر پردے ڈالنا - مکان میں سفیدی کرانا یہ سب " آراستہ کرنے " کی صورتیں ہیں - (۲) ایک فقرہ میں تین مرتبہ لفظ " کر " ہی نہیں (۳) " دری پھیلا ! " اور (۴) آراستہ ظاہر کرنے کے لئے قالین " ڈالنا " سخت ناگوار معلوم ہوتا ہے -

دری دیوار پر پھیلائی مگر کمرہ میں بچھائی جاتی ہے -

ب - " ساتھ بمعہ " کے کیا کہنے ہیں ! سیدھی سی بات تھی " ہم اپنا سامان لے کر اس کے ساتھ روانہ ہو گیا "

ج (۱) " یہاں وہاں غلط ہے - وھاں یہاں کہتے ہیں - (۲) آنکھوں کے کھڈوں میں نہیں - گڑھوں میں لکھنا چاہئیے تھا -

د - (۱) قلمی بڑے - پکوڑے پھلکیاں وغیرہ تو گرم ہوتی ہیں - مگر دہی بڑے آج تک گرم کھائے نہ دیکھے نہ سُنے - (۲) گرم گرم نہیں ایسے موقعہ پر گرم گرم کہتے ہیں اور عوام کی زبان میں " گرما گرم "

ایک ادبی رسالہ کے ایک مضمون سے :-

(۱) نہ ہی کھانا کھایا نہ ہی خاموشی کی وجوہات بتائیں -

(۲) خواہ کیا ہی حالت کیوں نہ ہو -

(۳) اس نے مجھے دس روپیہ دیئے ہوئے ہیں -

زبان کے لحاظ سے تینوں فقرے غلط ہیں - اس طرح لکھنے چاہئیے تھے -

(۱) کھانا کھایا نہ خاموشی کی وجوہ بتائیں -

(۲) کیسی ہی حالت کیوں نہ ہو جائے -

(۳) اس نے مجھے دس روپے دے رکھے ہیں -

ج نے جو ایک کالج میں اُردو کی لیکچرار ہیں - اپنی بچی کو بتایا کہ " ماسکو روس کا دارالخلافہ ہے "

ایک ادبی رسالہ میں " دارالخلافہ " پر یہ اعتراض ہوا تھا کہ خلافت ہی نہیں رہی تو دارالخلافہ کیسا " گویا یہ کہنا صحیح ہے کہ قسطنطنیہ سلطنت ترکی کا دارالخلافہ تھا " مگر یہ کہنا صحیح نہیں کہ " انقرہ جمہوریہ ترکی کا دارالخلافہ ہے " لیکن اگر خلافت قائم رہتی جب بھی " کیپٹل " کا ترجمہ دارالخلافہ غلط ہے - خلافت رہنے یا نہ رہنے سے ماسکو یا روس کا تعلق کیا ؟ دارالخلافہ کی بجائے دارالسلطنت یا دارالحکومت کہنا چاہئیے - مثلاً " لندن انگلستان کا دارالسلطنت ہے " یا " ہندوستان کا دارالحکومت دہلی ہے " -

---

عید کارڈ یا اخباروں رسالوں کے عید نمبر اٹھا کر دیکھئیے چاند کی شکل بالعموم اس طرح بنی ہوئی ہو گی - مصور ، کاتب ، اڈیٹر صاحبان یا ناشران اپنی آنکھوں سے اگر کبھی چاند دیکھتے تو انہیں معلوم ہوتا کہ چاند کی گولائی دائیں طرف سے نہیں بائیں طرف سے شروع ہوتی ہے یعنی اس طرح کا نہیں ایسا عید کا چاند ہی نہیں ہر مہینہ کا چاند ہوتا ہے -

خانہ داری

(جس میں سنگھار مکس اور آرائش بھی شامل ہے)

پروکسائڈ کے چند فوائد۔ پروکسائڈ آف ہیڈروجن ایسی مفید چیز ہے کہ اسے گھروں میں رکھنا ضروری ہے۔ یہ کئی کام آتی ہے آدھی چمچیہ کان میں ڈالنے سے میل کچیل جو جمع ہو گیا ہو۔ اور تکلیف دے رہا ہو، نرم پڑ جاتا ہے اور نکل جاتا ہے۔ اسے چند گھنٹے کان میں پڑا رہنے دیا جائے۔ بعد میں اُبلا ہوا گرم پانی پچکاری کے ذریعہ نرمی سے کان میں پہنچایا جائے۔ اس پانی میں پہلے ایک چٹکی بائی کاربونیٹ آف سوڈا (یعنی پکانے کا سوڈا) ملا لیا۔ اگر ایک دفعہ میں تکلیف دور نہ ہو۔ تو یہ عمل دوبارہ کیا جائے۔

پروکسائڈ سے جلد کی کھال کی سمیت بھی دور کی جاسکتی ہے اور خون کی خرابی سے جو دھبے جلد پر پڑ جایا کرتے ہیں جاتے رہتے ہیں۔ اسے ذرا کم کم اور صرف اسی جگہ لگایا جائے جہاں داغ ہوں کیونکہ کثرت سے لگانے سے جلد کو خشک کر دیتی ہے۔ سگرٹ یا حقہ پینے والوں کی انگلیوں پر پیلے پیلے دھبے پڑ جایا کرتے ہیں اسے نرم روئی سے دھبے کے مقام پر رگڑا جائے اور دھبے کے مقام پر ہی لگایا جائے۔ پندرہ منٹ اسے لگا رہنے دیا جائے پھر ٹھنڈے پانی سے دھار دیا جائے۔ اس کے بعد ہاتھوں پر کولڈ کریم ملنی چاہیئے۔ اور پھر معمولی طریقہ کے مطابق انہیں دھو لیا جائے۔ اگر دھبے زیادہ عرصہ سے قائم ہیں تو یہ عمل چند بار کرنا پڑے گا۔ تب وہ بالکل جاتے رہیں گے۔

بات چیت عورتیں باتوں کی بہت شائق ہوتی ہیں۔ جہاں چند عورتیں جمع ہوئیں، چخ چخ شروع ہو گئی۔ بعض نازک دماغ عورتوں کو یہ بہت برا معلوم ہوتا ہے۔ اور وہ سر پکڑ پکڑ لیتی ہیں۔ کہ چلا۔ عام طور سے زیادہ بولنے کو عیب بھی گنا گیا ہے مگر غور سے دیکھا جائے تو یہ بات چیت بڑی صحت بخش ہے۔ طریقہ ذرا مختلف ہونا چاہیئے۔ آج کل تو عادت یہ ہے کہ کسی کا کوئی عیب معلوم ہوا۔ یہ دیکھے بغیر کہ اس میں کوئی صداقت بھی ہے یا نہیں فوراً اس پر ایمان لے آتے ہیں۔ اور وہی بات ایک کان سے دوسرے کان تک جا پہنچتی ہے۔ اس طرح ایک شخص کا صرف ایک پہلو لوگوں کو نظر آنے لگتا ہے۔ کوئی یہ کوشش نہیں کرتا کہ اس غریب کی پوری تصویر دیکھی جائے۔ یہ تو ایسا ہی ہے کہ کسی کے متعلق خیال کر لیا جائے کہ اس کی ایک آنکھ ہے۔ ایک کان ایک ہاتھ۔ اور ایک ٹانگ۔ گویا نصف آدمی ہے۔ اور یہ بالکل فضول اور لغو خیال ہے۔ جس پر سب کو ہنسی آئے گی۔ تعجب ہے کہ کسی شخص کی صرف برائی سن کر اسے عیب دار سمجھ لینا کیوں ہنسی آنے کا باعث نہیں ہوتا۔ اس دنیا میں انسان آباد ہیں۔ کسی کی تصویر دو رخوں سے خالی نہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ دونوں رخ کسی شخص کے دیکھے جائیں۔ اور یہ اسی وقت میسر ہو سکتا ہے۔ کہ ہم خوب بات چیت کریں۔ جس سے اصل کیفیت خود بخود عیاں ہو جائے گی۔ اور برائی کی بنیاد معلوم ہو جائے گی۔

آرام سے خوبصورتی جس طرح استعمال میں آنے والی چیزوں کی مرمت ہو جانے سے وہ قابل کار ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح آرام لینے سے ہم درست ہو جاتے ہیں اسی پر آئندہ کی صحت اور موجودہ خوبصورتی کا انحصار ہے عام طور سے عورتوں کا یہی طریقہ ہے کہ وہ ہفتوں پہیدل برابر کام کئے چلی جاتی ہیں۔ اور رُک کے آرام لینے کو فضول سمجھتی ہیں۔ یہ بری عادت ہے جب کسی خاص ضرورت سے کسی کام پر خاص طاقت اور محنت صرف ہو تو آپ کو فوراً معلوم ہو جائے گا کہ قدرت کس طرح آپ کی مدد کرتی ہے۔ آپ کو خود تعجب ہوگا کہ آپ کیونکر اس تمام محنت و مشقت برداشت کرنے کے قابل ہیں۔ آپ خوش ہوتی ہیں بلکہ آرام نہ لینے کے باوجود آپ کو زیادہ کام میں مزا آتا ہے اور آپ کو کسی قسم کی تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔ مگر جب وہ کام کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔ آپ کو یکایک تھکن اور ماندگی معلوم ہونے لگتی ہے اور آپ روز مرّہ کا کام بھی نہیں کر سکتیں۔ اور جتنا آپ آرام لیتی ہیں اتنی ہی زیادہ تھکی تھکی معلوم ہوتی ہیں۔ ہر ایک پر یہ کیفیت گزرتی ہے۔ قدرت

کا مطالبہ ہوتا ہے کہ اب آرام کرو کیونکہ روزانہ کی طاقت سے زیادہ خرچ ہو چکا ہے۔ اگر آپ نوجوان اور تندرست ہیں۔ تو تھوڑے وقت میں آپ ٹھیک ہو جاتی ہیں۔ لیکن اگر آپ کی عمر زیادہ ہے یا آپ کی صحت درست نہیں یا آپ عصبی مزاج کی بی بی ہیں۔ تو آپ اپنے جسم کی کمی مکمل طور پر پوری نہیں کر سکتیں اسی لئے اطبا ہمیں روزمرہ کام کے ساتھ ساتھ آرام لینے کی تاکید کیا کرتے ہیں۔ کہ محنت کے زمانے کے بعد ہفتہ دو ہفتہ تم مکمل آرام کر لیا کریں تاکہ صحت درست ہو کے ہم میں بحالی پیدا ہو۔

آرام لینے کی بھی ایک ترکیب ہے۔ اور جب ہمیں یہ آجائے تو پھر ہمیں آرام لینا معلوم بھی نہیں ہوتا۔ یہ خیال سے شروع ہوتی ہے۔ خیال یہ ہونا چاہیئے۔ مجھے ذرا آرام لینا ضروری ہے۔ دوسری ضرورت یہ ہے کہ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ آپ کس قدر خستہ وماندہ ہیں۔ سر چکرا رہا ہو، بدن دکھ رہا ہو۔ دل سست ہو بس یہ ظاہر ہے کہ آپ کو آرام کی سخت ضرورت ہے۔ اس صورت میں آپ کو آرام لینے سے پہلے چند حرکات کی ضرورت ہے۔ ماہروں نے ایسی حالت میں تھکے ہوئے اعضا کو اور تھکانے کی حرکات کرنے کی ہدایت کی ہے مثلاً بستر پر چت لیٹ جائیں۔ سر کے نیچے تکیہ رکھ لیں۔ اور باہیں جسم کے متوازی۔ اپنی کلائی پر سہارا دے کے جسم کو اس طرح اٹھائیں کہ محراب بن جائے حتے کہ آپ کو ریڑھ کے دونوں طرف دُکھ معلوم ہونے لگے۔ ایک منٹ ٹھہر کے دھڑام سے گر پڑیں۔ اور باہوں کو جہاں وہ گریں گر جانے دیں اسی وقت آپ کی کمر اور کندھوں کو ڈھیلا پن معلوم ہونے لگے گا اور آرام آجائے گا۔ مڑنے والے پٹھوں کی ابتدا پیٹ کے خوب اندر سے کمر کی طرف ہوتی ہے۔ ان کے تھکنے سے رانوں، ڈھڑی اور گردوں اور معدہ کے مقام پر تکلیف محسوس ہونے لگتی ہے۔ مندرجہ ذیل ورزش سے جو شروع میں سخت معلوم ہوگی۔ یہ جاتی رہے گی۔ اس کے لئے مددگار کی ضرورت ہوگی۔ زمین یا سخت فرش پر چت لیٹ جائیں گھٹنے کے پاس بائیں ٹانگ موڑیں۔ مددگار گھٹنے سے ذرا اوپر ران پر روکنے کا دباؤ ڈالے۔ جب آپ اپنی ٹانگ جس قدر ممکن ہو اوپر اٹھا سکیں۔ فوراً زمین پر گرا دیں اور پٹھوں کو بالکل ڈھیلا ڈال دیں دائیں ٹانگ کے ساتھ بھی اسی طرح کریں۔ محرابی ورزش کے بعد یہ عمل کیا جائے۔ اب آپ چت لیٹ کے بغیر تکیہ سو جائیں۔ اگر نیند مشکل سے آئے تو اس طرح بیٹھیں۔ کہ آپ کے پاؤں سر سے بلند کسی چیز پر رکھے رہیں اور اپنی باہوں کو لٹکی ہوئی ڈھیلی ڈھالی پہلوؤں میں ڈال دیں۔ رسی وغیرہ سے ہم سر اور کمر کے لئے اچھا سہارا اور پاؤں کے لئے اچھی جگہ حاصل کر سکتے ہیں۔ جب بدن ڈھیلا ڈھالا معلوم ہونے لگے تو آنکھیں بند کر کے اپنے دل سے کہیں، آدھ گھنٹے تک دنیا میں کچھ ہی ہوتا رہے مجھے آرام لینا ضروری ہے اور خیالات سے دماغ کو خالی کر دیں۔ ہر روز سہ پہر کو تین بجے کے قریب بالکل بے فکر ہو کے آرام کرنے کی عادت ڈالنی چاہیئے۔

آئینہ دیکھنا

عورتوں کو بیشتر آئینہ دیکھنا نہیں آتا۔ آئینہ میں چہرہ کا عکس پڑا، آنکھ سے آنکھ ملائی تسلی ہو گئی چہرہ ٹھیک ہے۔ آئینہ دیکھنا بھی ایک فن ہے اور اسے خوبصورتی سے نبھایا جا سکتا ہے لیکن یہ فی زمانا عورتوں کی ایک بے معنی روزمرہ کی عادت ہو گئی ہے۔ آئینہ میں صداقت کا عکس دیکھنا چاہیئے۔ آئینہ ہی وہ ذریعہ ہے جو چپ چاپ ذاتی نقائص کو ظاہر کر دیتا ہے۔ جن کے دُور کرنے کی طرف فوراً توجہ کرنی چاہیئے۔ اور ان خوبیوں کو بھی بتلا دیتا ہے جن کو قائم رکھنے کی ضرورت ہے آئینہ محض دل خوش کرنے اور ذاتی خوشامد کے لئے استعمال نہیں کرنا چاہیئے۔ آئینہ کا مقصد یہ ہے کہ دیکھنے والا غور سے اپنے خدوخال کا مطالعہ کر کے اپنی دلکشی و زیبائش بڑھائے۔ آئینہ میں اپنے دہن، ہونٹ اور جبڑے کے خطوط کو بولنے چالنے کے انداز و آن بان کو چلنے پھرنے اور طرز و طریقہ کو بیٹھنے کے وقت دیکھنا اور اس پر غور کرنا چاہیئے۔ چھت میں تیز روشنی کا بلب لٹکا کے آئینہ پر کافی وافی روشنی ڈال کے اپنا چہرہ وغیرہ دیکھنا چاہیئے۔ روشنی کی تیزی میں معلوم ہو جاتا ہے کہ جلد کے کن مقامات میں نکھار کی کمی ہے اور پوڈر وغیرہ خوشنمائی سے نہیں لگائے گئے اور آیا سنگھار کی مقامات کو بالوں کی حد تک لے جا کے اس میں سادیا گیا ہے یا نہیں اور آیا بالوں کی تہیں جنہیں روشنی میں نمایاں ہونا چاہیئے اس حالت میں ہیں کہ وہ بخوبی نظر میں آسکیں گی اس طریقہ سے اور کئی باتیں آپ کی نظر میں جا سکیں گی جو اس صورت میں ممکن نہ تھا کہ آئینہ پر ہلکی ہلکی روشنی پڑتی رہتی۔ آئینہ دیکھنے کے فن کو چہرہ کے علاوہ سنگھار کے ہر پہلو کے لئے بخوبی استعمال میں لایا جا سکتا ہے۔ جوتیاں۔ جرابیں یا جامہ کلائی کی گھڑی اور چوڑیاں وغیرہ کی موزونیت اس سے جانچی جا سکتی ہے آئینہ میں

سیر بین

بڑے آدمیوں کی صحت تندرستی ہر ایک کے لئے ضروری ہے۔ چھوٹا ہو یا بڑا ہر شخص کو صحت کی ضرورت ہے۔ جس طرح انجن کو ایندھن کی ضرورت ہے۔ اسی طرح دماغ کو تندرست بدن چاہیئے دماغ اچھا ہو، صحت خراب ہو، وہ اسی طرح بیکار ہوگا جس طرح اچھے پرزوں والا انجن بغیر ایندھن کے ناکارہ ہے۔ دنیا کے مشہور مشہور آدمیوں نے ذہانت اور طباعی کی تعریف کی ہے کہ وہ صحت کا نام ہے جس سے دماغ اپنی اصلی کود دکھا سکے، دنیا کے پچھلے زمانہ کے بڑے آدمیوں کی چند مثالوں سے یہی پایا جاتا ہے کہ وہ سب کے سب تناور اور تندرست تھے

ایمرسن مصنف کے متعلق بتایا گیا ہے کہ اس میں ایک ایسی شان تھی جو اور آدمیوں میں نہ پائی جاتی تھی، واشنگٹن کو دیکھ کے یہ محسوس ہوتا تھا کہ وہ کوئی معمولی شخص نہیں ہے۔ اس کی طاقت اور اعصاب اور جوڑوں کی موزونیت اس کے دل ودماغ کے شایان تھی۔ گیٹے ذہنی اور جسمانی طور پر مکمل انسان تھا۔ ٹینی سن ورڈس ورتھ ساؤدی بائرن بہت خوبصورت اور موزوں جسم کے آدمی تھے والٹر سکاٹ مضبوط اور خوبصورت شخص تھا۔ بڑے آدمی ہمیشہ لمبے تڑنگے یا بڑے تن وتوش کے آدمی نہیں ہوتے۔ ان کے قد معمولاً درمیانہ ہوتے ہیں۔ ایسے قد میں جسمانی قوت موزوں طور سے قائم رہتی ہے

نپولین ایک ہی کام میں اٹھارہ گھنٹے لگا سکتا تھا۔ آٹھ گھنٹہ روزانہ کا دن اس کے لئے مقصود نہ تھا۔ اسے کبھی تھکا نہیں دیکھا گیا۔ اس کا دماغ ہر وقت چست رہتا تھا زیادہ محنت غصہ یا زبردست سے زبردست ورزش کے بعد بھی اس میں آثار ماندگی نمودار نہ ہوتے تھے۔ اس کے ایک وزیر نے کہا کہ جو کچھ ہمیں کرنا پڑتا ہے۔ اس کے لئے لوہے کے جسم ودماغ کی ضرورت ہے۔ دن بھر گاڑی میں سفر کرنے کے بعد اترتے ہی ہمیں گھوڑے پر سوار ہو کے بعض دفعہ دس یا بارہ گھنٹے متواتر زین میں رہنا پڑتا۔ اپنے چالیسویں سال میں وہ ساڑھے پانچ گھنٹے میں بغیر رکاب کے نوّے میل سوار چلا جاتا۔ اس کے ڈاکٹر پرسی نے کہا کہ وہ لوہے کا آدمی تھا۔ اس کی روح اور جسم دونوں لوہے کے بنے تھے ہمیشہ گھوڑے پر سوار، موسم کا دھیان نہیں، میدانوں میں کھلے آسمان کے نیچے فروکش ہو جاتا۔ دس آدمیوں کے برابر کام کرتا۔ بیمار معلوم ہوتا نہ تھکا۔ اس کے دشمن بھی کہتے کہ وہ چار آدمیوں کے برابر کام کرنے کی قوت رکھتا تھا۔

براؤننگ مضبوط صحت کا منارہ تھا، ہمارے مدرسہ میں سب سے تیز بھاگتا اور گیند کا سب سے اچھا کھلاڑی تھا، وہ عمدہ سوار اور پیدل چل کے نہ تھکنے والا آدمی تھا۔ ۷۸ سال کی عمر میں اس کے دماغ نے کام کرنا چھوڑا۔ ورڈس ورتھ ۶۰ سال کی عمر میں بیس سے تیس میل تک پیدل چلا جاتا، پہاڑ پر چڑھنے میں کوئی اس کا مقابلہ نہ کرسکتا تھا۔ گیٹے کھیلوں میں بازی لے جاتا۔ وہ دن رات برف پر پھسلتا رہتا وہ دسمبر کے مہینہ میں تیرتا رہتا۔ اسی سال سے زیادہ کی عمر میں اس نے اپنی نہایت اعلیٰ تصنیفات کیں، یونان کا عالم رچرڈ پورسن کیمبرج سے لندن ۵۲ میل اکثر پیدل چل کے شام کو اپنے کلب میں شریک ہو جایا کرتا۔

بڑوں کی نیند اور خوراک بعض بڑے آدمی خوب کھانے پینے والے آدمی تھے۔ بالکل اسی بھٹی کی طرح جس میں زیادہ ایندھن سمائے اور وہ چل کے زیادہ کام کرے مگر بڑے آدمی زیادہ تر اپنے کھانے پینے کی طرف سے بہت بے پرواہ رہتے ہیں۔ وہ کبھی خوش خور نہیں پائے گئے، ان کی توجہ بڑے معاملات کی طرف رہتی ہے۔ نپولین اپنے ابتدائی ایام میں کھانے کی طرف کم دھیان دیتا تھا۔ وہ جلدی جلدی کھاتا تھا۔ سات سے بارہ منٹ میں وہ فارغ ہو جاتا تھا۔ اُسے سادہ غذا پسند تھی، اسے جو نعل کا گوشت، مچھلی بھنا ہوا بکری کا گوشت، بین کے دانے وغیرہ بہت مرغوب تھے کام کے بیچ میں چاکولیٹ یا برف کا پانی یا شربت پیا کرتا تھا بادشاہ ہونے کے بعد اسے پیسٹری کا شوق ہو گیا۔ زیادہ خوراک سے اس کا بدن بھاری پڑ گیا۔ مگر وہ اپنے زمانہ کو دیکھتے ہوئے اعتدال سے کھانے والا مشہور رہتا۔

بڑے آدمی بعض اوقات اپنے کام میں اس قدر مصروف ہو جاتے ہیں کہ انہیں کھانے کا ہوش نہیں رہتا۔ اور بعد میں اس کی کمی پوری کرنی پڑتی ہے۔ ہزاک اپنی نظموں کے لکھنے کے وقت اٹھارہ

سے بیس گھنٹے تک روزانہ ہفتوں مصروف رہتا کسی سے نہ ملتا بہت کم کھاتا قہوہ چسکیوں سے پی لیتا۔ اپنے جسم کو غسل سے تروتازہ کرتا۔ اس میں وہ پورا گھنٹہ پانی کے ٹب میں بیٹھا سوچتا رہتا۔ ایسی ایک مصروفیت کے بعد وہ ایک دفعہ [illegible] گیا اور وہاں مندرجہ ذیل چیزیں منگا کر سب کی سب چٹ کر لیں۔ سنگترے، مچھلی، گوشت کے بارہ پارچے، ایک جوان مرغابی، بھنے ہوئے دو تیتر، ایک سفید چینی مچھلی چٹنی، مٹھائیاں۔ بارہ سے زیادہ انہیں پسندیدہ شراب کا جام۔ قہوہ اور پانی۔

بڑے آدمی گوشت کی طرح مشروبات میں اعتدال مدنظر رکھتے ہیں۔ شراب سے بچتے ہیں۔ اس لئے کہ اس سے فائدہ نہیں۔ صرف ابھار دیتی ہے جس کا بعد میں برا اثر محسوس ہوتا ہے۔ شراب کا بڑا نقص یہ ہے کہ خیال کی بجائے آدمی لفظ پر اتر آتا ہے۔ بڑے آدمی عموماً کم سوتے ہیں۔ تاکہ جاگتے میں زیادہ سے زیادہ اپنا دلپسند کام کر سکیں۔ گینٹے گہری نیند سوتا تھا۔ ڈوماس جب چاہتا اور جس جگہ پسند کرتا سو جاتا چند گھنٹے کام کر کے وہ لیٹ جاتا اور چند سکنڈ میں غافل ہو جاتا۔ پندرہ منٹ سو کے وہ فوراً اٹھ بیٹھتا اور پھر جوش و خروش سے کام میں لگ جاتا بعض بڑے آدمی کمزور صحت والے بھی ہوتے ہیں۔ گویئے اور شاعر بھی بالعموم فوجیوں کی طرح مضبوط پائے جاتے ہیں۔

دربار صاحب امرتسر

امرت سر کی بنیاد ۱۵۷۷ء میں گورو رام داس نے ایک متبرک تالاب کے ارد گرد رکھی۔ اسی سے شہر کا نام امرت سر یعنی دوام کا تالاب ہو گیا گورو رام داس ذات کے کھتری تھے۔ شاہنشاہ اکبر ان کا بڑا ادب کرتا تھا۔ اور اس نے ان کو ایک قطعہ زمین جاگیر کے طور پر عطا کی تھی جس کے اندر انہوں نے ایک تالاب بنایا اور اسی کے گرد امرت سر آباد ہوا۔

گرو دوارے اور جھونپڑیوں کے اس مجموعہ کو شروع میں رام داس پورہ کہتے تھے۔ گورو مذکور سکھوں میں بڑے نامی گزرے ہیں اور ان کا وہ بڑا احترام کرتے ہیں مگر کوئی خاص مذہبی کارنامہ یا تعلیم ان سے منسوب نہیں کی جاتی۔ انہوں نے امرت سر کو اپنے جانشینوں کا صدر مقام بنایا جو بعد میں دنیا کا ایک مشہور شہر اور سکھوں کے جاتروں کا بڑا زبردست مقام بن گیا۔

۱۷۵۷ء میں احمد شاہ ابدالی کے لڑکے تیمور نے سکھوں سے شہر کو خالی کرا لیا اور [illegible] عمارات توڑ کے تالاب بھر دیا۔ ۱۷۶۲ء میں سکھ امرتسر میں جمع ہوئے۔ انہوں نے ویران کئے اور تالاب صاف کرایا اور عمارات درست کرائیں۔ اسی سال احمد شاہ نے پھر ان عمارات کو گرا دیا۔ ۱۷۶۴ء میں سکھوں نے لاہور پر قبضہ کر لیا۔ ان کے سردار پھر امرت سر میں جمع ہوئے اور انہوں نے اپنی سلطنت اور اپنے مذہب کے غلبہ کا اعلان ایک سکہ جاری کر کے کیا۔ ۱۸۰۲ء میں رنجیت سنگھ نے امرتسر کی خاص خاص عمارات کی مرمت کرائی۔ اور گوردوارہ پر سنہری گلٹ کی چادر کی چھت ڈالی۔ تالاب ۵۰۰ فٹ مربع ہے اور نہر سے اسے بھرا جاتا ہے۔ بیچ میں ایک چبوترہ پر دربار صاحب کی عمارت ہے۔ سامنے کے دروازہ پر چاندی منڈھی ہوئی ہے۔ اور اس میں طرح طرح کا جڑاؤ کام ہے۔ اس میں رنجیت سنگھ نے مقبرہ جہانگیر اور دیگر شاہی عمارات کی گلکاریاں اور سنگ مرمر وغیرہ اکھاڑ کر لگوائی ہیں۔

پھلجھڑیاں

انگلستان میں کتوں پہ ٹیکس سب سے پہلے ۱۷۹۶ء میں لگایا گیا۔ اس وقت اس کی فرانس ہالینڈ اور ہسپانیہ سے جنگ ہو رہی تھی۔ اخراجات کے لئے جو ٹیکس ملک میں جاری کئے گئے ایک یہ بھی تھا۔ یہ بعد میں منسوخ ہو گیا۔ اور دو چار دفعہ پھر جاری کیا گیا۔ حتیٰ کہ ۱۸۶۷ء میں کتوں کے لائسنس کا سلسلہ جاری ہوا۔ کتوں کے مالک ہر سال تقریباً ۱½ لاکھ پونڈ لائسنس کے ذریعہ حکومت کو ادا کرتے ہیں۔

انگلستان میں رواج ہے کہ جب نیا چاند نکلتا ہے تو اسے دیکھ کے سکہ کو پلٹ کے دیکھتے ہیں۔ اس کے تین مطلب ہیں۔ مدوجزر کے بڑھاؤ اور گھٹاؤ کو وہ تسلیم کرتا ہے۔ تمام دیوتاؤں کی ماں السپس کو خوش کر کے وہ اپنے لئے خوش نصیبی کی ضمانت لیتا ہے۔ اور وہ مصر و عرب قدیم کے لوگوں کے ساتھ وہ اپنا حشر قائم کرتا ہے۔ بات یہ ہے کہ پانی کے تقریباً پہلے زمانہ کے سب لوگ یہ اعتقاد رکھتے کہ ایپس کو مدوجزر پر قدرت حاصل ہے اور اس کا نشان نیا چاند یعنی ہلال ہے۔ سکہ پلٹنے سے وہ اس کے پانی پر اقتدار ہونے کو تسلیم کرتے ہیں۔ تاکہ وہ اسے خوش کر کے خوش قسمت بن جائیں۔

ہنگری بے سن جرا ایک شخص نے اپنی ۱۰۲ برس کی عمر میں ۹۸ سال تک قطرہ پانی کا نہ پیا۔

محمد ظفر

بزمِ عصمت

(۱) بزمِ عصمت میں صرف وہی خطوط درج کیے جاتے ہیں جن میں خریداری نمبر کا حوالہ ہو (۲) خط بہت مختصر ہو (۳) وہی استفسار نہ ہو جس کے جواب عصمت میں پہلے شائع ہو چکے ہیں۔ (۴) رسالہ کے انتظامی امور یا مضامین کے بارے میں کوئی بات نہ ہو (۵) علیحدہ کاغذ پر روشن سیاہی سے لکھا ہوا ہو

ایڈیٹر

جن بہن نے بال جھڑنے کی شکایت اکتوبر کے عصمت میں لکھی ہے ان کو میں ایک آزمودہ تیل لکھتی ہوں میری بچی کو بھی یہ شکایت ہو گئی تھی اُنہوں نے ڈابر سنگار تیل استعمال کیا تھا اس سے بال لانبے اور گھنے ہوتے ہیں اور درد سر کے لئے بھی مفید ہے قیمت فی شیشی ۱۲ ہے حسب ذیل پتہ سے منگا سکتی ہیں:-

"جوہر فارمیسی غریب خانہ گوشہ محل حیدر آباد دکن"

اقبال فاطمہ از الہ آباد خریدار نمبر ۶۵۷۹

براے مہربانی کوئی عصمتی بہن یا بھائی بال بھورے ہونے کا نسخہ بذریعہ بزمِ عصمت تحریر فرمائیں بہت شکر گزار ہوں گی۔ برائے عنایت جلد توجہ فرمائیں۔ نیز یہ بھی لکھیں کہ اس سے بال تو نہیں جھڑتے

ایک ضرورت مند خریدار

کچھ عرصہ سے میرے چہرے پر بھورے رنگ کے تل پیدا ہو گئے ہیں۔ میں بہت شکر گزار ہونگی۔ اگر کوئی بہن یا بھائی ایسی دوا بتائیں جس سے یہ تمام بھورے رنگ کے تل جاتے رہیں۔ اور آیندہ کبھی نہ نکلیں۔ کریمیں بہت استعمال کیں کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ کوئی بہن اپنا استعمال شدہ نسخہ لکھیں ممنون ہونگی۔

خریداری نمبر ۶۰۱

میرے بھائی کا نیچے کا ہونٹ ہمیشہ سُرخ رہتا ہے جیسے کہ لالی لگائی ہے۔ بھائی کا رنگ سانولا ہے۔ لالی رفع ہونے کے لئے کوئی بہن یا بھائی کوئی آزمودہ نسخہ یا دوا بذریعہ عصمت جلد اطلاع فرمائیں

خریداری نمبر ۵۰۱۴

میرا منہ ہمیشہ پھٹا ہوا رہتا ہے۔ ہمیشہ پھٹے ہوئے داغ نظر آتے ہیں۔ بہت سی کریمیں استعمال کیں کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ مولوی محمد ظفر صاحب یا کوئی اور عصمتی بہن یا بھائی براہِ کرم مجھے بتائیں کہ میں کیا چیز استعمال کروں جس سے یہ خشکی دُور ہو جائے۔

بیگم انور خریدار نمبر ۶۰۰۹

میری ایک چودہ سالہ رشتہ کی بہن بلا ناغہ سوتے میں بستر گیلا کر دیتی ہے۔ بہت علاج کئے کوئی فائدہ نہیں ہوا براہِ کرم کوئی عصمتی بہن بذریعہ بزمِ عصمت کوئی آزمودہ نسخہ لکھ کر مشکور فرمائیں

م ۵۴۷۲

پرچہ عصمت مطبوعہ اگست ۱۹۳۳ء صفحہ ۹۹ کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ انیس فاطمہ بلگرامی صاحبہ کو کسی اپنی عزیزہ کے لئے برص کی دوا کی ضرورت ہے۔

میرے پاس اس کی دوا ہے جس سے کئی مریضوں کو صحت ہوئی۔ اگر وہ مجھ سے خط و کتابت کریں اور مفصل حال تحریر فرمادیں تو میں دوا روانہ کر سکتا ہوں۔ دو ہفتہ میں انشاء اللہ صحت کے اسباب شروع ہوں گے۔

عظمت اللہ منیجر کالا بہار جڑی بوٹی　　چھاؤنی سیہور (بھوپال)

محترمہ بہن امۃ الحفیظ صاحبہ مصنفہ کتاب صنعت و حرفت سے گذارش ہے کہ میں چند کیمیکلز کے بارے میں آپ سے مفصل معلومات حاصل کرنا چاہتی ہوں۔ اگر بہن صاحبہ براہِ کرم بذریعہ بزمِ عصمت آپ کے پتہ سے مطلع کریں تو میں نہایت ممنون ہونگی۔

راقمہ رضیہ بیگم خریداری نمبر ۷۹۱۱

عصمت کے ستمبر کے پرچے میں مولوی محمد ظفر صاحب نے جو دوسرا طریقہ جلد کی صفائی کے لئے لکھا ہے، وہ میری سمجھ میں نہیں آیا۔ نیز اُنہوں نے یہ بھی نہیں بتایا کہ کونسی چیز جلد کے لئے موزوں رہے گی۔ صرف اُنہوں نے اتنا لکھا کہ ایک صاف کرنے والا مرکب استعمال کیا جائے۔ ازراہِ کرم مجھے اس چیز کی پوری تفصیل سے مطلع فرمائیں۔

خریداری نمبر ۳۰۵

دوربین

میدانِ روس

جرمن فوجیں روس کے میدان کارزار سے برابر پیچھے ہٹتی چلی جا رہی ہیں جرمنی کے سرکاری حلقوں میں بیان کیا جاتا ہے اورل خارقانٹ تگن روگ اور سمولنسک اگر وقت پر خالی نہ کر دیئے جاتے تو گویہ مقامات عرصہ تک قبضہ میں رکھے جا سکتے تھے۔ مگر جرمن فوجوں کا نقصان زیادہ تھا۔ وہ گھر کے تباہ ہو جاتیں جیسے کہ معرکۂ شالین گراد میں ہوا کہ ساری فوج کٹ کٹ کر مر گئی اور سپہ سالار بھی اس قدر زخمی حالت میں اسیر ہو سکا کہ وہ ہل چل نہ سکتا تھا۔ اب روسی فوجیں پولینڈ اور بالٹک درواز سے کھٹکھٹا رہی ہیں۔ جرمنوں نے کریمیا میں جزیرہ نما تمان خالی کر دیا ہے۔ گومل اور کیو تقریباً فتح ہو چکے ہیں زیفور ورے بھی جرمنوں کے ہاتھوں سے نکل چکا ہے۔ نیپر و پٹرووسک جہاں کا عظیم الشان بند روسیوں نے بھاگتے وقت بارود سے اڑا دیا تھا اور جس کی وجہ سے یوکرین کے زرخیز میدانوں کی آبپاشی ہوتی تھی اور جس کے متعلق روسی انجینیروں کے وعدے تھے کہ جرمن ڈھائی برس تک اس کی مرمت نہیں کر سکتے اب روسیوں کے قبضہ میں آیا چاہتا ہے۔ صاف معلوم ہو رہا ہے کہ جرمن اب روسی علاقہ چار و لاچار چھوڑنے پر مجبور ہو چکے ہیں۔ رومانیہ میں اس سے گھبراہٹ پھیل رہی ہے۔ کیونکہ روس کے خلاف جنگ سے پہلے روسیوں نے اس کے دو صوبوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور جرمنی اُسے دوست بنائے رکھنے کی وجہ سے دم نہ مار سکا تھا۔ پولینڈ بھی ضغطہ کی حالت میں ہے۔ کیونکہ انگریزوں نے اسی کی وجہ سے اس جنگ میں کودنے کی آفت مول لی اگر جرمنوں نے اسے بھی خالی کر دیا تو روسی جیسا کہ وہ کچھ عرصہ ہوا اپنا مطمح نظر بیان کر چکے ہیں۔ پولینڈ کو اپنا جائز لقمہ سمجھ کر ڈکار جائیں گے چنانچہ اس صورت میں جنگ کا اصلی مقصد فوت ہو جائے گا۔ مگر برطانیہ کا وعدہ اٹل ہے اور اس نے ضرور کوئی مفر سوچ رکھا ہو گا۔ جو روسیوں کو ماننا پڑے گا۔ اگر جرمنی کی فوجیں پولینڈ اور ریاست ہائے بالٹک کی سرحدوں پر آ کر رک گئیں تو دونوں طرف سے خندقوں کی لڑائی جاری رہیگی۔ حتیٰ کہ امریکہ اور برطانیہ بلقان یا کسی اور راستہ سے روسیوں کی مدد پر جا پہنچیں۔ فن لینڈ نے امریکہ کو اپنے قرض کی ادائیگی کے سلسلہ میں ۲۴ ہزار ڈالر سالانہ ۲۰ سال تک زیادہ دینے کا اقرار کیا ہے۔ حیرت ہے کیا فن لینڈ سے صلح ہو گئی ہے؟

اٹلی کی جنگ

نیپلز فتح کر لینے کے بعد اتحادی فوجیں برابر بڑھتی چلی جا رہی ہیں۔ خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ جرمن رومہ کو آسانی سے خالی نہ کریں گے۔ بلکہ اس کا محاصرہ کئے جانے کے لئے تیاریاں کر رہے ہیں۔ اس صورت میں ممکن ہے کہ وہ پوپ کو کسی اور مقام پر منتقل کر دیں۔ پوپ جرمنوں کی اس چیرہ دستی سے خوش نہیں مگر اسیری کی وجہ سے اس کی زبان بند ہے۔ مسولینی اپنی وزارت مرتب کر چکا ہے اور اُس نے اپنا مستقر سرحد جرمنی کے قریب بنا لیا ہے۔ وہیں وہ نیا ہوائی دستہ تیار کر رہا ہے۔ حکومت بدولیو نے شاہ عمانوئیل کے حکم سے اٹلی کی جانب سے جرمنوں کے خلاف اعلان جنگ کر دیا ہے اتحادیوں نے اسے شریک جنگ کی حیثیت دیدی ہے مگر سلاویہ والے اس بات سے ناراض ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جس ظالم نے اس جنگ میں اُن کو تختۂ مشق بنایا ہو ہرگز اس قابل نہیں کہ اُسے اپنا رفیق جنگ بنایا جائے۔ ماہرین کا خیال ہے کہ جنگ سے اتحادیوں کو کوئی مادی فائدہ نہیں پہنچ سکتا البتہ اٹلی کے جرمن اپنے سابق رفیق کے جنگی راز اتحادیوں کو بتا بتا کر فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔ گو اس کے متعلق بھی انہیں شبہ ہے کیونکہ کچھ عرصہ سے جرمنوں کو اطالویوں پر اعتبار نہیں رہا تھا۔ اس لئے جس طرح وہ آج کل اپنے ساتھی اطالویوں سے اہم جنگی معاملات پوشیدہ رکھتے ہیں اسی طرح ان دنوں اٹلی کو جنگی امور میں اندھیرے میں رکھے ہوئے ہوں۔ اطالویوں کی جنگی قابلیت میں بھی ماہرین کو شبہ ہے۔ جرمنوں نے جزیرہ کارسیکا خالی کر دیا ہے۔ جس پر اطالویوں نے قبضہ کر لیا تھا۔ اٹلی کے مقبوضات میں سے جزائر ڈوڈی کانی کے متعلق جرمنوں نے پچھلے ماہ جرمنوں نے قبضہ کر لیا تھا بعد میں خبر آئی کہ دو ایک پر انگریزوں نے قبضہ کر لیا کاس پر جرمنوں نے چھتریوں سے فوج اتاری اور ہوائی جہازوں سے جنگ کر کے اس کو برطانیہ سے چھین لیا یہ بھی ان جزائر میں سے تھا اور ترکی ساحل سے صرف چار میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ ان جزائر پر کسی دوسری سلطنت کا قبضہ ترکی کے لئے یہ معنی رکھتا ہے گویا ایک پستول اس کے سینہ پر تان دیا ہے۔

لیور کا پیغام
پبلک کے نام
نمبر ۱

مقررہ قیمت سے زیادہ نہ دیجئے

مال ضائع نہ کیجئے

آج کل صابن کی جتنی مانگ ہے اُسکا پورا کرنا ہمارے لئے ذرا مشکل ہو رہا ہے جسکے دو خاص سبب ہیں پہلے غیر ملکی صابن کثیر مقدار میں ملتا تھا جس سے مانگ پوری ہو جاتی تھی اب یہ غیر ملکی صابن ہندوستان پہنچ نہیں سکتا ہے اسلئے اب صابن کے ملکی کارخانوں ہی کو آپ کی ضرورتیں پوری کرنی پڑتی ہیں۔ جن چیزوں سے صابن تیار ہوتا ہے بدقسمتی سے انہیں چیزوں کی جنگی سامان بنانے کے لئے ضرورت پڑتی ہے اس لئے اب جنگی ضرورتوں کی مانگ پوری کرنے کی وجہ سے ہمارے کارخانوں کے مال کی نکاسی کم ہو گئی ہے، ان مشکلات کے باوجود آپ کو جس قسم کا صابن پسند ہو وہ آپ کو ہندوستان کے ہر شہر میں مل سکتا ہے

قیمتیں

جن چیزوں سے صابن تیار ہوتا ہے، جنگ کے زمانے میں ان کی قیمتیں بہت چڑھ گئی ہیں۔ مجبوراً انہیں کی مناسبت سے صابن کی قیمتیں بھی چڑھانی پڑی ہیں۔ اس وقت صابن سازی کے ذریعے سے بے حساب روپیہ کمانا ہرگز مقصود نہیں ہے بلکہ درحقیقت ہر وقت کسی نہ کسی ایسے موقعہ کو کارآمد بنانے کی کوشش رہتی ہے جس سے قیمتیں گھٹ سکیں۔ ایسی صورتیں بیشک ہیں کہ جن میں بے حساب نفع خور بیوپاری مال کی کمی کا فائدہ اٹھا کر گاہکوں سے من مانی قیمتیں اینٹھتا رہا ہے لیکن اسکے ساتھ ہی گاہکوں کو جو واجبی قیمتیں دینی چاہئیں ہم ان کا برابر اعلان کرتے رہتے ہیں۔ اگر آپ ہماری اعلان کردہ واجبی قیمتوں سے زیادہ قیمتیں دینے سے انکار کر دیں گے تو آپ درحقیقت بے حساب نفع خور بیوپاری سے بچنے میں اپنی اور ہماری دونوں کی مدد فرمائیں گے

سوکھا رکھیئے

صابن کو ضائع نہیں کرنا چاہیئے

صابن کو استعمال کرتے وقت پانی میں نہیں رکھنا چاہئے، ایسا کرنے سے وہ گھل جاتا ہے جن اوقات میں وہ استعمال نہ ہو رہا ہو تو اسے سوکھی حالت میں رکھنا چاہیئے۔ صابن استعمال کرتے کرتے اسکی جو آخری پیڑی سی رہ جائے اسے نئی ٹکیہ پر چپکا کر کام میں لاتے رہئے [illegible] کام میں لانے کی ترکیب نہایت آسان ہے پیڑی اور نئی ٹکیہ دونوں کو ذرا سے پانی میں تر کیجئے اور پیڑی کو ٹکیہ پر چپکا کر سوکھنے کے لئے چھوڑ دیجئے۔

ہمارا عہد و پیمان

لیور برادرس اپنے اس عہد و پیمان کے پابند ہیں کہ وہ قیمتوں کو کم کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش عمل میں لاتے رہیں گے [illegible] دوکانداروں کو مال برابر پہنچاتے رہیں گے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم آپ کی یہ خدمت بجا لاتے رہیں۔ ہندوستان کی وہ خدمت جو ہم [illegible] گذشتہ چالیس برس سے بجا لاتے رہے ہیں۔

لیور برادرس ان نفیس صابنوں کے بنانے والے
سن لائٹ، لائف بوائے، لکس ٹائلٹ، لکس، لائف بوائے ٹائلیٹ، ملکی برانڈ

بحری و ہوائی جنگ

جرمنی کے اکا دکا جہاز برطانیہ پر اڑ کر اُس پر گولے برسا جاتے ہیں۔ اس کے برعکس انگریزی اور امریکی بمبار برابر جرمنی اور اس کے مقبوضہ علاقوں پر بم برسا رہے ہیں۔ بعض دفعہ امریکہ کے ساٹھ ساٹھ بمبار گر جاتے ہیں مگر وہ اس کی پروا نہیں کرتا کیونکہ تباہ ہونے کے مقابلہ میں نئے جہازوں کی تیاری کی تعداد کہیں زیادہ ہے۔ امریکہ جہاز اب البانیہ پر بھی گولے برسانے لگے ہیں۔ بحر اوقیانوس میں جرمنوں کی آبدوز کشتیوں نے امریکی جہازوں پر بڑا حملہ کیا جس میں کچھ جہاز ڈوب گئے۔ آبدوزوں کو بھی نقصان پہنچا۔ اس کے حالات سے معلوم ہوا کہ جرمنوں نے ایک نئی قسم کے تارپیڈو کا استعمال شروع کیا ہے۔ اسے بحری جہازوں کے پیندوں کے فولاد کی بجلی اپنی طرف کھینچتی ہے۔ جہاز جدھر کو مڑتا ہے ادھر ہی تارپیڈو مڑ جاتا ہے۔ جہازوں کی مشین کی آواز سے یہ تارپیڈو چھٹتا ہے امریکی اس کا توڑ سوچ رہے ہیں۔ گولوں اور توپوں سے آگ بھی پھینکتا ہے۔ جرمنی اس قسم کے شعبدوں سے یہ جنگ نہیں جیت سکتا۔ امریکہ بھی ایجادوں کا گھر ہے۔ انگریزوں اور امریکنوں نے پرتگال سے بات چیت کر کے اس کے جزیرے ازور پر قبضہ کر لیا ہے۔ یہ جبل الطارق کو جانے والے اتحادی جہازوں کے لئے اہم چوکی ثابت ہوگی۔ جرمنی کا زور اب اس قدر کم ہو گیا ہے کہ وہ اس پر ذرا بھی نہ کسمسا سکا۔ ورنہ اُس کا دم کس بل ہوتا تو وہ پرتگال کی اس حرکت کو غیر جانبداری کے منافی قرار دیکر اُس پر حملہ کر دیتا۔ یگوسلاویہ کے جنگ جیا دل کرنے والوں کو اتحادی مدد دے رہے ہیں۔ چنانچہ ان کا زور بڑھتا دیکھ کر جرمنی کو اپنا مشہور جرنیل رومیل اُن کے مقابلہ کے لئے بھیجنا پڑا۔

جاپان سے مقابلہ

جاپان کو بحر الکاہل میں جزائر نیو جارجیہ میں بہت نیچا دیکھنا پڑا۔ یہ سارے جزیرے اس کے قبضے سے نکل گئے۔ نیوگنی میں بھی اُسے پے در پے شکستیں ہوئیں معلوم ہوتا ہے اُس کا رُخ اب بجبوراً آسٹریلیا کی طرف سے ہٹ گیا ہے اُس نے چین میں تین طرف سے حملہ کیا ہے۔ جس کا رُخ برما ہے۔ امریکی اور برطانوی طیارے برابر برما وغیرہ پر حملہ کر کے برہمی پھیلا رہے ہیں۔ جاپان کے [illegible] دو جہاز مدراس اور لنکا کے ساحل اور چاٹگام پر ہوائی حملے کرنے آئے۔ مگر اُن کو نقصان پہنچا کر بھگا دیا گیا۔ مدراس میں کچھ شہری جان سے مارے گئے جاپان کے وزیر جنگ کا خیال ہے کہ جنگ اب فیصلہ کن مرحلہ پر پہنچ گئی ہے۔ بحر الکاہل کے علاقہ کا متحدہ جرنیل مونٹ بیٹن بھی اپنے صدر مقام پر پہنچ گیا ہے۔ اس نے نقل و حرکت شروع کر دی ہے۔ اُمید ہے اس علاقہ میں جاپان کے خلاف بڑا اقدام کیا جائیگا۔ جاپان نے اس کی تردید کر دی ہے کہ اُس نے پرتگال کے خلاف اعلان جنگ کر دیا ہے۔ برعکس اس کے وزیر اور پرتگالی سفیر میں در پردہ گفتگو ہو رہی ہے۔ جزائر سلیمان میں سے چند اتحادیوں نے جاپانیوں سے چھین لئے ہیں۔

تاروں کا جھرمٹ

۳۰ ستمبر تک ہندوستانی ریلوں کو سال گذشتہ کے مقابلہ میں ۸۶ ½ کروڑ کی آمدنی سے ۱۳ ½ کروڑ زیادہ کی آمدنی ہوئی ہے

لارڈ ویول نے ہندوستان کی حکومت کا چارج لے لیا ہے اور لارڈ لنلتھگو ہندوستان سے روانہ ہو گئے ہیں

بنگال میں ۷،۱۱ لاکھ آدمیوں کو مفت کھانا دیا جا رہا ہے ۷۹۴ باورچی خانے کھل گئے ہیں جن میں سے ۲۱۲ ۳ حکومت کی طرف سے ہیں ۱۱۸۵ کو حکومت امداد دیتی ہے اور ۲۲۵ بچے کے لئے [illegible] ۳۱۰۶ باورچی خانے کھولے جانے والے ہیں۔ کلکتہ میں ایک لاکھ کو [illegible] کھلائے پلائے جا رہے ہیں۔ ۲۲۰ بچوں کے باورچی خانوں میں ۹۰ ہزار لڑکوں کو کھانا دیا جا رہا ہے۔ بنگال کے مرکزی خیراتی فنڈ میں اب تک ۱۱۵۹۴۹ روپیہ جمع ہوا ہے۔ تمام [illegible] بقول [illegible] بنگال کے مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کرنی چاہئے

کپڑے کی نئی تجارتی شرح تقریباً یکم دسمبر سے جاری ہو جائیگی اور کپڑا پہلے کے مقابلہ میں کافی سستا بکنے لگیگا۔ شہروں میں خوراک کا راشن جاری کیا جانا منظور کر لیا گیا ہے

انگلستان میں چودہ اور چونسٹھ برس کی عمر کی ۳ کروڑ ۳۰ لاکھ کی آبادی میں سے ۲ کروڑ ۲۷ ½ لاکھ جنگ کے متعلق شہری خدمات بجا لا رہے ہیں ۷۰ لاکھ عورتیں جزوی جنگی کام انجام دے رہی ہیں اور ۱۰ لاکھ انفرادی طور پر کام کر رہی ہیں۔ ۱۴ اور ۶۰ سال کی درمیانی عمر کی ۶۱ لاکھ عورتیں اور ۱۴ اور ۵۰ سال کی درمیانی عمر کی ۵ [illegible] عورتیں جنگی کام انجام دے رہی ہیں۔

لاہور میں ایک گریجوایٹ صاحب اپنی منگیتر کو سینما دکھانے لے گئے۔ بعد میں اسی بنا پر انہوں نے شادی سے انکار کر دیا۔ لڑکی کا باپ ایک بڑا زمیندار ہے۔ لڑکی نے دفعہ ۵۰۰ کا فوجداری مقدمہ اُس کے خلاف دائر کر دیا جس میں عدالت نے اُسے تین ماہ قید کی سزا دی۔ فیصلہ میں اُس نے لکھا کہ لڑکی کا سینما اپنے منگیتر کے ساتھ جانا محض اس کی نیک نیتی کی وجہ سے تھا رشتہ سے انکار کرکے لڑکے نے اُس کی خاندانی وجاہت کو سخت بٹہ لگایا۔

بنگال میں فاقہ سے اموات کا وہی حال ہے۔ ایک باپ نے اپنے لڑکے کی بھوک سے بیقراری نہ دیکھ سکا اُس نے اسے مار ڈالا۔ ایک ماں نے اپنا ۲ سالہ لڑکا ایک آنہ میں فروخت کر دیا۔ سارے صوبوں سے رضاکارانہ امداد جاری ہے۔ اور حکومت بھی امداد میں ساعی ہے آپ بھی فاقہ زدہ انسانوں کی مدد کیجئے

نفع خوروں کے مقابلے کا سب سے اچھا طریقہ

جنگ کے زمانے میں ایسی چیزیں خریدنا جن کے بغیر کام چل سکتا ہو جان بوجھ کر پیسہ پھینکنا ہے۔ جب بھی آپ مہنگی چیزیں خریدتے ہیں۔ نفع خور کا فائدہ ہوتا ہے۔ اور آپ نقصان اٹھاتے ہیں۔ آجکل روپے بچائیے اپنا ہاتھ تنگ کر لیجئے۔ اور صرف ضروری چیزیں خریدئیے فتح کے بعد قیمتیں گر جائیں گی۔ اس وقت تک غیر ضروری چیزوں کی خریداری قطعاً موقوف کر دیجئے۔

روپیہ بچانے کا محفوظ طریقہ اختیار کیجئے۔ کہ جو کچھ آپ بچائیں ہوں وہ محفوظ رہے

سونے، چاندی، جواہرات، زمین، مکان یا سامان میں روپیہ لگانا خطرے سے خالی نہیں ہے کیونکہ آج کل کی چڑھی ہوئی قیمتوں کا گھٹنا ضروری ہے اور ممکن ہے کہ وہ اچانک دھب سے گریں۔

اور روپیہ ایسی جگہ لگائیے جہاں وہ محفوظ رہے۔ اور آئندہ نقصان ہونے کا کوئی اندیشہ نہ ہو۔ آپ انجمن امداد باہمی میں روپیہ لگا سکتے ہیں بیمہ پالیسی لے سکتے ہیں۔ بینک میں سیونگ کھاتہ کھول سکتے ہیں پوسٹ آفس سیونگ بینک میں رقم جمع کر سکتے ہیں اور سب سے اچھا یہ کہ سرکاری قرضے اور سیونگ سرٹیفکیٹ خرید لیجئے

آٹھ آنے روز بچائیے!

نفع خوروں کی جیب بھرنے کی بجائے اپنے روپوں کو صندوقچی میں رکھنے روزانہ آٹھ آنے یا ہو سکے تو اس سے زیادہ بچانے کی کوشش کیجئے پھر اس بچائی ہوئی رقم کو نیچے لکھی ہوئی محفوظ مدوں میں برابر لگاتے رہیے۔

آئندہ کیلئے روپیہ بچائیے

قوم کیلئے قومی جنگی محاذ کی اپیل

کاغذ کی گرانی کی وجہ سے کتابوں کی قیمت قریباً چار آنے فی روپیہ بڑھ گئی ہے

مصورِ غم حضرت علامہ راشد الخیری کی تصانیف

تاریخ و سیرت

- آمنہ کا لال ۵
- سیدہ کا لال
- الزہرا
- نوبت پنج روزہ و وداع ظفر
- وداعِ خاتون ۵
- امین کا دم واپسیں ۲
- دلی کی آخری بہار
- بزمِ رفتگاں
- داستانِ پارینہ ۲

مذہبی مضامین

- احکامِ نسواں
- محسنِ حقیقی ۶
- دعائیں
- قرآن کھلے
- یورپ اور اسلام

سیاسی صحافی سیاحی مضامین

- شہیدِ مغرب
- یادگارِ تمدن ۲
- عالمِ نسواں
- سیاحت ہند

مضامین کے متفرق مجموعے

- عروسِ کربلا؟ ۱۰
- گذری ہوئی ...
- سلطان عورت کے حقوق
- ...
- ...
- ...
- شادی ...
- فریبِ ہستی
- بے فکری کے دن ۲
- چمنستانِ مغرب
- بکھری ہوئی پتیاں

اصلاحی معاشرتی ناول

- حیاتِ صالحہ
- منازل السائرہ
- صبحِ زندگی
- شامِ زندگی
- شبِ زندگی دو حصے
- نوحۂ زندگی ۱۲
- طوفانِ حیات
- جوہرِ قدامت

اسلامی تاریخ بطرز ناول

- ...
- عروسِ کربلا
- یاسمینِ شام
- محبوبۂ خداوند
- تیج کمال
- شہنشاہ کا فیصلہ ۲
- ... ۵
- شاہین و دراج
- درِ شہوار

مذاحیہ افسانے

- نانی عشو
- ... ۲
- دادا کا ...

نظموں کے مجموعے

- روداد قفس ۱۰
- حسرتِ قفس

ادب لطیف و انشا

- قلبِ حزیں
- لڑکیوں کی شادی
- سسکتی ہوئی بیٹیاں

لڑکیوں کا نصاب زیرِ طبع

اصلاحی معاشرتی افسانے

- ستِ اوقت
- سراب ...
- ...
- ... ۵
- ... ۲
- ...
- ... ۱۱
- سوگ ۱
- ...
- ... کا جلاپا ۵
- ...
- ... عصمت ۵
- انگوٹھی کا راز ۲
- منازلِ ترقی ۲
- ... کا کرتہ ۲
- ودیا کی سرگذشت ۲
- ... ۲

مختصر افسانوں کے مجموعے

- جوہرِ عصمت
- سیلابِ اشک
- طوفانِ اشک
- قطراتِ اشک
- ...
- سوالی زندگی
- گلدستۂ عید
- گوہرِ مقصود ۶
- گردابِ حیات
- بساطِ حیات ۶
- نور اور نار ۱۲
- شب و سحر ۲

کھانا پکانے کی مستند کتابیں

- ... ۱۲
- ... کھانے
- عصمتی ہند کلب
- ... ۱۰
- ... کے کھانے
- مارواڑ کے کھانے ۱
- ... کھانے ۲

دیگر تصانیف محترمہ آمنہ نازلی

- ...
- ...
- ...
- ...

تصانیف منشی پریم چند

- دودھ کی قیمت
- روحانی شادی ... ۲

تصانیف رازق الخیری

- وداعِ ...
- ...

تصانیف مولانا سیماب اکبر آبادی

- زنانہ ...
- آفتابِ زندگی ۲
- ...

تصانیف صاحبزادہ ولی اللہ

- ...
- ...

کچھ اور زنانہ کتابیں

- پردہ و تعلیم ...
- خواتینِ ...
- ... ۱۲

زنانہ دستکاری کی بہترین کتب

- عصمتی کروشیا
- عصمتی کشیدہ
- گلزار دستکاری
- گلدستۂ کشیدہ
- گلشنِ زہرہ
- چمنستانِ ...
- گلستان ...
- موتیوں کا کام
- سلمہ ستارہ کا کام
- ادلی کا کام ...
- کوٹ ... کا کام
- جالی کا کام
- تارکشی کا کام
- گلدستۂ تارکشی
- ...
- ...
- ...
- خواتین کی دستکاریاں
- ...
- وصلی کا کام

عورتوں کی خاص کتابیں

- ...
- ...

نامور خواتین کے افسانے و ناول

- انوری بیگم
- جانباز ۱۲
- غیرت کی ...
- شہیدِ وفا
- چار ...
- ...

کچھ اور بہترین کتابیں

- صنعت و حرفت
- تندرستی ہزار نعمت ۲
- بچوں کی تربیت ۱۰
- آئینۂ ...
- ... کی ...

تصانیف محترمہ خاتون اکرم مرحومہ

- جمالِ ہمنشیں
- گلستانِ خاتون
- پیکرِ وفا
- ...

تصانیف محترمہ صغرا ہمایوں مرزا

- ... یا زہرہ
- سرگذشتِ ہاجرہ ۱۰
- ... النسا ۱۲
- موہنی ۱۰

تصانیف محترمہ بلقیس بیگم

- خانہ داری کے تجربات ۱۲
- ... نسواں

تصانیف محترمہ حجاب امتیاز

- ادب زریں
- ... موت ۶

تصانیف محترمہ ... جہاں ...

- پھول پلواری ...
- ...

زنانہ افسانے و گیت

- فسانۂ ...
- ...
- دیہاتی گیت

زنانہ نظمیں

- ...
- ... ۱۲

بچوں کے لئے کہانیاں

- ...
- مزیدار کہانیاں ۵
- بچوں کی دنیا

خواتین کے لئے دوسرے مصنفوں کی کتابیں بھی عصمت بکڈپو سے طلب کی جا سکتی ہیں

عصمت بک ڈپو دہلی

کی وجہ سے کتابوں کی قیمت قریباً چار آنے فی روپیہ بڑھ گئی ہے

زنانہ دستکاری کی مفید کتابیں

عصمتی کروشیا

کروشیا کی شوقین بہنوں کے لئے بہترین تحفہ۔ فن کروشیا کی مشہور ماہر محترمہ فاطمہ سلطان علی بیگم صاحبہ نے ترکیبیں اور ہدایات لکھ کر مرتب کی ہے ۳ دفعہ چھپی ہے قیمت ۸؍

مختصر فہرست عصمتی کروشیا

تکیہ کا غلاف	ٹاٹ بلیس	مسجد مبارک	جامع مسجد
ڈال بسکٹ	[illegible]	طرہ دانی	خوبصورت
[illegible]	قائم ادس	[illegible]	کوے
کولیسہ	[illegible]	[illegible]	درخت [illegible]
۵ قسم نشان	مرغ	[illegible]	[illegible]
خوش آمدید	تاج محل آگرہ	امام حسین	[illegible]
چڑیا ڈالی پر	[illegible]	شہید [illegible]	گلدستہ [illegible]

گلدستہ تارکشی

محترمات سیدہ اختر [illegible] و سمیہ [illegible] اشرف نے یہ کتاب تیار کی ہے پہلے دھاگے نکالنے کے طریقے عام فہم پیرایہ میں بتلائے گئے ہیں پھر تکیہ کے غلاف تپائی پوش، میز پوش، کرسی پوش، [illegible] کشتی پوش جھالریں، [illegible] بیلیں، ہینڈبیگ وغیرہ کے نمونے ہیں پھر کروشیا اور ایمبرائڈری کے اعلیٰ نمونے ہیں سب نمونے خوب واضح اور خوبصورت قیمت ۸؍

تارکشی کا کام

جس کی مدد سے لڑکیاں کپڑے سے دھاگے نکالنے کا کام آسانی کے ساتھ سیکھ جائیں گی جو پہلے سے جانتی ہیں وہ اس کام میں ماہر ہو جائیں گی بیلیں جھالر اور کناریاں گوشے [illegible] کے مرکز گریبان [illegible] چیزیں [illegible] دسترخوان [illegible] دستی بیگ [illegible] وغیرہ وغیرہ ۵۶ نمونے ہیں [illegible] مفصل ترکیب [illegible]

کراس اسٹچ ورک

[illegible] سوئی کا کام [illegible] کا کام [illegible] خوبصورت [illegible] لڑکیوں کے خوبصورت نمونے ہیں [illegible] قیمت ۸؍

عصمتی کشیدہ

اس کتاب میں میز پوش، پلنگ پوش [illegible] چادروں پر دوپٹہ وغیرہ کے لئے [illegible] بیلیں پھر مختلف قسم کی کڑھت کے عمدہ عمدہ نمونے [illegible] مکمل [illegible] ہے

قیمت ایک روپیہ

گلدستہ کشیدہ

[illegible] دستکار بہنوں نے تیار کیا ہے اس میں [illegible] خوبصورت [illegible] مختلف قسم کے پھولوں کے [illegible] پھول چادروں وغیرہ کے کونے ۱۹ [illegible] پلنگ کی چادر [illegible] بیلیں [illegible] قمیص کرتہ بلاؤز کے گریبان [illegible] ۱۵ [illegible] ترکیبیں مکمل قیمت ۸؍

گلزارِ درخشاں

جس میں محترمہ [illegible] درخشاں صاحبہ نے نئی وضع کے گل بوٹے [illegible] میز پوش [illegible] دوپٹہ کے پھول [illegible] نمونے ہیں اور سب خوشنما۔ قیمت ۸؍

گلشنِ زہرا

مرتبہ محترمہ [illegible] ۳ وضع کی بیلیں ۲۸ پھول ۳۰ کونے ۱۱ گملے اور ٹوکریاں ۲۵ مرکزی یا وسطی خانے ہیں جن پر پرندے بھی دکھلائے گئے ہیں [illegible] پنکھوں کے نمونے ہیں پھر نونو نمونے صاف اور دیدہ زیب ہیں۔

قیمت ۸؍

اونی کام سلائیوں سے

فن [illegible] نہایت قابل قدر کتاب جس میں بنائی کے متعلق مضامین اور ہدایتیں [illegible] عام فہم پیرایہ میں [illegible] بچوں کی اونی ٹوپیوں کے ۱۵ اور موزوں کے [illegible] بچوں کے لئے اونی بنیان فراک [illegible] کوٹ کے [illegible] نمونے ہیں سوئٹر [illegible] مختلف قسم کی بناوٹ اور بیلیں [illegible] کل تعداد [illegible] بلاک کے نقشے اور تصویریں ان کے علاوہ ہیں۔ بار دوم قیمت ۸؍

موتیوں کا کام

یہ مفید کتاب دستکاری کی ماہر ۳ عصمتی بہنوں نے تیار کی۔ اس میں مندرجہ ذیل [illegible] نمونے ہیں

۲۸ وضع کے پھول	۲ قسم کی بیلیں	۳۶ جھالریں
۱۴ [illegible]	۱۱ [illegible]	۳ [illegible]
۲۹ [illegible]	[illegible]	۸ خوان پوش
۹ حاشیہ کنارے	۲ پنکھے	۳ [illegible] بیگ
۹ [illegible]	۲ پرس	گلاس پوش
متفرق چیزیں	[illegible]	لیمپ کے جھاڑ

سلمہ ستارہ کا کام

ہندوستان کی [illegible] سلمہ ستارہ [illegible] کتاب ہے [illegible] [illegible] سلمہ ستارہ کا خاص کام [illegible] قیمت دو روپے

جالی کا کام

ہندوستان کی قدیم صنعت [illegible] جالی کے کام [illegible] دلکش نمونے [illegible] ترکیبیں [illegible] قیمت ۸؍

چمنستانِ خیاطی

[illegible] مشہور دستکار [illegible] سال کی [illegible] بچوں کے کپڑے [illegible] قمیص [illegible] شلوار [illegible]

گلستانِ خیاطی

[illegible] خیاطی [illegible] پہلے سینا پرونا لباس کے طریقے [illegible] جن پر عمل کرنے سے لڑکیاں سلیقہ شعار بن جاتی ہیں۔ [illegible] لڑکوں لڑکیوں کے لئے [illegible] متفرق اشیاء کے متعلق [illegible] قیمت صرف ۸؍

شمیم سوزن کاری

مرتبہ محترمہ [illegible] صاحبہ [illegible] کام [illegible] کے نمونے ہیں [illegible] مختلف زنانہ دستکاریوں کے عمدہ عمدہ نمونے ہیں اور سب نمونے [illegible] دی گئی ہے۔ قیمت صرف ۸؍

گوٹہ کناری کا کام

ہندوستان کی قدیم و مشہور صنعت کے متعلق [illegible] کتاب ہے ہندوستان کی نامور دستکار محترمہ [illegible] مرتب کیا ہے۔ [illegible] نمونے [illegible] نہایت عام فہم۔ قیمت ۸؍

محصول ڈاک بذمہ خریدار

عصمت بک ڈپو دہلی

محصول ڈاک بذمہ خریدار

Regd No. L 1872 December 1943 Established 1908



کاغذ کی گرانی کی وجہ سے کتابوں کی قیمت چار آنے فی روپیہ بڑھ گئی ہے

انگریزی چینی کھانے	ترکی یورپی کھانے	ایرانی اور افغانی کھانے	بنگالی اور بہاری کھانے	کشمیری اور مدراسی کھانے
گجراتی اور پنجابی کھانے	حیدرآبادی اور برمی کھانے	لذیذ لذیذ کھانے	دلی اور لکھنؤ کے کھانے	پشاوری اور ہندی کھانے

سینکڑوں قسم کے کھانے تیار کرنے کی اُردو زبان میں بے نظیر کتاب

عصمتی دسترخوان حصہ اوّل

اس کی ایک نمایاں خصوصیت جو اس موضوع کی اور کسی کتاب میں نہ ملے گی یہ ہے کہ تمام ترکیبیں تجربہ کرنے کے بعد لکھی گئی ہیں اس لئے ترکیبیں بالکل صحیح ہیں اور وزن بالکل درست! ہندوستان بھر کے ہر حصہ کی تقریباً عصمتی بہنوں نے اس کتاب کی تیاری میں حصہ لیا ہے اور ایڈیٹر صاحب عصمت کی اہلیہ محترمہ آمنہ نازلی صاحبہ نے بڑی محنت سے کتاب مرتب فرمائی ہے باورچی خانہ کے انتظام اور کھانوں کے متعلق نہایت قیمتی ہدایات اور مضامین درج کئے گئے ہیں۔ ایک ایک چیز کئی کئی قسم کی تیار کرنے کے لئے بھی عصمتی دسترخوان سے بہتر کتاب ملنی ناممکن ہے مثال کے طور پر دو چیزوں پڈنگ اور کبابوں کی فہرست ملاحظہ فرمائیے۔

پلم پڈنگ	انجیر پڈنگ	ران کے کباب	کباب بیضہ مرغ	ناسس کباب
کھوئے کی پڈنگ	امنند پڈنگ	آلو کے کباب	پتے قیمہ کی ٹکیاں	شامی کباب
نارنگی بھری پڈنگ	بیبی پڈنگ	کچے آلو کے کباب	گوشت کے میٹھے کباب	آنتوں کے کباب
جنجر پڈنگ	جلیبیوں کی پڈنگ	ناریل کے کباب	کباب مرغ مسلم	انگریزی کباب
روز پڈنگ	میوہ دار پڈنگ	مچھلی کے چینی کباب	سیخ کے چٹ پٹے کباب	اردی کے کباب
اناناس پڈنگ	کشمش پڈنگ	سیخ کے کباب	مچھلی کے شامی کباب	اور کئی کئی قسم کے کباب
کمزور بیماروں کے لئے	بالائی پڈنگ	پسندے کے کباب	دہی کے کباب	

یہ صرف دو چیزوں کی فہرست ہے

اسی سے کتاب کا اندازہ کر لیجئے۔ چاول سلونے اور میٹھے سویاں کھیر فیرنی سادے اور ترکاری کے سالن مچھلی مرغ چیلی بسکٹ کیک۔ دالیں مٹھائیاں۔ حلوے۔ چٹنیاں۔ مربے۔ اچار۔ سموسے۔ بھرے پوری کچوریاں پراٹھے۔ سویاں غرض ہر قسم کے کھانوں کی بہت ہی اچھی ترکیبیں ہیں اور ہر چیز کی کئی کئی درجن صحیح ترکیبیں! اس کتاب کا ہر گھرانے میں ہونا ضروریات میں سے ہے ہندوستان بھر میں اس کی دھوم مچ گئی بہت سی عورتیں اس کتاب کی بدولت عمدہ عمدہ ذائقہ دار کھانے پکانے لگیں لڑکیوں کو یہ کتاب ضروری سمجھ کر جہیز میں دی جاتی ہے سینکڑوں خواتین نے اس کی تعریف میں خطوط بھیجے ہیں اور کتنے ہی مردوں نے اس کتاب کی اشاعت پر مؤلفہ و پبلشر کا شکریہ ادا کیا ہے۔ اس کی مقبولیت کا اندازہ اس سے کیجئے کہ چند ہی سال میں ہاتھوں ہاتھ ۸ ایڈیشن نکل گئے۔ قیمت دو روپے مجلد سوا دو روپے۔ حصہ دوم مشرقی مغربی کھانے ۱۲ر مجلد ۳ر

عصمتی ہنڈکلیا

یہ کتاب بچیوں کے لئے جو کہ شادی سے قبل کھانا پکانے کے فن میں ماہر ہو جائیں اور ایک کم عمری ہی کو جو کچھ جاننا چاہئے قبل ہی اس سے واقف ہو جائے سوا سو کھانوں کی صحیح صحیح ترکیبیں بچیوں ہی کے مطلب کی درج کی گئی ہیں پھر خوبی یہ کہ کھانے پکانے کے متعلق نہایت مفید مضامین اور کارآمد ہدایتیں بھی ہیں قیمت صرف ۸ر

ناشتہ

دوپہر اور رات کے کھانے سے قبل صبح اور تیسرے پہر کیا کیا ناشتہ کیا جانا چاہئے اس موضوع پر قابل قدر کتاب جس میں چاء۔ کوکو۔ شربت لسی۔ فالودہ۔ آئس کریم۔ بسکٹ۔ کیک۔ توسٹ۔ کوفتی وغیرہ وغیرہ نیز ہندوستان کے ہر صوبے اور ہر حصے کے مختلف قسم کے ناشتوں کی کئی کئی ترکیبیں ہیں گویا اس کتاب کی موجودگی میں جس حصۂ ملک کا مہمان ہمارے ہاں آ جائے اسی کے مطلب کی چیز ہم پیش کر سکتے ہیں۔ قیمت ۱۰ر

بچوں کے کھانے

ننھے بچوں کو اصول صحت سے کس قسم کی غذا دینی چاہئے کون سے کھانے مفید ہیں اور وہ کس طرح تیار ہوتے ہیں۔ اس موضوع پر بے نظیر کتاب جس میں بچوں کے صحت بخش اور مفید کھانوں کی کئی درجن تجربہ کی ہوئی صحیح ترکیبوں کے علاوہ کئی نہایت کارآمد مضامین بھی ملک کے قابل ڈاکٹروں اور تجربہ کاروں کے لکھے ہوئے ہیں قیمت ۸ر

بیماروں کے کھانے

بیماروں کے جو کھانے بہت مفید ہیں اس میں صرف انہی کی ترکیبیں ہیں اور کئی قابل تجربہ کار ڈاکٹروں نے اس کی تیاری میں حصہ لیا ہے۔ تمام ترکیبیں تجربہ کی ہوئی ہیں مضامین بھی بے انتہا مفید و قابل قدر ہیں ہر گھر میں اس کتاب کا ہونا ضروری ہے۔ قیمت ۱۰ر

مذاقیہ کھانے

دولہا بھائی سے۔ نندوئی سے سہیلیوں سے مہذب مذاق کرنے کے لئے نہایت دلچسپ کتاب جس کی ہر ترکیب صحیح ہے بیہودہ عامیانہ مذاق کی جگہ اس کتاب سے شائستہ مذاق کرو۔ اور اس ہنسنے ہنسانے والی کتاب سے زندہ دلی کا ثبوت دو۔ لڑکیوں کی شادی کے وقت دولہا بھائی کی تواضع کے لئے لوگ یہ کتاب نہایت شوق سے منگاتی ہیں۔ قیمت ۶ر

عصمتی دسترخوان حصہ دوم
مشرقی مغربی کھانے

باعتبار مضامین پہلے حصہ پر بھی فوقیت رکھتا ہے تقریباً ۱۰۰ صفحوں کے نہایت ہی کارآمد اور قابل قدر مضامین ہیں۔ چند عنوانات یہ ہیں۔ ہماری خوراک اور غذا کے متعلق تحقیقی مضامین۔ کھانے کے اصول۔ کھانے کی حفاظت۔ جرمنی باورچی خانہ۔ جاپانی باورچی خانہ۔ کچی سبزی۔ ترکاریوں کے خواص۔ کھانے کا کمرہ۔ اناج کا صندوق ایرانی دعوت وغیرہ وغیرہ۔ ترکیبیں سب نئی اور آزمودہ ہیں اور ایک ایک چیز کی متعدد ترکیبیں۔ عربی۔ ایرانی۔ ترکی۔ جاپانی عراقی۔ روسی۔ اطالوی۔ انگریزی۔ فرانسیسی۔ کھانوں کی اچھی اچھی ترکیبیں ہیں۔ عصمتی دسترخوان بغیر حصہ دوم کے مکمل نہیں یہ بھی بہت مقبول ہوا ہے۔ قیمت ۱۲ر مجلد ۳ر۔ عصمتی دسترخوان مکمل یعنی دونوں حصوں کی قیمت للعہ۔ مجلد للعہ

محصول ڈاک بذمہ خریدار — پتہ منیجر عصمت بُک ڈپو دہلی

رسالہ عصمت دھلی

چھتیسواں سال ۳۶	دسمبر سنہ ۱۹۴۳ عیسوی	جلد ۷۱ نمبر ۶

فہرست مضامین

عنوان		مصنف	صفحہ
بی بی زینبؓ		رازق الخیری	۲۲۶
ذبیح اللہ		گ۔ ن۔ صاحبہ	۲۲۹
ننھا منا		ظفر جہاں بیگم صاحبہ	۲۳۰
تقدیر و تدبیر		حمیدہ بیگم صاحبہ	۲۳۱
اے ماؤں بہنوں بیٹیوں		"شہید"	۲۲۳
ننھی کی اماں	(افسانہ)	آمنہ نازلی صاحبہ ادیب فاضل	۲۳۶
بے قرار موجو		محمودہ رضویہ صاحبہ	۲۳۷
تیر کے جانے والے سے	(نظم)	بیگم رفعت حسین صاحبہ	۲۳۸
آزادی نکاح اور شادی		بلقیس جہاں آرا صاحبہ	۲۳۹
سوتی لباس		شائستہ اختر صاحبہ سہروردی پی ایچ ڈی	۲۴۰
گم شدہ چیز کی تلاش	(افسانہ)	اُم سلمیٰ قیاض علی صاحبہ	۲۴۱
بچوں کی تربیت		افضل النساء بیگم صاحبہ اسرائیلی	۲۴۳
عورت سے	(نظم)	وقار واثقی صاحب	۲۴۵
گمس بانی		بیگم م۔ ح۔ ہاشمی	۲۴۶
ایک دلچسپ حادثہ	(افسانہ)	سیدہ صوفیہ خاتون صاحبہ	۲۴۹
چشمہ	(نظم)	صادق صاحب اندوری	۲۵۰
میری ڈائری کا ایک ورق		ایس۔ بی طاہرہ صاحبہ	۲۵۱
والیں		ناہید الہاشمی صاحبہ	۲۵۲
نوائے درد	(نظم)	عزیز الحق صاحب بی اے۔ بی ٹی	۲۵۳
شمع کشتہ	(نظم)	جالب صاحب مراد آبادی	۲۵۳
دولت	(نظم)	احمد شجاع پاشا صاحب بی۔ اے	۲۵۳
پڑھے لکھوں کی جہالت		"ر"	۲۵۴
خانہ داری		مولوی محمد ظفر صاحب ام۔ اے	۲۵۵
سیر بین		مولوی محمد ظفر صاحب ام اے	۲۵۷
عصمت کے چندہ میں اضافہ		منیجر	۲۵۹
بزم عصمت		متفرق	۲۶۰
دوربین		"ع"	۲۶۱

جنوری سنہ ۱۹۴۴ء سے عصمت کا چندہ سالانہ پانچ روپیہ ہوگا (بذریعہ منی آرڈر) اور وی پی پانچ روپیہ چار آنے کا بھیجا جائے گا۔ چندہ میں یہ اضافہ کاغذ کی بے حد گرانی اور نایابی کی وجہ سے کیا جا رہا ہے۔ مفصل اعلان صفحہ ۲۵۹ پر دیکھئے۔

کتابوں کی قیمتوں میں اضافہ جیسا کہ نومبر کے عصمت میں اعلان ہو چکا ہے۔ عصمت بک ڈپو کی بعض مطبوعات کی قیمتوں میں یکم دسمبر سنہ ۱۹۴۳ء سے اضافہ کر دیا گیا ہے۔ باقی کتابوں کی قیمتیں مئی سنہ ۱۹۴۳ء میں بڑھائی گئی تھیں۔

منیجر

(د: مہتمم رازق الخیری ایڈیٹر۔ پرنٹر۔ پبلشر محبوب المطابع دہلی میں چھپ کر دفتر عصمت کوچہ چیلاں لال کنویں، دہلی سے شائع ہوا)

بی بی زینبؓ

بی بی زینبؓ کا نکاح

بی بی زینبؓ کی ذہانت و ذکاوت، فراست و متانت، خوش مزاجی اور سلیقہ شعاری کا چرچا ان کے ہوشیار ہونے سے پہلے ہی ہو رہا تھا۔ جوانی کی منزل میں قدم رکھنا تھا کہ چاروں طرف سے پیغامات آنے شروع ہوئے۔ ایک پیغام کے متعلق ابن ابی الحدید نے نہج البلاغہ کی شرح میں اس طرح لکھا ہے کہ بی بی زینبؓ کے ہوشیار ہونے پر قبیلہ کندہ کے سردار و رئیس اشعث بن قیس نے حضرت علیؓ کو بی بی زینبؓ کے لئے پیام نکاح دیا۔ حضرت علیؓ کو اشعث بن قیس کے الفاظ ناگوار گزرے اور آپ نے جواب دیا "تجھ کو یہ جرات کیوں کر ہوئی کہ تو مجھ سے اس قسم کی خواہش کرے۔ زینبؓ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی شبیہ ہے اور اس ماں کا دودھ پیا ہے۔ جو دنیا کی بہترین عورتوں میں سے تھی۔ تیری یہ لیاقت کہ تو اس کا شوہر بنے! قسم اس ذات پاک کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر تو نے دوبارہ اس قسم کے الفاظ زبان سے نکالے تو تلوار سے تیری گردن اڑا دوں گا۔ تو اور زینبؓ میں ہمکلامی۔ کہاں زمین کہاں آسمان۔"

ابن ابی الحدید نے شیر خدا سے جو الفاظ منسوب کئے ہیں۔ ہمیں ان سے اتفاق نہیں۔ ملائم اور مناسب الفاظ میں حضرت علیؓ نے انکار کر دیا ہوگا۔ ایسے سخت الفاظ یقیناً خلق حیدری کے خلاف ہیں۔ حضرت علی مرتضیٰ اس واقعہ کو نہ بھول سکتے تھے کہ رسالتمآب نے ہجرت کے تیسرے سال اپنی پھوپھی زاد بہن زینب بنت جحش کا نکاح اپنے غلام زید بن حارث سے کیا تھا۔ اور ہمیشہ فرماتے تھے کہ نسل دلیل شرافت نہیں۔ ہمارے نزدیک آقا اور غلام سب برابر ہیں۔ اور یہ واقعہ بھی حضرت علی کے سامنے کا تھا کہ غلام حبشی حضرت بلال رضؓ کے قصد نکاح کے جواب میں مولانا شبلی نعمانی کے الفاظ میں

گردن بلعجم کہ سائے بہ گوتی تقیں کہ دل سے منظور
جس سعادت اس حبشی زادہ کی قسمت تھی منظور

جس شخص نے رسول اللہؐ کے زیر سایہ تربیت پائی ہو جس کا خلق رسولؐ کا خلق کہا جائے جو اسلامی اخلاق کا مکمل نمونہ ہو۔ جس نے کئی کئی وقت کے متواتر اور مسلسل فاقوں کی حالت میں کبھی سائل کو نہ جھڑکا ہو۔ جس نے اپنی عملی زندگی سے برداشت اور ضبط کا سبق مسلمانوں کو سکھایا ہو۔ بیٹی کے پیام نکاح پر اس کی زبان سے ایسے سخت الفاظ ہماری عقل کام نہیں کرتی کہ کس طرح نکل سکتے ہیں!

حضرت عبداللہ بن جعفر سرور کائنات کے بعد حضرت علیؓ کی نگرانی میں رہے۔ ان کی خوش معاملگی، خوش اخلاقی، صداقت و دیانت اس پر ان کی سعادتمندی حضرت علی مرتضیٰ کے دل میں گھر کر چکی تھی۔ یہ پتہ نہیں چلتا کہ کسی تحریک سے، کسی کے ذریعہ یا خود، بہرحال حضرت عبداللہ نے حضرت علی کو بی بی زینب کے لئے پیام نکاح دیا۔ ہمیں مورخین کی اس رائے سے قطعی اتفاق نہیں کہ عبداللہ نے زینب کے لئے اپنے چچا حضرت علیؓ سے خواہش کی تو اپنے بھتیجے کی درخواست فوراً منظور کر لی۔

اسلام میں نکاح کی پہلی اور سب سے ضروری شرط فریقین یعنی مرد و عورت کی رضامندی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس واقعہ کو نظرانداز نہ فرما سکتے تھے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور حضرت عمر فاروق رضؓ کی تحریک سے وہ رسالتمآب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جناب فاطمہ رضؓ کے لئے اپنا پیام دیا تو رسول اللہؐ نے فرمایا میں فاطمہؓ سے دریافت کر کے جواب دوں گا۔ اور جب حضور اکرمؐ جناب فاطمہ رضؓ کے پاس گئے تو فرمایا "علیؓ تیری خواہش لے کر میرے پاس آیا ہے" اور پھر بی بی فاطمہؓ کی خاموشی پر یہ بھی فرمایا "فاطمہ رضؓ کی خاموشی اس کی رضامندی ہے" یہ کیسے ممکن ہو سکتا تھا کہ حضرت علی جیسا عاشق اسلام اور عاشق رسولؐ اسلامی حکم کے خلاف بیٹی کی رضامندی حاصل کئے بغیر اس کا پیام نکاح جھٹ پٹ منظور کر لیتا۔ اس لئے قرین قیاس یہ ہے کہ جب حضرت عبداللہ نے پیام نکاح دیا تو شیر خدا نے دو ایک روز بعد جواب دینے کا وعدہ فرمایا۔ اور اس عرصہ میں اگر براہ راست

نہیں تو کسی ذریعہ سے بی بی زینبؓ کی مرضی معلوم کی اور جب ان کی رضامندی حاصل ہو گئی تو یہ امر بخوشی منظور فرمایا۔

بی بی زینبؓ کا نکاح اسلامی سادگی کا بہترین نمونہ تھا۔ نہ آج کل کے سے تکلفات تھے۔ نہ دولہا دلھن کے گھروں میں عزیزوں اور دوستوں کا ہجوم تھا۔ خاندان کے چند بزرگ دولھا کو لے کر آ گئے اور مسجد میں خود حضرت علیؓ نے نکاح پڑھا دیا۔

ہندوستانی مسلمانوں کے بعض خاندانوں میں بیٹی کے نکاح کے وقت مجلس نکاح میں باپ کی موجودگی آج بھی معیوب خیال کی جاتی ہے۔ بیٹی کا ولی باپ سے بڑھ کر کون ہو سکتا ہے مگر والد بزرگوار ادھر اُدھر بچے چھپتے پھرتے ہیں۔ اور لڑکی کا بھائی یا چچا یا ماموں ولی بن کر نکاح پڑھواتے ہیں۔ حالانکہ دختر اسلام کے نکاح کی شان یہ ہے کہ بانیٔ اسلام اپنی بیٹی فاطمہ زہراؓ کا اور شیر خدا اپنی بیٹی زینب کبریٰؓ کا نکاح خود پڑھاتے ہیں!

گھر کی عورتوں نے نہلا دھلا کر بی بی زینبؓ کو آراستہ کیا بالوں میں کنگھی کی۔ کپڑوں میں نہ لیس لگی تھی نہ گوٹا۔ کچھ تیل خوشبو لگائی اور خاندان کی عورتیں ان کو حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کے گھر پہنچا آئیں اور دوسرے دن حضرت عبداللہ بن جعفر نے دعوتِ ولیمہ کی۔

مہر

جس زمانہ میں بی بی زینب کا نکاح ہوا ہے اس زمانہ میں مسلمانوں کی مالی حالت اس قدر خراب اور خستہ نہ تھی جیسی اس وقت جب جناب فاطمہ کا نکاح ہوا تھا۔ بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ بی بی زینبؓ کے نکاح کا وہ زمانہ تھا جب اطراف و جوانب کے ملکوں سے کافی دولت سمٹ کر مدینہ میں جمع ہو گئی تھی۔ اور سب خوش حال تھے جناب عبداللہ بن جعفر کی مالی حالت اوسط سے بہتر اس وجہ سے بھی تھی کہ وہ تجارت کرتے تھے۔ اور مدینے کے کامیاب تاجروں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔

ہندوستانی مسلمانوں میں ہزاروں لاکھوں روپیہ کا مہر غالباً فرض سمجھ کر نہیں رسم سمجھ کر باندھا جاتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ دس فیصدی بھی مہر ادا نہیں کرتے۔ اور اچھی بیوی کی ایک خصوصیت یہ فرض کر لی گئی ہے کہ وہ اپنی خوشی سے مہر معاف کر دے حالانکہ مہر ایک قسم کا قرضہ ہے جس کی ادائیگی لازمی اور ضروری ہے اور جس کی رقم اپنی حیثیت کو محفوظ رکھ کر مقرر کرنی چاہیئے یعنی اتنا مہر ہو جو ادا کیا جا سکے۔ کلام اللہ میں ادائیگی مہر کی کئی جگہ تاکید ہے۔ "ان کے مہر ادا کرو جو واجبی ہیں۔" "عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی کے ساتھ دیدو۔" اگر مہر حیثیت سے زیادہ باندھا جا رہا ہے تو ظاہر ہے کہ اس کا ادا ہونا مشکل ہے۔ اور جب مہر کی ادائیگی آسان نہیں تو ادائیگی کی رضامندی ظاہر کرنا دوسرے لفظوں میں ایک قسم کا دھوکا ہے۔ جو دلہن کو دیا جاتا ہے۔ ایک طرف تو یہ کیفیت ہے اور دوسری طرف مہر فاطمی ثواب سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ جناب سیدہ کا جب نکاح ہوا ہے تو حضرت علی رضؓ کے افلاس کی یہ کیفیت تھی کہ پانی کا ایک ڈول کھینچتے تھے جب ایک کھجور ملتی تھی۔ اس لئے اب جو کھاتا پیتا خوشحال مرد ثواب کہہ کر مہر فاطمی پر نکاح کر رہا ہے وہ حقیقتاً بیوی کی وقعت گرا رہا ہے۔ اور اس کے اس نکاح سے اسلام کا یہ منشا پورا نہیں ہوتا کہ واجبی مہر سے عورت کے ایک ضروری حق کی حفاظت ہو جائے۔

بی بی زینب کے نکاح کی صحیح تاریخ کا جس طرح پتہ نہیں چلتا اسی طرح ان کے مہر کی رقم بھی معلوم نہ ہو سکی۔ جناب سیدہ کے مہر کی رقم مورخین کے تھوڑے سے اختلاف سے چار سو مثقال تھی مگر جیسا کہ اوپر لکھا گیا۔ اس وقت جناب علی مرتضےٰ بہت عسرت کی زندگی گذار رہے تھے۔ اس کے برخلاف حضرت عبداللہ بن جعفر کی مالی حالت اچھی تھی اور چونکہ شرع کی رو سے مہر حیثیت کے مطابق باندھا جاتا ہے۔ اس لئے بی بی زینب کا مہر چار سو مثقال سے یقیناً زیادہ ہوگا اسی سال یعنی ۱۷ھ ہجری میں بی بی زینب کی چھوٹی بہن بی بی ام کلثوم کا نکاح حضرت عمرؓ سے چالیس ہزار درہم پر ہوا۔ حضرت عمرؓ خلیفۂ وقت تھے۔ مگر بادشاہ نہ تھے۔ انہیں معمولی وظیفہ ملتا تھا اور اس وقت عبداللہ بن جعفر کی مالی حالت حضرت عمرؓ سے بہتر تھی۔ اس لئے قرین قیاس یہ ہے کہ بی بی زینب کے مہر کی رقم بی بی ام کلثوم کے مہر سے اگر زیادہ نہیں تو کم بھی نہ ہوگی۔ اور کم سے کم چالیس ہزار درہم مہر ہوگا۔ جو ہمارے حساب سے [illegible] نو ہزار روپیہ کے قریب ہوتا ہے۔

عرب میں بالعموم نکاح کے ساتھ ہی مہر ادا کر دیا جاتا ہے اور اب تک وہاں یہی دستور ہے۔ اس سے غالب گمان ہے کہ نکاح کے بعد بی بی زینب کا مہر ادا کر دیا ہوگا۔

کوفہ کے بازار میں بی بی زینبؓ کی تقریر

مغرب کی سمت، ناموسِ محمدؐ کی بے حرمتی کی تاب نہ لاکر آفتاب رُوپوش ہو رہا تھا کہ مشرق کی طرف سے لشکر عمر و سعد کی تلواروں کی چمک دمک شہر کوفہ پر پڑنی شروع ہوئی۔ یہ وہی کوفہ تھا جس کی زمین نے کئی سال تک زینب بنت علی رضہ کے قدم سر پر رکھے اور پاؤوں سے آنکھیں ملی تھیں۔ یہ وہی کوفہ تھا جس کی خواتین سیدۃ النساء کی بیٹی کے مواعظ اور ارشادات پر پروانہ وار گرتی اور بیان سُن کر گھنٹوں روتی تھیں۔ اسی زمین کوفہ پر، آسمان کی گردش چشم کیا دکھا رہی ہے! وہی زینبؓ اس حالت میں داخل ہوتی ہیں کہ اونٹ کی ننگی پشت پر بیٹھی ہیں۔ کھلے چہرے پر بال پڑے ہیں اور کپڑے جھیر جھیر اور تار تار ہیں!

جب ننگی تلواروں کی نگرانی میں لٹی ہوئی سیدانیوں کا قافلہ شہر میں داخل ہوا۔ تو بازاروں میں۔ دوکانوں میں۔ دیوارو درختوں اور مکانوں کی چھتوں پر۔ مرد۔ عورتیں اور بچے اہلبیتِ نبویؐ کا تماشہ دیکھنے کے لئے جمع ہو گئے تھے۔ شہدا کے سر اور اہلبیت کی بے کسی دیکھ کر بعض عورتوں کے دلوں میں ہمدردی پیدا ہوئی اور انہوں نے بچوں کو کھجوریں دیں۔ تو بی بی زینب نے یہ کہہ کر پھکوا دیں کہ "صدقہ آلِ محمدؐ پر حرام ہے" اور جب بی بی زینب نے یہ دیکھا کہ ان کے نانا کے کلمہ گو رسولؐ زادیوں کو گھور گھور کر دیکھ رہے ہیں۔ تو للکار کر کہا "لوگو اپنی نظریں نیچی رکھو"

کوفی اپنی دغابازی اور غداری پر دل میں پشیمان ہوئے۔ اور رونے لگے۔ تو بی بی زینب نے کوفہ کے بازار میں ایک تقریر کی۔ مورخین تسلیم کرتے ہیں کہ حادثہ کربلا کے بعد بی بی زینبؓ کی یہ پہلی تقریر تھی۔ انہوں نے خلقت کے ہیں تماشائیوں کے، بدعہد کوفیوں کے، ہجوم کو دیکھا۔ تو بے اختیار ہو گئیں۔ اور بازار کوفہ میں بنت علیؓ کے یہ الفاظ گونجے "خاموش ہو جاؤ" ہر شخص جامد اور ساکت تھا۔ اور سانس لینے کی بھی آواز نہ آتی تھی کہ یہ تاریخی تقریر کی۔

"ہر قسم کی خوبیاں اور تعریفیں اللہ ہی کو سزاوار ہیں میرے باپ۔ محمدؐ اور ان کی پاک اولاد پر خدا کی رحمت ہو اے کوفہ والو! اے عہد شکنو! اپنی زبان سے پھر جانے اور اپنے الفاظ کو بھول جانے والو! تم رو رہے ہو!! تمہاری مثال اسی عورت کی سی ہے۔ جو سوت کاتتی ہے۔ اور پھر اسے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتی ہے۔ کیا تم کہہ سکتے ہو کہ تم میں ایک شخص بھی ایسا ہے۔ جو جھوٹا۔ عہد شکن اور شیخی خورا نہ ہو۔ جس کے دل میں کھوٹ نہ ہو۔ لونڈیوں کی طرح چاپلوسی اور خوشامدی نہ ہو۔ دشمنوں کا سا کینہ نہ رکھتا ہو۔ جو راہِ حق کو چھوڑ کر بے دینی پر جھگڑتا نہ ہو۔ یاد رکھو۔ جو کچھ تم نے اپنے لئے آگے بھیجا ہے۔ وہ بہت بُرا ہے۔ تم پر خدا کا غیظ و غضب ہے۔ اور تم اس کے قہر میں مبتلا ہو گے۔ ارے تم، اے جھوٹے کوفیوں تم۔ میرے بھائی پر گریہ اور نوحہ کر رہے ہو۔ ہاں خدا کی قسم رؤو اور خوب رؤو۔ تم کو رونا ہی مناسب ہے۔ ہنسو کم اور رؤو زیادہ۔ تم نے بہت بُری بُری باتوں کی آرزوئیں کی ہیں۔ جن کو تم رو دھو کر کبھی اپنے دامن سے پاک صاف نہ کر سکو گے۔ بھلا بتاؤ تو تم خاتم نبوت اور معدن رسالت کے فرزند کے قتل کے داغ کو کیوں کر دھو کر صاف کر سکتے ہو۔ جنت کے نوجوانوں کے قتل کا دھبہ کس طرح مٹا سکتے ہو۔ وہ تمہاری لڑائیوں میں تمہاری پناہ گاہ تھا۔ تمہاری جماعتوں کا محافظ تھا۔ تمہاری سلامتی کی قرارگاہ تھا۔ تمہارے کلمہ کی اساس اور بنیاد تھا۔ تمہاری مصیبتوں اور تمہارے حوادث میں تمہارا جائے پناہ۔ تمہارے دلائل کی روشنی اور نشان تھا۔ تمہارا تمدن اور تمہاری معاشرت درست کرنے والا۔ تمہاری باہمی گفتگو کا مرجع۔ آہ کس قدر بُری بات ہے۔ وہ چیز جس کو تم آخرت میں بھیج چکے ہو۔ اور کتنی سنگین ہے وہ چیز جس کو تم نے قیامت کے لئے چھوڑا ہے۔ وہ چیز تم کو بہت دور کرنے والی ہے۔ (یعنی جنت سے) تم کو ڈس لینے والی ہے۔ تم کو اوندھا ڈال دینے والی ہے۔ تمہاری کوشش ناکام رہی۔ تمہارے ہاتھ ہلاک ہو گئے۔ حسرت و ناداری نے تمہارے چہرے بگاڑ دیئے۔ تم خدا کے غیظ و غضب کا ٹھکانہ بن گئے۔ کوفہ والو! تمہیں معلوم ہے تم نے محمدؐ کے کونسے جگر گوشے کو پھاڑا۔ اور کون سے عہد کو توڑا ہے۔ اور محمدؐ صلعم کی کونسی بیٹی کی بے حرمتی کی ہے۔ اور کون سے خون کو تم نے بہایا ہے۔ آہ تم! ایک بہت بڑے حادثہ کے مرتکب ہو گئے ہو۔ تم ایک ایسے جرم

کے مرتکب ہوئے ہو۔ جو منہ بگاڑ دینے والا۔ اور مصیبت میں مبتلا کر دینے والا ہے۔ اگر اس موقع پر آسمان سے خون کی بارش ہو۔ تو کیا تم تعجب کرو گے۔ (یاد رکھو) آخرت کا عذاب تمہیں رسوا کرنے والا ہے۔ اور ہاں ایسے لوگوں کی کوئی مدد نہیں کی جائے گی۔ کوئی طاقت خدا کے کاموں میں دخیل نہیں اور نہ انتقام لینے سے کوئی روک سکتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ تمہارا رب نافرمانوں کی تاک میں لگا رہتا ہے۔"

تقریر سُن کر بعض کوفیوں نے طعن کے طور پر کہا تھا کہ "جو لفاظی ان کے باپ علی رض میں تھی۔ وہی ان میں بھی ہے" مگر دشمنوں میں سے بعض ایسے بھی تھے۔ جن کی زبانیں اُن کی شجاعت۔ فصاحت خطابت کا اعتراف ان الفاظ میں کر رہی تھیں۔" فصاحت و بلاغت ان کے گھر کی لونڈی ہے۔ آخر علیؓ کی بیٹی ہیں۔"

اس سلسلہ میں بشیر بن خزیم اسدی کا بیان ہے کہ جس وقت بی بی زینبؓ نے تقریر شروع کی۔ تو مجمع پر سکوت چھایا ہوا تھا۔ اور سانس لینے کی آواز بھی نہ سُنائی دیتی تھی۔ ان کی تقریر سے ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ حضرت علی رض تقریر کر رہے ہیں۔"

رازق الخیری

جنوری ۱۹۴۴ء سے عصمت کا چندہ پانچ روپیہ سالانہ ہوگا۔ ملاحظہ فرمائیے صفحہ ۲۵۹ منیجر

ذبیح اللہ

عید اضحیٰ جسے عید قرباں بھی کہتے ہیں۔ حضرت اسمٰعیل کی قربانی کی یادگار ہے۔ حضرت ابراہیمؑ خواب میں خورد سال بچے کو قربان کرنے کا حکم پاکر کسی طرح اسے قربان گاہ میں لے گئے اور کس طرح اپنے دل کو پتھر سے بھی زیادہ سخت کر کے حکم الٰہی کی تعمیل میں اس معصوم کے گلے پر چھری پھیرنے کو تھے کہ اللہ کے فرشتہ نے ان کا ہاتھ روک لیا۔ یہ سب واقعات نہایت مؤثر اشعار میں شاہنامۂ اسلام میں بیان کئے گئے ہیں۔ عصمتی بہنوں کی دلچسپی کے لئے نقل کرتی ہوں۔ (گ۔ ن بنت ڈاکٹر ابوالفضل کپور تھلہ)

بشارت خواب میں پائی کہ اُٹھ ہمت کا ساماں کر
پئے خوشنودیٔ مولیٰ اسی بیٹے کو قرباں کر

خلیل اللہؑ اُٹھے خواب سے دل کو یقیں آیا
کہ آخر امتحاں بندے کا مالک نے ہے فرمایا

اٹھا مرسل اسی عالم میں رسّی اور تبر لے کر
پئے تعمیل چل نکلا خدا کا پاک پیغمبر

پہاڑی پر سے دی آواز اسمٰعیلؑ ادھر آؤ
یہاں آکر خدائے پاک کا ارشاد سُن جاؤ

پدر کی یہ صدا سُن کر پسر دوڑا ہوا آیا
رُکا ہرگز نہ اسمٰعیل گو شیطاں نے بہکایا

پدر بولا کہ بیٹا آج میں نے خواب دیکھا ہے
کتابِ زندگی کا اک نرالا باب دیکھا ہے

یہ دیکھا ہے کہ میں خود آپ تجھکو ذبح کرتا ہوں
خدا کے نام سے ترے لہو میں ہاتھ بھرتا ہوں

سعادت مند بیٹا جھک گیا فرمان باری پر
زمین و آسماں حیران تھے اس طاعت گزاری پر

رضا جوئی کی یہ صورت نظر آئی نہ تھی اب تک
یہ جرأت پیشتر انساں نے دکھلائی نہ تھی اب تک

عجب بشاش تھے دونوں رضائے ربِّ عزت پر
تامل یا تذبذب کچھ نہ تھا دونوں کی صورت پر

کہا فرزند نے اے باپ اسمٰعیلؑ صابر ہے
خدا کے حکم پر بندہ پئے تعمیل حاضر ہے

مگر آنکھوں پر اپنی آپ پٹی باندھ لیجئے گا
مرے ہاتھوں اور پیروں میں رسّی باندھ دیجے گا

مبادا آپ کو صورت پہ میری رحم آ جائے
مبادا میں تڑپ کر چھوٹ جاؤں ہاتھ تھرائے

پسر کی بات سُن کر باپ نے تعریف فرمائی
یہ رسّی اور پٹی باندھنی ان کو پسند آئی

ہوئے اب ہر طرح تیار دونوں باپ اور بیٹا
چھری اُس نے سنبھالی تو یہ جھٹ قدموں میں لیٹا

پچھاڑا اور گھٹنا سینۂ معصوم پر رکھا
چھری پتھر پہ رگڑی ہاتھ کو حلقوم پر رکھا

زمیں سہمی پڑی تھی آسماں ساکن تھا بیچارہ
نہ اس سے پیشتر دیکھا تھا یہ حیرت کا نظارہ

پدر تھا مطمئن بیٹے کے چہرے پر بحالی تھی
چھری حلقومِ اسمٰعیل پر چلنے ہی والی تھی

مشیت کا مگر دریائے رحمت جوش میں آیا
کہ اسمٰعیلؑ کا اک رونگٹا کٹنے نہیں پایا

ہوئے جبرئیلؑ نازل اور تھاما ہاتھ حضرت کا
کہا بس امتحاں مقصود تھا ایثار و جرأت کا

یہ طاعت اور قربانی ہوئی منظور یزدانی
کہ جنّت سے یہ آ گیا ہے بہر قربانی

ہمیشہ کے لئے اس خواب صادق کا ثمر لیجے
اسی تبرے کو بیٹے کے عوض قربان کر دیجے

غرض دُنبہ ہوا قربان اسمٰعیل کے صدقے
ہوئی یہ سُنت اس ایمان کی تکمیل کے صدقے

خطاب اس دن سے اسمٰعیلؑ نے پایا ذبیح اللہ
خدا نے آپ کے حق میں فرمایا ذبیح اللہ

نیوتہ

پرانے زمانے کا دستور تھا کہ شادی بیاہ کے موقعوں پر لڑکی لڑکے والوں کو سب عزیز کنبہ برادری والے اور دوست احباب اپنی اپنی حیثیت کے لائق کچھ نہ کچھ نقدی ضرور دیا کرتے تھے۔ جو سب مل کر ایک معقول رقم ہو جاتی تھی۔ اور بعض اوقات تو شادی کے مصارف پورے ہو کر بھی بچ رہتی تھی۔ اسی طرح چھٹی۔ چلہ۔ عقیقہ ختنہ۔ مکتب وغیرہ کی رسموں پر بھی دینے لینے کا دستور تھا۔ غمی کے موقعہ پر بھی حاضری کے نام سے تین روز تو عزیزوں کے یہاں سے کھانا آتا تھا۔ باقی تمام عزیز نقد روپیہ دیتے تھے۔ اگر کوئی عورت بیوہ ہوتی تو میکے کے عزیز رنڈسالہ اور حسب حیثیت سونے یا چاندی کی چوڑیاں۔ جنس اور نقدی لاتے تھے۔ یہ سب ایک قسم کا قرضہ ہوتا تھا۔ جو وقت پر نہایت آسانی سے مہیا ہو جاتا تھا۔ اور اس کی فہرست لکھ لی جاتی تھی کہ فلاں عزیز یا دوست نے فلاں موقعہ پر اتنا دیا۔ جس کی ادائیگی اس طرح ہوتی کہ دینے والے کے یہاں جب کوئی تقریب ہو تو اس میں اتنا ہی روپیہ یا ایک دو اپنی طرف سے بڑھا کر دیدیا جائے۔ اسی کو نیوتہ کہتے ہیں۔ پرانی رسموں کو خواہ کتنا ہی برا کہا جائے مگر ہمارے بزرگوں نے کسی نہ کسی مصلحت سے انہیں رائج کیا تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ ہم ان کی خوبیوں پر نظر نہ ڈالیں۔ اور افراط و تفریط سے ان کو اپنے لئے مصیبت بنا لیں۔ نیوتے کی رسم میں یہ کتنی بڑی خوبی تھی کہ بغیر مانگے ضرورت کے وقت ہمیں بغیر سود کا قرضہ مل جاتا تھا۔ اور ادائیگی کے لئے کوئی میعاد نہ تھی کہ اگر گزر گئی تو نالش ہو جائے گی۔ یا سود در سود کا حساب چلنے لگے گا۔ جب ہمارے قرضخواہوں کے ہاں کوئی تقریب ہو اس وقت ہم قرضہ کی ادائیگی کے طور پر نہیں بلکہ جس طرح اس نے ہمارے یہاں کی تقریب پر دیا تھا۔ اسی طرح ہم بھی اس کے یہاں جا کر نیوتہ دیدیں۔ اور مزے سے دعوت کھا کر چلے آئیں۔ اسی طرح باری باری سب عزیزوں کا قرضہ اترجاتا اور جو زیادہ پہنچ جاتا۔ وہ بھی ہمیں اپنے یہاں کی تقریبوں پر واپس مل جاتا تھا۔ اس قسم کی مفید رسموں کو چھوڑ کر ہمیں کوئی نفع نہیں پہنچا۔ اور اب ضرورتوں نے مجبور کیا کہ پھر انہیں پرانی رسموں کو نئی صورت میں رائج کیا جائے۔ چنانچہ انجمن امداد باہمی یا کواپریٹو سوسائٹیز نے اسی قسم کے بینک کھولے ہیں۔ جو آپس کے چندے سے قائم ہوئے۔ اور بلاسودی قرضے کا لین دین کرتے ہیں۔ جہاں جہاں یہ مبارک چیز پہنچ گئی ہے۔ وہاں کے باشندے دن بدن خوشحال ہوتے اور سودخواروں کے پنجے سے نجات حاصل کرتے جاتے ہیں۔ لیکن غریب ہندوستان کو جس قدر زیادہ اس کی ضرورت ہے۔ اس کے لائق ابھی یہ تحریک وسیع نہیں ہوئی ضرورت اس بات کی ہے کہ ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں سے لے کر کوئی گوشہ کوئی قریہ حتیٰ کہ کوئی محلہ اور کوئی گھر اس سے خالی نہ رہے کہ جہاں سے بلاسودی قرضہ کا لین دین نہ ہو سکے۔ ہمارے تعلیم یافتہ بھائی بہنوں کو پورے انہاک کے ساتھ اس طرف توجہ کرنی چاہئیے۔ خاص کر اس گرانی اور مصیبت کے زمانے میں۔ کیونکہ شہری ہوں یا دیہاتی، امیر ہوں یا غریب یا متوسط طبقہ سے تعلق رکھتے ہوں۔ خواتین ہوں یا مرد۔ حتیٰ کہ لڑکے اور لڑکیاں جو طالب ہیں۔ ان کو بھی قرضے کی ضرورت آئے دن پڑتی ہے۔ اگرچہ کسی نہ کسی طرح کھینچ تان کر کے وہ اپنی ضروریات زندگی پوری کر لیتے ہیں لیکن اکٹھا روپیہ نہ ہونے کے سبب سے کوئی ایسا کام نہیں کر سکتے جس سے اپنی زندگی خوشحالی کے ساتھ گزار سکیں۔ مثلاً تجارت۔ زراعت۔ کسی قسم کا ٹھیکہ یا کارخانہ وغیرہ کھولنا۔ یا اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا۔ بہت مشکل ہوتا ہے۔ اس قسم کے کام اگر سودی قرضے سے کئے جائیں تو تمام منافع سود ہی کی نذر ہو جاتا ہے۔ اور اگر خدانخواستہ نقصان ہوا تو بساط ہی الٹ جاتی ہے۔ اور ان بدنصیبوں کا سوائے جیل کے کہیں ٹھکانہ نہیں ہوتا۔

اس اسکیم کو باقاعدہ اور وسیع پیمانہ پر چلانا تو ذرا مشکل کام ہے اور ہم پردہ نشینوں کے بس کا روگ نہیں۔ لیکن گھریلو طور پر کنبہ، رشتہ یا محلہ کی بہت سی بیبیاں مل کر بہت کچھ کر سکتی ہیں اور دہلی علیگڈھ

پنجاب وغیرہ میں بہت کچھ اس پر عمل درآمد ہو رہا ہے اسی کو دیکھ کر مجھے خیال ہوا کہ کیوں نہ اس مفید تجویز کو رسالہ میں شائع کرکے عام رواج دینے کی کوشش کروں۔ طریقہ اس کا یہ ہے کہ چند بہنیں مل کر ایک سوسائٹی بنا لیتی ہیں جس کا ہر ممبر ہر مہینہ ایک دو روپیہ سے لیکر دس بیس روپئے تک حسب قرارداد چندہ دیتا ہے۔ ایک بی بی بحیثیت سکرٹری کے ہر بہن سے چندہ وصول کرتی ہیں اور تاریخ مقررہ پر جب سب روپیہ وصول ہو جاتا ہے تو ایک ممبر کو دیدیا جاتا ہے۔ اسی طرح دوسرے ماہ دوسرے کو اور پھر تیسرے کو اسی طرح ہر ممبر کو اکٹھی رقم مل جاتی ہے مثلاً فرض کیجئے کہ دس بہنوں نے جنوری کے مہینہ سے نیوتہ ڈالنا شروع کیا اور دس روپیہ ماہوار ہر ایک نے ڈالا تو یہ رقم اکٹھی ہو کر سو روپیہ ہوئی جو ایک بہن کو مل گئی دوسرے ماہ دوسری بہن کو اتنی ہی رقم مل گئی حتیٰ کہ اکتوبر تک سب بہنوں کو سو سو روپیہ مل گیا اور نیوتہ ختم ہو گیا۔ اسی کو چھٹی ڈالنا یا نیوتہ ڈالنا کہتے ہیں۔ اس میں خوبی یہ ہے کہ دس روپیہ ماہوار دے کر یک مشت سو روپیہ مل جاتے ہیں۔ یہ ضرور ہے کہ دس روپیہ مہینہ جمع کرکے بھی ہم اتنی رقم اکٹھی کر سکتے ہیں۔ مگر اول تو دس ماہ انتظار کرنا پڑتا ہے دوسرے اپنے گھر میں آسانی سے جمع نہیں ہو سکتا۔ کوئی نہ کوئی ضروری غیر ضروری خرچ نکل ہی آتا ہے۔ اور یہ ایسی ہے کہ تاریخ مقررہ پر ہمیں روپیہ دینا ہی پڑتا ہے علاوہ سود وغیرہ کا کوئی جھگڑا نہیں بہنیں مل کر کام کر رہی ہیں جس کو جلدی ہے۔ اس نے پہلے لے لیا جس کو کوئی جلدی نہیں۔ اس نے سمجھ لیا کہ میرا روپیہ جمع ہو رہا ہے۔ [illegible]۔ وہ سمجھتی ہیں کہ قرضہ ادا کر رہی ہوں غریب طبقہ مثلاً بھنگی بہشتی نائی دھوبی مامائیں اور خدمت گار عموماً قسط پر روپیہ لیتے ہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ دس روپیہ لے کر پورے سال بھر یعنی بارہ مہینہ تک ایک روپیہ ماہوار ادا کرتے رہتے ہیں ان غریبوں کو ایک روپیہ ماہوار ادا کرنا کچھ زیادہ گراں نہیں گزرتا مگر خیال کرنے کی بات ہے کہ اس طرح وہ بیچارے دس روپیہ پر دو روپیہ سود ادا کرتے ہیں یعنی بیس روپیہ سینکڑہ۔ یہ شرح سود کس قدر گراں ہے اگر ہم لوگ بھی چھوٹے چھوٹے نیوتے ایک دو روپیہ کے ڈالیں اور اس میں ان بیچاروں کو بھی شریک کر لیں یا انہیں لوگوں کو جمع کرکے دس بیس ممبر بنا دیں تو بڑی آسانی سے وہ قرضہ بھی حاصل کر لیں اور اس بیس روپیہ سینکڑہ سود سے بھی نجات پائیں۔

ظفر جہاں۔ بریلی

(بقیہ صفحہ ۲۲۳) مگر وہ فضول خرچی سے محترز رہی جب خسر کا انتقال ہو گیا اور چاروں بیٹوں میں جائداد تقسیم ہو گئی تو علاوہ خاندانی فرنیچر کے تین سو روپیہ ماہوار کی جائداد ہر بھائی کو ملی۔ منجھلے کی بیوی بیگم عسکری کی نور نظر خانہ داری سے بے بہرہ بھلا اس قدر قلیل آمدنی میں کس طرح گزارہ کرتیں۔ میاں بیوی میں نا اتفاقی ہو گئی۔ شوہر ہر وقت میں بڑی بھابی کی نظیر پیش کرتے کہ وہ کس طرح اسی قلیل آمدنی میں گزارا کر رہی ہیں نوبت یہ آئی کہ وہ لڑ بھڑ کر اپنے میکے لکھنؤ رہنے جا بیٹھیں۔ اور قمر جاہ کی بیوی نے اپنی حکمت عملی سے نہ صرف تین سو روپیہ ماہوار میں گھر چلایا۔ بلکہ نوابی وقت کے جو بڑے بڑے برتن بھانڈے اور قیمتی بیکار زیورات تھے ان کو اٹھا۔ [illegible] موقع سے فروخت کرکے ایک چھوٹا سا بنگلہ خرید لیا جس سے [illegible] روپیہ ماہوار کرایہ آنے لگا۔ اور بجائے تین سو کے [illegible] روپیہ ماہوار کی آمدنی ہونے لگی۔ بچوں کی تعلیم کے لئے بھی کچھ روپیہ کی ضرورت تھی ہماری الطاف قمر جاہ کی بیوی تقدیر کی اچھی کہلاتی تھیں۔ ان کے حسن تدبیر کو کسی نے نہیں دیکھا۔ کریما گھر میں میلی کچیلی بال بچوں سمیت نیم فاقہ زندگی بسر کرتی ہے اس کا شوہر صاحب کے یہاں ۲۵ روپیہ پر ملازم ہے اسی سے گھر کا کرایہ پانچ تین بچوں کا کھانا پینا۔ [illegible] آمدنی کا گزر کیا آسان ہے بڑی عسرت سے کٹتی تھی۔ مگر اس کے کمرے کے برابر والی زلیخن نے اس آمدنی میں سے کچھ نہ کچھ پس انداز کرکے مرغیاں پال رکھی تھی دو آنہ فی انڈہ کے حساب سے روزانہ اس کی تین مرغیوں کے انڈوں کی قیمت آٹھ آنے لگ ہو جاتی ہے۔ اور فرصت کے اوقات میں آرام سے دوپہر کو سونے کی بجائے وہ مل میں کام کرنے والی عورتوں کی کرتیاں [illegible] نرخ سے [illegible] کے حساب میں دن میں تین سی لیتی تھی۔ اور ہر چوتھے دن ایک [illegible] جن کنٹریکٹر کو دیدیا کرتی تھی اور پیسے وصول کر لیتی ہے۔ اس طرح اس کو ایک خاصی رقم ماہوار مل جاتی تھی۔ اب بتلایئے کہ تقدیر سے زلیخن کی زیادہ آمدنی ہو جاتی تھی یا محنت و تدبیر سے۔ حالانکہ دونوں کے شوہر پچیس پچیس روپیہ ماہوار نوکر تھے۔ [illegible] دعا ہے کہ خدا ہماری قوم کو تدبیر منزل کی راہ خوش اسلوبی سے طے کرنے کی توفیق عطا کرے۔

جمیلہ بیگم۔ کلکتہ

تقدیر اور تدبیر

کچھ انسان کی سرشت میں بھی یہ بات داخل ہے کہ اپنے کو تمام الزامات سے بری قرار دے کر دوسرے پر اس کو تھوپ دے مثلاً قدرت قصوروار قسمت ذمہ دار۔ اور ذرائع ناقص وغیرہ مگر کبھی آپ نے غور سے مطالعہ کیا اور ٹھنڈے دل سے سوچا کہ ہر ایک نیک و بد انجام کار کے ذمہ دار ہم خود ہیں۔ اچھی قسمت اور بُری تقدیر پر تکیہ کئے رہنا سراسر حماقت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں عقل دے کر دنیا میں بھیجا کہ اس سے کام لے کر ہم انسانی صفت آشکارا کریں۔ اور ترقی کے تمام مدارج اعلیٰ طے کر کے اپنی ہستی کو واقعی انسان بنانے میں کامیاب ہوں۔ برعکس اس کے ہم دنیا کے لہو و لعب میں پھنس کر اپنی مقصد سے کہیں دور جا پہنچے اور اپنی نادانی اور سطح بینی سے جو کچھ خسارہ اٹھایا اس کو "تقدیر میں لکھا" سمجھ کر ٹال دیا۔ دنیا میں ہر ذی روح اپنی قسمت ساتھ لاتا ہے بعض ایسے ہیں۔ جو اپنی تدبیر عمل سے سنوارتے ہیں۔ بعض لوگ ہاتھ پر ہاتھ دھر بیٹھ کر اس کو بگاڑ دیتے ہیں۔ جب تک عقل کو بروئے کار لانے کا مادہ انسان میں پیدا نہیں ہوتا۔ وہ یا تو کچھ ہوتا ہے۔ یا سودائی اگر آپ عہد طفلی سے لے کر موجودہ دور زندگی تک اپنی مسلسل کارگزاریوں پر ایک اجمالی نگاہ ڈال کر دیکھئے تو واضح ہو جائے گا۔ کہ ہر کام کی اہمیت کے مطابق نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ میرے خیال میں مسلمانوں سے زیادہ شاید ہی اور کوئی قوم تقدیر پر ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھی ہوں گی۔ فرض کیجئے کہ ہم بے روزگاری کا شکار ہیں۔ باوجود تلاش کے ملازمت نہیں ملتی لیکن پھر بھی تدبیر منزل کے لئے کچھ نہ کچھ کرنا ہی پڑتا ہے۔ افسری نہیں محنت مزدوری ہی سہی۔ سرمایہ دار نہیں ہیں۔ خوردہ فروشی ہی کر کے دو چار پیسے پیدا نہ کر لیں تو زندگی کی ضرورتیں کیسے پوری ہوں ننھی ننھی چڑیاں۔ تتلیاں۔ مکھیاں۔ چیونٹیاں بھی تمام دن غذا کی تلاش میں سرگردانی کرتی ہیں۔ جب جا کے پیٹ بھر سکتی ہیں۔ کیا قدرت کی فیاضی میں ان کا حصہ نہیں۔ کیا تقدیر انہیں بلا دردسری کے کھلا پلا نہیں نہیں؟

اس تگ و دو و کشمکش کا نام ہے زندگی۔ دنیا میں زندہ روح کے لئے تدبیر کی ضرورت لازمی ہے۔ میری ایک سہیلی تقدیر کی بہت قائل ہیں۔ وہ کردگار حقیقی سے ہر دم من و سلویٰ کی امیدوار رہنے کے سوائے اور ہر کاموں میں تقدیر کو ذمہ دار بناتی ہیں۔ میں نے ایک دن ان سے کہا کہ بہن تقدیر کو کیوں اپنی تمام کمزوریوں کا ذمہ دار بناتی ہو۔ ہاتھ پاؤں ہلا کر بھی دیکھو۔ انہوں نے تیوری پر بل ڈال کر بڑی آزردہ کاری سے جواب دیا۔ "دیکھو خود تدبیر ہی کرنے کے بعد دوسروں کو بیوقوف نہ بناؤ۔ دیکھو تمہارے بہنوئی بھی ایم اے ہیں اور ان کے دوست بھی۔ یہ دو سو روپیہ پر کئی سال سے پروفیسر ہیں اور وہ آئی سی۔ ایس ہو گیا۔ مقابلے کے امتحان میں دونوں بیٹھے تھے تقدیر نے ان کو پاس اور تمہارے بہنوئی کو فیل کرا دیا۔" میں نے کہا کہ آپ غلطی کرتی ہیں۔ اول تو وہ ریاضیات میں فرسٹ کلاس ایم اے تھا۔ اور دولہا بھائی تاریخ میں سیکنڈ کلاس ایم۔ اے۔ اس کے علاوہ ان کی سفارشیں معقول تھیں۔ اس کے ماموں ولایت کے آئی۔ ایس تھے۔ پھر وہ کس قدر محنت سے امتحان کی تیاری میں ایم۔ اے سے لے کر آئی۔ سی۔ ایس تک مصروف رہا تھا۔ بس اس تدبیر کا ثمرہ سمجھو۔ بیکار قسمت ہی کو کیوں کوستی ہو۔"

بیگم عسکری رو رہی ہیں کہ ہائے سرور جاہ کے ہاں بیاہ کر میں نے لڑکی کی تقدیر پھوڑ دی۔ ایک دن بھی اس کا چین سے نہ کٹا اول اول جو نفاق پڑا وہ ہمیشہ کے لئے قائم رہا۔ آخر ان کی بڑی بہو قمر جاہ کی بیوی کس عیش و عشرت سے زندگی بسر کر رہی ہے۔ ہے تو غریب کی لڑکی مگر اپنی اپنی تقدیر۔ مگر ان کو کون سمجھائے قمر جاہ کی بیوی متوسط گھرانے کی لڑکی ہے۔ خیر سے اپنے ہاتھوں خانہ داری سنبھالنے کی عادی۔ سارے گھر کا کام خود کرتی آئی تھی۔ اس وقت سسرال میں صرف اپنے حسن لیاقت اور خدمت سے ایسا ہر شخص کو رام کر چکی تھی۔ پہلے ہر فرد حتیٰ کہ ماما اصیلیں بھی اس کو چار باتیں سنا دیتی تھیں۔ مگر وہ بُرا نہ مانتی۔ کنگال گھر کی بچی کسی کو دینا دلانا کیا جانے۔ اور قمر جاہ کی دلھن آنکھ بند کر کے کشتی میں ٹپ کر اپنا مال لٹانا ہرگز گوارا کرنے والی نہ تھی۔ لوگوں نے نام دھرا سینکڑوں بار ماں باپ کی کم حیثیتی کے طعنے ملے۔

(باقی صفحہ ۲۳۱ کالم ۲ پر)

اے ماؤں بہنوں بیٹیوں!

جب اللہ تعالیٰ نے سب کچھ پیدا کر لیا تو پھر انسان کو پیدا کیا اور اس کو اشرف المخلوقات بنایا اور اس کو زمین پر اپنا خلیفہ بنایا۔ انسان کو پیدا ہی اس لئے کیا کہ اس کو زمین پر اپنا خلافت دے۔ اور آدم یعنی مرد کو پیدا کرنے کے بعد سب سے آخر میں عورت کو پیدا کیا۔ تاکہ وہ بنی آدم کی صحیح تربیت کرے۔ جہاں مردوں کو اللہ تعالیٰ نے قَوَّامُونَ عَلَی النِّسَاءِ بنایا۔ تاکہ وہ اپنی زیادہ قوت، زیادہ طاقت اور زیادہ عقل سے عورت کی حفاظت کریں اور اس کو فکر معاش اور ہر طرح کے افکار اور تردداث سے آزادی دیں۔ وہیں عورت کو تمام وہ اوصاف بدرجہ کمال عطا کئے، جس سے وہ اپنے بچوں کی صحیح تربیت کر سکے یعقل مرد کو زیادہ دی تو عورت کو جذبات میں کمال عطا فرمایا یعنی محبت، ہمدردی، رحم، کرم، فیاضی، عفو وغیرہ میں اس کو مرد پر فوقیت دی۔ اور یہ اوصاف صحیح تربیت کے لئے ضروری ہیں۔ دین کا اساس بھی اللہ اور رسول کی محبت پر ہے اور اس اطاعت، تابعداری اور فرمانبرداری پر جو سچی محبت اور تقویٰ سے پیدا ہوں۔

مرد کی فلاح اور بہبودی اس دنیا میں اور آخرت میں بہت کچھ اسی تربیت پر منحصر ہے۔ جو بچپن میں اس کو اس کی ماں نے دی ہے۔ کیا تعجب ہے کہ حضرت آدم کی نافرمانبرداری اور عدم اطاعت کا راز بھی اسی میں ہو کہ ان کو ماں سے کسی قسم کی تربیت نہیں ملی۔ حضرت حوا کی بھی تو کوئی ماں نہیں تھیں۔ مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ ہر ماں ہمیشہ اچھی تربیت ہی دیتی ہے۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے جانوروں پر یہ امتیاز دیا کہ انسان اپنی عقل بڑھا سکتا ہے۔ اور ترقی بھی کر سکتا ہے۔ اور تنزل بھی مثال کے طور پر انسان پہلے کھوؤں میں رہتا تھا اور پھر ترقی کرتے کرتے جھونپڑوں، گھروں اور محلوں میں رہنے لگا۔ پیدل چلتا تھا۔ پھر گھوڑوں پر، گاڑیوں پر ریلوں میں، موٹر کاروں میں اور ہوائی جہازوں میں ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے لگا۔ جانوروں کو جو ایک دفعہ مل گیا نہ اس میں چنداں ترقی ہوئی نہ تنزل۔ ایک چڑیا جیسے گھونسلہ پہلے بناتی تھی۔ ویسے ہی اب بھی۔ بندرے جیسی کھوؤں میں پہلے رہتے تھے ویسے ہی کھوؤں میں اب بھی رہتے ہیں۔ اسی طرح جانور اپنے بچوں کو جیسی تربیت پہلے دیتے تھے۔ ویسی ہی اب بھی دیتے ہیں۔ نہ اس میں ترقی ہوئی نہ تنزل مگر انسان نے تربیت دینے میں ترقی بھی کی اور تنزل بھی۔ کوئی ماں اچھی تربیت دیتی ہے اور کوئی بُری

جانوروں کی فطرت میں ہے کہ اپنے بچوں کو کیا تربیت دیں کس مقصد حیات کے لئے ان کو تیار کریں اور کس طرح تیار کریں۔ ان کو سوچنے کی ضرورت نہیں

انسان کو عقل دی ہے اور عقل کو ترقی اور تنزل کی قابلیت دی ہے۔ غالباً سب سے پہلے انسان کو فطرتاً معلوم ہوگا کہ اس کا مقصد حیات کیا ہے۔ اور اگر ہم مسلمان بموجب حکم خدا قرآن شریف میں "تدبّر" کریں تو ہم کو بھی معلوم ہو جائے کہ ہماری زندگی کا کیا مقصد ہے۔ جب ہم کو یہ معلوم ہو جائے تو پھر ہم کو یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ ہماری تربیت اور تعلیم کا کیا مقصد ہے۔ اور اگر ہم پھر قرآن کریم میں تدبر کریں گے۔ اور حدیث و سیر و تاریخ اور حکم کا سوچ سمجھ کر مطالعہ کریں گے تو ہم کو یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ ہماری تربیت اور تعلیم کا طریقہ کیا ہونا چاہیئے۔

مگر فی الحال یہ بدیہی اور یقینی ہے کہ صحیح تربیت فقط "ماں" ہی دے سکتی ہے۔ اس لئے ماؤں کی صحیح تربیت کا انتظام سب سے ضروری ہے۔

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہم مسلمانوں میں لڑکیوں کی تعلیم ابھی تک اتنی عام نہیں ہوئی جتنی لڑکوں کی تعلیم۔ کیونکہ ہماری موجودہ تعلیم تربیت کا مقصد، کورس، طریقہ، معلمین و معلمات کے اوصاف سبھی غلط ہیں اور ہم کو ہماری زندگی کے مقصد کے لئے کسی طرح سے بھی تیار نہیں کرتے بلکہ حقیقت میں ہم کو دونوں جہانوں کے لئے نکما کر دیتے ہیں۔ اور یہ باوجود مسلم یونیورسٹی، اسلامیہ کالجوں اسلامی مدرسوں اور اسلامی مکتبوں کے لیا

تو پھر اب کرنا کیا چاہیئے؟

سب سے پہلے ہم کو عین الیقین کے ساتھ اس بات پر اتفاق کرنا چاہیئے کہ انسان کی اور خاصکر مسلمان کی زندگی کا مقصد کیا ہے فقط عقل اور حکمت اور فلسفے سے یہ بات معلوم نہیں ہوسکتی۔ عقلاء اور حکماء اور فلاسفہ کے اس کے متعلق بے انتہا گروہ اور فرقے ہیں۔ مگر جو سچے مسلمان ہیں اور اللہ اور اس کے رسولوں اور اللہ کی کتابوں پر ایمان لائے ہیں۔ اُن کے لئے یہ بات کچھ مشکل نہیں۔ ہم قرآن شریف کو اللہ کا کلام مانتے ہیں۔ اور اللہ کے کلام سے زیادہ کس کا کلام سچا ہوسکتا ہے نبی نبا یعنی خبر لانے والے کو کہتے ہیں۔ قرآن شریف میں بہت سی خبریں (انباء) ہیں۔ مگر صرف ایک خبر کے بارے میں عظیم کا لفظ استعمال ہوا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ آدم کو پیدا کرکے اپنی خلافت زمین پر قائم کرنے کا ہے۔ اس پر فرشتوں میں کچھ بحث مباحثہ بھی ہوا۔ غالباً وہ چاہتے تھے کہ زمین پر اللہ تعالیٰ کی خلافت ان کو ملے۔ گروہ تسبیح و تقدیس میں مشغول رہتے تھے۔

کہیں اور اس کے متعلق بتین کھلے ہوئے ثبوت پیش کئے جائیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اسی لئے پیدا کیا کہ وہ زمین پر اللہ کی حکومت قائم کرے۔ جتنے انبیاء علیہم السلام جہاں جہاں بھی آئے لوگوں کو اسی کے لئے تیار کرنے کے لئے آئے۔ ہر نبی نے یہ تین باتیں کہیں "میں امین ہوں۔ اللہ سے تقویٰ کرو۔ اور میری اطاعت کرو۔" امین تو اس کو کہتے ہیں جس پر پورا پورا بھروسہ کیا جاسکے۔ تقویٰ وہ تمام اخلاق اور اوصاف ہیں کہ جن میں وہ موجود ہوں تو وہی اللہ کی حکومت قائم کرسکتے ہیں۔ اور اطاعتِ رسولؐ ہی اصل دین ہے۔

یہودیوں کو یہی تعلیم دی گئی وہ مسیح کا انتظار کریں جو آکر اللہ کی حکومت قائم کردیں گے جس کو یہودی یہ سمجھتے رہے کہ ان کی یعنی بنی اسرائیل کی حاکمیت دنیا پر قائم ہوگی۔ اور اب تک یہی سمجھتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے تمام حواریوں کی یہی تعلیم تھی کہ اللہ کی حکومت قائم ہونے والی ہے حضرت عیسیٰؑ نے بہت سے اُن اوصاف کا ذکر کیا کہ جن کے اختیار کرنے سے اللہ کی حکومت قائم ہوجائے گی۔ انہوں نے اپنے حواریوں کو صرف ایک دعا سکھائی ہے جس میں یہ ہے: "کہ اے اللہ تیری حکومت اور تیرا ارادہ زمین پر ایسا چلے جیسا آسمان پر چلتا ہے۔" اور ملکوں کی دینی کتابوں میں بھی یہی مذکور ہے۔ ہمارے نبی علیہ السلام نے اللہ کی حکومت اس زمانے کے مطابق قائم کردی اور ایسے بنیادی اور اساسی قوانین چھوڑے کہ ان کے تکامل سے ہر زمانے کے مطابق اللہ کی حکومت قائم رہ سکتی ہے۔ مگر چند ہی سال کے بعد مسلمانوں نے اللہ کی حکومت کو اپنی سلطنت میں تبدیل کردیا۔ اور اب تو ہم بالکل بھول ہی گئے کہ اللہ نے ہم کو کس لئے پیدا کیا تھا۔

اللہ کی حکومت وہی لوگ قائم کرسکتے ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو بالکل اللہ کے حوالے کردیا ہو اپنے آپ کو بالکل تسلیم کردیا ہو۔ جو کتاب میں اور حکمت میں اللہ کی مرضی تلاش کرتے ہوں اور اللہ کی مرضی کے مطابق اپنی زندگیوں کو چلاتے ہوں اور اللہ کی مرضی کے مطابق اُس کے نام سے دنیا کے کاروبار کا انتظام کرتے ہوں اسلام اور مسلم عربی کے لفظ ہیں۔ دوسری زبانوں میں اُن کے مرادف دوسرے لفظ موجود ہیں۔ غرض جو بھی اپنے آپ کو اللہ کی مرضی پر چلائے۔ وہی مسلم کہلایا جاسکتا ہے۔ اسی وجہ سے قرآن کریم میں تمام نبیوں کو مسلم کہا گیا ہے۔ حضرت آدمؑ حضرت نوحؑ حضرت ابراہیمؑ۔ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمدؐ علیہم السلام سب کے سب مسلم تھے۔ اور جتنے ملکوں میں بھی نبیؑ آئے وہ سب مسلم تھے اور سب کی تعلیم اسلام ہی تھی جا ہے۔ ہر زبان میں اس کے لئے الگ الگ لفظ ہوں۔

جو پورے طور سے اللہ پر اور اُس کے نبیوں پر اور اس کی کتابوں پر اور فرشتوں پر، حشر و نشر پر اور جزا و سزا وغیرہ پر ایمان لائے اور اللہ کی اطاعت کرے وہ مسلم ہے چاہے وہ اپنی زبان میں اپنے آپ کو کچھ ہی کہے۔

لہٰذا اللہ کی حکومت وہی قائم کرسکتے ہیں۔ جنہوں نے اپنے آپ کو بالکل ہی اللہ کو تسلیم کردیا ہو۔ ایسی حکومت میں انصاف رحم، انتظام، اور ہمدردی خلق کے سارے کام اُسی کمال کے ساتھ ہوں گے۔ جو اللہ کی حکومت میں ہونے چاہئیں۔ اور وہ وہی لوگ کرسکتے ہیں۔ جن میں سچے اسلامی اخلاق (یعنی ایسے لوگوں کے اخلاق جنہوں نے اپنے آپ کو اللہ کو بالکل ہی

تسلیم کر دیا ہو) ہوں۔ مثلاً ان کا انصاف ایسا ہو گا جس میں نہ وہ اپنے باپ کی نہ بیٹے کی نہ بھائی کی، نہ بیوی کی نہ اپنے کسی فائدہ کی رُو رعایت کریں گے۔

اور سچے اسلامی اخلاق کتابوں کے پڑھنے سے نہیں آنے نہ وعظ و نصیحت اور تقریروں کے سننے سے۔ یہ تو فقط اس ماں کی تربیت سے آسکتے ہیں جس میں اول خود یہ اخلاق موجود ہوں اور دوم اس میں یہ قابلیت ہو کہ وہ ان اخلاق کو اپنی اولاد میں پیدا کر سکے۔

میں یہاں تاریخ اسلام سے بہت سی مثالیں دے سکتا ہوں کہ ماؤں کا اپنے بچوں پر کیسا اثر پڑا ہے۔ مگر میں زیادہ تر عملی باتوں پر آنا چاہتا ہوں۔

لڑکپن سے مجھ کو یہ یقین تھا کہ ہماری ملت ہماری قوم کا مستقبل ہماری ماؤں کے ہاتھ میں ہے۔ بغیر ہماری ماؤں کی ترقی کے ہماری تمام کوششیں کبھی پوری طرح کامیاب نہ ہوں گی۔ اس لئے میں نے اپنی تمام تعلیمی کوششوں، ملکوں ملکوں کے سفر اور ملاحظات میں اس کا ہمیشہ خیال رکھا ہے۔ مگر مجھ کو عین الیقین کے ساتھ یہ نہ معلوم ہوا تھا کہ انسان اور خاص کر مسلمان کی زندگی کا اصل مقصد کیا ہے۔ یہ مجھ کو فقط ۱۹۱۲ء میں جو رمضان شریف آیا تھا۔ اس کے بائیسویں روزے کے دن صبح سات بجے قرآن شریف کی تلاوت کرتے وقت معلوم ہوا ہے۔

میری بہت عرصہ سے خواہش تھی کہ ایک ایسا مدرسہ قائم کیا جائے جس میں ہم آیندہ یا موجودہ ماؤں کو تربیت دیں۔ اس کے متعلق میں نے بہت سا مواد جمع کر لیا تھا۔ مگر زمانہ مساعد اور موافق نہ ہوا اور اچھا ہی ہوا کہ میں شروعات نہ کر سکا۔ اب اللہ کے فضل سے مجھ کو وہ نقطہ معلوم ہو گیا کہ جس کے گرد ہم اپنی زندگی کی ہر فعالیت کو گھما سکتے ہیں۔ اور ساتھ ہی ملک میں بھی اب اس کا احساس ہونا شروع ہو گیا ہے۔

مگر فی الحال میرے لئے ناممکن ہے کہ میں خود اس کام کو شروع کروں نہ معلوم یہ حالت کب تک رہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ہماری بعض بہنیں جن کے دل میں اللہ اور نبیؐ کی سچی محبت ہے اور محبت کے ساتھ ہی ملت اسلامیہ کی خدمت کی تڑپ ہے اور اللہ نے ان کو علمی اور عملی قابلیت دی ہے وہ اس کام کو شروع کریں۔ اور مجھ کو امید ہے کہ جس طرح میرے بھائی علامہ راشد الخیریؒ نے میری بہنوں میں جاگ پیدا کر دی ہے اسی طرح عزیزی رازق الخیری سلمہ اللہ تعالیٰ ایک منظم کام [illegible] لیں گے۔ اور لگاتار اور ان تھک کوشش سے نصیحتی بہنوں میں یہ شوق اور جذبہ اور جوش پیدا کر دیں گے کہ ماؤں کا مدرسہ قائم ہو جائے۔

میں انشاء اللہ اس کی ایسی عملی ترکیبیں بتاؤں گا کہ کام بغیر کسی سرمایہ اور بغیر در در بھیک مانگے ہوئے فوراً جاری کیا جا سکتا ہے۔ بشرطیکہ بعض بہنوں میں سچا اسلامی درد ہو۔ اخلاص ہو اور خداداد قابلیت ہو۔

ایسا مرکزی مدرسہ ایک جگہ بھی قائم ہو سکتا ہے اس کے ساتھ دوسرے اس سے ملتے ہوئے مدرسے بھی قائم ہو سکتے ہیں اس مدرسے کے چلانے والے لوگ محلے محلے تین تین چار چار ہفتہ کے درس کی تربیت تقریروں، بحثوں، نمائشوں وغیرہ کے ذریعہ سے دے سکتے ہیں۔ اور اسی طرح گاؤں گاؤں اور شہر شہر بھی سفری کورس جاری کئے جا سکتے ہیں۔ مرکزی مدرسہ کا کورس صرف ایک تعلیمی سال کا ہونا کافی ہے انشاء اللہ میں رفتہ رفتہ نہایت تفصیل کے ساتھ ایسے مدرسے کے قیام کے متعلق لکھوں گا مگر اس سے پہلے میں ایک آدھ مضمون چند بنیادی اور اساسی باتوں کے متعلق لکھنا چاہتا ہوں۔

"شہید"

(بقیہ صفحہ ۲۰۴) بہر حال اب تک تو وہ جاتی رہتی ہیں لیکن خدا ہی جانتا ہے کہ وہ کس شکل سے جاتی ہوں گی۔ ایسے موقعوں پر کم از کم سوتی لباس میں آنا چاہیئے۔ ہر طرف گرانی گرانی کا غل مچ رہا ہے لیکن اب تک امیروں کے رہنے سہنے پہننے اوڑھنے کے طریقہ میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اور غریبوں کی اُن کی ریس میں حالت ناگفتہ بہ ہے۔

معلوم نہیں کب ہمیں اپنے ملک کی اقتصادی حالت کا احساس ہو گا۔ اور ہم معاشرت کو اُس کے مطابق بنائیں گے۔

شائستہ اختر سہروردی

ننھی کی اماں

آج میں کالج سے آیا تو دیکھی حلیمہ برقعہ میں لپٹی ہوئی گود میں بچی کو لئے ہمارے دروازے سے نکل رہی ہے۔ میں نے اُسے چھیڑتے ہوئے کہا۔ "کیوں بی حلیمہ آخر تم نے ننھی کی اماں بن کر ہی دم لیا۔" وہ میرے برابر سے یہ کہتی ہوئی نکل گئی۔ "تمہارے پیٹ میں کیوں چوہے دوڑ رہے ہیں۔ شادی کے بعد تم بھی ابا بن جاؤ گے۔"

دس سال پہلے حلیمہ اور ہم میاں بیوی کا پارٹ بڑی خوبی سے ادا کرتے تھے۔ اس وقت حلیمہ کی عمر آٹھ سال کی تھی۔ اور میری دس سال۔ حلیمہ کی ماں ہمارے پڑوس میں رہتی تھی۔ اور بے چاری بہت ہی تنگی ترشی سے گزارہ کرتی تھی۔ وہ بھی جب کہیں سے دو ایک کپڑے سلائی کے آگئے۔ ورنہ دو دو وقت اُس کا چولھا ہی نہیں سلگتا تھا۔ گرمیوں کی لمبی دوپہر دلوں میں۔ جب امی جان سو جاتیں تو میں لپک کر حلیمہ کو بلانے چلا جاتا۔ وہ میری ایک ہی آواز پر دوڑ کر آجاتی اور گھر آکر ہم دونوں اپنے دلچسپ مشغلہ میں لگ جاتے۔ پہلے ہم کوٹھری کے سامنے درے میں دو چارپائیاں کھڑی کرکے اوپر سے ایک چادر ڈال کر اپنا گھروندا تیار کرتے اور خانہ داری کی خصوصاً باورچی خانہ کی مختلف چیزیں جمع کرکے میں اپنی کرسی پر سرکنڈے کی عینک لگا کر کوئی پھٹی پُرانی کتاب سنبھال کر مطالعہ میں مصروف ہو جاتا اور حلیمہ اپنی گڑیا کو گود میں لٹا کر گھٹنا ہلانے لگتی۔ کچھ دیر تو وہ یونہی اوں اُوں اللہ اللہ کرکے اپنی ننھی کو سلانے کی ناکام کوشش کرتی۔ اور پھر میرے ادبی انہماک سے اکتا کر کہتی۔

"اٹھو بھی بہت پڑھ چکے۔ گوشت ترکاری لے بیٹھو ورنہ دفتر جانے میں دیر ہو جائے گی۔ پھر نہ کہنا کہ ننھی کی اماں آج تو ہم بے چارے بھوکے چلے۔"

میں کرخت لہجہ میں کہتا۔ "آتا ہوں بی۔ دیکھتیں نہیں، پڑھ رہا ہوں۔" وہ بھنویں مٹکا کر کہتی "پڑھے جاؤ میرا کیا ہے۔ جب سودا لا کر دو گے، پکا دوں گی۔"

آخر ان کی خفگی سے ڈر کر میں اپنی عینک اتار کر جلدی سے کھڑا ہو جاتا۔ اور ہاتھ پھیلا کر کہتا "اب لاؤ پیسے ویسے بھی دو گی یا مفت لے آؤں" وہ کہتیں "نہیں مفت کیوں لانے لگے۔ میری گود میں ننھی ہے۔ ذرا پٹاری ادھر سرکا دو۔ میں پیسے نکال دوں۔"

میں پیسے لے کر سودا لینے چلا جاتا۔ اور ننھی کی اماں مسالہ پیسنے بیٹھ جاتیں۔ چارپائیوں کے گھروندے سے نکل کر میں باورچی خانہ میں جا گھستا۔ اور شلغم۔ مولی کے پتے آلو کے چھلکے۔ نون۔ مرچ۔ خشکی کا بچا ہوا آٹا جمع کرکے الگ الگ پڑیاں باندھ کر رومال میں لپیٹ لیتا۔ اور بغل میں لکڑی کی دو چپٹیاں دبا کر گھر کے دروازے پر پہنچ کر چیختا "لو اب کنڈی بھی کھولو گی یا یوں ہی کھڑا رہوں؟"

وہ اندر سے آواز دیتیں "اجی آتی ہوں ننھی گود میں سو گئی ہے۔ ذرا اُسے تو لٹا دوں۔" جب وہ دروازہ پر آکر جھوٹ موٹ کنڈی کھولتیں۔ تو میں اندر آکر رومال پھیلا کر ایک ایک پڑیا ان کو دے کر کہتا "دیکھو بی اب تم سارا سودا دیکھ لو۔ پھر میں دمڑی دمڑی کے سودے کو نہیں بھاگوں گا۔"

وہ نہایت اطمینان سے ایک ایک پڑیا کو کھول کر دیکھتیں۔ اور ناک سکیڑ کر کہتیں "دیکھو تو آٹا کیسا بُرا لائے ہو۔ تمام سُرسُریاں بھری ہیں۔ اور لکڑیاں تو چوڑا ہیں۔ بھلا روٹی کیسے پکاؤں گی۔ اور یہ موئے شلجم کس کام کے سارے پتے سوکھے ہوئے ہیں۔"

میں جھنجلا کر کہتا "تم عورتوں کا کیا ہے۔ گھر میں بیٹھے بیٹھے باتیں بنانی جانتی ہو۔ ذرا باہر نکلو تو حقیقت کھلے۔" وہ بگڑ کر کہتیں "اوئی بیوی مردوا تو کاٹ کھانے کو دوڑتا ہے۔ میرا کیا ہے۔ جیسا لاؤ گے جھونک دوں گی۔"

میں کان دبا کر اپنی کرسی پر جا بیٹھتا۔ اور ننھی کی اماں پکانے ریندھنے میں مصروف ہو جاتیں۔ ابھی وہ آٹا ہی گوندھتی ہوتیں کہ ننھی جھوٹ موٹ جاگ اٹھتی۔ اور وہ

چیخ کر کہتیں۔ "اجی دیکھنا ذرا ننھی کو گندے لگا لو میں آٹے میں دو ٹکیاں لگا کر ابھی آئی" میں ننھی کو اُٹھا کر دو چار منٹ ٹہل کر کہہ دیتا۔ "بوبی یہ میرے بس کی نہیں ہے۔ سنبھالو اس کو" وہ آٹے کی کنڈیلی پر سے تب کر ہاتھ دھوتے ہوئے کہتیں۔ "توبہ ہے۔ لیتی ہوں۔ تم تو بوکھلائے دیتے ہو"

یکایک ہمارے چھوٹے سے پُرسکون گھر میں زلزلہ سا آتا۔ دونوں چارپائیاں دھڑام سے گر گئیں اور امی جان میرا کان گھسیٹ کر غصہ میں کہتیں "کیوں بے مردود یہ کیا کھیل کھیلا جا رہا تھا"۔ اور ننھی کو بے دردی سے میری گود سے گھسیٹ کر زمین پر پٹخ دیتیں۔ ننھی کی ماں سہمی ہوئی نگاہوں سے امی کو دیکھتیں۔ اور ننھی کو کُرتہ کے نیچے پیٹ سے چمٹا کر بے تحاشا بھاگتیں۔ اور امی لکڑی ہاتھ میں لے کر ان کے پیچھے یہ کہتی ہوئی دوڑتیں "ٹھہر تو سہی چھنیسی، ایسی ارمان بھری ہے تو اپنی اماں سے کیوں نہیں کہہ دیتی۔ میرے بچے کا کیوں ناس اُڑانے آتی ہے"

آمنہ نازلی

بے قرار موجو!

بے قرار موجو! تم اس طرح آوارہ خرام کیوں ہو؟ کیا بحر بے پایاں میں کوئی بھی جائے آرام نہیں۔ یا کوئی غیر معمولی خلش تمہیں آمادۂ مسافرت کر رہی ہے۔ آخر وجہ حرکات پیہم کیا ہے؟

جھاگ بہانی موجو! کونسی تلخ حقیقت کے تجربے کے لئے تم ہر شئے کو ٹھکرانی آگے بڑھتی ہو۔ لیکن وہ کیا درس عبرت ہے جسے ساحل سمندر سے سُن کر اپنے آپ کو بھی بھول کر فنا ہو جاتی ہو۔ اور سمندری جھاگ میں تبدیل شدہ ایک مشت خاک!

یہ سمندر۔ آہ یہ شعلہ جوالہ سمندر! یہ تو کسی دہتی کے راگ الاپتا بہتا ہے۔ ابتدائے آفرینش کے نغمے اسے ازبر ہیں اور ہزاروں داستانیں اس کی تہہ میں پوشیدہ!

عناصر قدرت کی چڑھی ہوئی جنون بھی اس کے عزم راسخ میں خلل انداز نہیں ہوتی! .. تو پھر سیماب وار موجو! تم اپنے وجود کا راز پوچھنے کو کیوں مچل رہی ہو جب کہ "ماحصل حیات" ہی دم رہنے اور گندہ خوابی میں ہے! "صورت سوال" ہوتے ہوئے بھی یہاں صدائے برنخواست جواب ہے .. .. اس سے موسم سرما کا خوفناک سمندری طوفان دہر پر قیامت لائے یا ساکت و صامت سطح پر حباب رقص کناں ہوں +

یوں بن بن کے بگڑنے اور ابھر ابھر کر مٹ جانے سے کیا حاصل! جب کہ نظام کائنات ہی ہر ہر خستگی حیات سے مقابلہ کرتا ہے۔ اور اپنے آپ کو اس کی وسعتوں میں نہاں!

خوش خرام موجو! تم منزل مقصود تک پہنچتے پہنچتے اس طرح غائب کیوں ہو جاتی ہو جیسے شب دیجور کی سیاہی میں صدہا حسین صورتیں نہاں ہو جاتی ہیں ..

شوریدہ سر موجو! عنصر زیست کا خیال چھوڑ دو۔ یہ بڑھتی ہوئی سودائیت ہے۔ اور خلاف قانون قدرت + ...

آنسہ محمودہ رضویہ

یثرب کے جانے والے سے

اے دیارِ شہِ ذی جاہ کے جانے والے
سرورِ خلق کی درگاہ کے جانے والے
ہم سے برگشتہ نصیبوں کی خبر لیتا جا

تجھ کو قسمت نے دکھائے ہیں یہ ایامِ سعید
تو ہے اور گلشنِ یثرب کی بہارِ جاوید
فرشِ رہ کے لئے تو میری نظر لیتا جا

شکر کر دل سے اداانجن کی بیداری کا
ہاں مگر پاس رہے رسمِ وفاداری کا
ہو ضرورت تو مرے دیدۂ تر لیتا جا

ضو فشاں جب تری قسمت کا ستارہ ہوگا
گنبدِ سبز کا جی بھر کے نظارہ ہوگا
اپنی رنگین بیانی میں اثر لیتا جا

جب ملے آہِ رسا کو تری اذنِ پرواز
کوئی تحفہ تو نہیں لائقِ سلطانِ حجاز
نذر کو چشمِ عقیدت کے گہر لیتا جا

ڈوبتی ناؤ کو ساحل پہ لگانے کے لئے
میری سوئی ہوئی قسمت کو جگانے کیلئے
روح میں سوز دعاؤں میں اثر لیتا جا

آہ میں طاقتِ پرواز نہیں ہو نہ سہی
نالہ تاثیر سے دمساز نہیں ہو نہ سہی
میری شب کرنے کو ہم رنگِ سحر لیتا جا

پہنچے جب سرورِ کونین کے کاشانے پر
تنگ ہے جائے ہستی ترے دیوانے پر
خبرِ سر شیفتۂ خاک بسر لیتا جا

سر پہ ادبار کی گھنگھور گھٹا چھائی ہے
تیرے بدخواہ ہیں اور انجمن آرائی ہے
عرض یہ پیشِ شہِ جن و بشر لیتا جا

السّلام اے شہِ مکی و مدنی و العربی

خاص دربارِ شہنشاہ کے جانے والے
منزلِ رحمتِ اللہ کے جانے والے
جا سلامِ دلِ تفسیدہ جگر لیتا جا

کیوں نہ ہو اوجِ افق پر تو نیا نجمِ امید
میں نہیں جلوۂ جاناں کے اگر قابلِ دید
جا سلامِ دلِ تفسیدہ جگر لیتا جا

تو ہوا خیرتِ مورد کرمِ باری کا
شغل ہوتا درِ محبوب گہر باری کا
جا سلامِ دلِ تفسیدہ جگر لیتا جا

سامنے مسکنِ محبوبِ دل آرا ہوگا
باریابی کا سرِ بزم اشارا ہوگا
جا سلامِ دلِ تفسیدہ جگر لیتا جا

پہنچے تقدیر تجھے لے کے سرِ محفلِ ناز
مگر اک عرض ہو ناچیز کی اے بندہ نواز
جا سلامِ دلِ تفسیدہ جگر لیتا جا

بندِ آفت سے اسیروں کو چھڑانے کیلئے
قصۂ کاوشِ غم ان کو سنانے کے لئے
جا سلامِ دلِ تفسیدہ جگر لیتا جا

عشق میں جذبۂ کامل اگر نہیں ہو نہ سہی
دل تجلی سے سرفراز نہیں ہو نہ سہی
جا سلامِ دلِ تفسیدہ جگر لیتا جا

کھیوا اب روح ہے آمادہ نکل جانے پر
دلِ بے تاب بہلتا نہیں بہلانے پر
جا سلامِ دلِ تفسیدہ جگر لیتا جا

طاقتِ ضبط نہ یارائے شکیبائی ہے
تیرے خدام ہیں اور ذلت و رسوائی ہے
جا سلامِ دلِ تفسیدہ جگر لیتا جا

السّلام اے قرشی ہاشمی و مطلبی

السّلام اے مہِ اوجِ فلکِ فرش لقبی
السّلام اے گہرِ قلزمِ عالی نسبی
درِ آقا پہ عقیدت سے غلام آئے ہیں
ہند کے خستہ جگر بہرِ سلام آئے ہیں

لیجئے بندِ مصیبت کے اسیروں کا سلام
لیجئے بانٹۂ کونین فقیروں کا سلام
فاقہ مستوں کا غریبوں کا امیروں کا سلام
قوم کے طفلوں کا، بڑاؤں کا پیروں کا سلام

گر سلام اپنا قبولِ شہِ والا ہو جائے
شبِ تاریکِ مصائب میں اُجالا ہو جائے

(نوٹ) اگر خوش قسمتی سے کوئی عصمتی بہن اس سال حج کو جاتی ہوں اور مزارِ مقدس کی زیارت نصیب ہو تو مدنی آقا کے حضور میں میرا سلام عرض کر دیں۔ میں ان کی بہت ممنون ہوں گی۔

بیگم ڈاکٹر رفعت حسین صدیقی

آزادیٔ نکاح اور شادی

اکتوبر ۱۹۴۳ء کے عصمت میں جناب احتشام الدین صاحب دہلوی کا مفید مضمون "آزادیٔ نکاح اور شادی" نظر سے گزرا۔ فاضل مضمون نگار نے نہایت قابلیت سے اس موضوع پر روشنی ڈالی ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ مذہبی تعلیم سے بیگانگی ہی بیشتر ہندوستانی مسلم خواتین کی تباہی اور پستی کا سبب ہے۔ انہیں بہت کم علم ہے کہ مذہب اسلام نے ان کو مردوں کے برابر حقوق دیئے ہیں۔ انہیں بھیڑ بکریوں کی طرح مردوں کے سپرد نہیں کیا وہ بھی انسان ہیں۔ بالکل ویسی ہی جیسے کہ مرد اپنے کو سمجھتے ہیں۔ انہیں اپنی پسند اور ناپسندی کی پوری آزادی ہے۔ وہ اپنے مصائب و تکالیف کا ازالہ خود نہیں تو عدالت کے ذریعہ کر سکتی ہیں۔ اپنے تمام حقوق حاصل کر سکتی ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ مذہبی تعلیم سے ان کی اس ناواقفیت کا ذمہ دار کون ہے؟ مرد اور یقیناً مرد! مردوں نے تعلیمی ادارے قائم کئے مردوں ہی نے نصاب مرتب کئے۔ اور لطف یہ کہ اگر کسی لڑکی کی گھریلو تربیت اچھی نہیں ہوئی تو یہ مروجہ تعلیم نہ صرف لڑکیوں کے لئے ہی مضر ثابت ہوتی ہے۔ بلکہ خاندان کے لئے بھی مصیبت ثابت ہوتی ہے۔ انکسار۔ سادگی اور سعادت مندی کے جذبے سے وہ قطعاً ناآشنا ہوتی ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ اس حالت میں ماں۔ باپ بھائی۔ بہن یا شوہر اور بچوں کے لئے ایسی لڑکی کہاں تک راحت کا سامان مہیا کر سکتی ہے؟ لیکن سچ تو یہ ہے کہ ہندوستانی مرد ابھی اس قدر فراخ دل نہیں ہوا کہ بخوشی عورت کو اس کے حقوق دیدے۔ اس کے ساتھ واقعی مساوی سلوک کرے۔

ایک شادی بیاہ کے معاملہ پر ہی کیا منحصر ہے ہندوستانی عورت کا کس بات میں گلا نہیں گھونٹا گیا؟ اس کے کیا کیا حقوق غصب نہیں کئے گئے؟ حق وراثت ہی کو لے لیجئے لڑکی ماں باپ کے ہاتھ سے دی ہوئی چیز کے سوا باپ کے ترکہ میں حقدار مانی جاتی ہے؟ جن صوبوں میں برائے نام لڑکیاں شرعی حصہ کی حقدار ہیں۔ وہاں پر کتنی ایسی ہیں جنہوں نے حقیقت میں اپنا یہ حق حاصل کیا ہو؟ شادی کے سلسلہ میں تو خیر پھر بھی اب اکثر ماں باپ لڑکی کی پسند کا خیال رکھنے لگے ہیں مگر کیا شادی کے بعد اگر کوئی پیچیدہ حالت پیدا ہو جائے یا لڑکی اپنی اس نئی زندگی میں کسی وجہ سے مصائب میں گھر جائے تو اس کی کہاں تک مدد کی جاتی ہے؟ بیشک وہ جانتی ہے کہ اسلام نے اسے خلع کا حق دیا ہے لیکن ساتھ ہی اُسے یہ بھی تو علم ہے کہ ہندوستانی معاشرت میں یہ فعل کس قدر قابل نفرت اور مذموم ہے۔ ایسی عورت یہاں کی سوسائٹی میں عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے؟ ہرگز نہیں! اور یہی رسم و رواج کی بیڑیاں عورت کو ناقابل برداشت تکالیف جھیلنے پر مجبور کرتی ہیں۔ بیوہ کے لئے بھی اس ملک میں مصیبت ہے خدا نہ کرے کہ کہیں اور اس کا وجود پایا جائے اگر خدانخواستہ بیوہ بے اولاد ہے تو بس جھگڑا ختم! لیکن اگر بیٹے پوتے بھی موجود ہیں تب بھی اس کے ساتھ کہاں تک انصاف کیا جاتا ہے؟ غریب عورت کس کس کے خلاف عدالت کا دروازہ کھٹکھٹائے؟ باپ بھائیوں کے شوہر کے عزیزوں کے؟ بیٹے کے اور پھر اگر فرض کیجئے کوئی صاحب عزم عورت ہمت کرے بھی تو اس کی کہاں تک امداد کی جاتی ہے؟ کیا اپنے بیگانے سب اس سے متنفر نہیں ہو جاتے؟ بس یہی وہ بلند چٹانیں ہیں جو ہندوستانی عورت کی راہ میں حائل ہیں کسی قوم کے معتقدات اساسی کا تبدیل کرنا آسان کام نہیں اس لئے عورت کے متعلق ہندوستانیوں کے نظریہ کو بدل ڈالنا تنہا عورت کے بس کا نہیں اس کے لئے پہلے مردوں کو اپنی عالی ہمتی اور فراخدلی کا ثبوت دینا چاہیئے باپ بھائی بہنی کے حقوق تسلیم کریں۔ شوہر بیوی کو گوشت و پوست کا بنا ہوا انسان سمجھے بیٹا ماں کے حقوق حقیقی معنوں میں ادا کرے تو عورت کی قسمت بدل سکتی ہے ورنہ حق یہ ہے کہ حقوق نسواں کے محض زبانی حمایت (وہ بھی اس وجہ سے کہ یہ انگریزی تہذیب کا ایک جزو ہے) عورت کو پستی سے نہیں نکال سکتی اور آجکل کی بی اے۔ ایم اے خاتون بھی درحقیقت اسی قدر پست دبا ہوا ہے جتنی آج سے ۵۰ برس پہلے کی جاہل عورت!

بلقیس جہاں آرا

سوتی لباس

جب میں شروع شروع میں دہلی آئی تو یہ دیکھ کر بہت تعجب ہوا کہ یہاں سوتی لباس کا قطعی رواج نہیں تھا اور اب ۹ سال بعد بھی یہی حالت ہے۔ سوتی لباس پہننا معیوب سمجھا جاتا ہے۔ مجھ کو یہ دیکھ کر بہت حیرت ہوئی کیونکہ ہمارے بنگالہ میں تو امیر سے امیر گھرانوں میں بھی روزانہ سوتی ساریاں پہنی جاتی ہیں اور سوتی ساریاں وہاں ملتی بھی طرح طرح کی ہیں ڈھاکہ، سانسی پوری، ٹینگائل غرض بہت ہی فینسی قسم کی سوتی ساریاں پہنی جاتی ہیں اور معمولی مل کی ساریاں پہننا بھی عیب نہیں سمجھا جاتا بلکہ روزانہ گھر میں زیادہ تر یہی پہنی جاتی ہیں اور آنے جانے کے موقع پر ڈھاکہ وغیرہ کی ساریاں۔ جب سے جارجیٹ کا رواج ہوا ڈھاکہ سانسی پوری کا رواج کم ہو گیا لیکن نئی دہلی، شملہ اور شمالی ہند کے دو ایک شہروں میں دیکھا کہ ریشمی کے سوا دوسری چیز پہننی حرام۔ مجھ پر اعتراض بھی ہوئے اور اشارۃً بتایا بھی گیا کہ ایسا نہیں کرنا چاہئے لیکن میں اپنی عادت سے مجبور تھی پھیچ گھر پر سوائے سوتی ساریوں کے ریشمی میں آرام ہی نہیں ملتا اور نہ میں اس کو صفائی کے لحاظ سے اچھا سمجھتی ہوں کہ ریشمی ساریاں استری کر کے سینکڑوں دفعہ پہنی جائیں۔ ہندوستان جیسے گرم ملک کے لئے تو سوتی کپڑوں کا ہی استعمال زیادہ موزوں ہے اور پھر خاص طور پر کام کاج کے وقت تو یہی اچھے ہیں۔ ہاں گھڑی دو گھڑی کو آنے جانے کے موقعوں کے لئے ریشمی کپڑوں کا مضائقہ نہیں۔ میں نے نئی دہلی میں عورتوں کو ہر وقت ریشم میں ہی دیکھا مگر جب میں پرانی دہلی گئی تو معلوم ہوا کہ وہاں بھی عام طور سے سوتی لباس پہنا جاتا ہے گھر پر چکن، جالی، تن زیب غرض اعلیٰ سے اعلیٰ قسم کے سوتی کپڑے پہنے جاتے ہیں۔ ریشمی کپڑے پہننا مجھ سے کہا گیا کہ پنجابی رسم ہے۔ یہ کہاں تک درست ہے۔ مجھے نہیں معلوم لیکن میں نے اب تک پنجابیوں میں سے کسی کو بھی سوتی کپڑے پہنتے نہیں دیکھے بہرحال یہ رسم اب کافی عام ہو چکی ہے اور میری ناچیز رائے میں بُری ہے خاص کر اس زمانہ میں جب ہر چیز پر آگ برس رہی اور گرانی نے حالت تباہ کر رکھی ہے۔ اگر یہ عادت چھوڑی نہیں گئی تو سخت مشکل کا سامنا ہوگا۔ مشکل کیا دیوالہ نکلنے لگے گا۔ اس لئے چاہیئے کہ بنگال، مدراس اور یوپی کی رسم کے مطابق سوتی کپڑے پہننا شروع کیا جائے۔

سوتی کپڑا جس قدر آرام دہ ہوتا ہے۔ ریشمی نہیں ہو سکتا۔ سوتی کپڑا ہزار دفعہ دھل سکتا ہے اور خراب نہیں ہوتا۔ صبح پہنئے شام کو اتار کر دھوبی کو دے دیجئے یا گھر پر دھو کر استری کر لیجئے۔ صفائی کے لحاظ سے سوتی کپڑا بہترین ہے۔

خوبصورتی میں بھی سوتی ساریاں ریشمی سے کم نہیں اگرچہ رواج کم ہونے کی وجہ سے شمالی ہندوستان میں ایسی نفیس سوتی ساریاں نہیں ملتیں جیسی بنگالہ اور مدراس میں۔ تاہم مل کی ساریاں بھی بہت ہی خوبصورت ہوتی ہیں۔ طرح طرح کی رنگوں اور کناروں کی ملتی ہیں۔ مدھورا اور مرہٹی ساریاں بھی بہت دیدہ زیب ہوتی ہیں۔ بلاوز کے لئے بھی ہزاروں قسم کے چھوٹے چھوٹے اور رنگین کپڑے ملتے ہیں۔ یہ بھی دھلنے والے اور پکے رنگوں کے ہوتے ہیں اور رنگ ملا کر پہننے سے نہایت ہی اچھے معلوم ہوتے ہیں بچوں کا لباس تو ضرور ہی سوتی ہونا چاہیئے۔ کیونکہ جہاں بڑوں کے کپڑے ایک دفعہ دھلتے ہیں۔ بچوں کے چار دفعہ دھلوانے پڑتے ہیں۔ اور سوتی کپڑا ہی اپنا رنگ و روپ کھوئے بغیر بار بار دھل سکتا ہے سوتی کپڑوں کا ایک اور فائدہ یہ بھی ہے کہ یہ اب زیادہ تر اپنے ملک ہی کا بنا ہوا ہوتا ہے۔ دوسرے ہمارے ملک کی مالی حالت کو دیکھتے ہوئے ہمارے لئے موزوں بھی یہی ہے کہ ہم کم قیمت لباس پہنا کریں۔ اور جب سب سادہ لباس پہنیں گے تو جو واقعی قیمتی کپڑے پہننے کی استطاعت رکھتے ہیں۔ ان کو جھجک نہیں ہوگی۔ جلسوں اور پارٹیوں کو لیجئے۔ امیروں کی پارٹیوں میں آج کل بے چارے غریبوں کو نہیں پوچھا جاتا۔ لیکن جلسوں میں اب تک یہ شرط نہیں لگائی گئی ہے (اگرچہ حالات کو دیکھتے ہوئے تعجب نہیں کہ بہت جلد بے چاری کم حیثیت عورتوں کو قومی جلسوں میں آنے کی اجازت بھی شاید نہ ملے)

(باقی صفحہ ۲۳۵ کالم ۲ پر)

گمشدہ چیز کی تلاش

سُنتے ہیں کیا بلکہ اکثر پڑھ چکے ہیں کہ ہمارے شعرا کے دل جب غائب ہو جایا کرتے تھے تو وہ ان کی تلاش میں دربدر مارے مارے پھرتے تھے۔ آدمی آدمی سے سوال کرتے تھے۔ در و دیوار سے پوچھتے تھے۔ شجر و حجر سے دریافت کرتے تھے۔ یہاں تک کہ کوچۂ دلدار کی خاک تک چھان ڈالتے تھے کہ دل گمشدہ ہاتھ آجائے۔ لیکن بدنصیبی سے ان کو اس جستجو میں ہمیشہ ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا تھا اور دل ایسے غائب ہوتے تھے جیسے گدھے کے سر سے سینگ دل کے غائب ہونے کے بعد ان کا مشغلہ یہی رہ جاتا تھا کہ دن بھر کوچہ گردی کریں اور راتوں کو مجبور ہو کر نالہ و فریاد کریں۔ ان کی آہ و فغاں پُر تاثیر ہو یا نہ ہو۔ لیکن ہمسایوں کی نیند تو ضرور حرام ہو جاتی تھی۔

لیکن آپ کو تعجب ہوگا کہ ہماری حلیمہ کی چیزیں جب غائب ہوتی ہیں۔ تو ان کی تلاش اس سرگرمی سے ہوتی ہے کہ متقدمین نے اپنے دل بھی کیا ڈھونڈے ہوں گے۔ آپ نہایت اطمینان سے بیٹھی کسی دلچسپ کتاب کے پڑھنے میں محو ہوں یا اگر مضمون نگار ہوں تو کوئی نیا مضمون لکھ کر اپنے دل کے آبلے پھوڑتی ہوں یا اگر شاعرہ ہوں تو فرضی عشق کے گیت گاتی ہوں۔ یا فیشن زدہ بیٹی کی والدہ ہونے کا فخر حاصل ہو تو اپنی صاحبزادی کے حالات پر غور کرتی ہوں یا ریڈیو کے عورتوں کے پروگرام کے لئے کوئی ایسی اصلاحی بات چیت لکھتی ہوں جس پر عمل کرنے کا نہ تو خود آپ کا ارادہ ہو اور نہ اس ناممکن امر کی آپ دوسروں سے خواہش مند ہوں یا اسی قسم کے کسی اور مسئلے پر غور کرتی ہوں کہ یکایک آپ کے کانوں میں ایسی پریشان کن آوازیں آتی ہیں کہ آپ کے خیالات تو بے وفا دوستوں کی طرح آپ کا ساتھ چھوڑ کر علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ اور آپ یہی سوچتی رہ جاتی ہیں کہ "ہیں! یہ کیا ہوا؟" یہ آواز اکثر تو حلیمہ کی ایڑی دار جوتے کے زمین سے تصادم سے پیدا ہوتی ہے یا (اگر کمرے میں فرش بچھا ہوا ہو اور پاؤں پٹخنے سے اتنی کرخت آواز پیدا نہ ہو سکتی ہو) تو ایک کتاب دوسری کتاب پر اتنے زور اور دھماکے سے پٹخی جاتی ہے، جیسے بیچاری کتاب ہی کا سارا قصور تھا۔ جب آپ کے حواس ذرا ٹھکانے ہوتے ہیں۔ تو آپ سنتی ہیں

"میں کہتی ہوں آخر ہو کیا گیا؟"

اب آپ کی سمجھ میں آنا شروع ہوتا ہے کہ شاید کوئی چیز غائب ہو گئی ہے۔ لیکن قبل اس کے کہ آپ اس کے آگے کچھ غور کر سکیں۔ آپ سنتی ہیں:

"میں تو بالکل پریشان ہو گئی ہوں۔ آج صبح ہی کو تو بیٹھی لکھ رہی تھی۔ آخر ہو کیا گیا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ رکھی رکھائی چیز کہاں اُڑ جاتی ہے۔ توبہ اللہ! گھر کیا ہو گیا مسافر خانہ ہو گیا چیز رکھی اور غائب!! (پھر میز پر کی تمام کتابیں الٹ پلٹ کر) یہیں تو میں نے رکھا تھا۔ کس نے اٹھایا؟ کون آیا تھا یہاں؟ اتنی خراب عادت ہے ان بدتمیز گستاخوں کی (چھوٹے بھائی بہن زد میں آجاتے ہیں۔) جس چیز کی ضرورت ہوئی بغیر پوچھے اٹھا لے گئے۔ (پکار کر) کیوں سلیم! یہاں آؤ تم ہی میرا قلم لے گئے ہو!"

اب آپ کو معلوم ہوتا ہے کہ قلم غائب ہوا ہے۔

"تمہارے علاوہ یہاں اور کوئی نہیں آیا تھا۔" (سلیم بیچارہ کچھ کہنا چاہتا ہے لیکن بار بار منہ کھول کر رہ جاتا ہے۔ کیونکہ حلیمہ کی تقریر کسی طرح ختم ہی نہیں ہوتی) "اتنی دفعہ تم لوگوں سے منع کیا کہ ہمارے کمرے سے کوئی چیز نہ لے جایا کرو لیکن کسی کی سمجھ میں نہیں آتا۔ ابھی امی سے کہہ کر تم لوگوں کو اچھی طرح پٹواتی ہوں۔ .. یہ بھی کوئی بات ہے کہ میری چیزیں اس طرح غائب ہو جایا کریں ... ہونہہ!! ... اچھی رہی ... !! (پھر سلیم کی طرف گھور کر) اب کھڑا منہ کیا دیکھتا ہے۔ جا کے ڈھونڈتا نہیں!!"

سلیم بیچارہ اپنی جان لے کر چلا جاتا ہے تو پھر تلاش شروع ہوتی ہے۔ میز کے اوپر نیچے، میز پوش کے نیچے، سنگھار میز کے اندر!! دراژوں کے منہ جمائیاں لینا شروع کر دیتے ہیں۔ کرسیاں بھی اپنی جگہ تبدیل کر لیتی ہیں۔ بستر الٹ جاتا ہے تکیہ

اپنا لباس اُتار دیتا ہے مینٹل پیس کی تمام چیزیں بلندی سے اُتر کر زمین کی پستی پر آ رہتی ہیں۔ کتابوں کو جواب تک الماریوں میں اپنی اپنی جگہ اطمینان سے کھڑی تھیں ان کی بے نیازی کی سزا ملتی ہے کہ مالکہ تو اس طرح پریشان ہو اور وہ اپنی جگہ سے حرکت بھی نہ کریں!

.. جوتے سینڈل۔ چپل جھاڑ جھاڑ کر دیکھے جاتے ہیں کہ قلم انتہائی محنت سے گھبرا کر کہیں ان میں تو نہیں چھپ گیا ہے تصویروں کے پیچھے اچانک جھانک کر دیکھا جاتا ہے۔ نماز کی چوکی اپنی جگہ سے کھسک کر کمرے کے بیچوں بیچ میں آ رہتی ہے۔ جانماز گھبراہٹ میں میز پر جا کر دم لیتی ہے۔ چٹائی کے کونے ہر طرف سے اپنے کان کھڑے کر لیتے ہیں۔ اور فرش کے جسم پر مارے خوف کے جھریاں پڑ جاتی ہیں۔

اس سب کے بعد بھی جب قلم کا کہیں پتہ نہیں چلتا تو تلاش پھر از سر نو شروع ہو جاتی ہے۔ اگر اتفاق سے آپ وہیں بیٹھی اپنے کام میں دل لگانے کی ناکام کوشش کرتی ہوں اور بدقسمتی سے علیمہ سے سال دو سال چھوٹی بھی ہوں تو پھر تو شامت ہی آ جاتی ہے "بیٹھی ہوئی ہیں بیگم صاحبہ۔ میں تو اتنی دیر سے حیران ہو رہی ہوں اور ان اخلاق کی دیوی سے اتنا بھی نہیں ہوتا کہ ذرا اٹھ کر قلم تلاش کرنے میں میرا ہاتھ ہی بٹا لیں۔ اسی وقت کی پڑھائی لکھائی سے تو آپ علاّمن (علاّمہ کی تانیث) ہو ہی جائیں گی۔ جب اتنی تمیز نہیں کہ بڑوں کے لحاظ ہی سے اٹھ کر کھڑی ہو جائیں۔ تو ایسی تعلیم سے فائدہ کیا؟ .. .. میرا نقصان ہو رہا ہے۔ اور یہ بیٹھی تماشہ دیکھ رہی ہیں۔"

یہ سننے کے بعد ہر حساس چھوٹی بہن اپنا کام چھوڑ کر ضرور اٹھ جاتی ہے۔ اور وہ بھی ان کے پیچھے پیچھے قلم کی تلاش میں مشغول ہو جاتی ہے۔

"میں کہتی ہوں آخر ہوا کیا قلم؟" پھر سے شروعات ہوتی ہے۔ "اس کے پیر تو لگ نہیں گئے تھے کہ خود بخود ٹہلتا ہوا یہاں سے چلا گیا .. .. اس کمرے میں تو میں نے ڈھونڈھ ڈالا کہیں ہے نہیں .. .. حامدہ!! اری او حمّو!! .. بیٹھی گڑیا کھیل رہی ہے!! .. .. پڑھنا لکھنا تو ہے نہیں۔ دن رات کھیل کود ہے اور یہ ہیں! ثریا کہاں ہے؟ وہی ہر وقت کمر جھاڑ ڈالنے کے لئے میرا قلم لے جاتی ہے۔ وہ نہیں تو شمیمہ لے گئی ہوگی .. .. اس روز جو میرا قلم کھو یا تھا تو اسی کے جوڑے میں سے نکلا تھا۔ .. .. حمّو جا کر نسیم سے تو پوچھ وہ تو اٹھا کر نہیں لے گیا؟"

ان احکام کے بعد گھر کا نقشہ یہ ہوتا ہے کہ ہر شخص کے پاؤں میں جیسے پہیا لگ گیا ہو۔ کوئی ادھر ہے تو کوئی ادھر۔ کوئی کھانے کے کمرے میں ہے تو کوئی ڈرائنگ روم میں۔ کوئی ریڈیو کے کمرے میں ڈھونڈھ رہا ہے تو کوئی ڈریسنگ روم میں یہاں تک کہ غسل خانہ اور باورچی خانہ تک کا کونہ کونہ چھان مارا جاتا ہے۔ لیکن قلم کا کہیں پتہ نہیں چلتا۔

"یا اللہ توبہ!! میں تو اس قلم کے پیچھے ہلکان ہو گئی"

حالانکہ صرف وہی نہیں بلکہ سارا گھر پریشان رہتا ہے۔

"مل جائے اب تو ڑ کر نہ پھینک دوں تو علیمہ نام نہیں! نہ قلم رہے گا نہ ہر وقت غائب ہوا کرے گا۔ دیکھوں پھر گھر بھر کا کام کیسے چلتا ہے۔ .. .. اور کسی کے پاس قلم نہ ہو تو صبر بھی آ جائے۔ لیکن نہیں وہ تو میری چیزوں سے ضد ہے!!" .. ..

.. اپنے قلم کی کہیں نب ٹیڑھی ہے۔ تو کبھی روشنائی نہیں۔ کبھی کیپ غائب تو کبھی پورے قلم کا پتہ نہیں۔ .. .. وہ تو سیدھا راستہ میرا کمرہ ہے .. .. جس چیز کی ضرورت ہوئی اٹھا لے گئے۔ .. .. ٹھیر جاؤ آج تم لوگ سب۔ ابھی جا کر اتی جان سے شکایت کرتی ہوں۔ تو تم لوگوں کو معلوم ہوگا .. .. میں جو ہمیشہ خاموش رہتی ہوں، اسی کا نتیجہ ہے۔ .. .. ایک قلم ہی پر کیا منحصر ہے۔ میری تو ہر چیز غائب ہوا کرتی ہے۔ کنگھا ہے تو وہ کبھی اپنی جگہ پر نہیں رہتا۔ کریم ہمیشہ میز کرسیوں کی جھائیاں اور گھاسے دُور کرتی رہتی ہے۔ تیل سے زمین کے سر کو ٹھنڈک پہنچائی جاتی ہے۔ پاؤڈر ہمیشہ میز کے حُسن کو دوبالا کرتا رہتا ہے۔ رہا برش تو اس سے ایک روز جھاڑو دی جائے گی۔ .. یہ گت ہے میری چیزوں کی۔ میری تو جان ضیق میں ہے۔ ایک دن غصہ آئے گا۔ تو سب چیزیں اٹھا کر پھینک دوں گی۔ تب ان لوگوں کو پتہ چلے گا۔"

میزوں کی گھڑ گھڑاہٹ۔ کرسیوں کی چرخ چوں۔

دروازوں کا دھڑاکے سے کھلنا اور بند ہونا - ہماری حلیمہ کے چیخنے کی آواز سے مل کر عجیب کورس پیدا کرتے ہوتے ہیں۔ تو امی جان کو بھی خبر ہو جاتی ہے - وہ وجہ دریافت کرنے کے لئے جو تشریف لاتی ہیں - تو حلیمہ ذرا ڈھیلی پڑتی ہیں -

"امی جان میرا قلم معلوم نہیں کہاں غائب ہو گیا ؟"

وہ روتی آواز میں شکایت کرتی ہے -

"غائب کیوں ہونے لگا بیٹی اس کی کلپ ٹوٹ گئی تھی - تو تم نے ہی تو ایک گھنٹہ ہوا بنوانے کے لئے بھیجا ہے - - - بھول گئیں ؟"

حلیمہ کھسیانی ہنسی ہنس کر اپنے کمرے پر نگاہ ڈالتی ہیں - جس کو دیکھ کر یہی گمان ہوتا ہے کہ اس میں بگولا گھس گیا تھا - اور تمام چیزوں کو تہ و بالا کر کے دبھی نکل کے بھاگا ہے - وہ اس کی درستی میں مشغول ہو جاتی ہیں لیکن اس دفعہ نہایت خاموشی سے !! - -

گھر بھر میں ایسا سکوت چھا جاتا ہے جیسے ایک قیامت خیز طوفان کے گزر جانے کے بعد - - !!

اُم سلمیٰ فیاض علی

بچوں کی تربیت

یوں تو ہر زمانے میں اہل بینش نے بچوں کی تعلیم و تربیت پر زور دیا ہے اور اپنی وسیع معلومات کی روشنی میں اس کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے لیکن جب سے بچوں کے نفسیات کا مطالعہ شروع ہوا ہے اور نئے نئے انکشافات ظہور میں آئے ہیں بچوں کی تربیت ہماری متمدن زندگی کا ایک اہم عنصر بن گئی ہے۔ چونکہ ہمارے اقتصادی حالات کو بچوں کی تربیت میں بہت کچھ دخل ہے اس لئے میں ہندوستانی سوسائٹی کے مختلف طبقوں کے بچوں کی تربیت پر [illegible] روشنی ڈالنے کی کوشش کروں گی :-

۱ - **مزدور طبقہ** - ہمارے یہاں کی مزدور جماعت کا عموماً یہ حال ہے کہ مزدور اپنے تمام گھر میں فرد واحد ہے جس کے ذمہ تقریباً نصف درجن اشخاص کے اخراجات کی کفالت ہے ۔ معاش کی پریشانیاں اس کو بچوں کی تربیت کی طرف متوجہ ہونے نہیں دیتیں اور نہ اس کا اتنا شعور ہوتا ہے کہ وہ فرصت کے وقت اس مسئلہ پر غور کر سکے اور نہ اس کی رفیقۂ حیات اتنی تعلیم یافتہ ہوتی ہے کہ وہ بچوں کی تربیت کے فرض سے کماحقہ عہدہ برآ ہو سکے علاوہ ازیں اس کے گھر کی ذمہ داریاں ہی اس کو سانس لینے کا موقع نہیں دیتیں - بہرحال ایک مزدور کا بچہ ابتدائے ولادت ہی سے بعینہ اس طرح پرورش پاتا ہے جس طرح کہ کسی پہاڑ یا بیابان میں چھوٹا سا پودا جس طرح کہ اس پودے کی نگہداشت کے لئے نہ کوئی مالی ہوتا ہے اور نہ اس کی باقاعدہ آبیاری ہوتی ہے اور نہ اس کو مناسب کھاد ملتا ہے بلکہ ہوا کے تند جھونکوں اور بارش کے طوفانوں میں بھی وہ اپنی نازک ٹہنیوں اور کمزور جسم کے باوجود زندگی کا ثبوت ہے اسی طرح مزدور کے بچے کے لئے موسمی تبدیلیاں ، ماں کے دودھ میں صحیح غذا نہ ملنے کی وجہ سے مضر اثرات بظاہر کوئی وقیع حیثیت نہیں رکھتے - جاڑوں کے موسم میں یہ بات عام طور پر مشاہدہ میں آتی ہے کہ غریبوں کے بچے نہایت آزادی سے برہنہ سرگشت کر رہے ہیں نہ ان کو سردی ستاتی ہے اور نہ وہ نمونیہ کا شکار ہوتے ہیں یا یوں کہئے کہ وہ ان تکلیفوں کے عادی ہو گئے ہیں - بہرحال قدرت ان کی نگہبان ہوتی ہے اور وہی ان کے مستقبل کی ضامن - اس لئے کہ غریب کے بچے کے سامنے کوئی تجویزہ مستقبل تو ہوتا نہیں وہ تو اپنے مستقبل سے اس طرح دوچار ہوتا ہے جس طرح کہ بیابان میں پودا خود بخود بڑھ کر درخت بن جاتا ہے اور برگ و بار دینے لگتا ہے - بہرنوع اس طرح مزدور کے بچہ میں بعض قابل قدر خصوصیات پیدا ہو جاتی ہیں - مثلاً خود اعتمادی مشکلات کے مقابلہ کے لئے تاب و تواں - قوت ارادی کا استحکام - اور یہی صفات اس کے مستقبل کی تعمیر کرتی ہیں - غریبوں کے بچوں کی تربیت حقیقی معنوں میں اس وقت ہو سکتی ہے جبکہ ہمارے ملک میں کوئی قومی حکومت معرض وجود میں آئے اور وہ قوم کے ہر فرد کے بچے کی نگہداشت اپنا فرض اولین سمجھتے ہوئے مزدوروں کے بچوں کی تربیت کے واسطے پبلک نرسریوں وغیرہ کا انتظام کرے -

۲ - **اوسط درجہ کے لوگ** :- ان لوگوں کو ہماری زبان میں خوش حال کہتے ہیں یعنی وہ طبقہ جس کو معاش کی طرف سے بہت کم پریشانی ہوتی ہے اور جس میں تعلیم کا بھی چرچا ہے اس طبقہ کے ہر فرد کے ذمہ بالعموم چند اشخاص کی خوراک کا انتظام ہوتا ہے اور یہ اشخاص خود اس کے بیوی بچے ہوتے ہیں -

اس طبقہ میں تعلیم کی موجودگی اور سیاسی شعور کی وجہ سے اس بات کا احساس پایا جاتا ہے کہ بچوں کی معقول تربیت ہونی چاہیئے لیکن یہ احساس عملی صورت بہت کم دیکھتا ہے اس کے مختلف وجوہ ہیں۔ اول تو یہ کہ بچوں کی نفسیات کا مطالعہ اور اس کے جبلی میلانات کا پتہ لگانا بڑے دشوار امور ہیں۔ اور اگر بچوں کے رجحانات کا پتہ بغور مطالعہ کے بعد لگا بھی لیا جائے تو اس کے بعد کا قدم اور بھی زیادہ مشکل ہے اس لئے کہ بچوں کے جبلی میلانات کے مطابق اس کے نفسی قوتوں کے ارتقا کا انتظام کرنا ہر شخص کے بس کی بات نہیں۔ علاوہ ازیں اس طبقہ کے افراد کے محدود ذرائع آمدنی اور محدود لمحات اس بات کی کہاں اجازت دیتے ہیں کہ اس سلسلہ میں جن افراد کی مدد کی ضرورت ہے ان کو بہم پہنچایا جاسکے۔ جمہوری حکومتوں میں البتہ اس قسم کے وسائل موجود ہیں مثلاً نفسیاتی مشورہ دینے والے ادارے۔ جہاں ماہرین فن اپنی وسیع معلومات و تجربات کی روشنی میں عوام کو مفت مشورہ دیتے ہیں۔ یہ ادارے بعض مقامات پر بچوں کی درسگاہوں۔ نرسریوں وغیرہ سے ملحق ہوتے ہیں اور اس الحاق کا فائدہ یہ ہے کہ بچوں کے نفس ([illegible]) کا مناسب نشوونما ہوتا ہے بہرحال چونکہ ہمارے ملک میں اس نوعیت کے اداروں کا قحط ہے اس لئے اوسط درجہ کے افراد کے بچوں کا بھی کچھ حال نہیں ہے۔ بچوں کی زندگی کے ابتدائی چار سال (جس کے بعد بسم اللہ ہوتی ہے) والدین کے غیر مرتب میلانات کے مطابق گزر جاتے ہیں۔ اس چار سال کی مدت میں بچوں کی نگہداشت بہت کچھ ماں کرتی ہے۔ بشرطیکہ اس کو گھر کی ذمہ داریوں سے فرصت مل جائے ورنہ بچہ کسی آیا یا کسی غریب لڑکے کے پلے پڑتا ہے۔ اس طبقہ کے لوگ آیا یا کسی غریب لڑکے کو اس لئے ملازم رکھ لیتے ہیں تاکہ بچے کی ماں کو امور خانہ داری کی طرف توجہ کا موقع مل جائے۔ چنانچہ ان آیاؤں یا غریب ملازموں کے ہاتھوں بچوں کی جو گت ہوتی ہے اس پر افسوس ہوتا ہے۔ میں نے بعض بڑے بڑے شہروں میں دیکھا ہے کہ آیائیں بچوں کو لیکر فٹ پاتھ ([illegible]) پر بیٹھ جاتی ہیں۔ اور یہ آیائیں آپس میں باتوں میں مصروف ہوتی ہیں۔ درآں حالانکہ بچہ راستے کی خاک چاٹتے رہتے ہیں۔ بچوں کے ساتھ یہ رویہ اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ بچہ کی تربیت مقصود نہیں ہے بلکہ اس کو وبال جان سمجھ کر اس سے کسی طرح چھٹکارا حاصل کیا جاتا ہے تاکہ اپنے بعض غیر ضروری امور کی طرف توجہ کی جاسکے۔ ابتدا میں بچہ کی اس طرح تربیت کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بچہ یہ محسوس کرنے لگتا ہے کہ وہ گھر کے لئے مصیبت ہے اور اس طرح والدین غیر شعوری طور پر بچہ میں آوارہ گردی کی بنا

ڈالتے ہیں۔ جاہل آیاؤں کے ساتھ رہ کر بچہ میں بعض مخرب اخلاق عادتیں تدریجاً پیدا ہو جاتی ہیں اور جب بچہ گھر کے قیام کے چند لمحات کے دوران میں بعض بُرے الفاظ اپنی زبان سے نکالتا ہے تو والدین کے غم و غصہ کا شکار ہوتا ہے اور چونکہ بچوں کے فطری میلانات کا علم نہیں ہوتا اس لئے اس کو بعض چیزوں کے کرنے سے روکا جاتا ہے اور بعض کاموں کے کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے جس کا کوئی تعمیری نتیجہ نہیں ہوتا۔ اس طبقہ کے افراد کو چاہیئے کہ وہ اپنے سیاسی شعور اور محدود وسائل کو کام میں لاتے ہوئے بچوں کی مناسب تربیت کریں اور جاہل آیاؤں وغیرہ کے مسموم اثرات سے بچوں کو محفوظ رکھیں۔

۳۔ سرمایہ داروں کا طبقہ اس طبقہ کی حالت دیکھنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ غالباً والدین کی ذمہ داری صرف اس حد تک ہے جس حد تک کہ بچہ کی پیدائش کا تعلق ہے۔ بعد ازاں بچہ کی تربیت سے والدین کو کوئی سروکار نہیں بلکہ بچہ کی تربیت ان چند کرایہ کے اشخاص کے ذمہ ہے جو اس کام کے لئے ملازم رکھے جاتے ہیں۔ مثلاً نینی۔ آیا اور بیرا۔ ان اشخاص کے سپرد بچہ کی تربیت و خدمت ہوتی ہے۔ سرمایہ دار بالعموم کسی انگریز یا اینگلو انڈین نینی کی خدمات بچوں کی تربیت کے لئے حاصل کر لیتے ہیں چنانچہ جب بچہ آنکھ کھولتا ہے تو بجائے حقیقی ماں کے نینی کو اپنا مربی پاتا ہے نینی کی خدمات حاصل کرنے کے کئی مقاصد ہیں۔ اول تو یہ کہ ماں یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ وہ بچہ کی ہر چھوٹی چھوٹی ضرورت کی طرف متوجہ ہو کر اپنی آزادی اور راحت میں فرق ڈالے۔ دوسرے "الناس علیٰ دین ملوکہم" کے مطابق اینگلو انڈین نینی کے ذریعہ بچہ میں وہ صفات و خصوصیات پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے جن سے وہ مستقبل میں ان کے نظریہ کے مطابق مہذب انسان بنے چنانچہ یہ دیکھا ہے کہ دو سال کی عمر کے بعد بچہ کی زبان پر چند ٹوٹے پھوٹے انگریزی کے الفاظ ہوتے ہیں جن کے ذریعہ وہ اپنے مفہوم کو ادا کرنے کی کوشش کرتا ہے اور یہ کہ وہ اپنی مادری زبان کا ایک لفظ بھی نہیں جانتا۔ حیرت تو یہ ہے کہ والدین (جن کو بچہ کی صورت دیکھنے کا بہت کم موقع ملتا ہے) بچہ کی زبان سے انگریزی کے الفاظ سن کر بیحد مسرور ہوتے ہیں۔ بلاشبہ بچہ اپنی نینی کی تربیت کے سایہ میں مقررہ اوقات پر سوتا۔ کھانا کھاتا اور انگریزی کے چند الفاظ وغیرہ سیکھ لیتا ہے۔ سرمایہ داروں کا بچہ جب اپنے گرد ہر وقت ملازموں کو دیکھتا ہے جو ہر وقت اس کے اشارہ کے منتظر رہتے ہیں تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس میں خود اعتمادی

اور اپنا کام خود کرنے کی عادت کبھی نہیں پیدا ہوتی۔ میں نے تو یہاں تک دیکھا ہے کہ سرمایہ دار کا بچہ ۹ سال کی عمر میں بھی اپنا کمر بند نہ باندھ سکتا تھا۔ وہ اپنے پاجامہ کو اس وقت تک ہاتھ میں لئے کھڑا رہتا تھا جس وقت تک کہ بیرا یا نینی آن کر اس کی مدد نہ کرے۔ بچہ کی تربیت کی طرف سے والدین کی کنارہ کشی نہایت افسوسناک ہے اور خصوصاً ماں کی بے رخی سخت مُضر ہے۔ بچہ کی تربیت کو قطعی طور پر غیر کے سپرد کر دینا کہاں کی دانشمندی ہے۔ میرا تو خیال ہے کہ سرمایہ داروں کے طبقہ میں ماں اگر چاہے تو بچے کی تربیت کے لئے کافی دولت نکال سکتی ہے اور بچہ کے اندر وہ تمام خصوصیات پیدا کر سکتی ہے جو بچہ کی آئندہ زندگی کے بنانے کے ضامن ہیں۔ اس لئے کہ ماں کو امور خانہ داری میں زیادہ وقت صرف نہیں کرنا پڑتا۔ ماں کو اپنے ذہن سے یہ خیال نکال دینا چاہیئے کہ انگریزی کے چند جملے سیکھ کر یا انگریزی طرز معاشرت ہی سے بچے مہذب کہلائیں گے۔ ہم مشرقی تہذیب کے علمبردار ہیں۔ اور ہمیں اپنی مشرقی تہذیب و تمدّن ہی پر فخر کرنا چاہیئے اور جہاں تک ہو سکے بچے میں اپنا کام خود کرنے کا جذبہ پیدا کرنا چاہیئے۔ اس لئے کہ خود اعتمادی ہی اپنے امور میں فیصلہ کی استعداد پیدا کرتی ہے اور یہ قوت فیصلہ ہی ہے جو بچہ کی اولوالعزمی کی ضامن ہوگی۔

افضل النساء بیگم اسرائیلی

عورت سے

اوراق پہ ماضی کے نہیں اس کی نگاہ
شاہد تری طاقت کی ہے اکبر کی سپاہ
دُنیا تجھے کہتی ہے کہ ہے جنس ضعیف
لاحولَ وَلاَ قوۃَ الاّ باللہ

اک آتش رنگیں میں جلی جاتی ہے
بے سوچے نئی رہ پہ چلی جاتی ہے
اجداد کی تہذیب سے پھر کر یکسر
یورپ کی مشینوں میں ڈھلی جاتی ہے

سمجھی ہے کہ ہر قید سے آزاد ہوئی
مغموم تھی صدیوں سے تو اب شاد ہوئی
افسوس نسائیت کو کھو کر اپنی
ایمان کی تو یہ ہے کہ برباد ہوئی

تو زہر کی تاثیر بدل سکتی ہے
ہر بخت کی تحریر بدل سکتی ہے
ہے تجھ میں وہ جوہر کہ اگر تو چاہے
تو قوم کی تقدیر بدل سکتی ہے

قوت کا تری ہو مرے لب پر اقرار
عظمت سے تری کر نہیں سکتا انکار
ہوں منتظر اے روح رواں عالم
پھر شان نسائی سے تو آجا اک بار

وقار واثقی

(بقیہ صفحہ ۲۴۸)

شہد کھا جاتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ مگس بان اگر اس موم کا نصف ہی حصہ اگر بنا بنایا دے تو موتوں کا وقت بچ جائے گا اور محنت بھی کم پڑے گی۔ اسی مقصد سے جدید مگس بانی میں ہر فریم پر موم کی ایک ایسی پرت چسپاں کر دی جاتی ہے جس پر (cells) خانوں کی جسامت کے برابر نشان بنے ہوں اس کو کومب فاؤنڈیشن کہتے ہیں۔ موم کی اس تہ پر نشان بنانے کی مشین سب سے پہلے مہرنگ نے ۱۸۵۷ء میں ایجاد کی۔ یہ جدید مگس بانی میں ایک زبردست ایجاد تھی۔ اب ہندوستان میں دو تین کومب فاؤنڈیشن ملز (Comb Foundation mills) موجود ہیں۔ یہ بسکٹ اسپری سے تیار کی ہوئی کومب فاؤنڈیشن دستیاب ہو سکتی ہے۔ ہمارے ملک کی موئیں ۵ سے ۴/۳ ۵ خانے فی انچ کی لمبائی میں بناتی ہیں۔

موئیں خالص موم سے ہی تیار کی ہوئی کومب فاؤنڈیشن کی بنیاد پر اپنے خانے بناتی ہیں۔ حالانکہ امریکہ میں روٹ کمپنی نے کسی قدر آمیزش کے ساتھ موزوں کومب فاؤنڈیشن تیار کرنا شروع کیا ہے۔ جسے کامیابی کے ساتھ موئوں نے قبول کیا ہے۔ یورپ اور امریکہ میں اب کومب فاؤنڈیشن بنانے کے بڑے بڑے کارخانے موجود ہیں۔ جہاں پر روز میلوں لمبی کومب فاؤنڈیشن کی پرتیں (Sheets) تیار کی جاتی ہیں۔ اس بڑے پیمانہ پر کومب فاؤنڈیشن بنانے کا طریقہ (Weeds Process) وِیڈس پروسس کہلاتا ہے۔ (ختم شد)

بیگم م۔ ح۔ ہاشمی

عصمت اب صرف ضرورت کے مطابق چھاپا جاتا ہے۔ اگر ڈاکخانہ کی غفلت سے آپ کو کسی ماہ کا پرچہ وقت مقررہ پر نہ ملے تو خریداری نمبر کے حوالے سے دوبارہ منگا لیجئے۔ ورنہ پھر کسی قیمت پر نہ ملے گا۔
منیجر

مگس بانی

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

ہنی فلو ہر جگہ وہاں کے پھولوں کے مطابق سال میں ایک یا دو مرتبہ چند دن ایسے ہوتے ہیں جب ہر طرف پھول ہی پھول بہ افراط نظر آتے ہیں اور مونیں تمام دن جلدی جلدی خوشی میں جھوم جھوم کر نکٹر اور پولن کے بوجھ لالا کر شہد کا انبار لگا دیتی ہیں۔ اسی موسم کو (HONEY FLOW) ہنی فلو کہتے ہیں۔ جب ہنی فلو کا زمانہ قریب ہو اس سے ایک ہفتہ قبل مضبوط کالنیز کے اوپر سُپر (SUPER) چڑھا دینا چاہیئے۔ سُپر جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے۔ ہائیو کے اس اُوپری حصے کو کہتے ہیں۔ جس میں شہد اکٹھا کیا جائے۔ عموماً سُپر دو طرح کے ہوتے ہیں۔ (۱) پوری اونچائی کا (FULL DEPTH) جس کی بلندی بالکل برووڈ چیمبر کے برابر ہو۔ اور (۲) ہاف ڈیپتھ (HALF DEPTH) جس کی اونچائی نصف ہوتی ہے۔ سُپر کے فریموں کا ¾ حصہ جب شہد سے بھر جائے اس وقت سُپر اتار لینا چاہیئے۔ اور مونوں کو ہائیو کے اندر جھاڑنے کے بعد شہد سے بھرے فریم ایپیری کے اس الگ اور بند کمرے میں لے جانا چاہیئے جسے ہنی روم (HONEY ROOM) کہتے ہیں۔ کمرہ بند رہنے کی ضرورت اس لئے ہوتی ہے کہ مونیں شہد پر حملہ کرنے کے بعد اپنی عادت کے مطابق لوٹ مار (ROBBING) نہ شروع کریں۔

شہد نکالنا شہد سے بھرے موی خانے زیادہ تر مُہر بند ہوتے ہیں۔ ان کی مُہر علیحدہ کرنے کے لئے ایک لمبا چاقو ہوتا ہے جسے ان کیپنگ نائف (UN-CAPPING KNIFE) کہتے ہیں۔ اس چاقو کو گرم پانی میں تھوڑی دیر رکھنے کے بعد شہد سے بھرے فریموں کی سطح پر آہستہ سے ہوشیاری کے ساتھ پھیرنے سے شہد کے خانوں کی مہر بند ڈھکنیاں چھیل لی جائیں۔ اب ان شہد کے فریموں کو ہنی ایکسٹریکٹر (HONEY EXTRACTOR) میں رکھ کر چکر دیا جائے۔ اس دائرہ نما طاقت سے جسے انگریزی میں (CENTRIFUGAL FORCE) کہتے ہیں قریب قریب سارا شہد موی خانوں سے نکل کر مشین میں آجاتا ہے۔ جس کے پاس یہ مشین نہ ہو اور چھوٹے پیمانے پر شوقیہ یہ کام کرتا ہو وہ سولر ہنی ایکسٹریکٹر (SOLAR HONEY EXTACTOR) خرید سکتا ہے۔ یہ ایک چھوٹے بکس کی طرح ہوتا ہے جس کا ڈھکن شیشے کا بنا ہوتا ہے۔ تاکہ سورج کی شعاعیں گزر سکیں اور دھوپ کی گرمی سے رکھے ہوئے چھتے سے شہد پگھل پگھل کر بکس کی تہ میں جمع ہو جائے۔ موم ہلکا ہونے کے سبب سے شہد کے اوپر تیرتا رہے گا۔ اس طرح شہد حاصل بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ طریقہ اس لئے بُرا مانا جاتا ہے کہ یہ جدید طرز سے مگس بانی کرنے کے ایک زبردست اصول کو رد کرتا ہے یعنی اتنی محنت و مشقت سے تیار کئے ہوئے موی چھتے برباد ہو جاتے ہیں۔ جبکہ ہنی ایکسٹریکٹر سے شہد نکالنے میں وہی چھتے فریموں پر جوں کے توں چسپاں رہتے ہیں۔ اور ہر سال بار بار استعمال میں آتے ہیں۔

شہد کو چھان لینے کے بعد ۱۴۰ سے ۱۶۰ درجہ فارن ہائٹ پر نصف گھنٹہ تک گرم رکھنا چاہیئے۔ اس عمل کو پروسسنگ (Processing) کہتے ہیں۔ اس ترکیب سے شہد ایک عرصہ تک خراب نہیں ہو سکتا۔ پروسس کرنے کا طریقہ یہ ہے:۔ ایک برتن میں چند لکڑی کے ٹکڑے ڈالے جائیں اور پھر پانی اس قدر لیا جائے کہ جن بوتلوں یا ٹینوں میں شہد ہو ان کی گردن سے ذرا نیچے پانی کی سطح ہو، اب نیچے سے گرمی پہنچائی جائے اور ۱۴۰ سے ۱۶۰ درجہ حرارت (فارن ہائٹ) پر نصف گھنٹہ تک گرم رکھا جائے۔

شہد کو بوتلوں میں بھرنا اب شہد کو پانی میں گرم کی ہوئی صاف شفاف بوتلوں میں بھر لیا جائے۔ بھرتے وقت خیال رہے کہ بوتلوں کو کسی قدر ترچھا رکھنا چاہیئے تاکہ ہوا کے بلبلے نہ شامل ہو سکیں۔ اس کے بعد صفائی سے عمدہ اور رنگین قسم کے حسب خواہش لیبل لگا کر بوتلیں کسی ٹھنڈی اور خشک جگہ رکھنی چاہیئے۔ شہد کے لئے اگر ½ پونڈ، ایک پونڈ اور ½ ۲ پونڈ کی بوتلیں استعمال کی جائیں تو بہت اچھا ہے تاکہ ان کی فروختگی میں آسانی ہو۔ شہد ٹین کے ڈبوں میں بھی رکھا سکتا ہے۔ لیکن شیشے کی بوتلوں میں زیادہ خوشنما معلوم ہوتا ہے۔ فروختگی کا سوال نہایت آسان ہے۔ اول تو شہد کے دلدادہ ایپیری میں خود آکر شہد خرید لئے جائیں گے ورنہ ایجنٹس

اور اشتہارات کے ذریعہ شہد عمدہ قیمتوں پر فروخت ہو سکتا ہے۔ ہندوستان میں شہد پیدا کرنا مشکل ہے لیکن فروختگی نہایت آسان ہے۔

شہد کے فوائد

شہد انسان کے لئے ایک نہایت ہی بیش قیمت عطیہ ہے۔ یہ بذاتِ خود ایک مکمل غذا ہے جس میں دنیا کی بہترین مٹھاس، مادّی اشیاء اور حیاتین موجود ہیں۔ شہد میں وہ قدرتی شکر موجود ہیں۔ جو روز کے استعمال والی چینی سے ہزار درجہ بہتر اور صحت بخش ہیں۔ زمانۂ قدیم سے شہد انسان کی مختلف بیماری میں استعمال کیا جا رہا ہے۔ پرانے زمانہ میں موتوں کو شہد کے ساتھ پیس کر آنکھ کی بیماریوں، دانت کے درد، مسوڑھوں اور حلق کی تکلیف میں نہایت کامیابی سے لگاتے تھے۔ چینی تو موتوں کو جلا کر ان کی راکھ شہد میں ملاتا تھا اور ہر مرض میں استعمال کرتا تھا۔ موجودہ زمانہ میں بھی شہد کے بکثرت فوائد بتائے جاتے ہیں۔

ڈاکٹر بک کا قول تھا کہ دماغی اور جسمانی تھکاوٹ اور کام کی زیادتی میں شہد سے زیادہ مفرح یا طاقت بخشنے والی چیز ڈاکٹروں کے پاس نہیں۔ اس لئے جرمنی کے باشندے خوب شہد کا استعمال کرتے ہیں۔ ان کے یہاں شہد کسی دوسرے ملک کے لئے بھیجنا قانوناً منع ہے۔ جرمنی کے لوگ شہد کے اتنے دلدادہ ہیں کہ وہ گرم پانی میں چند چمچے شہد ملا کر پیتے ہیں اور اس طرح لطیف و مفرح دل کو جرمن شہد کی چاء کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ (German Honey tea) دنیا کی مشہور تیراک ایتھل ہرٹل (Ethyl Hertel) نامی خاتون نے ٹورونٹو (toronato) میں تیرنے کا مقابلہ کرتے وقت یہ بیان دیا کہ وہ برابر شہد کا استعمال کرتی رہیں اور تیرنا شروع کرنے سے قبل اور تیرنے کے بعد بھی شہد کھایا۔ انھوں نے اپنی کامیابی سے دنیا بھر میں شہرت حاصل کی کھیل کو دھصہ لینے والے دوسرے لوگ بھی برابر شہد کا استعمال کرتے ہیں اور اپنے ذاتی تجربہ سے اسے بہترین صحت بخش نعمت قرار دیتے ہیں۔

شہد بوڑھے، جوان اور بچوں سب ہی کے لئے مفید ہے اس سے ہاضمہ اچھا رہتا ہے۔ بدن میں طاقت اور چستی آتی ہے۔ موٹے آدمی اگر اپنا موٹاپا کم کرنا چاہیں تو ہر روز صبح کے وقت ایک گلاس پانی میں ایک یا دو چمچے اچھے شہد کا استعمال کریں۔ دودھ پیتے بچوں کو بھی شہد دینا چاہیئے، زکام اور درد میں بھی شہد مفید ثابت ہوتا ہے چونکہ شہد میں بہت سی مادی اشیاء موجود ہیں۔ اور لوہے کا جزو بھی موجود ہے یہ خوراک کمزور آدمیوں کے لئے نہایت موزوں ہے۔ شہد خون کی کمی کو بھی دور کرتا ہے۔

پرانے وقتوں سے شہد کا استعمال فن جراحی میں بکثرت ہوتا آیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ لڑائی کے زمانے میں سپاہیوں کے تلوار کے گھاؤ شہد ہی سے پُر کئے جاتے تھے۔ پھوڑے پھنسیوں اور کاربنکل میں تو شہد اکسیر قرار دیا جا سکتا ہے۔ محض شہد کا لیپ لگانے سے پھوڑے ٹوٹ جاتے ہیں اور مواد کی اچھی طرح صفائی ہو جاتی ہے۔

رات کو سوتے وقت آنکھوں میں شہد لگانے سے بینائی پر بہت اچھا اثر پڑتا ہے اور آنکھ کے تمام امراض کے لئے شہد مفید ہے بچوں کے دانت نکلتے وقت شہد کا استعمال ہر گھر میں ہوتا ہے اگر چینی کے بجائے بچوں کو شہد کی مٹھائیاں کھلائی جائیں یا صرف شہد دیا جائے تو ان کے دانت اور مسوڑھے نہ خراب ہوں گے اہلِ یونان کا عقیدہ تھا کہ شہد کھانے سے عمر دراز ہوتی ہے۔ تاریخ میں بہتری مثالیں اس بات کو ثابت کرنے کے لئے موجود ہیں۔ جس بات کی حیات عموماً بڑی دیکھنے میں آئی ہے۔

اسلامی نقطۂ نگاہ سے شہد کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے مضمون کے شروع ہی میں سورۂ النحل کا حوالہ دیا جا چکا ہے۔ روایت ہے کہ آنحضرت صلعم شہد کو ہر مرض میں مفید بتایا کرتے تھے اور اسے پاک صاف متبرک اور مقوی غذا قرار دیتے تھے کلام پاک میں اس نعمت کا ذکر بار بار آیا ہے۔ شہد جیسی عمدہ اور بہترین نعمت کے لئے خداوندِ عالم کا جس قدر بھی شکریہ ادا کیا جائے کم ہے۔ انجیل مقدس میں بھی شہد کا ذکر اور اس کے مفید ہونے کا بیان بارہا آیا ہے۔ رگ وید جو کہ تقریباً ۳۰۰۰ برس قبل مسیح لکھی جا چکی ہے۔ اس میں بھی شہد کی تعریف کی گئی ہے۔

مصری شہد کی اتنی اہمیت تھی کہ رسماً شادی کے وقت دولہا سے اس بات کا عہد لیا جاتا تھا کہ وہ اپنی دولھن کو ہر سال ۲۴ پونڈ شہد دیا کریگا ہندو مذہب کے رسم و رواج میں بھی شادی کے وقت شہد کام میں لایا جاتا ہے۔ غرضکہ پیدائش، زندگی اور موت تینوں حالتوں میں شہد کا استعمال ہوتا ہے۔ روم کی خواتین صدیوں افزائشِ حسن کے لئے شہد کا استعمال کرتی رہیں۔ اور اب بھی ہر ملک میں یہ رواج جاری ہے چہرے کی صفائی، رونق اور رنگ کے لئے شہد بےحد مفید ہے اور محض اوپری استعمال نہیں بلکہ اسے کھانے سے بھی حسن میں اضافہ ہوتا ہے چین کی عورتیں

نارنگی کے بیج پیس کر شہد میں ملانے کے بعد مہاسے دُور کرنے اور چہرے کی صفائی کے لئے استعمال کرتی ہیں۔ مہاسوں پر صرف شہد لگانے سے بھی فائدہ ہوتا ہے۔ شہد کا جز بہت سی عمدہ (Creams) کریموں اور ٹونکس (Tonics) میں رہتا ہے۔ صرف شہد کے قدردان شہد کی شراب میڈ (Mead) کی قدر جان سکتے ہیں۔

آج کل امریکہ میں جس قدر شہد کا چرچا ہے۔ غالباً دوسرے ملک میں نہیں۔ وہاں اس عمدہ غذا کی بہت زیادہ قدر ہے۔ وہاں شہد سے جیم، جیلی، پکل، سلاد، مارملیڈ وغیرہ بنتا ہے۔ اور طرح طرح کے کیک اور مٹھائیاں بھی بنتی ہیں۔ فنِ مگس بانی اگر دنیا کے کسی ملک میں ترقی پر ہے تو وہ ملک امریکہ ہی ہے۔ وہاں شہد کی پیداوار اتنی زیادہ ہے کہ شہد اور چینی کا نرخ قریب قریب یکساں ہے۔

موم حاصل کرنا

موم موں کے پیٹ سے خارج ہوتا ہے۔ سارا چھتہ اس کی بنیاد اور الگ الگ خانے قدرتی حالت میں خالص موم کے بنے ہوتے ہیں۔ ہمارے ملک میں موم اکٹھا کرنے کا کاروبار بھنورا یا سارنگ (Apis dorsata) پر منحصر ہے جدید مگس بانی میں۔ جب کبھی چھتے خراب یا زیادہ استعمال سے ردی کر دیئے جاتے ہیں۔ اس وقت موم ملتا ہے۔ اپیری میں موم کے تمام ٹکڑے جمع کرنا چاہیئے۔ تاکہ ان سے فرصت کے وقت خالص موم نکالا جا سکے۔ یوں تو موم مشین سے نکالا جا سکتا ہے لیکن ایک آسان طریقہ بھی ہے۔ اس کے لئے ایک مستطیل نما بکس جس کا ڈھکن شیشے کا ہو اور اس میں دو خانے ہوں ان خانوں کے درمیان تار کی جالی لگی رہتی ہو اس بکس کو (Solar Wax Extractor) سولر ویکس ایکسٹریکٹر کہتے ہیں۔

اپیری میں کسی جگہ اسے اس طرح رکھا جائے کہ ایک سرا اونچائی پر اور دوسرا نشیب میں ہو۔ اب موم کے چھتوں کے ٹکڑے اوپری خانے میں بھر دیئے جائیں اور شیشے کا ڈھکن لگا دیا جائے۔ سورج کی شعاعیں اس پر پڑیں گی اور دھوپ کی گرمی سے موم پگھل کر اور جالی سے چھن کر تہ میں جم جائے گا۔ اب اس موم کی صفائی کی جا سکتی ہے جیسا کہ نیچے کی ترکیب میں پایا جاتا ہے۔

ایک موٹے کپڑے میں تمام مومی چھتوں کے ٹکڑے باندھ کر کسی وزنی چیز سے دبا کر پانی کے ٹب میں ۲۴ گھنٹے تک بھگویا جائے۔

اس کے بعد ٹین کے کنستر میں پانی گرم کیا جائے جس کی تہ میں لکڑی کے ٹکڑے رکھے ہوں (تاکہ موم پیندے سے لگ کر تیز گرمی نہ پہنچ سکے۔) اب کسی وزنی چیز سے موم کے تھیلے کو پانی کی سطح سے نیچے رکھا جائے۔ اور برتن کو برابر گرم کیا جائے۔ موم پگھل کر سطح پر تیرنے لگے گا کسی ٹین کے چمچہ سے اس موم کو نکال کر ٹھنڈے پانی میں ڈالا جائے۔ موم جم جائے گا۔ اسی طرح رفتہ رفتہ سارا موم نکل آئے گا اور آمیزش کا مادہ کپڑے کے اندر رہ جائے گا۔ بار بار اس ترکیب کو عمل میں لانے سے موم بالکل صاف شفاف حالت میں دستیاب ہو سکتا ہے۔ عمدہ قسم کا موم تیار کرنے کے لئے بارش کا پانی ڈسٹلڈ واٹر (Distilled Water) استعمال کرنا چاہیئے۔ موم کو حسب خواہش سانچوں میں ڈھالا جا سکتا ہے۔

موم کا استعمال

خالص موم کا استعمال مگس بانی کے لئے تو سب سے ضروری کومب فاؤنڈیشن یعنی مصنوعی موم کی پرت تیار کرنا ہے۔ ویسے زمانۂ قدیم سے فنِ مصوری میں خالص موم کا خاص حصہ رہا ہے۔ رومن کیتھولک گرجا گھروں میں (Roman Catholics) اور مندروں میں خالص موم کی موم بتیاں جلائی جاتی ہیں۔ آرٹ کے دلدادہ موم کی قدر خوب جانتے ہیں۔ خواتین اور خصوصاً مغربی خواتین کے بناؤ سنگھار میں موم نے جس قدر جگہ پائی ہے۔ شاید یہ شرف کسی دوسری شے کو حاصل نہیں۔ کریم، لپ اسٹک، نیل پالش اور لوشن محض چند مثالیں ہیں۔ ناچ گھر کا فرش بغیر موم کی قلعی کے اپنی زینت قائم نہیں رکھ سکتا۔ موم سے بہتیری دوائیں تیار کی جاتی ہیں۔ طرح طرح کی پالش میں موم کا استعمال ہوتا ہے۔ سامانِ جنگ میں موم کی کافی اہمیت ہے۔ بم بناتے وقت موم کا حل کام میں آتا ہے۔ جہازوں اور ہوائی جہازوں کے مخصوص حصوں پر موم لگایا جاتا ہے اس کے علاوہ خالص موم کی سطح ہر اس چیز پر ضروری ہے جس پر پانی لگنے سے خراب ہونے کا احتمال ہو۔ فنِ باغبانی کے ماہر پودوں پر چشمہ باندھنے اور پیوند لگانے کے بعد موم سے تیار کی ہوئی گرافٹنگ ویکس (Grafting Wax) سے شگاف بند کرتے ہیں۔

کومب فاؤنڈیشن

اندازہ لگایا گیا ہے کہ موم میں ایک پونڈ چھتہ بنانے کے لئے ۱۰ سے ۲۰ پونڈ

(باقی صفحہ ۲۴۵ کالم ۳ پر دیکھیے)

ایک دلچسپ حادثہ

جس کمپارٹمنٹ میں شاہدی چچا چڑھے تھے حُسنِ اتفاق سے وہ اس قدر کھچا کھچ بھرا ہوا تھا کہ سانس لینے تک کی گنجائش نہ تھی اور جو کوئی اترتا اس کی جگہ آنے والا پُر کر دیتا تھا اور بیچارے شاہدی چچا سے یہ نہ ہو سکتا تھا کہ پھرتی سے اترنے والے کی جگہ پر بیٹھ جاتے۔

شاہدی چچا دُبلے پتلے چھوٹا قد، لمبا چہرہ اور اس قدر پتلا تھا کہ دُور سے آپ کا چہرۂ مبارک خربوزے کی پھانک تصور کریں تو زیادہ مناسب رہے گا۔ اس پر سونے پر سہاگا یہ کہ آپ کی چھوٹی چھوٹی مونچھیں جو کہ سُرخی مائل زیادہ تھیں، گیہواں رنگ پر عجب لاآبالی شان رکھتی تھیں۔

بظاہر تو میں شاہدی چچا کے ساتھ بمبئی کا لمبا سفر طے کر رہی تھی مگر حقیقت میں میں ان کو لئے جا رہی تھی۔ میں جانتی تھی کہ اگر سامان ان کے پاس رکھوایا تو خیر نہیں۔ سامان تو سامان اگر وہ ہی بمبئی تک بخیریت پہنچ جائیں تو بہت جانئے۔ جب کوئی اترتا شاہدی چچا آہستہ سے کھسک کر بیٹھنا چاہتے کہ اتنے میں دوسرا آدمی سرعت کے ساتھ اس جگہ براجمان نظر آتا۔ میں ہر اسٹیشن پر ان کا انتظار کرتی درجہ میں صرف میں اور ایک صاحبہ تھیں۔ ہاتھ میں بٹوہ اور پانوں کی ڈبیہ تھی ذرا کچھ غیر تعلیم یافتہ ہی معلوم ہوتی تھیں۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ "آپ کہاں جا رہی ہیں" میں نے جواب دیا بمبئی۔ ابھی وہ کچھ اور سوال کرنے ہی والی تھیں کہ اتنے میں پونا کا اسٹیشن آگیا۔ ایک ادھیڑ عمر عورت اور ایک لڑکی درجہ میں داخل ہوئیں۔ لڑکی نہایت تمکنت سے سر، تو کھڑکی سے منہ نکالے جھانکنے لگی۔ شاہدی چچا آئے میں نے ان سے پوچھا کہ جگہ مل گئی، کہنے لگے "بیٹی جگہ کیسی یہاں تو دم لینے تک کا صحن نہیں" کہ اتنے میں گاڑی نے سیٹی دی اور وہ یہ کہہ کر کہ "اب کسی بڑے سے اسٹیشن پر آؤں گا" چلے گئے۔ بے حد گھبرائے ہوئے تھے۔

اب میں نے اس لڑکی کی طرف دیکھا۔ وہ میری جانب دیکھ رہی تھی وہ عورت جو کہ پہلے سے بیٹھی تھی اس لڑکی سے یوں مخاطب ہوئی کہ "آپ کہاں جا رہی ہیں" اس سوال پر وہ بیحد شان کے ساتھ مسکرائی اور جواب ندارد۔ وہ بھولی عورت کچھ نہ سمجھ سکی کہ یہ میرے سوال کا مضحکہ اڑا رہی ہے۔ اس عورت نے پہلے مجھے پان پیش کیا اور دینے شکریہ کے ساتھ ایک الائچی اور چھالیہ کے تھوڑے سے دانے دفع الوقتی کے لئے منہ میں ڈال لئے۔ اور پھر اس لڑکی کی طرف بڑھایا۔ انہوں نے نہایت ناز کے ساتھ کہا "معاف کیجئے مجھے ان واہیات چیزوں سے شوق نہیں"۔ بیچاری وہ عورت کھسیانی ہنسی ہنس کر چپ ہو گئی۔ مجھے اس لڑکی کی یہ نامعقول حرکت سخت ناپسند آئی اور میں اس کی طرف سے پیٹھ کر کے اپنے ٹیگور کے افسانوں کے ترجمے پڑھنے میں منہمک ہو گئی۔ رات کے گیارہ بجے کا وقت ہوگا اور چاند اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا اتنے میں پل آیا اور ٹرین ذرا آہستہ ہو گئی میں نے جو کھڑکی سے منہ نکالا تو وہ منظر مجھے بہت ہی پسند آیا کہ چاند اور تاروں کا عکس پانی میں پڑ رہا تھا اور ریت کے ذروں کی چمک پر یہ گمان ہوتا تھا کہ کہیں ہیرے تو نہیں چمک رہے ہیں۔ ایسی حالت میں مجھ سے نہ رہا گیا اور میں کچھ گنگنانے لگی۔ جب تک پل رہا میں باہر منہ نکالے قدرت کی نیرنگیوں سے محو ہوتی رہی جب پل ختم ہو گیا تو میں بدستور پھر اپنی جگہ پر بیٹھ کر مطالعہ میں مشغول ہو گئی۔ "کیا آپ سے کچھ پوچھ سکتی ہوں؟" یہ الفاظ تھے جو میرے پڑھنے میں مانع ہوئے۔

میں۔ "جی فرمائیے کیا کہنا چاہتی ہیں؟" وہ "معلوم ہوتا ہے کہ آپ گانے سے بھی شوق رکھتی ہیں؟" میں نے اس سوال پر صرف اتنا کہا کہ گانا اور رونا دنیا میں کون ایسا ہے جو ان چیزوں سے واقف نہ ہو۔

وہ۔ "یہ کونسی کتاب ہے؟ کیا از قسم افسانہ و ناول میں سے ہے"

میں۔ "جی"۔ وہ۔ "کیا میں دیکھ سکتی ہوں؟" میں۔ "ضرور دیکھئے"

وہ۔ "آپ کہاں تشریف لئے جا رہی ہیں؟" میں۔ "بمبئی جا رہی ہوں"

وہ۔ "میں بھی، چلئے خوب ساتھ ہوا۔ سفر میں جب تک کوئی ہمعصر سہیلی یا خیر دساتھ نہ ہو لطف نہیں آتا کہئے آپ کا کیا خیال ہے؟" میں "ٹھیک ہے۔" وہ اس قسم کے بہت سے سوالات کر رہی تھی اور مجھے نہ معلوم کیوں شاہدی چچا کا خیال ستا رہا تھا کہ اب یہاں ٹرین میں کوئی نیا گل نہ کھلائیں۔ ابھی انہیں خیالات میں مستغرق تھی کہ ٹرین ایک دم آہستہ ہوتی چلی گئی۔ رات کے ایک بجے اس سنسان جنگل میں ٹھیرنا کیا معنی رکھتا ہے کہ اتنے میں اس آواز نے کہ "زنجیر کھینچی گئی ہے۔ ایکسیڈنٹ

ہو گیا ہے" ہم سب کو چونکا دیا۔ میں نے منہ نکال کر جو جھانکا تو شاہدی چچا کی شکل شریف نظر پڑی وہ دو تین آدمی، اور گارڈ وغیرہ آتے دکھائی دیئے میں نے نہایت تشویشناک لہجہ میں پوچھا کہ شاہدی چچا کیا بات ہوئی۔ رونی صورت بنا کر بولے "ہائے بیٹی کچھ نہ پوچھو ہم تو پہلے ہی کہتے تھے کہ ہمیں نہ چلاؤ اور تم زبردستی سیر و تفریح کرانے لائی ہو اچھی تمہاری سیر ہوئی" اور یہ جملہ کہتے ہی دو موٹے موٹے آنسو آنکھوں میں ڈبڈبا آئے۔ میں نے بمشکل تمام ہنسی کو ضبط کرتے ہوئے کہا کہ "آخر بتایئے تو کیا ہوا؟" اس پر گارڈ نے جو کہ اُن کے قریب ہی کھڑا تھا کہا۔ "کوئی گھبرانے کی بات نہیں ہے ان میں اور ایک پشاوری میں جگہ کے پیچھے لڑائی ہوئی اور نوبت مارپیٹ تک پہنچی۔ یہاں تک کہ اس نے انہیں دروازہ سے نیچے دھکا دیدیا۔ جو کہ لوگوں کے چڑھنے و اترنے کی وجہ سے کھلا ہوا تھا۔ اس پر اور لوگوں نے زنجیر کھینچی۔ خوش قسمتی سمجھئے جو کوئی چوٹ نہیں آئی۔ اچھا چلئے بیٹھئے۔ میں اس پشاوری کو بھی جا کر ڈانٹتا ہوں۔ اس طرح تو جانیں تلف ہونے کا ڈر ہے۔"

شاہدی چچا غریب بادل نخواستہ اپنی جگہ سے ہلے۔ اس وقت کی حالت کو دیکھ کر دل چاہتا تھا کہ خوب زور زور سے قہقہے مار کر ہنسوں لیکن مجبور تھی۔ جب وہ چلے گئے تو جتنا مجھ سے ہو سکتا تھا ہنسی اور میرے خیال میں ہر شخص ان کی یہ حالت و شکل دیکھ کر بغیر مسکرائے نہ رہ سکا ہوگا۔ صبح کو ہم لوگ بخیر بمبئی پہنچے۔ اب شاہدی چچا کہتے ہیں کہ آئندہ بمبئی کی منحوس شکل نہ دیکھوں گا۔ وہ تو ؏

؏ اس دفعہ اللہ تعالیٰ کا رحم و کرم اور جانے کہاں کا ایا دیا سامنے آگیا جو موت کے چنگل سے چھٹکارا نصیب ہوا ورنہ ہم تو چل دیئے تھے۔ تم اور سب رو پیٹ کر بیٹھ رہتے اور سننے والے افسوس ظاہر کر کے خاموش ہو جاتے اور جان سے جاتا تو بندہ اور ہماری جوان موت پہ وہی شعر صادق آتا "پھول تو دو دن بہار جانفزا دکھلا گئے۔ حسرت تو ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے"

میں ان کی یہ سب باتیں سنتی رہی کہ کیا کہتے ہیں ان کی ۵۴ سالہ جوان موت کے جب شعر پڑھا تو مجھ سے نہ رہا گیا اور وہاں سے اٹھ آئی کہ کیا فائدہ کچھ اور کہہ کر جوش دلاؤں ورنہ ابھی وہ نہ جانے اور کیا کیا گہر افشانی کرتے ◆

سیدہ صوفیہ خاتون (نہیوڑی)

چشمہ

(لارڈ ٹینی سن کی شہرۂ آفاق نظم "بروک" کا لفظی ترجمہ)

بگلوں مرغابیوں کے اڈوں سے آتا ہوں میں کودتا جست لگاتا ہوا، اٹھلاتا ہوا
سنہیں راہوں کو بھی فردیں بناتا ہوں میں وادیوں میں بھی ٹھہرتا ہوا لہراتا ہوا

جست بھرتا ہوا کرتا ہوں پہاڑوں سے گزر میں چٹانوں سے بھی ٹکرا کر نکل جاتا ہوں
بیسیوں قصبے ہوں یا شہر ہوں رستے میں اگر نصف صد پل بھی جو آئیں تو اچھل جاتا ہوں

کشت زاروں سے نکلتا ہوں کلیلیں کر کے پور دریا کی طرف جو کہ ہے سنگم میرا
آدمی آئیں گے اور آ کے چلے جائیں گے میری رفتار میں کچھ فرق نہ آئے گا ذرا

گنگناتا ہوا سنگین گزرگاہوں میں لرزش ساز کے ترنم سے سُروں میں اکثر
اور طوفان زدہ کھاڑیوں کی راہوں میں ہلکے ہلکے سے تبسم کا دکھاتا ہوں اثر

بجروی سے میں کناروں کو پریشان کرتا لہلہاتے ہوئے کھیتوں سے گزر جاتا ہوں
روش و جادۂ محبوب کو حیران کرتا شاہ بلوط کی شاخوں سے ابھر جاتا ہوں

میں بہا کرتا ہوں گاتے ہوئے لہراتے ہوئے پور دریا کی طرف جو کہ ہے سنگم میرا
آدمی آئیں گے اور آ کے چلے جائیں گے میری رفتار میں کچھ فرق نہ آئے گا ذرا

میں سرکتا ہوں پھسلتا ہوں نظر کرتے ہوئے ان ربا بیلوں پہ جو آتی ہیں دھاروں کے قریب
رقص کرتا ہوں شعاعوں کو نچانے کے لئے میرے اُچھلے ہوئے رتیلے کناروں کے قریب

گنگناتا ہوں تہہ محفل ماہ و اختر خاروزائیدہ بیابانوں کو ٹھکراتا ہوا
ننھی تاروں کے جھرمٹ میں بھی کرتا ہوں گزر دیر کرتا ہوا رکتا ہوا ٹکراتا ہوا

اور پھر مڑتا ہوا بہتا ہوا ملنے کے لئے پور دریا کی طرف جو کہ ہے سنگم میرا
آدمی آئیں گے اور آ کے چلے جائیں گے میری رفتار میں کچھ فرق نہ آئے گا ذرا

صادق اندوری

میری ڈائری کا ایک ورق

۱۵- جولائی ۱۹۴۲ء

آج صبح میں اپنے محترم باپ مرحوم شوہر اور پیاری بچی کی قبر پر جانا چاہتی تھی مگر نہ جا سکی۔ قبرستان گھر سے دو میل ہے۔

اس وقت میرے تصور میں وہ زمانہ تھا۔ جب میری شادی ہوئی تھی۔ پھر خدا نے مجھے تین خوبصورت بچے دیئے پھر جب میں اپنے شوہر کے ساتھ پہلی دفعہ پہاڑ پر گئی، تو گرمی اور سردی کا اتنا بڑا فرق دیکھ کر میں کس قدر متعجب ہوئی تھی۔ پہاڑی نشیب و فراز۔ لمبے لمبے درخت اور چھوٹی چھوٹی جھاڑیاں، مئی، جون کی گرم لُو کی بجائے ٹھنڈی فرحت بخش ہوائیں۔ بادلوں کے سائے۔ گیندے کے پھولوں میں میری بچی کا تتلی کی طرح کھیلنا۔ اور اس کی پھوپی کا خوش ہونا۔ اللہ! وہ وقت کتنا دل آویز تھا۔ کچھ مدت بعد میرے شوہر اور پھر بچی کی موت!!

باہر موسلا دھار بارش ہو رہی تھی، اسی تصور میں جنگ کے لئے سوئٹر بنتی رہی۔ آہ! وہ پُر مسرت زمانہ پھولوں میں بسی ہوئی ہوا کے لطیف جھونکے کی طرح بہت جلد گزر گیا۔ اب میرا سر چکرانے لگا تھا۔

دوپہر کو دو گھنٹے سوتی رہی۔ جب آنکھ کھلی تو تین بج چکے تھے۔ ایک بیمار بچے کی عیادت کے لئے ہسپتال جانا تھا نہ جا سکی۔

آج کا تمام دن گویا پریشانی میں ہی گذر گیا۔ اب عشاء کی نماز پڑھ کر سو جاؤں گی۔

۱۶- جولائی ۱۹۴۲ء

صبح چائے کے بعد نیچے کی منزل میں کتاب لینے گئی۔ یہ نہایت ہی پُر سکون ٹھنڈا کمرہ ہے۔ انگور کی ہری بیل نے دروازے کے حسن میں دلاویز اضافہ کر دیا ہے۔ یہ کمرہ مردانہ ڈرائنگ روم ہے۔ اور اس میں لائبریری بھی ہے کتابیں سے کو شمیتی تھی۔ کہ میری ایک عزیزہ بہن کا لڑکا شوکت سے ملنے آگیا۔ جو لفٹیننٹ کی ٹریننگ کے لئے جا رہا ہے نہایت شریف لڑکا ہے۔ اس کی عادتیں سب بھتیجے شوکت سے ملتی ہیں۔

ان بہن کی لڑکی کو میں نے اپنی بہن بنا رکھا ہے۔ یہ شوکت سے چھوٹی ہے۔

دوپہر کے بعد موسم ٹھنڈا ہو گیا۔ دل کو افسردہ اور روح کو پژمردہ کر دینے والی گرمی کے بعد برسات کی آمد خاص طور پر مسرت کا پیغام لاتی ہے۔ آسمانوں سے نزولِ رحمت۔ پرندوں کا بولنا۔ کتاب رکھ کر میں اوپر چلی گئی۔ ابابیلیں مسرت سے تیر رہی تھیں۔ یہاں ابابیلیں کثرت سے ہوتی ہیں۔ شام کی شفق کی رنگین شعاعیں دن کی تجلیوں کو اپنے دامن میں سمیٹ رہی تھیں۔ مطلع صاف ہو گیا تھا۔ نیا چاند دیکھا۔ دعا مانگی۔

پونے گیارہ بجے ہیں۔ تاروں بھری رات میں کہکشاں صاف نظر آ رہی ہے۔

۱۷- جولائی ۱۹۴۲ء

آج جمعہ ہے۔ قرآن مجید کی تلاوت کے بعد ریڈیو میں تلاوتِ قرآن سنتی رہی۔ اور پھر گھر کا کچھ کام کیا۔ عورت کے لئے گھر سے زیادہ کوئی پُر امن جگہ نہیں ہو سکتی۔ عورت کے لئے گھر کا انتظام سب سے بڑا کام ہے۔ جس کی عظمت کا مقابلہ کوئی دوسرا مشغلہ نہیں کر سکتا۔ بدقسمتی سے بعض عورتیں یہ سمجھ بیٹھی ہیں کہ برتن دھونا۔ کپڑے سینا۔ اور گھر کے دوسرے ادنیٰ کام کرنے میں ان کی ذلت ہے۔ میرے خیال میں تو گھر کی دنیا دلچسپیوں سے بھری ہوئی ہے۔ عورت کے لئے گھر کے اندر رہ کر قابلیت کے جوہر دکھانے کا کافی موقع ہے۔ عورت کی سرگرمیوں کا بڑا میدان گھر ہے۔ عورت دنیا کو سنوارنے میں مرد سے زیادہ حصہ لیتی ہے۔ عورت کی نزاکت ہر کام کی متحمل نہیں۔ اس لئے عورت کو ان کاموں میں جو مردوں کے ہیں۔ خواہ مخواہ دخل نہیں کرنی چاہئے۔ آج کا دن نہایت ہی دلچسپ رہا۔

ایس بی طاہرہ پشاور

دالیں

یہ مانی ہوئی بات ہے کہ ہر روز ایک ہی قسم کے کھانے کھاتے کھاتے انسان کی طبیعت اکتا جاتی ہے۔ اور نئی نئی چیزیں کھانے کو جی للچاتا ہے اب اس کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ چیزیں عمدہ اور گراں قدر ہوں۔

کہتے ہیں ایک سلیقہ شعار لڑکی اگر نمک مرچ کی چٹنی پیستی ہے تو وہ بھی دو طرح سے پیستی ہے۔ آج اسی اصول کو مدنظر رکھ کر میں چند ترکیبیں لکھ رہی ہوں۔ دال پکانا کسے نہیں آتا۔ مگر اسے طرح طرح سے پکانا بہت کم لوگوں کو معلوم ہے۔

رکھوچے

سامان:۔ ماش کی دال ایک سیر، گھی آدھ پاؤ، دہی ایک پاؤ، پیاز، ایک آنڈی (گٹھی) لہسن ایک پوتھی مرچیں آٹھ عدد۔ ہلدی دو گٹھی۔ دھنیا دو تولہ۔ ادرک دو تولہ اور تھوڑی سی میتھی حسب پسند نمک۔

ترکیب:۔ دال دھو کر بھگو دیں تین چار گھنٹہ بعد دھو کر چھلکے صاف کر دیں۔ اب نچوڑ کر دال باریک پیس لیں اور ایک کھلے منہ کی پتیلی میں تقریباً دو سیر پانی خوب اچھی طرح کھولائیں۔ اس کے بعد دال پیس کر اس میں ادرک پیس کر ملا دیں۔ اب تھوڑی سی دال ہاتھ میں لے کر لانبے لانبے گول گول کیلے کی سی شکل بنا کر پانی میں ڈال دیں۔ اسی طرح ساری دال کے بنا کر ڈال دیں جب یہ سخت ہو جائیں تو نکال کر ٹھنڈے ہونے کو رکھ دیں۔ ایک پتیلی میں میتھی اور گھی ڈال کر بگھائیں۔ پھر تمام مصالحہ ڈال کر بھونیں۔ دہی بھی شامل کر دیں۔ جب مصالحہ بھن جائے تو اس میں جو کیلے ایسے آپ نے بنا رکھے ہیں۔ ان کے پتلے پتلے ورق (کچا لو جیسے) کاٹ کر ڈال دیں۔ پھر جتنا شوربہ رکھنا مقصود ہو اس سے ڈیڑھ پیالی زیادہ پانی ڈال لیں۔ جب گل جائے اور گھی چھٹ جائے تو اُتار لیجئے۔ مزے سے رکھوچے نوش فرمائیے۔ یہ چنے اور مونگ کی دال کے بھی بنتے ہیں

نوٹ جس پانی میں رکھوچے پہلے پکائیں وہی پانی مصالحہ بھوننے کے بعد پکانے میں استعمال کریں۔

موٹھیں

سامان:۔ مذکورہ بالا پورا سامان۔ بس گھی ایک پاؤ سیر استعمال کریں۔

ترکیب:۔ دال کو اسی طرح خوب اچھی طرح پھینٹیے لیکن اس میں تھوڑا سا پانی بھی ملایا جائے گا۔ جب اس قدر پھٹ جائے کہ اس میں بلبلے سے اٹھنے لگیں تو نمک و مرچ ملا کر چھوٹی چھوٹی پھلکیاں سی تل لی جائیں۔ پھر پہلے والی ترکیب سے مصالحہ بھون کر اس میں شامل کر دیں۔ گلنے پر موٹھیں اُتار لیں۔

کباب

سامان:۔ دھلی ہوئی دال ایک سیر۔ گرم مصالحہ تھوڑا سا۔ دہی دو چھٹانک۔ ہرا دھنیا ہری مرچیں۔ ادرک کتری ہوئی۔ گھی پاؤ بھر۔ نمک حسب ذائقہ پیاز ایک گٹھی۔

ترکیب:۔ دال۔ نمک۔ گرم مصالحہ، پیاز سب ایک ہی میں اُبال کر پیس لیں، دہی اس میں ڈال کر متھ لیں۔ اب ہرا دھنیا۔ مرچ، ادرک باریک کتر کر دال کی ٹکیاں سی بنا کر ان کے اندر بھر لیں۔ پھر کڑھائی میں گھی پکا کر ٹکیاں دو عدد پھٹے ہوئے انڈوں میں ڈال کر نکالیں۔ اور دونوں طرف سرخ سرخ تل لیں۔ اوپر سے پیاز کا لچھا، دھنیا ادرک باریک کتر کر چھڑک لیں۔

کوفتہ

کباب کی مثل اس کا سامان بھی تیار کیجئے اور بجائے ٹکیوں کے لڈو سے بنا لیجئے۔ اس کے بعد مصالحہ بھون کر اس میں کوفتہ ڈال کر دم پر دے دیجئے۔

نوٹ:۔ اگر بہنوں نے یہ چیزیں پسند کیں تو انشاء اللہ آئندہ انہیں دالوں سے عمدہ عمدہ مٹھائیوں کی ترکیب بتاؤں گی +

ناهید الہاشمی

پتہ کی تبدیلی کی اطلاع خریداری نمبر کے حوالہ سے دفتر کو فوراً دے دینی چاہیئے۔ **منیجر**

نوائے درد

رفیقۂ حیات کی وفات پر

صفحۂ قرطاس پر کرتا ہوں دردِ دل رقم — قلب کا سوزِ نہاں آتا ہے بر نوکِ قلم
آہ کیا اشعار کے کاندھے اٹھالیں گے یہ غم — جس کے ناقص ترجماں ہیں یہ روئے زرد و چشمِ نم
برق تڑپی آسماں رویا زمیں تھرا گئی — جب ہوئی میری رفیقہ راہیِ ملکِ عدم
مجھ سے رخصت ہوگئی وہ حور خصلت مہ جبیں — جس کے دم سے تھی یہ دنیا مجھ کو رشکِ صد ارم
اس کی صورت اس کی سیرت اس کی الفت اس کا حسن — قلب کو تڑپا رہے ہیں لحظہ لحظہ دم بدم
چٹکیاں لیتی ہے جب رہ رہ کے دل میں اس کی یاد — آنکھ سے اٹھتا ہے سیلِ اشک گلگوں یم بہ یم
ہائے کیا معلوم تھا یہ دن بھی ہے تقدیر میں — میرے آبِ دیدہ سے ہو اس کی خاکِ ترنم
مٹ گیا نقشِ دوئی باقی اکائی رہ گئی — آج تنہا میں ہوں کل تک دو کہے جاتے تھے ہم
اک اداسی سی نمایاں ہے در و دیوار پر — کوچہ و بازار پر چھایا ہوا کیفِ الم
مہر و مہ خاموش ہیں ساری فضا خاموش ہے — زندگی کا ساز ہے ناآشنائے زیر و بم
بجھ گئی ہے سینۂ ویراں میں شمعِ آرزو — اب نہ جینے کی خوشی باقی نہ کچھ مرنے کا غم
کیوں چنا تھا مجھ کو صدرن اپنے ماتم کے لئے — لے کے آئی تھی ازل ہی سے مگر اتنی عمر کم
اس طرح کیوں پھیر لیں نظریں لگا کر دل میں آگ — آہ کرم بھی گاہ بن جاتا ہے بنیادِ ستم
آفتابِ عمر افق سے کچھ ابھی ابھرا ہی تھا — مثلِ شبنم باغِ ہستی سے کیا تو نے بھی رم

"ابرِ الفت دامن از گلزارِ من برچید و رفت
اندکے بر غنچہ ہائے آرزو بارید و رفت"

عزیز الحق بی اے، بی ٹی

شمع کشتہ

کبھی یہ مہر و ماہ و انجم و گل سب ہمارے تھے — انہیں آنکھوں میں رقصاں کل گلستاں کے نظارے تھے
یہ ذرّے اور یہ صحرا، یہ قطرہ اور یہ دریا — پہاڑوں وادیوں سب پر جما تھا اپنا ہی سکّہ
رہا ہے شرق سے تا غرب سب زیرِ نگیں برسوں — گھسی ہے دولتِ کونین نے اپنی جبیں برسوں
کیا ہے ہم نے اکثر شبنمِ کم مایہ کو دریا — دمن سے تختۂ گل بیشتر ہم نے کیا پیدا
مگر جب سے گیا سینوں سے وہ جذبِ عمل اپنا — حقارت سے ہمیں ہی دیکھتی ہے محفلِ دنیا
ہمیں عالم میں اب ناآشنائے بزمِ راحت ہیں — فلک سے دور اک ٹوٹے ہوئے تارے کی صورت ہیں

یہ کہہ کر بزم سے یارانِ محفل نے نکالا ہے
تو شمعِ کشتہ ہے تجھ میں کہاں اب وہ اجالا ہے

جالب مرادآبادی

دولت

دولت سب کچھ لے سکتی ہے
دنیا والوں کے تن من
کوئی نہیں دنیا میں تیرا
پاس نہیں گر تیرے دھن
دنیا کے مالک ہیں سیٹھ
باقی دوزخ کا ایندھن
اطلس کے پردوں کے پیچھے
چھپ کے بیٹھے ہیں رہزن !
انسانوں کا خون پیتے ہیں
دشمن دنیا کے دشمن
تو ردوں کے آگے ہے نادم
افلاطوں کا پاگل پن
دل کی دھڑکن سے اچھی ہے
سونے چاندی کی چھن چھن
کون کہے جھوٹی ہے مایا
سچا ہے سچا ہے دھن
مول لئے جاتے ہیں اس سے
نازک تن اور پتھر من
دنیا پر ہے راج اسی کا
نکتہ ہو یا پنڈت راجن

احمد شجاع پاشا

پڑھے لکھوں کی جہالت

۱۔ میں نے آج ہی اخبار میں دیکھا تھا کہ اس ہفتہ لوگوں کی مردم شماری ہوگی۔

۲۔ ہر ذرہ ذرہ اور ہر پتہ پتہ ۔۔

۳۔ اس نے یہ کہہ کر چائے کی پیالی رکھ دی۔ شکر بالکل پھیکی ہے۔

۴۔ کبوتروں کو ڈربہ میں بند کیا ہی تھا۔

یہ چند فقرے اور جملے ہیں۔ ایک ادبی رسالہ کی ایک کہانی کے

۱۔ مردم شماری کے معنی ہیں۔ آدمیوں کی گنتی کرنا۔ جو افسانہ نگار آج "لوگوں کی مردم شماری" لکھ سکتا ہے تعجب نہ کرنا چاہیئے اگر کل اس کے قلم سے یہ الفاظ نکلیں: "کتوں کی مردم شماری" اور "عورتوں یا بچوں کی گھوڑ دوڑ"!

۲۔ ذرہ ذرہ یا پتہ پتہ کے معنی ہیں۔ ایک ایک ذرہ اور ایک ایک پتہ۔ لہٰذا ذرہ ذرہ اور پتہ پتہ لکھنا چاہیئے تھا۔ "ہر" کی قطعی ضرورت نہیں یا یوں لکھا جاتا "ہر ذرہ اور ہر پتہ"۔

۳۔ کہنا چاہیئے تھا "چائے پھیکی ہے" یا "شکر کم ہے"۔

۴۔ کبوتر کابک میں بند کئے جاتے ہیں۔ ڈربہ مرغیوں کا ہوتا ہے۔

اس افسانہ میں چند اور خوبیاں بھی ہیں۔

(۱) ہیرو کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ لیکن دو مرتبہ وہ صریحاً جھوٹ بول رہا ہے۔ (۲) ہیروئن کو جاہل بتایا گیا ہے۔ لیکن وہ گفتگو کرتی ہے کتابی زبان میں۔ اس کی باتیں۔ اس کا لباس۔ اس کا ملاقات کا کمرہ صاف بتا رہا ہے کہ وہ کافی تعلیم یافتہ ہے۔ (۳) ہیرو صاحب اپنی والدہ معظمہ سے اس طرح گفتگو کرتے ہیں جس طرح برابر کی بہنوں سے۔

ایک خط کا ایک فقرہ

"انشاء اللہ ۵ اکتوبر کو بھیج دوں گی۔"

اور پڑھا گیا اس طرح :-

"انشاء اللہ پندرہ کبوتر بھیج دوں گی۔"

کسی صاحب نے اپنی تقریر میں یہ الفاظ اس طرح ادا کئے :-

غلط (غل طِ) ادھر (ادھ رُ) مرض۔ قادر۔ حامد۔

ان الفاظ کا صحیح تلفظ یہ ہے :-

غَلَط (غ لَط) اُدھر۔ مَرَض (م رَض) قادِر۔ حامِد۔

ماسٹر صاحب بچہ کو پڑھانے آئے تھے اور اُسے آواز دے کر بیٹھک میں جا رہے تھے۔ ماں نے بچہ کی بڑی بہن سے کہا "ماسٹر جی سے کہہ دو کہ تسنے ہوئے نہیں لیتے جائیں"۔

تعلیم یافتہ ماں کا فقرہ بچی کے ان الفاظ نے صحیح کر دیا۔

"ماسٹر صاحب جاتے ہوئے نہیں لیتے جائیے"۔

جج صاحب افسانہ لکھ رہے تھے کبھی کبھی اپنی لکھی ہوئی عبارت ذرا اُونچی آواز سے پڑھنے لگتے۔ کسی کام سے ان کی بیوی اُدھر آ نکلیں۔ تو پڑھ رہے تھے "دھاگہ کمزور تھا اس نے کتابوں کا پیکٹ رسّی سے باندھ کر رکھ دیا" بیگم جج بولیں "کتابوں کا پیکٹ تھا یا صندوق جو رسّی سے باندھا جاتا۔ رسّی بڑے عدد کے لئے ہوتی ہے اور دھاگہ کسی چھوٹی سی چیز پر لپیٹا جاتا ہے۔ کتابوں کے پیکٹ کے لئے ڈوری یا سُتلی ہونی چاہیئے"۔ چند منٹ بعد پھر جج صاحب اپنی لکھی ہوئی عبارت پڑھ رہے تھے "اس کے ہاتھ میں موچ آگئی تھی"۔ پھر بیگم جج نے ٹوکا "موچ ہاتھ میں نہیں پاؤں میں آتی ہے"۔ اور تھوڑی دیر بعد جج صاحب کی خفت غصّہ کی صورت میں نظر آ رہی تھی۔

نومبر کے رسالہ میں عید کا چاند باریک بنایا گیا تھا۔ کاتب صاحب نے یا پریس والوں نے اسے چوتھی پانچویں تاریخ کا چاند بنا دیا اور نہ صرف یہ عنایت کی بلکہ اپنی طرف سے ایک ستارہ بھی جڑ دیا!

خانہ داری

(جس میں سنگھار و آرائش بھی شامل ہے)

دلکشی کی بنیادیں آپ کے سنگھار کی دیکھنے والیاں تعریف کر دیں تو سمجھنا چاہیئے کہ وہ موزوں اور درست ہے آج کل کی سنگھاری اشیا بالکل اصلی رنگ پیدا کر دیتی ہیں۔ بناوٹ کا پتہ بھی نہیں چلتا البتہ ٹھیک طرح نہ لگانے سے معاملہ بگڑ جاتا ہے مگر اصلیت کا حصول آسان کام نہیں۔ پہلی ضروری بات یہ ہے کہ آپ کی جلد عمدہ ہو کیونکہ شفاف یا ہلکی سنگھاری بنیاد (Trausparenf or light foundation) صرف اس لئے استعمال کی جاتی ہے کہ دن میں بناوٹ ظاہر نہ ہونے دے اور یہ ہلکی بنیادی کریمیں بھاری کریموں کی طرح نقائص کو چھپا نہیں سکتیں۔

آپ کی جلد کو، دو باتیں بڑی حد تک خوشنما بنا دیں گی اور ان پر کچھ خرچ نہیں آتا۔ ایک تو یہ کہ پانی خوب پیا جائے ایک وقت میں ڈیڑھ پاؤ۔ شروع میں آپ اتنا نہ پی سکیں گی مگر مشق سے اس قدر پانی آسانی سے پیا جا سکے گا۔ اور اتنا پانی دن میں تین چار دفعہ پیا جائے۔ دوسری ورزش ہے۔ سیر بہترین ورزش ہے۔ اس سے جلد تازہ اور گردش خون منظم رہتی ہے سنگھار غور و تدبر سے چنا جائے اور احتیاط سے ہی لگایا جائے بات معمولی ہے مگر عام طور پر اس سے غفلت کی جاتی ہے بنیادی کریم نرم اور شفاف قسم کی ہونی چاہیئے اگر آپ کی جلد بہت زرد ہے تو ہلکی گلابی بنیادی کریم لیں جس سے جلد میں شفاف رنگ آ جاتا ہے۔ کریم روز اصلی روپ پیدا کرتا ہے۔ لگانے سے پہلے ذرا سا روژ (سرخی) تھوڑی سی بنیادی کریم میں ہتھیلی میں ملائیں اور ہلکے ہلکے رخساروں پر تھپکیں کاغذ کو مروڑ کے اس سے اسے پھیلائیں۔ حتیٰ کہ جلد کے رنگ میں مل جل جائے پوڈر بھی نہایت عمدہ اور باریک ہونا چاہیئے۔ ہونٹوں پر پہلے نہایت ہوشیاری سے کولڈ کریم لگائیں۔ بعد میں لپ اسٹک استعمال کریں ہونٹوں پر بھی پہلے کریم لگائیں بعد میں۔ آئی شیڈو Eye shadw لگائیں۔ آخر میں جلد پر نشترہ برش پھیر کے سنگھار ہموار اور موزوں کر دیں تاکہ چہرہ پر یہ علیحدہ چیز نہ معلوم ہو۔

ناخنوں کی درستی لباس اور صورت شکل کی زیبائش میں چھوٹی چھوٹی باتیں بڑے نتائج پیدا کرتی ہیں تفصیلات کی طرف توجہ دینے سے معمولی صورت کی عورت دلکش و حسین بن سکتی ہے۔ چنانچہ یہی حال ناخنوں کا ہے اگر ناخنوں کی طرف کافی توجہ نہ کی جائے تو ناخنوں کا کیسا ہی سنگھار کیا جائے ان میں شخصیت پیدا نہ ہونے پائے گی۔ آج کل حقیقت میں ہر ایک بنی سنوری عورت ناخنوں کا وارنش استعمال کرتی ہے اور جو نہیں کرتیں صرف وہ جن کے پاس اتنا وقت ہے کہ وہ مخمل وغیرہ کے ٹکڑے سے ناخنوں کو رگڑ رگڑ کر چمکا دیں۔

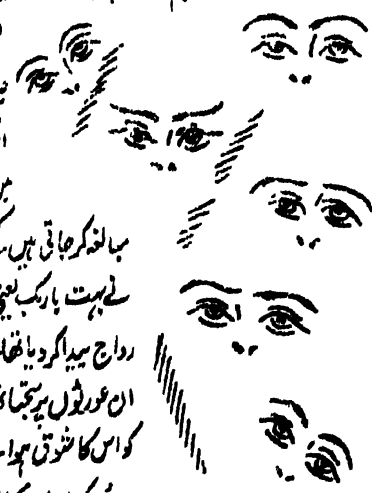
ناخنوں کو قدرتی یا بے رنگ وارنش لگا دیا جائے تو ان میں خوب چمک پیدا ہو جاتی ہے جو عام طور پر ان میں نہیں ہوا کرتی خشک اور کھردرے ناخن کبھی اچھے نہیں معلوم ہوا کرتے۔ ان پر خوبصورت بنانے کا عمل کرنے سے پہلے یہ دیکھ لینا چاہیئے کہ وہ مضبوط اور تندرست ہیں اکثر یہ کیفیت عام صحت کی حالت سے نمودار ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ غذا کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے مچھلی کا تیل جادو کا کام کرتا ہے کیونکہ وہ نظام عصبی کو وہ چربی مہیا کر دیتا ہے جس کی اسے نسوں کی پرورش کرنے اور جلد اور ناخنوں کو تیل پہنچانے کے لئے ضرورت ہوتی ہے۔ اکثر بیرونی طور سے بھی چکنائی پہنچانی ضروری ہے کبھی کبھی لگاتے رہنے سے ہر قسم کا ناخن ویسے بھی اچھا معلوم ہونے لگے گا گرم پانی میں اس خیال سے انگلیاں ڈبوئی جایا کرتی ہیں کہ ناخنوں کے ارد گرد کی باریک چھلکا سی کھال ملائم اور صاف ہو جائے۔ اس طرح پوروں میں انجذابی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ اب جو تیل بھی ان پر لگائیں گے اس وقت ان میں جذب ہو جائے گا۔ جب آپ اپنی انگلیاں گرم پانی سے باہر نکالیں تو ایک تیل دانی میں روغن بادام تیار رکھیں تاکہ انگلیاں خشک کر کے پورے چند منٹ اس میں ڈبوئے رکھیں اور بعد میں ان کو دھو ڈالا جائے۔ بازار میں ایسی دوائیں مل سکتی ہیں جن سے ناخن خشک ہو کے تڑق جانے سے رک جاتے ہیں۔ ایسی دوا ناخن کے برش سے ناخنوں پر دھوتے وقت لیں اس سے ناخنوں کے گرد کی کھال یعنی چٹ درست حالت میں رہتی ہے ناخن مضبوط ہو جاتے ہیں اور پورے سفید اور بے دھبہ شکل آتے ہیں

طرح طرح کی کریمیں بھی میسر آ سکتی ہیں۔ جن میں سے کوئی آپ رات کو پوروں پر ملا کریں۔ باقاعدہ لگانے سے ناخنوں کی چٹیں صاف اور ملائم رہیں گی اور آپ کو کوئی زائد چٹ ایسی نہ نظر پڑے گی جو کاٹنے

کی ضرورت پڑے۔ اس کا آپ کو بخوبی تجربہ ہوگا کہ ناخنوں کے گرد کی کھال کا حصہ کاٹ دینے سے وہ دوبارہ پہلے سے زیادہ مضبوط اور موٹی اُگ آتی ہے۔

آجکل وارنش مختلف رنگوں کے دستیاب ہوتے ہیں اس لئے ان کے انتخاب میں بڑی احتیاط سے کام لینا چاہئیے تاکہ لباس اور سنگھار سے مطابقت ہوجائے۔ وسطاریہ ([illegible]) قسم کا وارنش جاری ہوا ہے، اس میں گہری سُرخی ارغوانی رنگ سے ملی جُلی پائی جاتی ہے۔ ارغوانی یا گہرے سرخ اور برساتی خاکستری لباس پر یہ پھب جاتی ہے۔ ایسی گہری سُرخی کے بھی ملتے ہیں جن میں سنہری جھلک پائی جاتی ہے۔ مخملی ارغوانی رنگ کے بھی ملتے ہیں۔ سنہری جھلک والا وارنش بھورے اور تازہ سبز رنگ پر سجتا ہے۔ نیلگوں ارغوانی سُرخی مائل لباس پر اور "اردانہ" کے رنگ کے وارنش نافرمانی پوشاک پر زیب دے جاتا ہے۔

ابروؤں کے خم



ابرو کس قدر گھنے اور بھاری رکھے جائیں۔ بڑا اہم سوال ہے کیونکہ عورتوں میں انتہا پسندی اس معاملہ میں بھی جاری ہے۔ قدرتی ابرو رکھنے کے شوق میں بعض بیبیاں مبالغہ کر جاتی ہیں۔ کچھ عرصہ ہوا انہوں نے بہت باریک یعنی کمان ابرو کا رواج پیدا کردیا تھا جو بلاشبہ فلم کی ان عورتوں پر سجتا تھا جن سے اوروں کو اس کا شوق ہوا۔ اب بہت کھنچے ہوئے کمان ابرو کا شوق کم ہوگیا ہے اور اس کی جگہ بھاری اور اصلی قدرتی ابروؤں نے لے لی ہے۔ باریک خم دار ابرو اوسط درجہ کی بیبیوں پر بالکل نہیں پھبتے۔ مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ قدرتی ابروؤں کو ان کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے کہ بال جدھر چاہیں بڑھ جائیں اور پھیلتے چلے جائیں۔ بعض پنسل سے ان کے کھینچن اور لمبائی چوڑائی کو اور بڑھا دیتے ہیں۔ عقلِ سلیم ان سب انتہا پسندیوں کے خلاف ہے۔ قدرتی ابروؤں کی [illegible] سے زیادہ کی جاسکتی ہے۔ عام خیال یہ ہے کہ قدرت چہرے کے لئے جو ابرو مہیا کرے وہ اس کے لئے موزوں ہی ہوتا ہے اگر اس خیال کو رنگ روپ اور خدوخال وغیرہ پر بھی عائد کیا جائے تو حُسن و دلکشی کی قیل وقال ہی ختم ہوجاتی ہے اور انہیں سنگھار وغیرہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بہت سی ابروؤں کے بال بہت چھوٹے ہوتے ہیں۔ بعض چہرہ کا لحاظ رکھتے ہوئے بہت بھاری معلوم ہوتی ہے۔ ایسے حالات میں دستکاری کی ضرورت ہے جو ابروئیں باہم بہت قریب ہوں دلکش نہیں معلوم ہوا کرتیں۔ بال اس قدر اکھاڑے جائیں کہ درازوں کے بیچ میں ایک آنکھ کے برابر فاصلہ ہوجائے۔ زینت کا باعث نظر آئے گا۔ اگر ابرو سروں پر چھوٹی رہ جائیں تو اظہاری دقت فوت ہوجاتی ہے۔ عام طور سے ابروئیں ایسی ہی پائی جاتی ہیں۔ بہت نوک دار پنسل سے ان کے سرے گہرے کر دیئے جائیں اور مدھم سی لکیر بڑھا دی جائے تاکہ ان میں لمبی ہونے کا شائبہ پیدا ہوجائے۔ قدرتی حالت میں ابرو رکھنے سے دو چار بال ایسے ضرور پیدا ہوجاتے ہیں جو اِدھر اُدھر باہر کو نکل پڑتے ہیں اور اس سے ابرو کا تسلسل بگڑ جاتا ہے۔ ایسے بال اکھیڑ دینے چاہئیں تاکہ باقیماندہ ابرو زیادہ بھلی معلوم ہو۔

خانگی ٹوٹکے

پنیر کے جب ٹکڑے کو دیر تک رکھنا ہو تو اسے صاف ململ کے ٹکڑے میں لپیٹ دینا چاہئیے۔ کپڑا پہلے سرکہ سے نم دار کر کے نچوڑ لیں۔ یہ گرم موسم میں دوسری رکابی سے ڈھک کے رکھیں تو اس میں پھپھوندی کی سی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے۔ بُورا کی ڈلی پاس رکھ دیں نمی کو جذب کرتی رہے گی۔ جب بالکل بھیگ جائے تو دوسری ڈلی رکھ دیں۔

صفائی اور ورزش خوبصورتی کے بہترین معاون ہیں ہر وہ چیز جس سے جلد کے مسام کھل جائیں اور پٹھے ملائم ہوجائیں رخساروں کو گلابی جلد کو نرم اور مضبوط اور جسم کو خوشنما اور چھریرہ بناتی ہے۔

خوشبو ہمیشہ اعتدال سے لگائیں۔ ایسی خوشبو جو یونہی سی معلوم ہو دل کو خوش کردیتی ہے۔ زیادتی سے دل گھبراجاتا ہے اچھے مذاق کی بیبیاں خوشبو لگانے کے معاملہ میں غور و فکر سے کام لیتی ہیں اپنی شخصیت کے لئے موزوں خوشبو تلاش کر کے اسے احتیاط سے لگائیں۔ زیادہ اور مختلف خوشبوئیں استعمال نہ کریں۔

محمد ظفر

سیر بین

بیوی کی بچت۔ ایک انگریز شوہر کو ایک مکان خریدنے کا اتفاق ہوا مگر چند سو روپیہ کی کمی کی وجہ سے وہ پوری قیمت ادا کرنے کے قابل نہ تھا مکان ہاتھ سے نکلا جا رہا تھا کہ محبت بھری بیوی نے اپنا جمع جتھا جو کئی سال تک ماہوار خرچ میں سے کچھ بچا بچا کے رکھنے سے میسر ہوا تھا اُس کے حوالہ کیا۔ اس کی حیرانی کی حد نہ رہی اُس نے بڑی خوشی سے وہ رقم لے لی۔ مکان خرید لیا مگر آیندہ کے لئے اپنی بیوی کا مقررہ وظیفہ کم کر دیا۔ اس نے یہ رقم گویا اس لئے بڑی خوشی سے قبول کی کہ تھی تو اس کی دی ہوئی ماہوار رقم میں سے بچائی تھی

آکسفورڈ کی عدالت نے ایک مقدمہ کا فیصلہ کیا۔ ایک شخص کی بیوی اسے چھوڑ کر چلی گئی۔ اس کی رقم ایک بینک میں جمع تھی۔ اس نے دعویٰ کیا کہ یہ رقم میری ہے کیونکہ میرے دیئے ہوئے ماہوار خرچ میں سے بیوی نے بچا بچا کے رکھی ہے۔ عدالت نے اس کے حق میں فیصلہ کیا۔ وہ بچاری سولہ برس شوہر کے گھر کا خادمہ کی طرح انتظام کرتی رہی اور اس نے دام ادا کرنے والے مہمان ٹھیرا ٹھیرا کر تقریباً ۱۳ سو روپیہ بچائے۔ عدالت کا فیصلہ یہ تھا کہ یہ رقم اس رقم کا حصہ تھی جو اسے اس کا شوہر ایک خاص غرض کے لئے دیا کرتا تھا۔ اور جو کچھ اس نے اپنے قوتِ بازو اور انتظام سے بچایا وہ بھی شوہر کا ہے۔ کیونکہ اُس نے سہولتیں یعنی مکان و اسباب وغیرہ اس قوتِ بازو اور انتظام کے لئے مہیا کی تھیں۔

انگلستان میں عورتوں کو نئی آزادی کی رُو سے حقوق حاصل ہو گئے ہیں مگر انہوں نے شادی شدہ عورتوں کی جائداد کے ۱۸۸۲ء والے قانون پر شاید اب تک غور نہیں کیا۔

کونین کی دریافت آج کل بخار دور کرنے کی بہترین دوا کونین ہے جو سنکونا پودے کے بکل سے حاصل کی جاتی ہے۔ خالص کونین دوا کے طور پر استعمال نہیں ہوتی کیونکہ پانی میں بالکل حل نہیں ہوتی۔ چنانچہ گندھک سے ملا کر اسے استعمال کیا جاتا ہے۔ اسے کونین سلفیٹ کہتے ہیں۔ اس پودے کے بکل میں کونین کے مقابلہ میں سنکونین زیادہ پایا جاتا ہے۔ معدہ میں جو اجزا اُسے غذا ہضم ہونے سے رہ جاتے ہیں۔ کونین معدہ میں پہنچ کر انہیں سڑنے سے روکتی ہے۔ کونین کھانے کے بعد فوراً خون میں منتقل ہو جاتی ہے اور گردے اُسے اس کی اصلی حالت میں باہر نکال دیتے ہیں۔ زیادہ مقدار میں کھانے سے سر اور کانوں میں جھنجھناہٹ پیدا ہو جاتی ہے اور بعض دفعہ بہرا پن نمودار ہو جاتا ہے۔ بینائی پر بھی بُرا اثر پڑتا ہے۔ درد سر ہو جاتا ہے۔ چہرہ سرخ اور گرم محسوس ہوتا ہے۔ زیادہ مقدار البتہ بخار کم کر دیتی ہے۔ سخت گٹھیا میں زیادہ مقدار دی جاتی ہے مگر زیادہ کھانے سے نقصان ہوتا ہے اور موت بھی واقع ہو سکتی ہے۔ اس لئے طبیب کے مشورہ سے اس کی مقدار استعمال کرنی چاہیئے۔

سنکونا جنوبی امریکہ کے کوہ انڈیز میں پیدا ہوتی ہے بعد میں جزائر جاوا جمیکا اور نیلگری۔ اوٹکمنڈ میں اس کی کاشت ہونے لگی اس کی تین قسمیں ہیں۔ بھورا، پیلا اور سُرخ۔ سُرخ بکل سے کونین اور سنکونین دونوں کافی ہوتے ہیں۔ ایک شخص جسے بخار نے ادھ مؤا کر دیا تھا اور جنوبی امریکہ میں وہاں کے بخار کا شکار ہو کے موت کا انتظار کر رہا تھا جنگل میں ایک جگہ تھک کے گر پڑا۔ پیاس سخت لگی گھسٹتا گھسٹتا ایک ڈگی پر پہنچا۔ اس میں ایک درخت گر پڑا تھا اس کا پانی اس نے پیا گر وہ نہایت کڑوا تھا۔ اس کا اثر جادو کا سا ہوا بخار ہلکا ہو گیا۔ وہ شخص بار بار اُسی ڈگی پر آ کے پانی پیتا رہا آخر اس کا بخار بالکل جاتا رہا۔ اس طرح یہ درخت دریافت ہوا۔ وہاں کے وائسرائے کی بیوی پر بھی اس کا تجربہ کیا گیا۔ وہ اچھی ہو گئی۔ وائسرائے جب یورپ واپس گیا تو وہ اس درخت کی چھال کے ٹکڑے اپنے ساتھ لیتا گیا اس کے استعمال سے یورپ میں اس کا چرچا ہو گیا۔ اس وائسرائے کے نام پر اس درخت کو چن کون پکارا جانے لگا۔ اس روز سے وہ تپ جو بہت مہلک ثابت ہوتے تھے اور یورپ والے ان سے بُری طرح ڈرتے تھے قابلِ علاج ہو گئے۔

نمک کی صنعت نمک کسی خاص ملک کا اجارہ نہیں اکثر ملک میں پایا جاتا ہے البتہ کسی میں زیادہ مقدار میں ملتا ہے کسی میں کم۔ افریقہ کے اندرونی بعض حصوں میں یہ

بہت کمیاب ہے۔ جہاں کہیں سمندری پانی ہے وہاں محض عمل تبخیر سے نمک حاصل ہو جاتا ہے۔ چونکہ ہر جگہ یہ تھوڑا بہت حاصل ہو سکتا ہے اس لئے اس پر کسی حکومت کو خاص طور سے اقتدار حاصل نہیں ہوتا۔ لوگوں کے پاس آسانی سے یہ پہنچ جاتا ہے۔ مقامی حکومتوں نے البتہ اس کے انتظام کے سلسلہ میں لائسنس وغیرہ کے قواعد جاری کر رکھے ہیں۔

چنانچہ مقاومت مجہول کے سلسلہ میں بہت سے ہندوستانی سمندر کا پانی اڑا کے نمک بنانے کے الزام میں سزایاب ہوئے۔ اگر نمک بنانے کا کام کسی خاص رقبہ یا ملک سے مخصوص ہوتا تو فی الواقع اس وقت اس صنعت کو نمایاں خصوصیت حاصل ہوتی۔ نمک حاصل کرکے اسے موجودہ طریقوں سے صاف کرنے کا عمل عام طور سے منظر عام پر نہیں آتا۔

نمک دو طرح سے میسر آتا ہے۔ چٹان کا نمک یا سمندری پانی یا کھاری چشموں کے پانی کا محلول نمک۔ خشکی میں نمکین پانی کے بڑے بڑے قطعے عمل تبخیر سے نمک کی چٹانوں کی شکل میں باقی رہ گئے یا انہیں کسی بالو ریت کے بہت بڑے ٹیلے نے سمندر سے کاٹ کے رکھ دیا۔ سمندر زمین کاٹ کے کہیں اندر تک چلا آتا ہے اور اندر آنے کا راستہ پھر کسی طرح اَٹ کے بند ہو گیا۔ نمکین پانی بعض رقبوں میں کنوؤں سے نکال کے جمع کیا جاتا ہے اور عمل تبخیر سے سامنے ہاتھ آتا ہے۔ پہلی صورت کھاری جھیلوں کے پانی سے پیدا ہوتی ہے۔ بحیرہ مردار اور اوٹا کی بڑی جھیل ان بڑے پانی کے قطعوں کی مثال ہیں جن کا تعلق سمندر سے کسی طرح منقطع ہو کے رہ گیا۔ نمک کی کیاریاں ان کی تہوں میں جمع ہو ہو کے قائم ہوتی رہتی ہیں۔ بہرحال نمک سمندری پانی سے ہی اصل میں ہم کو ملا ہے۔ کھاری جھیلوں۔ کنوؤں وغیرہ کا تعلق ابتدا میں سمندر ہی سے ثابت ہوا ہے۔

زمین دوز دنیا رومانیہ اور گلیشیا کی نمک کی کانیں دنیا میں سب سے زیادہ مشہور ہیں۔ رومانیہ میں چار ہیں جن میں سے سلانیکا کی کان دنیا بھر میں مشہور اور سب سے بڑی ہے اس سے ہر سال ۵۲۰۰،۲۱۹ من نمک نکلتا ہے۔ ایک ہزار سال سے اس میں سے بڑی مقدار میں نمک کھودا جا رہا ہے۔ اگر اس کی مقدار ۲۰ لاکھ من سالانہ کر دی جائے تو بھی کان پوری دو صدیوں تک کام دیئے جائے گی اور اس کا نمک ختم نہ ہونے پائے گا۔ یہ حکومت کی ملکیت ہے اور زیادہ تر سزا یافتہ لوگوں سے اس میں کام لیا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے اس میں تازہ ترین کلیں اور پیداوار کے جدید ترین طریقے جاری نہیں جو انگلستان کی چھوٹی چھوٹی کانوں میں رائج ہیں۔

بلاشبہ سب سے زیادہ حیرتناک نمک کی کانیں پولینڈ آسٹریا کے شہر کراکو سے چھ میل کے فاصلہ پر وائلی لکا میں واقع ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ان کا وجود دسنشتہ سے دریافت ہوا تاتاریوں کے حملوں اور غارت گریوں کی بدولت کچھ عرصہ وہ ویران پڑی رہیں کیونکہ علاقے غیر آباد ہو گئے اور بستیاں مفلوک الحال ہو گئیں۔ پولیس لاس کے زمانہ حکومت میں پھر کان کھودنے والے یہاں آباد ہوئے اور کانوں کا کام پھر جاری ہو گیا۔ ۱۷۷۲ء میں آسٹریا کی حکومت میں شامل ہونے کے بعد وہ حکومت کے ہاتھ میں آگئیں اور اس کے انتظام میں کام ترقی پر ہو گیا۔ تاریخ کے انقلابوں میں ان کے انتظامات میں بھی نمایاں تبدیلیاں ہوتی رہیں۔ اب کلی سے وسیع پیمانہ پر مزدوری جاری ہے۔ بہیں کانوں میں جاری ہیں۔ نئی نئی کلیں قائم کر دی گئی ہیں۔ ایسی ایسی دلچسپیاں بھی ہیں جن کو دیکھ کر سیاح دنگ رہ جاتے ہیں۔ ایک طرح کی وہ زمین دوز دنیا ہے جس میں سڑکیں، گلیاں، مکانات، یادگاریں نمک کی چٹانوں میں کاٹ کاٹ کے بنائی گئی ہیں۔ جو زمانہ گذشتہ کے فن اور کاریگری کی داد دیتی ہیں۔ بجلی کی روشنی میں یہ سب کچھ الف لیلہ کے عجائبات کی یاد تازہ کرتی ہیں۔ اندر جانے سے پہلے سیر کرنے والوں کو کان کنوں کے سے کپڑے اور ٹوپ پہنا دیئے جاتے ہیں اور اندر پہنچانے والے چھینکے کی بالائی اور زیریں منزل میں پانچ پانچ کی تعداد میں بٹھا دیئے جاتے ہیں۔ چھینکا دو سو فٹ کی گہرائی پر پہلی منزل میں پہنچا دیتا ہے۔ اس میں صرف آدھ منٹ لگتا ہے۔ وہاں پر ہر تین سیاحوں کے ساتھ ساتھ ایک ایک کان کن بطور رہبر کے ساتھ ہو لیتا ہے۔ لالٹین اس کے ساتھ ہوتی ہے کہ کان میں گرجا، ناچ گھر، نمک کی جھیلیں موجود ہیں جن کا ذکر پھر کبھی کیا جائے گا۔

پھلجھڑیاں سمندری مچھلی ہیرنگ کی جلد کے چھلکوں پر ہر سال ایک جلد بڑھ جاتی ہے سائنس داں ان کو گن کے اس کی عمر بتا سکتے ہیں۔ یورپی اخباروں کے اندازہ کے مطابق چہرہ کی خوبصورتی میں انگریز عورتوں کا نمبر اول ہے اور دوسرے درجہ پر آئرلینڈ کی عورتیں ہیں ہر سال برطانوی ساحل پر ۴۰ وہیل مچھلیاں خشکی میں پھنس جاتی ہیں یہ اہل کے عجائب خانہ کا مال تصور ہوتی ہیں۔

محمد ظفر

عصمت کے چندہ میں اضافہ

کاغذ کے حصول کے سلسلہ میں تقریباً دو سال سے عصمت کو جن دقتوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ اردو رسائل میں وہ غالباً ۹۰ فیصدی کو بھی پیش نہ آئی ہوں گی۔

کاغذ کی بیحد گرانی اور نایابی کے وجوہ

چندہ میں ایک پائی کا بھی اضافہ اس خیال سے نہیں کیا گیا کہ ہر چیز کی قیمت پر آگ پڑی ہے اور عصمتی بہنوں کو اشیاء کی گرانی نے سخت پریشان کر رکھا ہے۔ ممکن ہے کہ عصمت کے چندہ میں اضافہ بعض بہنوں کو بار معلوم ہو۔ لیکن نقصانات کی بھی ایک حد ہوتی ہے عصمت کی سب سے بڑی مدد بک ڈپو کی آمدنی ہے۔ مگر ۱۹۴۲ء میں کتابوں کے اشتہارات کے ۸ صفحے جو ہمیشہ شائع ہوتے تھے کاغذ نہ ملنے کی وجہ سے مجبوراً بند کرنے پڑے۔ اسی طرح باہر کے اشتہارات جن کی اجرت سے کسی قدر مدد مل جاتی تھی ان کی تعداد محدود کرنی پڑی۔ کاغذ ہی کی پانچ چھ گنی گرانی کی وجہ سے رسالے کے صفحات کم کئے گئے اور کاغذ کی نایابی کی بنا پر ریلوے اسٹیشنوں کے بک سٹالز اور متفرق ایجنٹوں وغیرہ کے نام تمام پرچے بند کر کے اشاعت کافی گھٹانی پڑی لیکن ان سب باتوں کے باوجود کاغذ کی جو مصیبت پہلے تھی آج بھی وہی ہے۔ اس سال خریداروں کو چار روپیہ میں جو پرچہ دیا گیا ہے۔ اس پر لاگت چھ روپیہ سے کچھ زیادہ ہی آئی ہے۔ اور اب ہم میں چار روپیہ چندہ میں پرچہ جاری رکھنے کی بالکل سکت نہیں رہی اس لئے مجبور ہو کر اعلان کرنا پڑتا ہے کہ

جنوری ۱۹۴۳ء سے عصمت کا سالانہ چندہ پانچ روپیہ ہوگا

جو چندہ منی آرڈر کے ذریعہ ہوگا اور وی پی سوا پانچ روپیہ کا بھیجا جائے گا۔ چندہ میں اضافہ ہونے کے اس اعلان کے بعد بھی ہم یہ وعدہ نہیں کر سکتے کہ رسالہ کبھی کم ۸۰ صفحوں پر ہی شائع ہوگا۔ کاغذ کی مشکلات کو دیکھتے ہوئے کچھ تعجب نہیں کہ باوجود چندہ میں اضافہ کرنے کے ہم رسالہ کی ضخامت اور کم کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ اس لئے عصمتی بہنیں جہاں یہ نوٹ کر لیں کہ ۱۹۴۳ء میں ان کو وی پی سوا پانچ روپیہ کا بھیجا جائے گا۔ وہاں پرچے کی ضخامت اور کم دیکھنے کے لئے بھی تیار رہیں۔ مگر یہ بھی یقین رکھیں کہ جس وقت حالات نے اجازت دی پرچہ کی موجودہ ضخامت میں اضافہ ہو جائے گا۔

منیجر

عصمت بک ڈپو دہلی

عصمت کی کہانی

اخباری دنیا کے مقتدر مولانا رازق الخیری ہندوستان کے بہترین مدیر اور اہل قلم ہیں۔ انہوں نے اس چیز کی کوشش کی ہے کہ ہندوستان کو اپنے مشہور نسوانی رسالہ عصمت کی تاریخ سے باخبر کردیں۔

ہندوستان میں کسی اخبار یا رسالہ کا جاری کرنا اور پھر اسے قائم رکھنا اور چلانا اتنا دشوار کام ہے جس کا عام لوگ تصور ہی نہیں کر سکتے۔ مولانا رازق الخیری نے رسالہ عصمت کی ۲۸ سالہ زندگی پر روشنی ڈال کر یہ بتا دیا ہے کہ علمی اداروں کے لئے ہندوستان کی سرزمین کس قدر غیر موزوں ہے عصمت کی کہانی پڑھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ اس مشہور رسالہ کو زندہ رکھنے کے لئے مولانا راشد الخیری مرحوم نے کیسی کیسی تکلیفیں برداشت کیں۔ اس کے باوجود آپ اردو لٹریچر اور عورتوں کے مظلوم طبقہ کی خدمت کرتے رہے۔ کاغذ، طباعت اور کتابت نہایت اعلیٰ ۹۰ صفحات ۲ فوٹو قیمت بارہ آنے (۱۲/)

شہید وفا

سلمہ نے دنیا کے سامنے محبت اور وفا کا جو دردناک نمونہ پیش کیا ہے شہید وفا میں پڑھئے دل لرز جائے گا۔ آنکھیں پرنم ہو جائیں گی اور ایک بہادر لڑکی کی تصویر آپ کی نگاہوں کے سامنے آجائے گی۔ ہندوستان کی مشہور افسانہ نگار محترمہ ساجدہ الوحی صاحبہ کا یہ مشہور افسانہ ہے جس کے ساتھ موصوفہ کے آٹھ اور دلچسپ افسانے بھی آپ کی دلچسپی کیلئے حاضر کئے گئے ہیں۔ عنوانات یہ ہیں (۱) بیٹے کی تمنا (۲) نکاح کا افسوس (۳) مجذوب کی سرگزشت (۴) سیاہ نقاب پوش (۵) تصویر عبرت (۶) بجلی کا راز (۷) جوہری کی دکان (۸) تین خون۔ یہ معمولی افسانے نہیں دلکش اور سبق آموز ہیں عصمت۔ تہذیب۔ الخلیل انقلاب جیسے بلند پایہ رسالوں، اخباروں نے شاندار ریویو کئے ہیں۔ دوسری دفعہ شائع ہوئی ہے ضخامت ۲۰۰ صفحوں کے قریب ہے قیمت [illegible]

دولت پر قربانیاں

تعلیم یافتہ اور روشن خیال لڑکے کی اس وجہ سے کہ غیر کفو میں شادی کرنے سے ترکہ پدری دینا ہوگا برادری کے لڑکے سے جو لڑکی کے لئے عمر و قابلیت وغیرہ کے لحاظ سے موزوں نہیں اور مذاق و خیالات جداگانہ رکھتا ہے۔ شادی کرنے کے دردناک نتائج۔ اور دولت کے لالچ میں سوکن پر بیٹی بیاہنے کا عبرتناک انجام۔ ہندوستان میں لاکھوں بے زبان لڑکیاں رواج اور دولت کی بھینٹ پر قربان کی جا رہی ہیں۔ انعامی سلسلے کے یہ پانچ بہترین افسانے ہیں۔ قیمت آٹھ آنے (۸/)

محصولڈاک بذمہ خریدار　　منیجر عصمت کوچہ چیلان دہلی

بزمِ عصمت

بزم عصمت میں صرف وہی خطوط درج کئے جاتے ہیں جن میں خریداری نمبر کا حوالہ ہو۔ (۲) خط بہت مختصر ہو (۳) وہی استفسار نہ ہوں جن کے جواب عصمت میں پہلے شائع ہو چکے ہیں۔ (۴) رسالے کے انتظامی امور یا مضامین کے بارے میں کوئی بات نہ ہو۔ (۵) علیحدہ کاغذ پر روشن سیاہی سے لکھا ہوا ہو۔

ایڈیٹر

ایک ضرورت مند بہن صاحبہ نے بال بھورے ہونے کا نسخہ منگایا ہے۔ بہن صاحبہ سے میری گذارش ہے کہ وہ بالوں میں ہائیڈروجن اتنا ملیں کہ سب بال گیلے ہو جائیں۔ جب سر بالکل خشک ہو جائے تو صابن سے دھو ڈالیں۔ سب بال بھورے ہو جائیں گے۔ اور چار پانچ ماہ تک ویسے ہی رہیں گے۔ بال بالکل نہیں جھڑتے۔ میرا آزمودہ ہے۔

ثریا سلطانہ نمبر خریداری ۶۶۹۲

نومبر ۱۹۴۳ء کے عصمت میں بیگم انور صاحب نے منہ پھٹنے کا نسخہ دریافت کیا ہے۔ میرا تجربہ ہے کہ ویسلین کے استعمال سے منہ نہیں پھٹتا۔

مس نوشابہ سموئیل خریداری نمبر ۱۴۶۱

میری خالہ کے جن کی عمر ۳۰ سال ہے سر کے بال سفید ہو چلے ہیں بچاری بہت فکر مند ہیں۔ کسی بہن کو اپنا آزمودہ تیل یا کوئی دوا معلوم ہو تو بذریعہ بزم عصمت مطلع کریں۔ بہت شکرگذار ہوں گی۔

صدیق النساء بنت خان بہادر محمد ظفر صاحب الہ آباد

میرے چہرے پر گذشتہ ایک دو سال سے سیاہ تل نکل رہے ہیں جس کی وجہ سے چہرہ بدنما معلوم ہوتا ہے۔ کوئی عصمتی بہن یا بھائی صاحب کوئی ایسی کریم یا صابون کا نام بتائیں جس سے یہ بدنما تل دور ہو جائیں نیز یہ بھی مطلع فرمائیں کہ "تھیمرین" کسی بہن نے استعمال کی ہے۔ وہ تلوں کے لئے مفید ہے کہ نہیں۔

خریداری نمبر ۶۴۸۹

میرے بھتیجے (عمرہ سال) کے گلے میں دونوں جانب غدود یعنی ٹونسل ہیں ڈاکٹر آپریشن کر کے نکلوانے کو کہتے ہیں۔ ان کے علاج سے متعلق بہت عرصہ قبل "عصمت" میں کسی بہن نے ایک مجرب دوا یا طریقہ لکھا تھا جس سے بغیر آپریشن کے ٹونسل اچھے ہو جاتے تھے۔ اس لئے گذارش ہے کہ ناظرین و ناظرات "عصمت" میں سے کسی کو اگر مذکورہ بالا علاج معلوم ہو۔ یا کوئی دوسرا مجرب علاج معلوم ہو جس سے بلا آپریشن ٹونسل اچھے ہو جاتے ہوں تو وہ مہربانی فرما کر بذریعہ عصمت اطلاع دیں۔

خریدار نمبر ۸۰۰

مجھے ان چند حیدرآبادی کھانوں کی ترکیب میں وزن درکار ہے اگر کوئی عصمتی بہن بذریعہ عصمت معلوم کریں تو بڑی عنایت ہوگی۔ اور میں ممنون ہونگی (۱) حلیبیان (۲) نہاری (۳) جاکنا (۴) گلاب جامن

خریداری نمبر ۴-۱۸۵

خریدار نمبر ۴۵۸۰ سے عرض ہے کہ جو نسخہ آپ نے اکتوبر کے پرچہ میں لکھا تھا۔ کیا میں اس کو گرمی و سردی میں استعمال کر سکتی ہوں نیز یہ بھی لکھیں کہ اس کے پینے سے پرہیز بھی ہے یا نہیں۔ ایک بوتل تیل کی کیا قیمت ہے جواب بزم عصمت میں درج کرا کے ممنون فرمائیں۔

خریدار نمبر ۱۶۹۹

محترمہ نجمہ مرزا ادیب نے ایک خط معرفت ایڈیٹر صاحب عصمت میرے والد صاحب کپتان نصیر الدین احمد صاحب کے نام بغرض ڈاکٹری مشورہ بھیجا ہے۔ مگر آپ نے اپنا پتہ نہیں لکھا۔ جس کے باعث جواب نہ دیا جا سکا۔ لہذا بہن صاحبہ اپنا پتہ حسب ذیل پتہ پر روانہ کر دیں تاکہ ان کو جواب دیا جا سکے۔ والد صاحب کا پتہ یہ ہے۔

کیپٹن این احمد۔ ڈویژنل میڈیکل آفیسر ایسٹ انڈین ریلوے الہ آباد

انیس بانو بنت این احمد صاحب الہ آباد۔

دورِ بین

روسی معرکہ۔ روسی فوجیں برابر پیش قدمی کرتی رہیں۔ شغیت کو بڑی زبردست لڑائیوں کے بعد روسیوں نے فتح کرلیا دریائے نیپر کے موڑ پر سے اتر کے نیپروپیٹرووسک پر قبضہ کرتے ہوئے وہ آگے بڑھ گئے۔ اس جگہ روسیوں کا وہ مشہور عالم بند تھا جس سے یوکرین کا سارا علاقہ سیراب ہوکر زرخیزی حاصل کرتا تھا۔ روسیوں نے اسے خالی کرنے سے پہلے اس بند کو بارود سے اُڑا دیا تھا۔ تاکہ جرمن اس علاقہ سے فیض یاب نہ ہوں۔ معلوم ہوتا ہے جرمنوں نے اس کی مرمت نہیں کی۔ چنانچہ اب تا اختتام جنگ بند نہ ہونے سے نقصان اُٹھانا پڑیگا روسی فوجیں جرکسی کے قریب پہنچ گئی ہیں۔ روسی اطلاعوں سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ روسی پولینڈ کے قریب پہنچ گئے ہیں۔ مگر روسی سفیر متعینہ میکسیکو امریکہ کے بیان سے پایا جاتا ہے۔ کہ اب یہ منزل بقدر ۲۰۰ میل دور ہے پری پٹ کی دلدلوں کے شمال اور جنوب میں بھی روسی پہنچ لئے ہیں۔ یہ وہ مشہور مقام ہے جہاں ٹینن برگ کی لڑائی میں گذشتہ جنگ عظیم میں ہنڈنبرگ نے روسیوں کو نہایت زبردست شکست دیکر نہایت کمزور کردیا تھا۔ روسیوں کی پیشقدمی سے جرمن کریوروگ کی کچے لوہے کی پیداوار سے محروم ہوگئے ہیں۔ ممکن ہے جرمن اس کے ہاتھ سے نکل جانے کے امکان کی وجہ سے بہت کچھ لوہا اس میں سے نکال لے گئے ہوں۔ اور کانوں کو کچھ عرصے کے لئے چھوڑ گئے ہوں۔ کریمیا کی جرمن فوج کو اصل صدر مقام سے روسیوں نے منقطع کردیا ہے۔ کیونکہ اُن کی اطلاعوں کے مطابق اُنہوں نے پیری کوپ اور کریمیا فتح کرلئے ہیں۔ روسی قراسطین کی طرف بڑھتے جارہے ہیں اُنہوں نے ژتومیر لے لیا مگر چند روز کے بعد جرمنوں نے تند جوابی حملے شروع کردیئے جس کی وجہ سے روسیوں کو یہ مقام خالی کرکے ۲۰ میل پیچھے ہٹ جانا پڑا۔ روم کی طرف اتحادیوں کی پیش قدمی جاری ہے۔

جنگ اطالیہ گو اب بمقابلہ سابق بہت ہلکی ہے۔ ہٹلر نے اپنی تقریر میں اسے صدہ برنیر کی طرف رینگنا قرار دیا ہے۔ اتحادی اطلاعوں سے پایا جاتا ہے کہ جرمنوں کے مقابلہ میں سختی آتی جاتی ہے اور تازہ دم فوجیں وہاں برابر پہنچ رہی ہیں۔ روم کے نیچے پہاڑی علاقہ کے قریب ایک محاذ قائم کرکے مروی مسوری جرمن وہاں جم کر مدافعت کرنا چاہتے ہیں مسولینی نئی حکومت کی تشکیل میں مصروف ہے۔ اُس نے برلن کا سفر بھی کیا کیونکہ خیال ہے کہ اُسے اس اطالوی علاقہ کا انتظام مشکل نظر آتا ہے۔ جسے جرمن اپنا مقبوضہ علاقہ کہتے ہیں۔ چنانچہ اس جنگی صورت کے پیش نظر خود کچھ کام نہیں کرسکتا۔ دوسری طرف شاہ اٹلی تقریباً تخت سے علیحدہ ہوگیا ہے اور اُس کے بیٹے امبرٹو کو باپ کی جانشینی نصیب نہیں ہوتی شاید اُس کا بچہ پوتا ملک کا بادشاہ قرار دیا جائے۔ اور انتظام کے لئے ایک کونسل بنادی جائے بدولیو وزیر نے اپنی وزارت بنالی ہے۔ مگر وہ برائے نام چیز ہے کیونکہ جس علاقہ پر اُسے اپنی حکومت کا اظہار مقصود ہے وہ اتحادیوں کا مقبوضہ جنگی علاقہ ہے لہذا مسولینی اور بدولیو کی اصلی حالت میں بظاہر کوئی فرق نہیں۔ پانچواں اور آٹھواں اتحادی لشکر اپنی کامیاب پیشقدمی میں مصروف ہے۔

مشرق وسطیٰ اطالویوں کے جزائر موسومہ ڈوڈی کانی پر اٹلی کے ہتھیار ڈال دینے کے وقت اتحادیوں نے قبضہ کرلیا تھا جن میں سے کاس وغیرہ جرمنوں نے واپس لے لئے۔ اب جزیرہ لروس پر چھتریوں سے فوجیں اُتار کر اُس نے زبردست جنگ کی۔ اور امداد نہ پہنچنے کی وجہ سے انگریزوں اور اطالیوں کو مقابلہ بند کرنا پڑا۔ اب یہ جزیرہ بھی جرمنوں کے پاس چلا گیا۔ جرمنی درہ دانیال کے راستہ کے ان سب جزائر کو کسی قیمت پر بھی اتحادیوں کے قبضہ میں رہنے دینا نہیں چاہتا۔ اس نقشہ جنگ سے پایا جاتا ہے کہ وہ بلقان اور ترکی کے علاقوں میں اپنا غلبہ بلاشرکت غیرے قائم رکھنا چاہتا ہے تاکہ مشرق وسطیٰ میں اتحادی کوئی پیشقدمی اُس کے علی رغم انف نہ کرسکیں۔ خیال ہے کہ اتحادی بلغاریہ پر حملہ آور ہوں مگر بحیرہ روم کے مشرقی حصہ پر جرمنوں کا زبردست اقتدار بتایا جاتا ہے۔ روسی علاقوں سے ہٹنے کی وجہ سے جرمنوں کی بیشمار فوجیں بلقان میں مامور کردی گئی ہیں۔ یوگوسلاویہ میں محب وطن دو لیڈر مل دیجاوور ٹی ٹو جرمنوں سے دست بگریبان ہیں۔

ترک بڑی عقلمندی سے اپنی غیر جانبداری قائم کئے ہوئے ہیں گو کبھی کبھی اتحادیوں کو امکانات کا خوشگوار مستقبل نظر آنے لگتا ہے کہ ترکی اُن کے ساتھ شامل ہوگیا ہے۔ یا کم از کم اُس نے اپنے بڑے بڑے ہوائی اڈے ان کو دیدئے ہیں کبھی جرمنی اُمید و بیم کی حالت میں پڑ جاتا ہے علاوہ اس کا سفیر وان پاپن

لیور کا پیام
پبلک کے نام

قیمتی کپڑوں کا خیال رکھیے

[illegible]

بھاری کپڑوں کے لئے

[illegible]

نفیس کپڑے

قیمتی نفیس کپڑوں کے اور زیادہ سنبھال کر رکھنے کی ضرورت ہے۔ ایک برتن کو سرد پانی سے بھر دیجئے۔ اس میں ایک مٹھی بھر لکس ڈال دیجئے۔ [illegible]

احتیاط کے ساتھ دھلائی سے بڑی بچت ہوتی ہے

[illegible] تو اس سے بڑی بچت ہوتی ہے۔

لیور برادرس۔ ان نفیس صابنوں کے بنانے والے

سنلائٹ ● لائف بوائے ● لکس ٹائلیٹ ● لکس ● لائف بوائے ٹائلیٹ ● [illegible]

[illegible]

انقرہ اور برلن کے درمیان ہوائی تگ و دو میں مصروف ہو جاتا ہے غرضکہ آجکل اس علاقہ کی طرفین کی شطرنجی چالیں دیکھنے کے قابل ہیں کیونکہ ہیں کوئی نیا شگوفہ کھلتا نظر آتا ہے۔ ادھر لبنان میں فرانسیسی آزاد حکومت نے ساری وزارت کو قید کر لیا جس سے ملک میں بغاوت کی حالت نمودار ہو گئی ہے فوج کو وہاں کا منتظم کر کے بھیجا جاتا ہے۔ تاکہ وہ سکون پیدا کر سکے۔ وہ کہتا ہے کہ شام پر اتحادیوں کا جنگی قبضہ ہے، یہ دو عملی ہی فساد کا باعث ہے۔ ساری عرب دنیا برہم ہو گئی ہے۔ لبنان والے خود مختاری چاہتے ہیں وزیر سب کے سب بعد میں رہا کر دیئے گئے۔

جاپان سے جنگ بحر الکاہل میں سمندری مقابلے بدستور جاری ہیں۔ جزیرہ بوگا ڈیل پر اتحادی حملہ قائم رہا۔ سمندر میں مقابلے ہوئے طرفین کو نقصانات برداشت کرنے پڑے۔ گو جاپان بہت خسارہ میں رہا۔ اتحادی بمبار ہندوستان سے اڑ اڑ کے برما پر برابر حملے کر کے جاپانی استحکامات کو سخت نقصان پہنچاتے رہے۔ چین میں جاپان نے کہیں کہیں دباؤ ڈالا۔ اور وسط چین میں اس نے پیش قدمی کی۔ اور لنکا پر اُس کے چند ہوائی جہاز حملے کرنے آئے۔ مگر اُنہیں مار کے بھگا دیا گیا یا گرا دیا گیا۔ اتحادی برما کو فتح کرنے کے لئے تیاریاں کرنے میں مصروف ہیں۔ امریکہ اس کے ساتھ جنگ کو سخت اور طویل بتا رہا ہے۔ گویا وہ یورپ کی جنگ کے مقابلہ میں اس کی جنگ کو زیادہ اہمیت دے رہا ہے۔

تاروں کا جُھرمٹ جرمنوں نے لندن اور انگلستان کے دیگر مقامات پر ہوائی حملے کر کے جان و مال کا کچھ نقصان پہنچایا۔ اس کے مقابلہ میں اتحادیوں نے جرمنی اور اس کے مقبوضہ مختلف علاقوں پر بم پھینک پھینک کر بہت نقصان پہنچایا۔ برلن پر بڑے زور کی بمباری کی گئی۔

شاہ مصر فاروق کو موٹر کی سواری میں حادثہ پیش آیا اب طبیعت بحال ہے۔

ماسکو میں اتحادی مفکروں کی جو کانفرنس ہوئی اُس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ روس کے بضد ہونے پر اتحادیوں کو اُس کا یہ دعویٰ دبی زبان سے ماننا پڑا کہ نصف پولینڈ اُس کے قبضہ میں رہیگا۔ اتحادیوں نے تردید میں کہا ہے کہ پولینڈ کے متعلق کسی قسم کا کوئی خفیہ سمجھوتہ روس سے نہیں ہوا۔ بات بھی تعجب انگیز ہے اُس نے نصف پولینڈ کیوں مانگا۔ باقی نصف کس کے پاس رہنے دیگا۔

ستمبر و اکتوبر میں سرکاری اعداد کے مطابق فاقہ سے بنگالہ میں حسب ذیل اموات ہوئیں۔ ستمبر۔ فاقہ سے اموات ۷۳۲۳۔ مفلس و محتاج کی اموات ۲۱۵۵۔ اکتوبر میں فاقہ سے ۴۰۲۴ مرے اور مفلسوں میں ۵۷۷۵ موتیں واقع ہوئیں۔

مارشل پیتیان صدر فرانس نے اپنی صحت کی خرابی کی وجہ سے استعفیٰ دے دیا ہے۔ پہلے اسے قید کر لیا گیا۔ بعد میں اُسے ایک مقام پر نظر بند کر دیا گیا ہے۔ مگر یہ خبر محتاج تصدیق ہے۔

ہٹلر اور گوئرنگ وغیرہ کی تقریروں کے خلاصوں سے جو اخباروں میں چھپے پایا جاتا ہے کہ وہ اپنی قوم کو ہمت نہ ہارنے دینے پر زور دے رہے ہیں تاکہ لڑائی دیر تک جاری رکھی جا سکے۔ ان کے نزدیک یہ جنگ موت و زیست کا مسئلہ ہے۔ شکست لڑائی کے مصائب سے زیادہ خوفناک ہوگی کہا جاتا ہے کہ جرمن قوم اب جنگ سے تھک گئی ہے اور امن کی تمنی ہے

موسم خزاں میں امریکہ کے صدر کا انتخاب ہونے والا ہے۔ ایک فریق موجودہ حکومت کے خلاف ابھی سے ریشہ دوانیوں میں مصروف ہو گیا ہے۔ مگر صدر روز ولٹ کے پھر دوبارہ منتخب ہو جانے کے امکان موجود نظر آتے ہیں۔

ہر چیز کو زیادہ سے زیادہ چلائیے
اور
آئندہ کے لئے
روپیہ بچائیے

جنگ کے زمانے کی خریداری سے آپ کے روپے کی پوری قیمت نہیں وصول ہوتی۔ اپنے کپڑوں اور اپنی ہر چیز کو زیادہ سے زیادہ دن چلانے کی کوشش کیجئے کیونکہ اس وقت آپ جو چیز بھی خریدیں وہ اپنی اصلی قیمت سے بہت زیادہ مہنگی پڑتی ہے۔ تکلفات سے ہاتھ اٹھا لیجئے صرف ان چیزوں پر خرچ کیجئے جن کے بغیر گزارا نہیں ہو سکتا۔ ایک ایک آنہ جو بچ سکے اس وقت کے لئے بچا لیجئے جب چیزیں سستی ہو جائیں گی۔

آٹھ آنے روز بچا لیجئے

[illegible]

اپنی بچائی ہوئی رقم لگانے [illegible]

[illegible]

قوم کے لئے قومی [illegible] کی اپیل

[illegible]

کاغذ کی گرانی کی وجہ سے کتابوں کی قیمت چار آنے فی روپیہ بڑھ گئی ہے

مصورِ غم حضرت علامہ راشد الخیری کی تصانیف

تاریخ و سیرت
- آمنہ کا لال ۵
- سیدہ کا لال
- الزہرا
- نوبت پنج روزہ یاد وداعِ ظفر
- وداعِ خاتون ۵
- امین کا دم واپسیں ۴
- دلی کی آخری بہار
- بزمِ رفتگاں (با تصویر) ۱۰
- داستانِ پارینہ ۱۲

اصلاحی معاشرتی ناول
- حیاتِ صالحہ
- منازلُ السائرہ مکمل
- صبحِ زندگی
- شامِ زندگی
- شبِ زندگی دو حصے
- نوحۂ زندگی ۱۲
- طوفانِ حیات
- جوہرِ قدامت

اصلاحی معاشرتی افسانے
- ست الوقت
- سرابِ مغرب
- فسانۂ سعید
- سوتن کا جلاپا ۵
- تنفرِ شیطانی ۱۲
- سات روحوں کے اعمالنامے
- غدر کی ماری شہزادیاں ۱۲
- سیلِ گریہ ۱۰
- ستو نتی
- سوکن کا جلاپا ۵
- مودّہ
- تفریحِ عصمت ۵
- انگوٹھی کا راز
- منازلِ ترقی ۴
- بچہ کا کرتہ ۴
- ونیا کی سرگزشت ۴
- چہار عالم ۴

مذہبی مضامین
- احکامِ نسواں
- حسنِ حقیقی ۶
- دعائیں ۸
- قرآنی قصے
- زیورِ اسلام

اسلامی تاریخ بطرز ناول
- ماہِ عجم
- عروسِ کربلا
- یاسمینِ شام
- محبوبۂ خداوند ۱۲
- تیغِ کمال
- شہنشاہ کا فیصلہ ۴
- منظرِ طرابلس ۵
- شاہین و دراج ۸
- دُرِّ شہوار

سیاسی صحافی بناتی مضامین
- شہیدِ مغرب
- یادگارِ تمدن ۶
- عالمِ نسواں ۸
- سیاحتِ ہند

مختصر افسانوں کے مجموعے
- جوہرِ عصمت
- سیلابِ اشک بتیمہ
- طوفانِ اشک
- قطراتِ اشک
- خدائی راج
- نسوانی زندگی ۸
- گلدستۂ عید ۸
- گوہرِ مقصود ۶
- گردابِ حیات
- بساطِ حیات ۶
- دادا کا افسانہ ۱۲
- نشیب و فراز ۴

مذاحیہ افسانے
- نانی عشو ۱
- ولایتی نخرے ۶
- دادا اماں کا مجرہ ۸

مضامین کے متفرق مجموعے
- عروسِ مشرق
- کنشتی میں سل
- مسلمان عورت کے حقوق
- نالۂ زار ۴
- بلبلِ بہار ۱۰
- ساجِ موہنی ۴
- شادی کا انتخاب ۸
- خوابِ ہستی ۶
- بے نظری کا آخری دن ۴
- چمنستانِ مغرب
- بکھرے ہوئے موتی

نظموں کے مجموعے
- رودادِ قفس ۱۰
- گرفتارِ قفس ۴

ادبِ لطیف و انشا
- قلبِ حزیں ۸
- لڑکیوں کی انشا ۱۲
- سسکتی ہوئی ہستیاں ۶

لڑکیوں کا نصاب زیرِ طبع

کھانا پکانے کی مستند کتابیں
- عصمتی دسترخوان
- مشرقی مغربی کھانے
- عصمتی ہندی کلیہ ۸
- ناشتہ ۱۰
- بچوں کے کھانے ۸
- بیماروں کے کھانے ۱۰
- مذاقیہ کھانے ۶

دیگر تصانیف محترمہ آمنہ نازلی
- دولت پر قربانیاں (افسانے) ۸
- تاریخی لطیفے ۸
- عقل کی باتیں ۸
- ہنسی کی باتیں ۸

تصانیف منشی پریم چند
- دودھ کی قیمت (افسانے) ۸
- روحانی شادی (ڈراما) ۶

تصانیف رازق الخیری
- وداعِ ماتم ۸
- عصر کی کہانی

تصانیف مولانا سیماب اکبرآبادی
- زنانہ بستہ (۲ حصے)
- آفتابِ زندگی ۶
- شبابِ زندگی ۶

تصانیف صاحبزادہ ولی اعظم
- تصویر یا شیتوں کی بیاہی
- نذرانۂ سلمیٰ (زنانہ خطوط) ۶

کچھ اور زنانہ کتابیں
- پردہ و تعلیم، مذہبی و سیاسی حقوق
- خواتین اور سوداگری کو ۶
- خیلانِ سولہ سنگھار ۱۲

عصمت بک ڈپو دہلی

خانہ داری کی بہترین کتب
- عصمتی کروشیا
- عصمتی کشیدہ
- گلزارِ درخشاں
- گلدستۂ کشیدہ
- گلشنِ زہرہ
- چمنستانِ خیاطی، سوئی کا کام
- گلستانِ خیاطی
- موتیوں کا کام
- سلمہ ستارہ کا کام
- اونی کام سلائیوں سے
- گوٹہ کناری کا کام
- جالی کا کام
- تارکشی کا کام
- گلدستۂ تارکشی
- کراس اسٹچ ورک
- جوہرِ نسواں راشد الخیری نمبر
- شمیم سوزن کاری
- خواتین کی دستکاریاں ۸
- لکڑی کا باریک کام ۸
- وصلی کا کام ۸

عورتوں کی خاص کتابیں
- زیبِ خانہ (۲ حصے)
- سنگھار خانہ

نامور خواتین کے افسانے و ناول
- انوری بیگم
- جانباز ۱۲
- غیرت کی پتلی ۶
- شہیدِ وفا
- چار دن ۴
- قہرمن ۸

کچھ اور بہترین کتابیں
- صنعت و حرفت
- تندرستی بنانا ۴
- بچوں کی تربیت ۱۰
- آئینۂ موثر
- کپڑے کی چھپائی ۸

تصانیف محترمہ خاتون اکرم مرحومہ
- جمالِ ہمنشیں
- گلستانِ خاتون (افسانے)
- پیکرِ وفا
- کھڑی بیٹی ۶

تصانیف محترمہ صغرا ہمایوں مرزا
- مشیرِ نسواں یا زہرہ
- سرگزشتِ ہاجرہ ۱۰
- تحریر النسا ۱۲
- موہنی ۱۰

تصانیف محترمہ ملقیس بیگم (و۔ا)
- خانہ داری کے تجربات ۱۲
- مفیدِ نسواں ۸

تصانیف محترمہ حجاب امتیاز علی
- ادبِ زریں
- نغماتِ موت ۶

تصانیف محترمہ سرو جہاں رابی
- پھول پھلواری و باغبانی کے متعلق ۸
- شہزادی نیلوفر بچوں کیلئے کہانیاں ۸

زنانہ افسانے و گیت
- افسانۂ حرم ۸
- دامنِ باغبان
- دیہاتی گیت ۸

زنانہ نظمیں
- شمعِ خاموش ۶
- آئینۂ جمال ۱۲

بچوں کے لئے کہانیاں
- جاپانی کہانیاں
- مزیدار کہانیاں ۵
- بچوں کی دنیا

خواتین کے لئے دوسرے مصنفوں کی کتابیں بھی عصمت کی فہرست طلب کرنے سے مل سکتی ہیں

جنگ کی وجہ سے کتابوں کی قیمت چار آنے فی روپیہ بڑھ گئی ہے

زنانہ دستکاری کی مفید کتابیں

عصمتی کروشیا

کروشیا کی شوقین بہنوں کے لئے بہترین تحفہ فن کروشیا کی مشہور ماہر محترمہ فاطمہ انور علی بیگم صاحبہ نے ترکیبیں اور ہدایات لکھ کر یہ کتاب مرتب کی ہے ۔ قیمت عمر

مختصر فہرست عصمتی کروشیا

بچوں کا موزہ، ڈاک بنگلہ، آدمی بلی، کالر، بنیان، ۵ نقش نشست، خوش آمدید، چوپائی پر	لالہ ملبوس، دستانے، قاسم آباد، چکا، مرغ، تاج محل، لالہ جہانیاں	چند ہار، طرہ دانی، ایرانی بیل، لوری، کناری، کفتاش، زنبیل، شیشہ دار	جا نماز، خوبصورت گوشے، درخت، تماثیل، پیپر، گلدستہ

گلدستہ تارکشی

محترمات سیدہ اختر اور مشہور ماہرین نے یہ کتاب تیار کی ہے پہلے دھاگے نکالنے کے طریقے عام فہم پیرایہ میں سمجھائے گئے ہیں پھر تکیہ کے غلاف تپائی پوش میز پوش گلاس پوش ٹی کوزی ٹی کشن کے پوش جھالریں، بیلیں، ہیمسٹچ وغیرہ کے نمونے ہیں پھر کروشیا اور ایمبرائڈری کے اعلیٰ نمونے ہیں سب نمونے خوب واضح اور خوبصورت
قیمت عہ

تارکشی کا کام

جس کی مدد سے لڑکیاں کپڑے سے دھاگے نکالنے کا کام بہت آسانی کے ساتھ سیکھ جائیں گی جو پہلے سے جانتی ہیں وہ اس کام میں ماہر ہو جائیں گی بیلیں جھالر اور کناریاں گوٹے موزے تکیے کے غلاف میز پوش کے مرکز گریبان پھر متفرق چیزیں مثلاً بنگلہ بلاؤز دسترخوان وغیرہ ۶۵ نمونے ہیں

کراس اسٹچ ورک

یعنی وہ سوتی کام جو تاگوں کی مدد سے بنایا جاتا ہے جس میں ۱۹ خوبصورت گلدستوں اور مرکزوں، بیلوں اور گوٹوں کے خوبصورت نمونے ہیں پھر جانور، پرندے، تیتری، چڑیا، مور، گھوڑا، گلہری، ہرن، ہاتھی وغیرہ کے نمونے ہیں کل ... نمونے قیمت عمر

عصمتی کشیدہ

اس کتاب میں میز پوش پلنگ پوش اور گاؤ تکیوں کے غلاف پلنگ کی چادروں پردوں وغیرہ کے نئے نئے نمونے ہیں۔ کئی وضع کی بیلیں پھر مختلف قسم کی بہت سے عمدہ عمدہ بوٹے ان کے بعد پرندوں اور جانوروں کے نمونے بھی ہیں مکمل ادھار عام فہم دستور بھی ہے۔
قیمت ایک روپیہ

گلدستہ کشیدہ

... قیمت عہ

گلزار درخشاں

جس میں محترمہ ... نے نئی وضع کے نمونے دیئے ہیں ... بلاؤز کے گریبان ... قیمت عہ

گلشن زہرا

مرتبہ محترمہ زہرا ... ۲۸ پھول ... ۵ مرکزی یا وسطی خانے ہیں ... نمونے بھی ہیں۔
قیمت عہ

اونی کام سلائیوں سے

فن ... کے متعلق مضامین اور ہدایتیں نہایت عام فہم پیرایہ میں ... اونی بنیان، فراک، ٹوپی، موزے، سویٹر، جرسی ... کل تعداد ۵۲ بلاک کے نقشے اور تصویریں ... بار دوم
قیمت عمر

موتیوں کا کام

یہ مفید کتاب دستکاری کی ماہرہ ... نے تیار کی۔ اس میں حسب ذیل ... نمونے ہیں

۲۸ وضع کے بٹوے	۱۰ تصویری ...	۳۶ ...
۱۳ عمدہ عمدہ ...	۱۱ ...	۳ ...
۲۹ وضع ...	۸ ... ہار	۸ ...
۹ حاشیہ ...	۲ ...	۳ ... بیگ
۷ ... نمونے	...	گلاس پوش
متفرق چیزیں	...	لیمپ کے جھالر

سلمہ ستارہ کا کام

... نمونے ... قیمت دو روپے

جالی کا کام

ہندوستان کی قدیم صنعت ... جالی کے کام ... قیمت عمر

چمنستان خیاطی

...

گلستان خیاطی

مضامین کے چند عنوانات یہ ہیں ... قیمت صرف عہ

شمیم سوزن کاری

مرتبہ محترمہ ... کروشیا ... قیمت صرف عہ

گوٹہ کناری کا کام

ہندوستان کی قدیم و مشہور صنعت کے متعلق ... نہایت عام فہم۔ قیمت عہ

عصمت بک ڈپو دہلی